خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب
ماہنامہ
آنچل
کراچی
پاک سوسائٹی
ڈاٹ کام
aanchalnovel.com
aanchalpk.com

ماہنامہ حجاب جنوری ۲۰۱۶ء کے شمارے کی ایک جھلک

’’میرے خواب زندہ ہیں‘‘ نادیہ فاطمہ رضوی کی قسط وار تحریر

’’دل کے دریچے‘‘ معروف مصنفہ صدف آصف کی قسط وار تحریر

’’تیرے لوٹ آنے تک‘‘ سلمیٰ فہیم گل کے ناولٹ کا تیسرا حصہ

’’ہیں کئی ہجر درمیاں جاناں‘‘ صائمہ قریشی کا منفرد مکمل ناول

’’محبت دسترس میں ہے‘‘ نزہت جبین ضیاء کا مکمل ناول

’’موسم کی پہلی بارش‘‘ اریشہ غزل کا خوب صورت مکمل ناول

طلعت نظامی، عابدہ سبین، فصیحہ آصف خان، افشاں علی، اقصیٰ افضال

حمیرا شعیب، سائرہ، سمیرا غزل صدیقی

اس کے علاوہ مستقل سلسلوں میں پڑھیے

طب نبوی، آپ کی الجھن، بزم سخن، کچن کارنر، آرائش حسن، عالم میں انتخابات، شوخیِ تحریر

حسن خیال، شوبز کی دنیا، ٹوٹکے

آج ہی اپنے قریبی ہاکر سے طلب کریں

بہنوں کی پسند کو مدنظر رکھتے ہوئے اور بھی بہت کچھ

Infoohijab@gmail.com

READING
Section

بانی مدیرہ	زیب النساء
مدیر اعلیٰ	مشتاق احمد قریشی
مدیرہ	قیصر آراء
مدیر خصوصی	طاہر احمد قریشی
مدیرہ معاونین	جویریہ احمد روشین احمد

جلد	37
شمارہ	11
فروری	2016

ماہنامہ

آنچل کراچی

اشتہارات اور دیگر معلومات
0300-8264242

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی
رکن کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹر
رکن چیمبر آف کامرس

aanchalpk.com
aanchalnovel.com
www.aanchalpk.com/blog
onlinemagazinepk.com/recipes
info@aanchal.com.pk
/women.magazine
/pkwomenmagazine

ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

سلسلہ وار ناول

مکمل ناول

ناولٹ

افسانے

پبلشر: مشتاق احمد قریشی پرنٹر، جمیل حسن، ابن حسن پرنٹنگ پریس
ہاکی اسٹیڈیم کراچی، دفتر کا پتا: 7 فرید چیمبرز، عبداللہ ہارون روڈ کراچی ـ 74400

سرورق: ہما خان ...... آرائش: روز بیوٹی پارلر...... عکاسی: موسیٰ رضا

مستقل سلسلے

خط و کتابت کا پتہ: "آنچل" پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون: 021-35620771/2
فیکس: 021-35620773 کے از مطبوعات نئے اُفق پبلی کیشنز۔ ای میل info@aanchal.com.pk

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس جوان نے کسی بوڑھے شخص کی اس کے بڑھاپے کی وجہ سے تعظیم وتکریم کی تو اللہ تعالیٰ اس کے بڑھاپے کے وقت ایسے شخص کو مقرر کرے گا جو اس کی تعظیم کرے گا۔'' (الترمذی)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

فروری کا آنچل حاضر مطالعہ ہے۔

میں اور ادارے کے کارکن قاری بہنوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں' آج ''آنچل'' اور ''حجاب'' مقبولیت کے جس مقام پر ہیں یہ سب آپ کی محبت وتعلق کا مظہر ہے۔ آپ کی پسند ہی ہماری رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ میری ہمیشہ سے کوشش ہے کہ آپ کے مشوروں کی روشنی میں آنچل اور حجاب کو مرتب کروں یہ آپ کے محبت نامے ہی ہیں جو میرا حوصلہ بلند کرتے ہیں کچھ بہنوں کی خواہش ہے کہ مکمل ناول کا مزید اضافہ کیا جائے آپ کا کیا خیال ہے؟

اس وقت وطن عزیز جہاں نامساعد حالات کے گرداب میں پھنسا ہے وہیں ہمارے سیاست دان اپنی سیاست چمکانے میں مصروف ہیں۔ ملک میں آنے والے زلزلوں سے جہاں بہت سی جانوں کا ضیاع ہوا وہیں حکومت کی بے حسی بھی صاف نظر آئی۔ گھروں سے دربدر بہت سے لوگ اس سردی کے عالم میں خانہ بدوشوں کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعاگو ہیں کہ مصیبت کی اس گھڑی میں ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمارے صغیرہ کبیرہ تمام گناہوں کو بخشتے ہوئے ہمیں ان ناگہانی آفتوں سے محفوظ رکھے۔ یہ حالات ہم سب کے لیے باعث عبرت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے' آمین

❀ اس ماہ کے ستارے ❀

- **وشت طلب کی دھول** — خواب ٹوٹ کر جب بکھرتے ہیں تو سوائے پچھتاوے کے کچھ نہیں بچتا۔ عتیقہ ملک کی موثر تحریر۔
- **بدلتی رتیں** — سال نو کے حوالے سے سویرا فلک کی خوب صورت کاوش آپ بھی ملاحظہ کیجیے۔
- **زندگی حسین ہے** — حسین زندگی کے اہم رموز سے آشنا کرواتی ریحانہ آفتاب کیا سکھانا چاہتی ہیں آپ بھی جانیے۔
- **گمشدہ رشتے** — رشتوں سے اگر خلوص واپنائیت مٹ جائے تو رشتے بوجھ بن جاتے ہیں' ہما عامر کے دلنشین انداز میں۔
- **گھنا سایہ** — زندگی کی کڑی دھوپ میں جلتی ایسی لڑکی کی کہانی جو اپنوں کی محبت سے محروم رہی۔
- **باب محبت** — شہر دل کے اجڑنے کی کہانی' آپ بھی جانیے صبا جاوید کی زبانی۔
- **اب کر میری رفوگری** — محبت کے نئے مفہوم سے آشنا کراتی شبانہ شوکت پہلی مرتبہ شریک محفل ہیں۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ

دعاگو

قیصر آرا

حمد

وہ نیتوں میں چھپے خیر و شر کو تولتا ہے
قریب رہتا ہے سازِ نفس میں بولتا ہے

جمال ہم کو دکھاتا ہے اُجلی صبحوں کا
وہی جو آنکھ کٹوری میں نیند گھولتا ہے

وہی جو شام کی دہلیز پر سویرے تک
چراغ ماہ جلاتا، نجوم رولتا ہے

اسی کی یاد دکھاتی ہے ساحل تسکیں
غم و الم کے سمندر میں دل جو ڈولتا ہے

صبیح ہم کو تجسس کی روشنی دے کر
وہ ہم پہ اپنی جدائی کے بھید کھولتا ہے

صبیح رحمانی

مبارک ہو جہاں والوں کو وہ ماہِ تمام آئے
نبی آئے، وصی آئے، رسول آئے، امام آئے
مٹیں تاریکیاں ہر سو اجالا ہی اجالا ہے
جنابِ آمنہ کی گود میں ماہ تمام آئے
دکھی انسانیت کے درد کا درماں کرنے کو
کدائے پاک کا لے کر جہاں میں وہ کلام آئے
وہ ساقی خم کے خم جس نے لنڈھائے حوض کوثر سے
وہ پیاسوں کے لیے کوثر کا لے کر شیریں جام آئے
وہ جس کے واسطے حق نے کیے ہیں دو جہاں پیدا
اسی کا نام نامی مرے لب پر صبح و شام آئے
نبی ﷺ ایسا کہ جس نے امن کی شمعیں جلائی ہیں
رسول ایسا خدائے پاک کا جس پر سلام آئے
رسول پاک کے دم سے زہیر امن و اماں قائم
وہ داعی جس کے در سے ہم پلٹ کر شاد کام آئے

پروفیسر زہیر کنجاہی

editor_aa@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

نزہت جبیں ضیاء...... کراچی

عزیزی نزہت! تسلیمات' آپ کے شوہر کی ناساز طبیعت کے متعلق جان کر دکھ ہوا' اللہ سبحان وتعالیٰ انہیں صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے اور آپ ان کے سنگ زندگی کی ڈھیروں خوشیوں سے ہمکنار ہوں' قارئین سے بھی دعائے صحت کی اپیل ہے۔

نادیہ فاطمہ رضوی...... کراچی

ڈیئر نادیہ! سدا سہاگن رہو' یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ پیا دیس سدھار گئی ہیں' اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو اس نئی زندگی میں اپنے ہمسفر کے سنگ بہت سی خوشیوں سے نوازے آمین۔ امید ہے مصروفیت کے ان لمحوں میں بھی آپ کا قلمی تعاون برقرار رہے گا۔

مدیحہ نورین مہک...... برنالی

ڈیئر مدیحہ! سدا خوش رہو' شکوہ و شکایات سے بھرا آپ کا خط موصول ہوا' آپ کو بالکل بھی نظر انداز نہیں کیا جارہا یہ آپ کی غلط فہمی ہے۔ بعض اوقات زیادہ ڈاک اور صفحات کی تنگی کے باعث کچھ بہنوں کو شکوہ ہو جاتا ہے۔ ہماری جانب سے سالگرہ مبارک ہو' اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو ایسی ہزاروں خوشیاں دیکھنا نصیب فرمائے۔

راحیلہ یاسمین...... اٹک

ڈیئر راحیلہ! سدا خوش رہو' رشتہ انسانیت کا موصول ہوا ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے دل برداشتہ ہو کر قلم سے رشتہ توڑنے کی قطعی ضرورت نہیں' بلند حوصلے کے ساتھ محنت جاری رکھیں اور اپنا مطالعہ و مشاہدہ وسیع کریں تاکہ آپ کے پاس الفاظ کا ذخیرہ ہونے کے ساتھ موضوع کے چناؤ کرنے میں بھی آسانی ہو اور آپ اپنی تحریر پر بھی گرفت رکھ سکیں۔

ارم کمال...... فیصل آباد

ڈیئر ارم! سدا سلامت رہو' خلوص و اپنائیت کی چاشنی لیے آپ کا خط موصول ہوا' اگر آپ ہماری محبت سے دستبردار نہیں ہونا چاہتیں تو ہم بھی آپ کی چاہتوں و محبتوں کے مقروض ہیں۔ آپ اپنی والدہ کا تعارف ارسال کردیں لیکن پھر انتظار کے طویل عرصے کے لیے بھی ذہنی طور پر تیار رہیے گا۔

اقصیٰ زریں...... سمبڑیال

ڈیئر اقصیٰ! سدا مسکراؤ' آپ کے مفصل خط کے ذریعے آپ کے والہانہ شوق کے متعلق جان کر اچھا لگا۔ اگر ہمارے لفظوں سے آپ کی تشفی ہوتی ہے تو یہ ہمارے لیے باعث فخر اور قابل رشک ہے۔ جہاں تک کہانی پر تنقید کے حوالے سے بات ہے تو آپ کی دوست کو یہ سمجھنا چاہیے کہ آج کل کے دور میں تو لوگ کسی کی اصلاح و رہبری کا فریضہ بھی سرانجام نہیں دیتے ہمیں آپ میں کچھ صلاحیتیں نظر آئیں اسی لیے ان خامیوں کو دور کرنے کا کہا تھا۔ بہرحال آپ اپنا تعارف ارسال کردیں جلد لگانے کی کوشش کریں گے۔ آپ مستقل سلسلوں میں شرکت کرکے ہر ماہ آنچل میں شمولیت اختیار کرسکتی ہے۔

تانیہ فاروق...... پیر محل

عزیزی تانیہ! جیتی رہو' آپ کے دونوں ناول انداز تحریر کے لحاظ سے کمزور تھے۔ ابھی آپ افسانے کی صنف پر طبع آزمائی کریں تاکہ تحریر میں روانی اور پختگی کا عنصر پیدا ہو۔ سلسلہ وار ناول کے لیے ادارے کی اجازت ضروری ہے۔ آپ کی دیگر نگارشات تاخیر سے موصول ہونے کے سبب اس مرتبہ جگہ بنانے میں ناکام ٹھہریں' کوشش کریں گے کہ آئندہ شامل کرلیا جائے۔

زیبا حسن مخدوم...... سرگودھا

ڈیئر زیبی! شاد و آباد رہو' خط پڑھ کر بے اختیار یہی کہنا پڑ رہا ہے کہ آپ کو آپ کی بے صبری لے ڈوبی۔ بقول

شاعر ”جو تو نہیں تھا شریک محفل قصور تیرا ہے یا کہ میرا“ ہم آپ کی تحریر کو قبولیت کا درجہ دے چکے ہیں اور پچھلے شمارے میں آپ کو یہ خوش خبری بھی دے چکے لیکن آپ نے شمارے پر نظر التفات کی ہوتی تو معلوم ہوتا اب بتائیے قصور کس کا ہے؟ اور ہاں اپنے انداز تحریر کی پختگی کے لیے محنت جاری رکھیں۔

ثناء اعجاز ...... نامعلوم

پیاری ثناء! سدا شاد رہو نگارشات کی اشاعت ہونے پر شکریہ کی ضرورت نہیں' یہ آپ بہنوں کا ہی پرچہ ہے جو آپ کی شمولیت کے بغیر ادھورا ہے البتہ بعض اوقات تاخیر کے سبب کچھ بہنوں کی نگارشات شامل ہونے سے محروم رہ جاتی ہیں۔ ہماری کوشش یہی ہوتی ہے کہ آئندہ انہیں ضرور موقع دیں اسی لیے دیر سویر ہو جاتی ہے۔

فریحہ شبیر ...... شاہ نکڈر

عزیزی فری! جگ جگ جیو شکایات سے بھرپور آپ کا خط موصول ہوا جس میں آپ نے اپنی انتظار کی شدتوں کو بخوبی بیان کیا ہے۔ ہر ماہ بڑی تعداد میں پیغامات موصول ہوتے ہیں جبکہ صفحات کی کمیابی مجبوری بن جاتی ہے ہماری کوشش ہوگی کہ آپ کے پیغامات بھی جلد شائع کرسکیں۔ امید ہے تشفی ہوگئی ہوگی۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو دینی ودنیاوی تمام امتحانوں میں سرخرو کرے آمین۔

حرا رمضان ...... اختر آباد

پیاری حرا! خوش رہو چاہتوں اور محبتوں کی خوشبو لیے آپ کا نامہ موصول ہوا۔ بے شک یہ آپ کی محبت و اپنائیت ہی ہے کہ اتنی مصروفیات کے بعد بھی آپ آنچل کے لیے وقت نکالتی ہیں۔ مزید تعلیم کے متعلق جان کر اچھا لگا' اللہ آپ کو کامیابیاں عطا فرمائے اور آپ کے تمام خوابوں کو پورا کردے۔ آپ کا دعائیہ شعر بھی بہت پسند آیا۔ آپ کی نگارشات وقتاً فوقتاً شائع کرنے کی بھرپور کوشش کریں گے۔

انیلہ سخاوت ...... میانوالی

ڈیئر انیلا! خوش رہو آپ کا شکوہ نامہ موصول ہوا نظمیں غزلیں متعلقہ شعبے کو ارسال کردی جاتی ہیں اگر نظم معیاری ہوئی تو باری آنے پر لگ جائے گی بصورت دیگر۔

سندس اسلم ...... لاہور

ڈیئر سندس! شاد وآباد رہو بزم آنچل میں پہلی مرتبہ شرکت پر خوش آمدید۔ ہمیں بھی آپ سے نصف ملاقات اچھی لگی۔ آپ کو آنچل میں شرکت کے لیے اجازت کی ضرورت نہیں' اگر آپ اپنی تحریر ارسال کردیں گی تو ضرور رائے سے آگاہ کریں گے۔ ابتدا میں آپ اپنا مختصر افسانہ بھیج دیجیے تاکہ انداز تحریر کا اندازہ ہوسکے۔ آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ۔

علوینہ چوہدری ...... فیصل آباد

پیاری علوینہ! سدا مسکراؤ' چار ماہ کے طویل عرصے بعد بزم آنچل میں پھر سے آپ کی شمولیت اچھی لگی۔ بے شک آپ کا کہنا بجا ہے شادی والے گھروں میں مصروفیت بہت بڑھ جاتی ہے آپ کو بھائی کی شادی کی مبارک۔ تحریر کے لیے آپ اپنا مختصر افسانہ ارسال کردیں اس سے آپ کے انداز تحریر اور موضوع کے چناؤ کا اندازہ ہوجائے گا اس کے بعد آپ اپنا مکمل ناول ارسال کردیجیے گا۔

ودیعہ یوسف زماں لانڈھی' کراچی

پیاری ودیعہ! خوش رہو آپ کا شکوہ بجا ہے انتظار کے کٹھن اور جانگسل لمحات سے گزرنا آسان کام نہیں ہے ”گھڑیاں جدائی کی گزرتی ہیں مہینوں میں“ کے مصداق آپ کو بھی مہینوں انتظار کے کٹھن عمل سے گزرنا پڑا بہر حال متعلقہ شعبے میں آپ کی شاعری ارسال کردی گئی ہے اگر معیاری ہوئی تو ضرور شامل اشاعت ہوجائے گی۔ آپ دیگر مستقل سلسلوں میں شرکت کے ذریعے ہر ماہ آنچل میں اپنا نام جگمگاتا دیکھ سکتی ہیں۔

حافظہ صائمہ کشف ...... فیصل آباد

ڈیئر صائمہ! سدا شاد رہو آپ کی محبتوں پر مشکور ہیں' پیاری بہنا! تبصرہ تو لیٹ موصول ہونے پر رد کردیا جاتا ہے البتہ دیگر نگارشات محفوظ کرلی جاتی ہیں اگر آپ کی

شاعری معیاری ہوئی تو جلد یا بدیر ضرور جگہ بنانے میں کامیاب رہے گی آپ کی دیگر نگارشات جلد شائع کرنے کی کوشش کریں گے۔

یاسمین کنول ...... پسرور

ڈیئر یاسمین! سلامت رہو آپ نے جس غلطی کی نشاندہی کی ہے جان کر اچھا لگا ورنہ لوگ دوسروں کی محنت کی داد خود وصول کرنا چاہتے ہیں۔ طباعت کی غلطی کی بنا پر ایسا ہوا ہے اس کے لیے معذرت خواہ ہیں۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

عظمیٰ فرید ...... ڈی آئی خان

پیاری عظمیٰ! سدا سہاگن رہو آپ کا شمار آنچل کی دیرینہ ساتھیوں میں ہوتا ہے بہرحال شادی اور بچوں کی مصروفیات کے بعد بھی آپ نے آنچل سے رابطہ استوار رکھا بے حد خوشی ہوئی۔ آپ کے دونوں بچوں کے اسم گرامی بہت خوب صورت ہیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کی اولاد کو نیک فرماں بردار بنائے۔ پرچے کے حصول کے لیے آپ آفس کے نمبر پر رابطہ کرکے اپنا مسئلہ حل کرسکتی ہیں۔ امید ہے اپنی مصروف زندگی سے آئندہ بھی کچھ لمحے آنچل کے نام ضرور کریں گی۔

سلمیٰ عنایت حیا ...... کھلابٹ ٹاؤن شپ

عزیزی سلمیٰ! جیتی رہو آپ کی دوست کی ناگہانی موت کا پڑھ کر بہت صدمہ ہوا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے آپ کو اور مرحومہ کے لواحقین کو صبر واستقامت عطا فرمائے اور مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے' آمین۔ آپ کی نظمیں غزلیں متعلقہ شعبے میں ارسال کردی گئی ہیں' اگر معیار کے مطابق ہوئیں تو ضرور جگہ بنائیں گی۔

حنا اشرف ...... کوٹ ادو

حنا پیاری! سدا مسکراؤ آپ کے تحریری شوق کے متعلق جان کر اچھا لگا کہ آپ اپنی والدہ کی خواہش پر مختلف موضوعات پر قلم اٹھاتی ہیں۔ آپ کی تحریر پڑھنے کے بعد آپ کو آگاہ کردیں گے' اگر تحریر معیار کے مطابق ہوئی تو ضرور شامل اشاعت ہوگی۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

ثانیہ مسکان ...... گوجر خان

پیاری ثانیہ! جیتی رہو آپ کی غیر حاضری کو ہم نے بھی محسوس کیا۔ حجاب اور آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ ہماری کوشش ہوتی ہے کہ بہتر سے بہترین کی جانب گامزن رہیں تاکہ آپ کے ادبی ذوق کی تسکین ہوسکے۔ حمیرا نگاہ تک آپ کی فرمائش ان سطور کے ذریعے پہنچا رہے ہیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو تمام امتحانوں میں کامیابی عطا فرمائے' آمین۔

صبا یونس ...... ملتان

پیاری صبا! سدا مسکراؤ' آپ کی تحریر ”سرد احساسات“ ہمارے پاس محفوظ تھی اور جلد اسے شامل اشاعت بھی کردیتے لیکن آپ کے بتانے پر کہ آپ کی یہ تحریر کہیں چکی ہے ہم اسے شامل نہیں کررہے بہرحال اس سے آپ کے موضوعات کے چناؤ اور انداز تحریر میں پختگی کا اندازہ ضرور ہوگیا ہے آپ اسی طرح کے اصلاحی موضوعات کو زیر قلم لاتی رہیں اور کوئی مختصر افسانہ ارسال کردیں۔ امید ہے آپ اپنا قلمی سفر جاری رکھیں گی۔

عقیلہ رضی ...... جڑانوالہ

ڈیئر عقیلہ! سدا خوش رہو ہمیں آپ کی مشکلات کا اندازہ ہے کہ کس طرح آپ بہنیں دور دراز سے اپنی نگارشات ارسال کرتی ہیں لیکن محکمہ ڈاک کا نظام جس ابتری کا شکار ہے وہ بھی آپ سے پوشیدہ نہیں۔ تاخیر سے موصول ہونے کے سبب آپ کی شرکت کو کیسے یقینی بنایا جائے' آپ کی تجاویز نوٹ کرلی ہیں جلد عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔

ثمرین خالق ...... نامعلوم

ڈیئر ثمرین! سدا مسکراؤ' آپ کا افسانہ ”باجی کوثر“ قبولیت کی سند حاصل کرنے میں کامیاب ٹھہرا۔ ہماری جانب سے اس کامیابی پر ڈھیروں مبارک باد۔ آئندہ بھی اس طرح کے موضوعات زیر قلم لاتی رہیے گا جلد ہی آپ

کا افسانہ پرچے کی زینت بن جائے گا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو بہت سی کامیابیوں سے نوازے آمین۔

حمیرا قریشی...... لاہور

ڈیئر حمیرا! جیتی رہو بے شک انتظار کی گھڑیاں طویل اور کٹھن ہوتی ہیں مگر انتظار تو کرنا ہی پڑتا ہے غزل متعلقہ شعبے میں ارسال کردی ہے۔ ردوقبول کا فیصلہ وہیں طے پاتا ہے بعض اوقات ایک ہی شعر بہت سی بہنوں کے نام سے آتا ہے اب یہ منتخب کرنے والے کی مرضی پر ہے کہ وہ کس بہن کا انتخاب کرلے ہوسکتا ہے کہ آپ کے ساتھ بھی یہی صورت حال پیش آئی ہو۔ امید ہے شکوہ وخفگی دور ہوجائے گی۔

شازیہ اختر شازی...... نور پور

عزیزی شازیہ! سدا خوش رہو آپ کے خط کے ذریعے آپ کے گھریلو حالات جان کر افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی والدہ کو صحت کاملہ عطا فرمائے تا کہ آپ کے سروں پر ان کا ممتا بھرا آنچل سدا برقرار رہے اور آپ ان کی محبتوں سے فیض یاب ہو۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

ثمرہ سحر...... چیچہ وطنی

عزیزی ثمرہ! جگ جگ جیو بزم آنچل میں پہلی مرتبہ شرکت پر خوش آمدید۔ طویل عرصے کے بعد آپ نے اپنی خاموشی کا قفل توڑ کر ہم سے نصف ملاقات کی جان کر خوشی ہوئی۔ اب یہ رابطہ بحال رکھیے گا مستقل سلسلوں میں شمولیت کے ذریعے آپ ہر ماہ آنچل کی محفل میں شریک ہوسکتی ہیں۔ آپ کی تحریر ''بدلتی آنکھیں'' کچھ خاص تاثر قائم کرنے میں ناکام ٹھہری۔ موضوع کا چناؤ بے حد کمزور ہے آپ دیگر رائٹرز کی تحاریر کا بغور مطالعہ کریں۔ اس سے آپ کو لکھنے میں مدد ملے گی۔

فصیحہ آصف...... ملتان

ڈیئر فصیحہ! شاد وآباد رہو آپ کی تحریر ''مانوس اجنبی'' آنچل کے صفحات پر اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ٹھہری ہے۔ یہ تحریر جلد ہی آپ کا نام روشن کرنے میں اہم کردار ادا کرے گی امید ہے آپ کا قلمی تعاون آئندہ بھی برقرار رہے گا۔

کوثر ناز...... حیدر آباد

ڈیئر کوثر! شاد وآباد رہو آپ کی دو تحاریر ''آئینہ'' اور ''ہم تیری محبت'' کے عنوان سے موصول ہوئیں۔ ''آئینہ'' قبولیت کا درجہ حاصل کرنے میں کامیاب ٹھہری۔ دوسری تحریر کے لیے معذرت' اس موضوع پر اس سے بہت بہتر انداز میں لکھا جاچکا ہے۔

سمیرا ایاز...... کراچی

ڈیئر سمیرا! جگ جگ جیو طویل عرصے بعد آپ سے نصف ملاقات بہت اچھی لگی۔ یہ جان کر اچھا لگا کہ آپ کا اور آنچل کا دیرینہ ساتھ رہا ہے 1980ء کے رسائل سے اب تک آپ کی وابستگی بے شک آپ کے والہانہ جذبات وشوق کا بھرپور اظہار ہے۔ آپ کی تحریر موصول ہوگئی ہے ان شاء اللہ جلد ہی اس کے متعلق آگاہ کردیں گے۔ بس تھوڑا سا انتظار کریں۔

قرۃ العین سکندر...... لاہور

ڈیئر عینی! جگ جگ جیو آپ کی تحاریر ''زعم زدہ بت'' اور ''نیا سال مبارک ہو'' معیار کی منزل طے کرنے میں کامیاب ٹھہریں۔ البتہ ''سایہ دار شجر'' کے لیے معذرت' اس موضوع پر بہت لکھا جاچکا ہے۔ امید ہے کہ آئندہ بھی آپ کا قلمی تعاون آنچل کی سنگ رہے گا۔

نسیم سحر...... نامعلوم

ڈیئر نسیم! شاد وآباد رہو آنچل کی جانب سے آپ کے لیے خوش خبری یہ ہے کہ آپ کی تحریر ''چبھن'' اور ''محرم راز'' منتخب ہوگئی ہیں جبکہ ایک تحریر موضوع کی یکسانیت کی بناء پر رد کردی گئی ہے۔ امید ہے آپ آئندہ بھی اسی طرح کے موضوعات پر طبع آزمائی کرتی رہیں گی۔

عریشہ ہاشمی...... آزاد کشمیر

عزیزی عریشہ! سدا مسکراؤ' آپ کی ''قسمت'' اور مریم اور ہادی'' موصول ہوئیں' پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے مزید محنت ولگن کے ساتھ آپ اس فن کو جلا بخش سکتی ہیں۔ بہر حال آپ کی تحریر ''مریم اور ہادی'' آنچل کے صفحات پر جگہ بنانے میں

کامیاب ٹھہری۔ اس کامیابی پر ہماری جانب سے ڈھیروں مبارک باد قبول کیجیے اور مزید محنت اور کوشش جاری رکھیں۔

نمرہ محمد...... ضلع قصور

پیاری نمرہ! سدا مسکراؤ' آپ کی تحریر ''گیلے گال'' انتخاب کے مرحلے سے گزر کر کامیابی کی سند حاصل کرچکی ہے۔ اب مزید محنت اور لگن کے ساتھ اپنا مطالعہ وسیع کیجیے تاکہ آپ کے انداز تحریر میں مزید پختگی آئے اور آپ کے موضوع کے چناؤ میں بھی بہتری ہوسکے۔ امید ہے اس کامیابی سے آپ مزید کامیابیاں حاصل کریں گی۔

سیدہ فرزانہ حبیب فرزین اورنگی ٹاؤن' کراچی

پیاری فرزانہ! سکھی رہو آپ کی تحریر ''ازالہ'' پڑھ ڈالی موضوع کا چناؤ بہتر اور اصلاحی ہے لیکن بہت سی باتوں میں تضاد موجود ہے۔ ان خامیوں کی بناء پر آپ کی تحریر کامیابی حاصل کرنے میں ناکام رہی۔ امید ہے اس ناکامی سے مایوس ہونے کی جگہ آپ قلمی تعاون برقرار رکھیں گی۔

حمیرا نوشین...... منڈی بہاؤ الدین

ڈیئر حمیرا! سدا سہاگن رہو آنچل کی جانب سے ایک اور کامیابی آپ کی منتظر ہے۔ آپ کی تحریر ''محبت جیت جاتی ہے'' ہمارا دل جیتنے میں کامیاب رہی جلد آنچل کے صفحات پر اپنی جگہ بنالے گی اور قارئین کے لیے بھی بھرپور اصلاح اور رہبری کا فریضہ سرانجام دے گی۔

ایس کے...... فیصل آباد

ڈیئر سسٹر! سدا مسکراؤ' آپ کی جانب سے ''شان مصطفیٰ'' کے عنوان سے طویل ناول موصول ہوا' پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے لیکن اس تحریر کی طوالت نے کہانی کی دلکشی کو متاثر کیا ہے بے جا طوالت کی بناء پر آپ کہانی کو سنبھال نہیں پائیں' ابھی آپ کسی مختصر موضوع پر قلم آزمائی کریں اور اپنا مطالعہ وسیع کریں اس سے آپ کو مزید بہتر لکھنے میں مدد ملے گی۔

ناقابل اشاعت:۔

چہرے' میرا جنون' میرا قلم' عتاد' فاطمہ' بھول' فیصلہ' ملن کا موسم' خواب نگر کی شہزادی' زلزلہ آزمائش یا عذاب' لب پر آتی ہے دعا' ادھورا' میرا ہم نوا میرے ہم نشین' جنہیں راستے میں خبر ہوئی' جو چلے تو جاں سے گزر گئے' دشت میں کیا کیا ہوا' خسارہ' شاعر میرا دل' دل پر میرا راج تمہارا' قسمت' بس تیری آرزو' ازالہ' سرد احساسات' کوئی ہے جو میری آواز سنیں' رشتہ انسانیت کا' یہ جدائی کیسی ہے' تیری میری دوستی' آپ ہمارے ہو ہی گئے' وہ جنوری کی اک شام' محبت کے قیدی' قربانی' سایہ دار' شب غم کا اختتام' میرا بچپن مجھے لوٹادو' ہم نادان لڑکیاں' میرے ہمدرد دوست' شان مصطفیٰ' خواہش' آئینہ' محافظ' دل نادان' ناشکری کی سزا' تم امید بہاراں ہو' کبھی محبت نہ کرنا' ہم تیری محبت میں' تیرے واسطے میری ہر دعا' دشت قرار' دل کے رشتے' عشق حقیقی' اے بنت حوا' محبت زہر جاں' دوست' محبت سے خالی زندگی' مسٹر عارض' جدائی کا عذاب' قصور' زندگی' فیملی کنکشن' پہلی نظر کی محبت' بدلتی آنکھیں۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔
☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔
☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔
☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابلِ اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔
☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔
☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔
☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجئے۔ 7' فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

مشتاق احمد قریشی

اولاً ان سب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا ہے کہ مجھ پر دُرود بھیجنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اے رب العالمین تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر دُرود بھیج (بخاری، مسلم ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مسند امام احمد، شعب، ابن ابی حاتم، ابن جریر، عبدالرزاق، ابن حبان، حاکم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہدایت کے بارے میں ایک وضاحت ضروری ہے کہ بہت سے ہمارے مسلمان بھائی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کو سمجھ نہیں پاتے وہ یہ اعتراض کردیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو ہم بندوں سے کہہ رہا ہے کہ تم میرے نبی پر دُرود بھیجو مگر ہم الٹا اللہ سے کہتے ہیں تو درود بھیج' حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ایمان کو ہدایت کی اس میں سوچنا اور عقل دوڑانا کیسا؟ لیکن اس کی وضاحت میں اہل علم یوں تحریر فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو یہ تعلیم دی ہے کہ تم اگر چاہو بھی تو "صلوٰۃ" کا حق ادا نہیں کرسکتے۔ نہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب اعلیٰ کو بلند کرسکتے ہیں' نہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات عظیم کا کسی طرح بدلہ دے سکتے ہیں' وہ ذات عالی شان تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہی ہے جوان کو اجر دے سکتا ہے ان کا ذکر بلند کرسکتا ہے' ہم کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرلیں اس میں ہمیں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور توفیق وتائید کے بغیر کوئی کامیابی نہیں ہوسکتی یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعقیدت بھی ہمارے دلوں میں اللہ کی ہی مدد سے جاگزیں ہوسکتی ہے' ورنہ تو شیطان مردود ہمارے دلوں میں جانے کتنے اور کیسے کیسے وسوسے ڈال کر ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کرسکتا ہے اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ کا حق ادا کرنے کی کوئی صورت اس کے سوا نہیں ہوسکتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ کے لئے دعا کی جائے' جو شخص بھی اللھم صلی علی محمد کہتا ہے وہ گویا اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور اپنے عجز وانکساری کا اعتراف کرتا ہے کہ اے رب کائنات تیرے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر صلوٰۃ کا جو حق ہے اسے ادا کرنا میرے بس میں نہیں ہے' تو ہی میری طرف سے اس کو ادا کر اور مجھ سے اس کے ادا کرنے میں جو خدمت چاہے لے لے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود بھیجنا سنتِ اسلام ہے' جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک آئے دُرود کا پڑھنا مستحب ہے۔ خصوصاً نماز میں دُرود بھیجنا مسنون ہے اور عمر بھر میں ایک بار حضور خاتمی مرتبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود بھیجنا فرض ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے صاف وواضح الفاظ میں حکم فرمایا ہے۔

دُرود شریف کا موجب اجر وثواب ہونا اور اس کا بڑی نیکی ہونا اس پر تمام اُمتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتفاق ہے۔ دُرود شریف تو فطری طور پر ہر مسلمان کے دل سے نکلے گا جسے یہ احساس ویقین ہو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے بعد ہمارے سب سے بڑے محسن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسلام اور ایمان کی جتنی قدر مسلمان کے دل میں ہوگی اتنی ہی قدر اس کے دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کی بھی ہوگی اور انسان جتنا احسان شناس ہوگا اتنا ہی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود وسلام بھیجے گا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ دُرود وسلام کی کثرت ہی وہ پیمانہ ہے جس سے یہ خوبی یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنا گہرا تعلق

ہے اور نعمتِ ایمان کی قدر کتنی ہے۔
اسی بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ ''جو شخص مجھ پر دُرود بھیجتا ہے' ملائکہ اس پر دُرود بھیجتے ہیں جب تک وہ مجھ پر دُرود بھیجتا ہے۔ (مسند احمد' ابن ماجہ) ایک اور جگہ ارشاد ہوا ''جو شخص مجھ پر ایک بار دُرود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس بار دُرود بھیجتا ہے۔'' (مسلم) ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ ''قیامت کے روز میرے ساتھ رہنے کا سب سے زیادہ مستحق وہ ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ دُرود بھیجے گا۔'' (ترمذی) ایک اور جگہ فرمایا کہ ''بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر دُرود نہ بھیجے۔ (ترمذی)
اس کائنات میں ایک مسلمان مومن کے سب سے بڑے محسن نبی کریم سرورِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' ان کے علاوہ اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ انہوں نے عظیم احسانات اس اُمت پر اور خاص طور سے ان تمام افراد پر کیے جو اللہ تعالیٰ کے کرم اور توفیق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور اللہ نے انہیں دولت ایمان سے نوازا' اُن پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا احسانِ عظیم ہے کہ جس کے لیے جتنا بھی شکر ادا کریں وہ کم ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی وجہ سے وہ وہ روزِ آخرت کے عذابِ الیم سے بچ گئے اس کے باوجود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کی فکر میں رات و دن رہتے تھے کہ یہ اُمت کسی طرح جہنم کے عذاب سے محفوظ ہو جائے۔ ایک حدیث شریف میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری شان اور تمہاری شان ایسی ہے جیسے ایک شخص نے آگ روشن کی اور پروانے اس آگ میں گرنے لگے یہ شخص ان پروانوں کو آگ سے دور ہٹانے لگا تاکہ وہ آگ میں نہ جل جائیں اسی طرح میں تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر تم کو آگ سے روک رہا ہوں اور تم میرے ہاتھ سے نکلے جا رہے ہو اور آگ میں گرے جا رہے ہو۔ (مسلم)
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس فکر و تشویش کو دور کرنے کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام اہل ایمان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ایک آسان نسخہ تجویز فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر اُمتی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جب بھی نام نامی سنے یا ادا کرے تو دُرود بھیجے' اس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جو فائدہ ہوگا وہ اپنی جگہ لیکن خود دُرود بھیجنے والے کو اس کا بہت بڑا فائدہ پہنچے گا۔ سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۶ میں پڑھ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے۔ ''اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر دُرود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم (بھی) ان پر دُرود بھیجو اور خوب سلام بھیجو۔ اس آیت مبارکہ سے یہ بات بہت کھل کر واضح ہوگئی کہ ہم تمام اللہ کے بندے چاہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود بھیجیں یا نہ بھیجیں' اللہ اور اس کے فرشتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود و سلام بھیج ہی رہے ہیں لیکن اگر ہم احکام الٰہی کو مانتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود بھیجیں گے تو یوں خود اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کا ساتھ ہمیں میسر آ جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو خود فرما رہا ہے کہ یہ عمل میں اور میرے فرشتے تو پہلے سے ہی کر رہے ہیں' آؤ تم بھی اس عمل میں میرے ساتھ شریک ہو جاؤ۔ ''اللہ اکبر'' کیا کریمی ہے' کیا شان الٰہی ہے کہ وہ کس طرح اپنے بندوں کو حیلے بہانے سے نواز رہا ہے اور اپنے محبوب نبی آقائے دو جہاں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے نواز رہا ہے تاکہ اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر جو انہیں کھائے جا رہی ہے' کو کم کر کے انہیں مطمئن اور پرسکون کر سکے۔
اللہ تعالیٰ کے دُرود بھیجنے کا مطلب اور ہے اور بندے کے دُرود بھیجنے کا مطلب اور۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے دُرود بھیجنے کا مطلب براہِ راست ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمانا ہے اور بندے کا دُرود بھیجنے کا مطلب ہے بندہ

اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہا ہے کہ یا اللہ آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود بھیجئے۔ اس سے یہ بات کھلتی ہے جب بندہ دُرود بھیجنے کی درخواست کرے تو اسے یہ حقیقت یاد رہے' میری حیثیت وحقیقت ہے ہی کیا کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود بھیجوں اور ان کے عظیم احسانات وکمالات اور اوصاف کا کہاں اور کیسے احاطہ کرسکتا ہوں' میں ان کے عظیم احسانات کا بدلہ کیسے ادا کرسکتا ہوں اس لئے نہایت عاجزی وانکساری کا اظہار کرتے ہوئے بندہ اپنے رب ومالک وآقا سے التجا کرے کہ یا اللہ میں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دُرود کا حق ادا نہیں کرسکتا اے اللہ آپ ہی ان پر دُرود بھیج دیجئے۔ (خطبات شیخ الاسلام حضرت جسٹس تقی عثمانی جلد نمبر ۶ صفحہ نمبر ۸۲)

صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کی ذات ایسی ہے جو نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبے کو خوب جانتی ہے۔ ہم انسانوں کو نہ اس کا پوری طرح ادراک ہوسکتا ہے نہ ان کے مرتبے کو جان سکتے ہیں۔ یہی بات ہمیں دُرود شریف کے ذریعے بتائی جارہی ہے کہ ہم اس بات کا نہ صرف اعتراف کریں بلکہ پوری طرح سمجھیں بھی کہ نہ تو ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کو پہچان سکتے ہیں نہ ہی ان کے عظیم احسانات کا حق ادا کرسکتے ہیں نہ ہی ہم میں وہ اہلیت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود بھیج سکیں' ہم تو صرف اپنے مالک وآقا اپنے رب سے یہ دعا یہ التجا ہی کرسکتے ہیں کہ اے اللہ! آپ ہی اپنے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود بھیج سکتے ہیں' ہم کتنی ہی تعریف کریں مگر وہ نہ تو ان احسانات کا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم اہل ایمان پر کئے ہیں' کسی بھی طرح سے معمولی سے معمولی حصہ ہوسکتا ہے اور نہ ہم ان کا کسی طرح سے کوئی حق ادا کرسکتے ہیں۔

دُرود شریف ایسی عظیم دعا ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود فرمارہا ہے کہ ہم اور ہمارے فرشتے تمہاری دعا سے پہلے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود بھیج رہے ہیں۔ اس لئے ایسی دعا کی قبولیت میں ادنیٰ سا شبہ بھی نہیں کرنا چاہئے جس میں اول وآخر دُرود شریف بطور دعا کے پڑھا جائے۔ یہ دعا کے آداب میں شامل ہے کیونکہ اللہ جل شانہٗ کی شان کریمی سے یہ بعید ہے کہ وہ پہلی دعا اور آخری دعا یعنی دُرود شریف کو تو قبول فرمالے اور درمیان کی دعا کو قبول نہ فرمائے۔ اس لئے ہی علماء کرام نے تاکید فرمائی ہے کہ اول وآخر دُرود شریف پڑھ کر اپنے مقصد کے لئے دعا کرو گے تو انشاء اللہ وہ ضرور قبول ہوگی۔ (خطبات جسٹس (ر) مولانا تقی عثمانی)

دُرود شریف کا ایک عظیم فائدہ یہ بھی ہے کہ جو اہل ایمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مرتبہ دُرود بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے دس گناہ معاف فرمادیتا ہے اور دس درجات بلند فرمادیتا ہے۔ (نسائی)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آبادی سے نکل کر ایک کھجور کے باغ میں پہنچے اور سجدے میں گر گئے۔ میں انتظار میں بیٹھ گیا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوجائیں تو میں بات کروں' لیکن سجدہ اتنا طویل ہوگیا کہ میرے دل میں خیال آیا کہ کہیں روح مبارک تو پرواز نہیں کرگئی۔ کافی دیر بعد جب سجدہ سے اٹھے تو میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر بڑی بشاشت کے آثار ہیں' میں نے دریافت کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج جو میں نے منظر دیکھا پہلے کبھی نہیں دیکھا' آپ نے اتنا طویل سجدہ پہلے کبھی نہیں فرمایا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا کہ میں ایک بشارت

سنا تا ہوں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص بھی ایک بار آپ پر دُرود بھیجے گا' میں اس پر رحمت نازل کروں گا اور جو شخص آپ پر سلام بھیجے گا میں اس پہ سلام بھیجوں گا' اسی خوش خبری اور انعام کے شکر میں یہ سجدہ کیا ہے۔ (مسند احمد)

ایک حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میرا کوئی اُمتی دور سے میرے اوپر دُرود بھیجتا ہے تو فرشتوں کے ذریعے وہ دُرود مجھ تک پہنچایا جاتا ہے اور جب کوئی اُمتی میری قبر پرآ کر دُرود بھیجے اور کہتا ہے ''الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ'' تو میں خود اس کے درود وسلام کو سنتا ہوں۔ (کنز العمال' خطبات جسٹس (ر) مولانا تقی عثمانی) اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر مبارک میں ایک خاص قسم کی حیات عطا فرمائی ہے اس لئے سلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں۔ اس لئے ہی علماء کرام نے فرمایا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر جاؤ تو یہ دُرود بھیجا کرو ''الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ'' اور جب دور دراز سے دُرود بھیجو تو دُرود ابراہیمی پڑھا کرو۔ (خطبات جسٹس (ر) مولانا تقی عثمانی)

یہی حدیث حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح تشریف لائے کہ آپ کے چہرے مبارک پر بشاشت اور خوشی کے آثار تھے۔ فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبرائیل تشریف لائے اور انہوں نے فرمایا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا آپ کے راضی ہونے کے لئے یہ بات کافی نہیں کہ آپ کی اُمت میں سے جو بھی شخص آپ پر دُرود بھیجے گا تو میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا اور جو شخص آپ پر سلام بھیجے گا میں اس پر دس مرتبہ سلامتی نازل کروں گا۔ (نسائی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں گھومتے پھرتے ہیں اور جو کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے' وہ فرشتے اس سلام کو مجھ تک پہنچا دیتے ہیں۔ (کنز العمال)

ایک اور حدیث میں ہے کہ جب کوئی اللہ کا بندہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود بھیجتا ہے تو وہ دُرود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کا نام لے کر پہنچایا جاتا ہے کہ آپ کی اُمت کے فلاں ابن فلاں نے آپ کی خدمت میں دُرود شریف کا یہ تحفہ بھیجا ہے۔ (کنز العمال) انسان کی اس سے بڑی اور کیا سعادت ہوگی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا نام پہنچے۔ (کنز العمال)

(جاری ہے)

فیاض اسحاق

ستارے مشعلیں لے کر مجھ کو ڈھونڈنے نکلے
میں راستے میں بھٹک جاؤں اور جنگل میں شام ہوجائے
اپنے تعارف کے لیے بس اتنا ہی کافی ہے
ہم اس سے ہٹ کر چلتے ہیں جو رستہ عام ہوجائے

میری طرف سے تمام آنچل اسٹاف یعنی رائٹرز ریڈرز کو خلوص اور چاہتوں بھرا سلام پہنچے۔ اللہ تمام آنچل اسٹاف کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے' آمین۔ ماہ بدولت کو فیاض اسحاق کے نام سے جانا پہچانا اور پکارا جاتا ہے' اونو یہ مت سمجھئے کہ کوئی لڑکا آنچل کی محفل میں گھس آیا ہے' جی نہیں میں ایک ہونہار' نونہال اور انتہائی قابل لڑکی ہوں (ہائے رے خوش فہمی)۔ 3 اپریل کو اپنے محلے اور اپنی فیملی کو رونق بخشی جو آج تک قائم ہے۔ سرگودھا شاہینوں کے شہر کے ایک خوب صورت قصبہ سلانوالی سے تعلق رکھتی ہوں۔ ہم پانچ بہن بھائی ہیں' میرا نمبر چوتھا ہے' ایک انتہائی اسلامک فیملی سے تعلق رکھتی ہوں۔ حال ہی میں گریجویشن کیا ہے اور آج کل بی ایڈ کررہی ہوں' لیکچرر آف انگلش بننا میرا خواب ہے۔ دعا کریں کہ اللہ میرا یہ خواب پورا کرے' آمین ویسے تو گھر میں سب سے اٹیچ منٹ ہے لیکن میں اپنے بابا جان کی انتہائی لاڈلی' پیاری اور تابعدار بیٹی ہوں۔ اپنے بابا جانی سے ہر بات شیئر کرتی ہوں' میری اپنی بڑی آپی عذرا سے بہت فرینڈ شپ ہے۔ وہ مجھ سے ہر بات شیئر کرتی ہیں اور میں بھی انہیں ہر بات بتاتی ہوں لیکن میری دوسری سسٹر شانی آپی میری نیچر کو زیادہ سمجھتی ہیں۔ گھر میں چھوٹی بہن ہونے کی وجہ سے بہت سا لاڈ پیار ملتا ہے۔ مجھ سے چھوٹا میرا لاڈلا بھائی حافظ ثمر عباس ہے' اسے بھی یہ کہا جاتا ہے کہ تمہاری چھوٹی بہن ہے۔ اسکول اور کالج لائف میں آؤٹ اسٹینڈنگ رہی ہوں۔ ٹیچرز سے بہت زیادہ پیار ملا ہے' ان میں میڈم عابدہ' میڈم عذرا' میڈم قمر بتول اور میڈم راحت' میڈم فوزیہ' میڈم راشدہ' میڈم فاطمہ اپنی قابلیت اور اخلاق کی بناء پر میری موسٹ فیورٹ ٹیچرز تھیں۔ ہمارا گروپ اسکول میں سکس فرینڈز پر مشتمل تھا ان میں صبا' رابی' نازیہ' سعدیہ اور ماہ بدولت۔ ہم لوگ نان سیریس اور انتہائی جوکرز تھے' اب تو بس ان دنوں کی یادیں ہیں۔ رابی اور سعدیہ اپنے پیا دیس سدھار گئیں' نادیہ بی اے کررہی ہے میں اور صبا آج کل ایک پرائیوٹ اسکول میں ٹیچنگ کے فرائض انتہائی ایمانداری' خوش اسلوبی اور خلوص نیت سے انجام دے رہے ہیں۔ میں اپنے اسٹوڈنٹس کی ٹیچر کم فرینڈ زیادہ لگتی ہوں۔ میں ہر لمحے کو انجوائے کرتی ہوں' ہمارا اسٹاف بہت ہی اچھا ہے اسپیشلی ہمارے پرنسپل صاحب انتہائی ہیلپ فل اور مخلص قسم کے انسان ہیں۔ غصہ بہت آتا ہے لیکن جلدی جاتا ہے' بہت زیادہ موڈی ہوں۔ بولڈ ہوں جن لوگوں کو لائک کرتی ہوں ان سے بہت محتاط انداز میں ملتی ہوں اور ان سے ناراض بھی زیادہ ہوتی ہوں۔ نیند بہت زیادہ آتی ہے' بقول ماما جانی کے کہ اتنی نیند تو جانور بھی نہیں لیتے جتنی تم سوتی ہو۔ ماما جانی کو صرف میری نماز کی پابندی کی عادت اچھی لگتی ہے' پسندیدہ کھانوں میں چکن پلاؤ' اچار گوشت' مٹن پلاؤ اور قیمہ پسند ہے۔ فیورٹ کمپیئرز میں توثیق حیدر' صمد علی سانول' طارق عزیز اور فرح حامد ہیں۔ فیورٹ سنگرز میں ابرار الحق' شہزاد رائے' حمیرا ارشد' عطاء اللہ اور میڈم نور جہاں کی ہر غزل پسند ہے۔ فیورٹ خوشبو میں ڈیلیشیا ہے۔ پسندیدہ کتاب قرآن پاک ہے جس کی دن میں کم از کم تین مرتبہ تلاوت کرتی ہوں۔ بہار کا موسم پسند ہے' آخر میں یہ پیغام دینا چاہوں گی کہ نماز کی پابندی کریں اور کوشش کریں کہ آپ کی وجہ سے کوئی ہرٹ نہ ہو' اللہ حافظ۔

سنا تا ہوں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص بھی ایک بار آپ پر دُرود بھیجے گا' میں اس پر رحمت نازل کروں گا اور جو شخص آپ پر سلام بھیجے گا میں اس پہ سلام بھیجوں گا' اسی خوش خبری اور انعام کے شکر میں یہ سجدہ کیا ہے۔ (مسند احمد)

ایک حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میرا کوئی اُمتی دور سے میرے اوپر دُرود بھیجتا ہے تو فرشتوں کے ذریعے وہ دُرود مجھ تک پہنچایا جاتا ہے اور جب کوئی اُمتی میری قبر پر آ کر دُرود بھیجے اور کہتا ہے ''الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ'' تو میں خود اس کے درود وسلام کو سنتا ہوں۔ (کنزالعمال' خطبات جسٹس (ر) مولانا تقی عثمانی) اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر مبارک میں ایک خاص قسم کی حیات عطا فرمائی ہے اس لئے سلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں۔ اس لئے ہی علماء کرام نے فرمایا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر جاؤ تو یہ دُرود بھیجا کرو ''الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ'' اور جب دور دراز سے دُرود بھیجو تو دُرود ابراہیمی پڑھا کرو۔ (خطبات جسٹس (ر) مولانا تقی عثمانی)

یہی حدیث حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح تشریف لائے کہ آپ کے چہرے مبارک پر بشاشت اور خوشی کے آثار تھے۔ فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبرائیل تشریف لائے اور انہوں نے فرمایا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ کیا آپ کے راضی ہونے کے لئے یہ بات کافی نہیں کہ آپ کی اُمت میں سے جو بھی شخص آپ پر دُرود بھیجے گا تو میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا اور جو شخص آپ پر سلام بھیجے گا میں اس پر دس مرتبہ سلامتی نازل کروں گا۔ (نسائی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں گھومتے پھرتے ہیں اور جو کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے' وہ فرشتے اس سلام کو مجھ تک پہنچا دیتے ہیں۔ (کنزالعمال)

ایک اور حدیث میں ہے کہ جب کوئی اللہ کا بندہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود بھیجتا ہے تو وہ دُرود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کا نام لے کر پہنچایا جاتا ہے کہ آپ کی اُمت کے فلاں ابن فلاں نے آپ کی خدمت میں دُرود شریف کا یہ تحفہ بھیجا ہے۔ (کنزالعمال) انسان کی اس سے بڑی اور کیا سعادت ہوگی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا نام پہنچے۔ (کنزالعمال)

(جاری ہے)

فیاض اسحاق

ستارے مشعلیں لے کر مجھ کو ڈھونڈنے نکلے
میں راستے میں بھٹک جاؤں اور جنگل میں شام ہوجائے
اپنے تعارف کے لیے بس اتنا ہی کافی ہے
ہم اس سے ہٹ کر چلتے ہیں جو رستہ عام ہوجائے

میری طرف سے تمام آنچل اسٹاف یعنی رائٹرز' ریڈرز کو خلوص اور چاہتوں بھرا سلام پہنچے۔ اللہ تمام آنچل اسٹاف کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے' آمین۔ ماہ بدولت کو فیاض اسحاق کے نام سے جانا پہچانا اور پکارا جاتا ہے' اونو یہ مت سمجھیے کہ کوئی لڑکا آنچل کی محفل میں گھس آیا ہے' جی نہیں میں ایک ہونہار' نونہال اور انتہائی قابل لڑکی ہوں (ہائے رے خوش فہمی)۔ 3 اپریل کو اپنے محلے اور اپنی فیملی کو رونق بخشی جو آج تک قائم ہے۔ سرگودھا شاہینوں کے شہر کے ایک خوب صورت قصبہ سلانوالی سے تعلق رکھتی ہوں۔ ہم پانچ بہن بھائی ہیں' میرا نمبر چوتھا ہے' ایک انتہائی اسلامک فیملی سے تعلق رکھتی ہوں۔ حال ہی میں گریجویشن کیا ہے اور آج کل بی ایڈ کررہی ہوں' لیکچرر آف انگلش بننا میرا خواب ہے۔ دعا کریں کہ اللہ میرا یہ خوب پورا کرے' آمین ویسے تو گھر میں سب سے اٹیچ منٹ ہے لیکن میں اپنے بابا جان کی انتہائی لاڈلی' پیاری اور تابعدار بیٹی ہوں۔ اپنے بابا جانی سے ہر بات شیئر کرتی ہوں' میری اپنی بڑی آپی عذرا سے بہت فرینڈ شپ ہے۔ وہ مجھ سے ہر بات شیئر کرتی ہیں اور میں بھی انہیں ہر بات بتاتی ہوں لیکن میری دوسری سسٹر شانی آپی میری نیچر کو زیادہ سمجھتی ہیں۔ گھر میں چھوٹی بہن ہونے کی وجہ سے بہت سالاڈ پیار ملتا ہے۔ مجھ سے چھوٹا میرا لاڈلا بھائی حافظ ثمر عباس ہے' اسے بھی یہ کہا جاتا ہے کہ تمہاری چھوٹی بہن ہے۔ اسکول اور کالج لائف میں آؤٹ اسٹینڈنگ رہی ہوں۔ ٹیچرز سے بہت زیادہ پیار ملا ہے' ان میں میڈم عابدہ' میڈم عذرا' میڈم قمر بتول اور میڈم راحت' میڈم فوزیہ' میڈم راشدہ' میڈم فاطمہ اپنی قابلیت اور اخلاق کی بناء پر میری موسٹ فیورٹ ٹیچرز تھیں۔ ہمارا گروپ اسکول میں سکس فرینڈز پر مشتمل تھا ان میں صبا' رابی' نازیہ' سعدیہ اور ماہ بدولت۔ ہم لوگ نان سیریس اور انتہائی جوکرز تھے' اب تو بس ان دنوں کی یادیں ہیں۔ رابی اور سعدیہ اپنے پیا دیس سدھار گئیں' نادیہ بی اے کررہی ہے میں اور صبا آج کل ایک پرائیوٹ اسکول میں ٹیچنگ کے فرائض انتہائی ایمانداری' خوش اسلوبی اور خلوص نیت سے انجام دے رہے ہیں۔ میں اپنے اسٹوڈنٹس کی ٹیچر کم فرینڈ زیادہ لگتی ہوں۔ میں ہر لمحے کو انجوائے کرتی ہوں' ہمارا اسٹاف بہت ہی اچھا ہے اسپیشلی ہمارے پرنسپل صاحب انتہائی ہیلپ فل اور مخلص قسم کے انسان ہیں۔ غصہ بہت آتا ہے لیکن جلدی جاتا ہے' بہت زیادہ موڈی ہوں۔ بولڈ ہوں جن لوگوں کو لائک کرتی ہوں ان سے بہت محتاط انداز میں ملتی ہوں اور ان سے ناراض بھی زیادہ ہوتی ہوں۔ نیند بہت زیادہ آتی ہے' بقول ماما جانی کے کہ اتنی نیند تو جانور بھی نہیں لیتے جتنی تم سوتی ہو۔ ماما جانی کو صرف میری نماز کی پابندی کی عادت اچھی لگتی ہے' پسندیدہ کھانوں میں چکن پلاؤ' اچار گوشت' مٹن پلاؤ اور قیمہ پسند ہے۔ فیورٹ کمپیئرز میں توثیق حیدر' صمد علی سانول' طارق عزیز اور فرح حامد ہیں۔ فیورٹ سنگرز میں ابرار الحق' شہزاد رائے' حمیرا ارشد' عطاء اللہ اور میڈم نور جہاں کی ہر غزل پسند ہے۔ فیورٹ خوشبو میں ڈیلیشیا ہے۔ پسندیدہ کتاب قرآن پاک ہے جس کی دن میں کم از کم تین مرتبہ تلاوت کرتی ہوں۔ بہار کا موسم پسند ہے' آخر میں یہ پیغام دینا چاہوں گی کہ نماز کی پابندی کریں اور کوشش کریں کہ آپ کی وجہ سے کوئی ہرٹ نہ ہو' اللہ حافظ۔

حمنہ سحر

السلام علیکم! کیا حال چال ہیں جناب! ٹھیک ٹھاک ہیں؟ ارے کیا کہا پہچانا نہیں، چلو کوئی گل نئیں ہم خود بتا دیتے ہیں۔ جی تو مجھے کہتے ہیں حمنہ سحر، قصور کی رہنے والی ہوں، ہم پانچ بہن بھائی ہیں۔ تین بہنیں اور دو بھائی، بڑی آپی نزہت شادی شدہ ہیں اور ان کے چار عدد (بلونگڑے) او ہو بھئی بچے ہیں ان کے پیارے پیارے سے، دو بیٹیاں اور دو بیٹے پھر آپی کے بعد میرا نمبر میں 1996ء میں 29 اپریل کی نرم گرم دھوپ میں اس دنیا فانی میں تشریف لائی میرے بعد رؤف پھر علی اور پھر ایمن، یہ بتاتی چلوں کہ میرے دونوں بھائی اور چھوٹی بہن الحمدللہ حافظ قرآن ہیں اور مستقبل کے عالم ان شاء اللہ۔ میں انگیجڈ ہوں پچھلے دو سال سے، میری بھی اب تیاریاں ہیں مطلب کہ (نیا پار لگن والی اے) اور میرے فیاسی میرے کزن بھی ہیں (آنٹی کے بیٹے) ہماری بنتی کوئی نہیں ہر وقت چونچیں لڑاتے رہتے ہیں (اُف پیار میں یہ لڑائیاں بھی)۔ میری تعلیم میٹرک ہے۔ آئیڈیل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان کے بعد میرے پیارے بابا جان، میرے ابو جی بہت اچھے اور عظیم انسان ہیں۔ میرے بابا دنیا کے بہترین انسان ہیں (آئی لو یو بابا)۔ میری امی بھی بہت نائس ہیں اور ہاؤس وائف ہیں (ہاہاہا)۔ کاسٹ ہماری آرائیں ہے اور آنچل سے وابستگی بہت پرانی ہے، میں فورتھ میں تھی جب پہلی دفعہ آنچل کی کوئی قسط وار کہانی پڑھی تھی تو سمجھ تو نہیں آئی البتہ چسکہ ضرور لگ گیا تھا۔ میری امی پڑھتی تھیں پہلے آنچل پھر چندا آپی کی اسٹڈی ختم ہوئی تو یہ بھی پڑھنے لگ گئیں اور ابھی تک ہمارا اور آنچل کا ساتھ قائم ہے۔ میں تو چھوٹی تھی بلکہ جب تک اسٹڈی کمپلیٹ نہیں ہوئی تھی آنچل امی سے چوری چھپے پڑھتی تھی۔ آنچل فرینڈز بہت اچھی ہیں، سب سے بات کر کے بہت مزا آتا ہے مجھے، جن جن سے میرا رابطہ ہے وہ سمجھ گئی ہوں گی ہے نا۔ ہماری بہت سی زمینیں اور باغات ہیں، فارم ہاؤس پر ہمارے گھر بھی ہیں، جب ہم سب کزنز اکٹھے ہوتے ہیں فارم پر تو بہت انجوائے کرتے ہیں۔ میرا زیادہ ٹائم گھومتے پھرتے گزرتا ہے، کبھی قصور تو کبھی فارم ہاؤس۔ لائف بڑی خوشگوار ہے، ویسے تو میری بیسٹ فرینڈ میری امی ہیں لیکن میں چندا سے ہر بات شیئر کر لیتی ہوں، جی ہاں چندا امثال میری کزن ہیں اور ہم اکٹھے رہتے ہیں۔ اب بات ہو جائے پسند ناپسند کی تو کھانے (میں بڑی پیٹو ہوں، ہاہاہا) میں بریانی، چنوں والے چاول اور آلو میتھی بہت زیادہ پسند ہیں۔ میٹھے میں صرف کھیر پسند ہے اور آئس کریم۔ کلر پنک اور بلیک، جیولری میں بریسلیٹ اور لمبے لمبے ایئر رنگز، فیورٹ رائٹرز بہت سی ہیں کسی ایک کا نام لینا اچھا نہیں لگتا اور میں نخرے بہت زیادہ کرتی ہوں ہر معاملے میں۔ امی سے بڑی ڈانٹ پڑتی ہے کچھ الٹا سیدھا کر بیٹھوں تو...... کام بھی کر لیتی ہوں مگر کرتی نہیں اماں جی کا قول (ہڈ حرام جو ہو) ویسے بھی کام کرنے والے ہوتے نہیں سب کاموں کے لیے ملازم ہیں۔ صرف کوکنگ خود کرنا پڑتی ہے اور کوکنگ کرنے میں ہم بڑے ماہر ہیں، بس روٹیاں بنانی نہیں آتیں۔ میک اپ کرنے کا اتنا شوق نہیں کبھی کبھار کسی فنکشن وغیرہ پالائٹ سا کر لیا۔ میری فرینڈز بہت سی ہیں، کچھ کے نام لوں گی فائزہ غفور، ثمرین، تحریم، فائزہ، امجد، فضہ، عائشہ مشتاق، رابعہ اور چندا جی۔ نہ کوئی مووی پسند ہے، نہ سنگر، نہ ایکٹرز۔ آخر میں اس دعا کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں اللہ ہم گناہ گاروں کو ہدایت دے اور صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے آمین، اللہ حافظ۔

سنبل ملک

تمام کے تمام قارئین اور رائٹرز کو میرا محبت بھرا سلام‘ سردی سے ٹھٹھرتا مگر کافی کی طرح گرما گرم پیغام پہنچے۔ میرا نام ہے محبت (سنبل ملک) سب پیار سے سنبل جی کہتے ہیں میں 12 دسمبر (اُف شدید سردی) کو شیخوپورہ کے ایک پسماندہ گاؤں پھیر بانوالہ میں پیدا ہوئی۔ ہم چار بہن بھائی‘ میرا نمبر دوسرا‘ دو بھائی شادی شدہ ہیں۔ آصف بھائی کا کوئی بچہ نہیں (6 سال ہوگئے شادی کو دعا کیجیے گا) جبکہ کاشف بھائی کا ایک بیٹا ہے جس میں میری جان ہے‘ ابھی دو سال کا ہے مگر جب اپنی توتلی زبان میں پھوپو کہتا ہے دل خوشی سے بھر جاتا ہے۔ سب سے چھوٹا بھائی باہر ہوتا ہے۔ تعلیم ایم اے پولیٹیکل سائنس جبکہ بی ایڈ ہوں میری فیلڈ بالکل الگ ہے دو مرتبہ این ٹی ایس کلیر کیا مگر فیصد کے بعد جب محدود کششیں کرتے کرتے مزید کم ہوتی جاتی ہیں تو میں میرٹ پر نہ آسکی جو منظور خدا۔ پہلے گھر کے حالات اتنے اچھے نہ تھے مگر اب اللہ کا کرم ہے کپڑے بھی سلائی کرتے تھے ریڈی میڈ مگر اب میں تین سال سے جاب کررہی ہوں۔ خوبیاں یہ ہیں کہ دل کی صاف ہوں‘ اپنے ہاتھ سے اپنی زبان سے کسی کو دکھ نہیں دیتی۔ ہر کسی سے دل سے مخلص ہوکر ملتی ہوں ویسے سنجیدہ رہتی ہوں مگر ہنس مکھ لوگوں کی محفل کو انجوائے کرتی ہوں۔ نماز پانچ وقت باقاعدگی سے ادا کرتی ہوں‘ جذباتی تو نہیں مگر حساس ہوں‘ رحمدل بہت ہوں۔ کوئی جھوٹی کہانی بھی سنائے تو رو پڑتی ہوں۔ کلر میں سفید اور آسمانی رنگ بہت پسند ہے‘ بلیک کلر بھی اچھا لگتا ہے۔ کھانے میں سبزی خور زیادہ ہوں‘ بس بھنڈی پسند نہیں ہے۔ آنچل سے تعارف میری سویٹ اور پیاری سی آنٹی کوثر خالد نے کروایا ویسے مجھے مطالعہ کا بے حد شوق ہے مگر کتاب کبھی کسی سے مانگی نہیں کیونکہ مجھے خود کتابوں سے اتنا لگاؤ ہے کہ میں اپنی کتابیں کسی کو نہیں دیتی‘ سب سے پہلے جو ناول پڑھا وہ پیر کامل ہے۔ شاعری پڑھنے کی حد تک پسند ہے شعر اچھے لگتے ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ میری بہت ساری دوستیں ہوں مگر ایسا ہوتا نہیں (پتا نہیں کیوں)۔ رائٹرز میں تو سب بہت اچھی لگتی ہیں نازیہ کنول نازی اور ان کے نکاح کے بعد ان کا انٹرویو بھی پڑھا تھا اور انہیں نیٹ پر سرچ بھی کرتی رہتی ہوں۔ عمیرہ اور نمرہ آپی سے ملنے کی خواہش ہے‘ مجھے اپنی ماما سے بہت پیار ہے میری بہن بھی ہیں سہیلی بھی۔ سردیوں میں ہم دونوں لحاف میں بیٹھ کر مونگ پھلی‘ پستہ اور اخروٹ کھاتی ہیں‘ اللہ میری والدہ کو لمبی زندگی‘ صحت و تندرستی عطا کرے آمین۔ اب اجازت دیجیے‘ تمام اسٹاف آنچل کو میرا محبت بھرا سلام۔

آصفہ اسلم

نیند تو آنے کو تھی پر دل پرانے قصے لے بیٹھا
اب خود کو بے وقت سلانے میں کچھ وقت لگے گا

السلام علیکم! آہم آہم ہوشیار......ہم تشریف لارہے ہیں‘ ارے ارے بیٹھیے پلیز جی تو اب ہم اپنے بارے میں بتا ہی دیتے ہیں آپ بھی کیا یاد کریں گی کہ کس ہستی سے واسطہ پڑا ہے چلئے پھر پہلے ہم سے مل کر خوش ہوجائیے۔ میرا نام آصفہ اسلم وٹو ہے میرا تعلق ضلع ننکانہ صاحب کے ایک گاؤں سے ہے۔ میں بی اے کے بعد فراغت کے مزے لوٹ رہی ہوں (ہاہاہا بھرم رکھا ہے۔) ہم پانچ بہنیں اور چار بھائی ہیں‘ میرا نمبر ساتواں ہے سب سے بڑے بھائی عمران اسلم وٹو ہیں جو کہ اب اس فانی دنیا میں نہیں ہیں ان کے بعد آپی فرحت ہیں اور آپی کاشفہ دونوں شادی شدہ ہیں۔ آپ سے ریکوئسٹ ہے کہ میری آپی فرحت کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اولاد کی نعمت سے نوازے‘ ان کے بعد میرے بھائی رضوان

صاحب ہیں کھڑوس اکڑو مغرور اور کیوٹ ہاہاہا۔ ان کے بعد بھائی توکل وٹو ہیں نائس بے پروا اور زندہ دل۔ ان کے بعد اعجاز احمد وٹو ہیں سڑو زندہ دل زندگی سے بھرپور اس کے بعد مابدولت خود ہیں اور میرے بعد دو جڑواں بہنیں ہیں بہت ہی اچھی اور کیئرنگ اور میری امی ابا مجھے بہت عزیز ہیں۔ چلیں جی یہ تو تھا میری فیملی کا تعارف اب ہم آگے چلتے ہیں اب آپ کو اپنی آئیڈیل شخصیت کے بارے میں بتاتی ہوں میرے آئیڈیل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر فاروقؓ ہیں ان شخصیات سے مجھے والہانہ عشق عقیدت ہے اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد مجھے ان کا قرب نصیب فرمائے آمین۔ اب آپ کو اپنی خوبیوں خامیوں کے بارے میں بھی بتاتی چلوں خوبیاں اور خامیاں جاننے کے لیے میں نے اپنی دوستوں کی طرف رجوع کیا تو میری دوست آمنہ اختر بھٹی نے کہا تم دوسروں کو بات پر ٹوکتی ہو اس کی نظر میں یہ میری بہت بڑی خامی ہے ہاہاہا۔ مگر اس کے ہزار بار ٹوکنے کے باوجود میری صحت پر اثر نہیں ہوتا میں نے کہا ''چلو چھوڑو اور بتاؤ'' تو بولی تم دوسروں پر بہت جلدی اعتبار کرلیتی ہو اور چند ملاقاتوں میں اسے اپنا مان لیتی ہو اس کے بعد میں نے خوبیاں پوچھیں تو فٹ سے مسکرادی اور کہا تم کیئرنگ ہو لونگ ہو حساس ہو زندہ دل ہو ہمراز ہو مخلص دوست ہو اور سب سے بڑھ کر اچھی لڑکی ہو۔ تمہاری محفل میں بندہ بور نہیں ہوتا اور اگر تم مائنڈ نہ کرو تو مجھے تم میراثیوں کی پیداوار لگتی ہو وہ تیز تیز بولتی چلی گئی اور میں منہ کھولے اسے تکتی رہ گئی۔ دل ہی دل میں خوش ہو رہی تھی مگر اس کے آخری الفاظ پر میرا قہقہہ چھوٹ گیا اس کے بعد اپنی دوست ثناء فاروق بھٹی سے پوچھا کہ میری خوبیاں خامیاں بتاؤ تو اس نے کہا خوبی یہ ہے کہ تم اچھی ہمراز ہو اور مخلص دوست ہو اور خامی یہ ہے کہ تم حساس ہو اور گدھوں کی طرح ہر کسی پر اعتبار کرکے اسے خود پر سوار کرلیتی ہو ہاہاہا۔ ایک بار پھر میرا قہقہہ کالج کی دیواروں کو ہلا کر سر رضی کو متوجہ کرگیا تو ان سے بھی پوچھ ڈالا تو انہوں نے کہا تم جھوٹ بہت بولتی ہو اور خوبی یہ کہ منہ پر بات بول دیتی ہو توبہ (اتنی خطرناک باتیں) اب چلتے ہیں پسند نہ پسند کی طرف کھانے میں ساگ شوارما چیز پلاؤ اور آلو چنے بہت پسند ہیں۔ میٹھے میں رس ملائی رس گلے پسند ہیں۔ پسندیدہ کلام قرآن پاک اور سیرت مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ بارش بہت پسند ہے شعروشاعری بہت پسند ہے اور میں خود بھی شاعری کرتی ہوں میری فیورٹ ایکٹر صبا قمر سجل اور فضا علی ہیں۔ انڈین ایکٹرز سخت ناپسند ہیں۔ میری دوستیں ثناء فاروق بھٹی آمنہ اختر بھٹی اقراء اصغر وٹو بینش منشا شاہین شکور بھٹی نویدہ بھٹی نائلہ ہاشمی انشاء عائشہ تحریم ہیں یہ سب بہت اچھی اور مخلص ہیں۔ اپنے اساتذہ کرام میں میرے موسٹ فیورٹ ٹیچرز سر رضی صاحب سر طاہر سر لطیف شیخ اور مس آسیہ مس نازیہ ہیں۔ موسٹ فیورٹ شاعر فیض احمد فیض اور ساغر ہیں۔ رنگوں میں پیلا رنگ بہت پسند ہے اور ایک بہت اہم بات اگر کوئی مجھ سے فرینڈ شپ کرنا چاہے تو موسٹ ویلکم ایک دوست ہی تو ہیں جو میں بہت بناتی ہوں یہ رشتہ مجھے بہت عزیز ہے جاتے جاتے ایک دعا اپنی قاری بہنوں بلکہ پوری دنیا کی بہنوں کو دوں گی اللہ تعالیٰ ہر لڑکی کی عزت وآبرو کو محفوظ رکھے اس سے بڑی دعا نہیں تھی میرے پاس جو اپنی بہنوں کو دیتی اللہ حافظ۔

چراغ خانہ
رفعت سراج
READING Section

یہ سوچ کر کہ غم کے خریدار آگئے
ہم خواب بیچنے سرِ بازار آگئے
آواز دے کے چھپ گئی ہر بار زندگی
ہم ایسے سادہ دل تھے کہ ہر بار آگئے

گزشتہ قسط کا خلاصہ

مشہود اور شبیہہ (پیاری) دونوں بہن بھائی گزشتہ دس سال سے والدین کی شفقت سے محروم بہشتن بوا (جو اُن کی دور کی رشتہ دار تھیں) کے ساتھ رہ رہتے ہیں۔ والد کے انتقال کے بعد جو واجبات ملے مشہود نے اس جمع پونجی کو بہت سمجھ داری سے استعمال کیا تھا اور وقت کے ساتھ مشہود نے مردہ صنعت کو زندہ کرنے کے لیے ایک فیکٹری خریدی تھی۔

دانیال امیر باپ کی اولاد ہونے کے ساتھ مشہود کا بہترین دوست بھی ہے۔ مشہود کو اپنی کمپنی کے لیے انوسٹر کی ضرورت تھی اس سلسلے میں دانیال کے والد کمال فاروقی نے اس کی محنت کو دیکھتے ہوئے اس کی مدد کی تھی جبکہ دوسری طرف دانیال اور پیاری ایک دوسرے کو پسند بھی کرتے ہیں لیکن ابھی اظہار کے مرحلے طے نہیں کرپائے۔

سعدیہ (دانیال کی والدہ) دانیال کی شادی رشنا سے کرنا چاہتی ہیں لیکن ان کی نند پہلے ہی اپنے بیٹے عالی جاہ کی پسند و محبت دیکھتے ہوئے رشنا کے لیے رشتہ طے کرآئی ہیں۔ یہ بات سعدیہ کے لیے اشتعال کا باعث بنتی ہے اور وہ سارا غصہ فاروقی صاحب پر نکالتی ہیں۔ فاروقی صاحب سعدیہ کو سمجھانے کی کوشش میں ناکام ہوکر بہن کو رشتے کی مبارک باد دیتے ہیں۔ بہشتن بوا کی شوگر بڑھنے کی وجہ سے طبیعت خراب ہوگئی تھی جس کی وجہ سے پیاری انہیں دانیال کی مدد سے ہسپتال لے آئی تھی جہاں بہشتن بوا کو ڈاکٹروں نے آبزرویشن میں رکھا تھا' پیاری بوا کی طبیعت کی وجہ سے کافی پریشان ہوگئی تھی۔ مشہود بھی آفس کے کام کے سلسلے میں ملک سے باہر گیا ہوا تھا' وہ بوا کی طبیعت اور پیاری کی پریشانی کی وجہ سے جلدی وطن واپس آنے کی کرتا ہے۔

بہشتن بوا ٹھیک ہوکر گھر آتی ہیں' تب پیاری اور دانیال کے رشتے کی بات مشہود سے کرتی ہیں جسے سن کر وہ منکر ہوجاتا ہے۔

اب آگے پڑھیے:

☆.......☆.......☆

قلب میں آنسوؤں کا سمندر موجزن ہوا' شوریدہ سر لہریں آنکھوں کے ساحل سے ٹکرانے لگیں' عجیب سی رقت طاری ہوگئی اور عجیب سا احساس محرومی۔

ماں باپ کی مغفرت کی دعا مانگی پھر بھائی کی خوشیوں کی' اپنے لیے دانیال کو مانگنا چاہا تو ہونٹوں پر قفل پڑگئے چند لمحے بنا حس و حرکت بیٹھی رہی پھر منہ پر ہاتھ پھیر کر اللہ سے مخاطب ہوئی۔

''آپ سب کچھ تو جانتے ہیں' دعا سنتے ہیں تو دل کی آہٹیں بھی تو سنتے ہیں۔ میں اس قید سے نجات چاہتی ہوں جو محبت کے نام پر روح کو زنجیروں میں جکڑ دیتی ہے منافقت آپ کو پسند نہیں ہے تو مجھے کون سی پسند ہے۔ مجھے بہت اچھا سا بنا دیجیے' اتنا اچھا کہ بس آپ کو اچھی

لگوں۔" وہ اللہ سے یوں باتیں کر رہی تھی گویا کسی ہمراز دوست کے پہلو میں بیٹھ کر حال دل کہہ رہی ہو ساتھ ہی جائے نماز بھی تہہ کر رہی تھی۔

"بیٹا! اپنے لیے چائے بنا رہی ہو تو میرے لیے بھی آدھی پیالی بنا لینا۔" بوا کی نظر اس پر پڑ گئی تھی۔

"صرف آدھی پیالی، مار گرم پانی ہی تو پینا ہے یہ سویرے کی چسکی تو گلے پڑ گئی۔ ماریوں آنکھیں بند ہوئی جاتی ہیں مانو افیم کھائے بیٹھے ہوں۔" بوا اب بڑبڑانے کے انداز میں کہہ رہی تھیں۔

پیاری نے کوئی ہوں چوں نہیں کی، خاموشی سے کچن میں چلی آئی۔ اسے صبح سویرے اپنا کچن بہت پیارا لگتا تھا۔ رات کو سونے سے پہلے کچن یوں چمکاتی تھی جیسے صفائی کے مقابلے میں حصہ لے رہی ہو۔

صبح جب اندر آ کر لائٹ جلائی تو ایک ایک چیز قرینے سے سجی اس کا استقبال کرتی تھی۔ اتنا صاف ستھرا کچن دوبارہ سے بکھیرنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ چم چم چمکتے ہوئے کاؤنٹر سے اس نے کیٹل اٹھائی، دو کپ پانی ڈالا پھر پلگ لگا کر دو کپ نکال کر ٹی بیگ اور دودھ ڈالنے لگی۔ منٹوں میں پانی بوائل ہو گیا چائے تیار کی اور ٹرے میں دونوں کپ لے کر بوا کے پاس چلی آئی۔

"رات آپ باہر تخت پر ہی سو گئیں، ہزار بار کہا ہے کھلے آسمان تلے سونا اچھا نہیں، جوان جہان کنواری بچی پر اوپری اثرات کا اندیشہ رہتا ہے۔" بوا نے چائے کا کپ تھامتے ہوئے پیاری کی طرف بہت محبت سے دیکھا۔ نور کے تڑکے بعض چہرے دیکھ کر یوں لگتا ہے کہ صبح انہی کے لیے ہوتی ہے۔

"بس ویسے ہی لیٹی ہوئی تھی بعد میں کمرے میں چلی گئی تھی اور آپ یہ جو اوپری اثرات سے ڈرتی رہتی ہیں یہ آج کل نچلے اثرات ڈرانے کو کیا کم ہیں۔" پیاری اب بڑی کسلمندی سے مسکرا کر بولی۔

"یہ نچلے اثرات کیا بلا ہیں؟" بوا ہونق سی ہو کر بولیں۔

"یہ دھماکے، راہ چلتی لوٹ مار، لوڈشیڈنگ کے اندھیرے، بے حساب جنازے، جنازوں کے بہانے ہر چوتھے روز تین دن کی ہڑتالیں...... جانے والے چلے گئے اب ان کے نام پر کام چوری کے بہانے، یہ سارے عذاب اوپری اثرات بھی ہیں اور نچلے بھی۔"

"بات تو سولہ آنے سچی ہے، مگر میں ان اوپری اثرات کی بات کر رہی ہوں جو بہت تنگ کرتے ہیں۔ لونڈیاں بالیاں بیمار پڑ جاتی ہیں پھر بولوں میرے منہ میں خاک......" بوا نے منہ میں پہلے خاک بھری پھر چائے کا گھونٹ۔

"وہ تو میں بھی جانتی ہوں، قرآن پاک نے بھی بتا دیا ہے کہ یہ وسواس ڈالنے والے جنوں میں سے بھی ہوتے ہیں اور انسانوں میں سے مگر میں چاروں قل پڑھ کر دم کر لیتی ہوں۔ آپ فکر نہ کریں۔" پیاری نے چائے کا گھونٹ لے کر بوا کو بھرپور تسلی دی۔

"ارے فکر کہاں جان چھوڑتی ہے، ارے مہینے بھر تو تم نماز نہیں پڑھتیں، بیچ میں وقفہ ہوتا ہے بس میرا دل ہولتا ہے۔ آپ ہمارے تخت پر پڑاؤ نہ ڈالا کریں، ہماری نیند اڑ جاتی ہے کہ کنواری بچی باہر اکیلی پڑی ہے۔"

"میرے اختیار میں ہو تو آج آپ کے ہاتھ پیلے کردوں، جنے مشہود میاں کس کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ یہاں سے وہاں سب ہی لونڈے ایک جیسے دکھائی پڑتے ہیں، لنکا میں سب باون گز کے، مجھے تو کوئی فرق نہ دکھے ہے ایک دانیال میاں......" پھر دانیال میاں کا نام آ گیا تھا، پیاری جھٹ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"لگتا ہے بوا کے سر پر کوئی جن بیٹھا ہے جو میرے دل میں جھانکتا رہتا ہے جو چاہتا ہے کہ میں منہ سے کچھ نکال ہی بیٹھوں مگر میں اس جن کو بوتل میں نہیں اپنی مٹھی میں بند رکھوں گی، میرے منہ سے کبھی دانیال کا نام نہیں نکلے گا۔"

آخر ہر انسان کی اپنی نظر میں بھی کوئی عزت ہوتی ہے۔ مشہود بھائی کی شرٹ پریس کرنا بھول گئی تھی، شکر یاد

یہ سوچ کر کہ غم کے خریدار آگئے
ہم خواب بیچنے سرِ بازار آگئے
آواز دے کے چھپ گئی ہر بار زندگی
ہم ایسے سادہ دل تھے کہ ہر بار آگئے

گزشتہ قسط کا خلاصہ

مشہود اور شبیہہ (پیاری) دونوں بہن بھائی گزشتہ دس سال سے والدین کی شفقت سے محروم بہشتن بوا (جو اُن کی دور کی رشتہ دار تھیں) کے ساتھ رہ رہتے ہیں۔ والد کے انتقال کے بعد جو واجبات ملے مشہود نے اس جمع پونجی کو بہت سمجھ داری سے استعمال کیا تھا اور وقت کے ساتھ مشہود نے مردہ صنعت کو زندہ کرنے کے لیے ایک فیکٹری خریدی تھی۔

دانیال امیر باپ کی اولاد ہونے کے ساتھ مشہود کا بہترین دوست بھی ہے۔ مشہود کو اپنی کمپنی کے لیے انوسٹر کی ضرورت تھی اس سلسلے میں دانیال کے والد کمال فاروقی نے اس کی محنت کو دیکھتے ہوئے اس کی مدد کی تھی جبکہ دوسری طرف دانیال اور پیاری ایک دوسرے کو پسند بھی کرتے ہیں لیکن ابھی اظہار کے مرحلے طے نہیں کرپائے۔

سعدیہ (دانیال کی والدہ) دانیال کی شادی رشنا سے کرنا چاہتی ہیں لیکن ان کی نند پہلے ہی اپنے بیٹے عالی جاہ کی پسند ومحبت دیکھتے ہوئے رشنا کے لیے رشتہ طے کرآئی ہیں۔ یہ بات سعدیہ کے لیے اشتعال کا باعث بنتی ہے اور وہ سارا غصہ فاروقی صاحب پر نکالتی ہیں۔ فاروقی صاحب سعدیہ کو سمجھانے کی کوشش میں ناکام ہوکر بہن کو رشتے کی مبارک باد دیتے ہیں۔ بہشتن بوا کی شوگر بڑھنے کی وجہ سے طبیعت خراب ہوگئی تھی جس کی وجہ سے پیاری انہیں دانیال کی مدد سے ہسپتال لے آئی تھی جہاں بہشتن بوا کو ڈاکٹروں نے آبزرویشن میں رکھا تھا' پیاری بوا کی طبیعت کی وجہ سے کافی پریشان ہوگئی تھی۔ مشہود بھی آفس کے کام کے سلسلے میں ملک سے باہر گیا ہوا تھا' وہ بوا کی طبیعت اور پیاری کی پریشانی کی وجہ سے جلدی وطن واپس آنے کی کرتا ہے۔

بہشتن بوا ٹھیک ہوکر گھر آتی ہیں' تب پیاری اور دانیال کے رشتے کی بات مشہود سے کرتی ہیں جسے سن کر وہ منکر ہوجاتا ہے۔

اب آگے پڑھیے:

☆......☆......☆

قلب میں آنسوؤں کا سمندر موجزن ہوا' شوریدہ سر لہریں آنکھوں کے ساحل سے ٹکرانے لگیں' عجیب سی رقت طاری ہوگئی اور عجیب سا احساس محرومی۔

ماں باپ کی مغفرت کی دعا مانگی پھر بھائی کی خوشیوں کی' اپنے لیے دانیال کو مانگنا چاہا تو ہونٹوں پر قفل پڑ گئے چند لمحے بناحس وحرکت بیٹھی رہی پھر منہ پر ہاتھ پھیر کر اللہ سے مخاطب ہوئی۔

''آپ سب کچھ تو جانتے ہیں' دعا سنتے ہیں تو دل کی آہٹیں بھی تو سنتے ہیں۔ میں اس قید سے نجات چاہتی ہوں جو محبت کے نام پر روح کو زنجیروں میں جکڑ دیتی ہے منافقت آپ کو پسند نہیں ہے تو مجھے کون سی پسند ہے۔ مجھے بہت اچھا سا بنا دیجیے' اتنا اچھا کہ بس آپ کو اچھی

لگوں۔'' وہ اللہ سے یوں باتیں کررہی تھی گویا کسی ہمراز دوست کے پہلو میں بیٹھ کر حال دل کہہ رہی ہو' ساتھ ہی جائے نماز بھی تہہ کررہی تھی۔

''بیٹا! اپنے لیے چائے بنارہی ہو تو میرے لیے بھی آدھی پیالی بنالینا۔'' بوا کی نظر اس پر پڑگئی تھی۔

''صرف آدھی پیالی' مار گرم پانی ہی تو پینا ہے یہ سویرے کی چسکی تو گلے پڑگئی۔ ماریوں آنکھیں بند ہوئی جاتی ہیں مانو افیم کھائے بیٹھے ہوں۔'' بوا اب بڑبڑانے کے انداز میں کہہ رہی تھیں۔

پیاری نے کوئی ہوں چوں نہیں کی' خاموشی سے کچن میں چلی آئی۔ اسے صبح سویرے اپنا کچن بہت پیارا لگتا تھا۔ رات کو سونے سے پہلے کچن یوں چمکاتی تھی جیسے صفائی کے مقابلے میں حصہ لے رہی ہو۔

صبح جب اندر آ کر لائٹ جلائی تو ایک ایک چیز قرینے سے سجی اس کا استقبال کرتی تھی۔ اتنا صاف ستھرا کچن دوبارہ سے بکھیرنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ چم چم چمکتے ہوئے کاؤنٹر سے اس نے کیتلی اٹھائی' دو کپ پانی ڈالا پھر پلگ لگا کر دو کپ نکال کرٹی بیگ اور دودھ ڈالنے لگی۔ منٹوں میں پانی بوائل ہوگیا' چائے تیار کی اور ٹرے میں دونوں کپ لے کر بوا کے پاس چلی آئی۔

''رات آپ باہر تخت پر ہی سوگئیں' ہزار بار کہا ہے کھلے آسمان تلے سونا اچھا نہیں' جوان جہان کنواری بچی پر اوپری اثرات کا اندیشہ رہتا ہے۔'' بوا نے چائے کا کپ تھامتے ہوئے پیاری کی طرف بہت محبت سے دیکھا۔ نور کے تڑکے بعض چہرے دیکھ کر یوں لگتا ہے کہ صبح انہی کے لیے ہوتی ہے۔

''بس ویسے ہی لیٹی ہوئی تھی بعد میں کمرے میں چلی گئی تھی اور آپ یہ جو اوپری اثرات سے ڈرتی رہتی ہیں یہ آج کل نچلے اثرات ڈرانے کو کیا کم ہیں۔'' پیاری اب بڑی کسلمندی سے مسکرا کر بولی۔

''یہ نچلے اثرات کیا بلا ہیں؟'' بوا ہونق سی ہو کر بولیں۔

''یہ دھماکے' راہ چلتی لوٹ مار' لوڈشیڈنگ کے اندھیرے' بے حساب جنازے' جنازوں کے بہانے ہر چوتھے روز تین دن کی ہڑتالیں...... جانے والے چلے گئے اب ان کے نام پر کام چوری کے بہانے' یہ سارے عذاب اوپری اثرات بھی ہیں اور نچلے بھی۔''

''بات تو سولہ آنے سچی ہے' مگر میں ان اوپری اثرات کی بات کررہی ہوں جو بہت تنگ کرتے ہیں۔ لونڈیاں بالیاں بیمار پڑجاتی ہیں پھر بولوں میرے منہ میں خاک......'' بوا نے منہ میں پہلے خاک بھری پھر چائے کا گھونٹ۔

''وہ تو میں بھی جانتی ہوں' قرآن پاک نے بھی بتادیا ہے کہ یہ وسواس ڈالنے والے جنوں میں سے بھی ہوتے ہیں اور انسانوں میں سے مگر میں چاروں قل پڑھ کر دم کرلیتی ہوں۔ آپ فکر نہ کریں۔'' پیاری نے چائے کا گھونٹ لے کر بوا کو بھرپور تسلی دی۔

''ارے فکر کہاں جان چھوڑتی ہے' ارے مہینے بھر تو تم نماز نہیں پڑھتیں' بیچ میں وقفہ ہوتا ہے بس میرا دل ہولتا ہے۔ آپ ہمارے تخت پر پڑا و نہ ڈالا کریں' ہماری نیند اڑ جاتی ہے کہ کنواری بچی باہر اکیلی پڑی ہے۔''

''میرے اختیار میں ہو تو آج آپ کے ہاتھ پیلے کردوں' جنے مشہود میاں کس کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ یہاں سے وہاں سب ہی لونڈے ایک جیسے دکھائی پڑتے ہیں' لنکا میں سب باون گز کے' مجھے تو کوئی فرق نہ دکھے ہے ایک دانیال میاں......'' پھر دانیال میاں کا نام آ گیا تھا' پیاری جھٹ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''لگتا ہے بوا کے سر پر کوئی جن بیٹھا ہے جو میرے دل میں جھانکتا رہتا ہے جو چاہتا ہے کہ میں منہ سے کچھ نکال ہی بیٹھوں مگر میں اس جن کو بوتل میں نہیں اپنی مٹھی میں بند رکھوں گی' میرے منہ سے کبھی دانیال کا نام نہیں نکلے گا۔''

آخر ہر انسان کی اپنی نظر میں بھی کوئی عزت ہوتی ہے۔ مشہود بھائی کی شرٹ پریس کرنا بھول گئی تھی' شکریاد

آ گیا۔ پیاری نے یوں عجلت ظاہر کی گویا مشہود شرٹ کے لیے آوازیں لگا رہا ہو۔

بوا نے کپ میں ایک گھونٹ بچی چائے کو یوں گھورا جیسے بات ادھوری رہ جانے کا ذمہ اس پر ہو۔

''مار اب تو اس چائے سے غرارے کرنے کا دل کرے ہے' اللہ بخشے ہماری ماں املتاس کے پتے پانی میں جوش دے کر غرارے کراتی تھیں۔ شاید اس تھیلی (ٹی بیگ) میں وہی کوٹ کر بھر دیئے ہیں۔'' بغیر شکر کی چائے پر کوئی بھی الزام لگ سکتا تھا' پیاری کو کمرے میں پہنچ کر بھی بوا کی خود کلامی سے چھٹکارا نہ ملا' البتہ وہ پرسکون ہوگئی تھی گویا مریض خطرے کی حالت سے باہر آ گیا ہو۔

❁......❁......❁

''بیٹا! آج کے زمانے میں بچوں کو دنیا جہان کی آزادی ہے' تم پر کوئی جان دینے کو تیار نہیں ہوئی؟'' مانو پھوپو غم و غصے کی کیفیت میں دانیال سے پوچھ رہی تھیں۔

''آپ نے صرف معلوم کرنے کے لیے مجھے حاضر ہونے کا حکم دیا تھا؟'' دانیال نے بڑی معصوم شکل بنا کر سوال کیا۔

''ارے تمہاری ماں نے جینا دوبھر کیا ہوا ہے' ہمیں دنیا جہان میں ذلیل کرنے کی ٹھان لی ہے۔ مجھے یہ بتاؤ اگر تمہاری شادی رشنا سے نہ ہوئی تو کیا ہوگا؟'' مانو پھوپو بھری بیٹھی تھیں۔

''کچھ بھی نہیں ہوگا بلکہ بہت ہی اچھا ہوگا۔'' دانیال نے بہت خوش ہو کر کہا۔

''جیتے رہو' بس میں یہی سننا چاہتی تھی تمہارے منہ سے ویسے کیا تم نے رشنا کو دیکھا ہے؟'' وہ پوچھنے لگیں۔

''اللہ نہ دکھائے' کوئی حسرت نہیں ہے پھوپو آپ اطمینان رکھیں۔'' دانیال نے بھرپور تسلی دی۔

''اللہ تمہیں بے حساب خوشیاں دکھائے' میرے سر سے ایک بوجھ تو اترا' ارے مجھے تو وسوسے آ رہے تھے کہیں تم رشنا کو پسند تو نہیں کر بیٹھے جو تمہاری ماں زمین آسمان ایک کیے ہوئے ہیں۔'' مانو پھوپو نے سکون کا سانس لیا۔

''پھوپو ایک قیمتی مشورہ مفت میں دوں؟'' دانیال نے شرارت سے سر کھجا کر اجازت چاہی۔

''جگ جگ جیو' جلدی بولو۔'' پھوپو مشتاق نظر آئیں۔

''آپ آج شام ہی عالی جاہ اور رشنا کا نکاح پڑھوا دیں' رخصتی بعد میں ہوتی رہے گی۔''

''بات تو تم نے میرے دل کی کی ہے مگر میرا ایک ہی بچہ ہے میں کیوں چوروں کی طرح اس کا بیاہ کروں۔ ارے میں تو مہینہ پہلے ڈھولکی رکھواؤں گی۔'' مانو پھوپو نے پرعزم انداز میں جواب دیا۔

''یہ غضب نہ کیجیے گا' وہ جو عید پر ٹرک کے ٹرک بھکاریوں کے آتے ہیں ناں وہ سب آپ کے دروازے پر جمع ہو جائیں گے۔ ابھی تک بھکاریوں کا دھرنا نہیں ہوا' وہ یہاں ہو جائے گا پھر وہ بارات کے ساتھ بھی جائیں گے' سوچ لیجیے شطرنج کی بساط لگے گی آپ کی بارات' بادشاہ' وزیر' پیدل سوار سب ہوں گے۔ چور ڈاکو الگ ریکی کرتے پھریں گے' اب یہ ڈھولکیوں' پالکیوں کا زمانہ نہیں ہے۔'' دانیال نے ہولانے ڈرانے میں ذرا کسر نہ چھوڑی۔

''منہ سے اچھے نیک الفاظ نکالو' پہلے ہی اپنے گھر میں یوں تالے ڈال کر بیٹھتے ہیں جیسے قرض خواہوں سے بچ رہے ہو۔'' مانو پھوپو سچ مچ ڈر گئیں۔

''اسی لیے تو کہہ رہا ہوں آج ہی نکاح پڑھوا دیں' ایک مہینے بعد کسی ہوٹل میں ولیمہ ڈنر دے دیجیے گا۔ یہ روز کی چخ چخ سے نجات مل جائے گی' سب کو سکون مل جائے گا۔'' دانیال نے لوہا گرم دیکھ کر ایک اور ضرب لگائی۔

''تمہارے پھوپا اور عالی جاہ سے بات کرتی ہوں۔'' مانو پھوپو ذہنی خلفشار کا شکار ہو رہی تھیں۔ ''تمہاری ماں نے تو جینا دوبھر کر دیا۔''

''اب میں چلتا ہوں' نکاح کے گواہ کی حیثیت سے جب مرضی بلا لیں' سو کی اسپیڈ سے گاڑی دوڑاتا پہنچ جاؤں گا۔ میری پھوپو خوش رہیں مجھے اور کچھ نہیں چاہیے

ایسی پھوپو چراغ لے کر ڈھونڈو تو نہ ملیں۔'' دانیال نے مانو پھوپو کے وجود میں گویا ایک نئی روح پھونک دی تھی وہ معرکہ کرنے اور فتح حاصل کرنے کے لیے بے تاب ہوگئیں۔

❁......❁......❁

''دیکھو آج تک میں نے بہت کچھ برداشت کیا ہے اب نہیں کروں گا۔'' کمال فاروقی بری طرح برس پڑے ان کی برداشت جواب دے گئی سمجھا سمجھا کر تھک گئے۔

''کیا کریں گے؟ لگے ہاتھ یہ بھی بتادیں۔'' سعدیہ پر ان کے گرجنے برسنے کا مطلق اثر نہ ہوا۔

''یہ وقت بتائے گا' مجھے بتانے کی ضرورت نہیں۔'' انہوں نے گویا اب خون کے گھونٹ پیے۔

''وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا۔'' سعدیہ نے اسی طرح بے خوفی سے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

''شہر میں لڑکیاں ختم ہوگئی ہیں جو تم ایک لڑکی کے پیچھے پڑگئی ہو وہ بھی صرف آپا کی ضد میں۔ میں نے کہہ دیا آئندہ مجھ سے اس ٹاپک پر بات مت کرنا ورنہ......'' کمال فاروقی نے جملہ ادھورا چھوڑ کر گویا نیا بم پھوڑا۔

''ورنہ کیا کریں گے' گھر سے نکال دیں گے؟ نکال دیں...... میں بلال کے پاس امریکہ چلی جاؤں گی۔'' سعدیہ نے دھمکی دی۔

''ابھی چلی جاؤ' اسی وقت...... یہ میں ہی ہوں جس نے تیس سال تمہارے ساتھ گزارا کرلیا۔'' کمال فاروقی نے قدم آگے بڑھاتے ہوئے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

''تو دوسری کرلیں' بڑا احسان کیا ہے' ہوگی کوئی مجبوری ورنہ کبھی کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکال دیتے۔ آج تک بہن کو نہیں سمجھایا بس مجھ پر زور چلتا ہے مگر میں بھی ہار نہیں مانوں گی رشنا ہی میری بہو بنے گی ورنہ بیٹھا رہے کنوارا عمر بھر۔'' سعدیہ نے انتہائی فیصلہ سنادیا۔

کمال فاروقی کو افسوس ہوا کہ ناحق اپنے قیمتی الفاظ ضائع کیے ادھر تو کوئی اثر نہ ہوا اب خاموشی سے زینہ چڑھ رہے تھے بے بسی کو صبر کا نام دے رہے تھے۔

❁......❁......❁

''پتا نہیں آج بھائی کو کیا ہوا؟ سیل فون بند کر کے فیکٹری سے نکلے ہوئے ہیں۔'' پیاری کچن سے باہر آتے ہوئے آنچل سے ہاتھ پونچھتے ہوئے متفکر انداز میں کہہ رہی تھی۔

''ہزار مرتبہ سمجھایا ہے کہ حالات ایک پل میں بگڑ جاویں ہیں' وخت سے گھر کا رستہ لیا کریں پر مشہود میاں تو جانے کس ہوا میں ہیں' کان نہیں دھرتے۔'' بوا جو عشاء کی نماز سے فارغ ہوکر تسبیح میں مصروف تھیں' ہولنے لگیں۔

''ویسے بھائی کو جب دیر سے آنا ہوتا ہے تو بتادیتے ہیں' آج تو دوپہر کے بعد سے ان کا کوئی فون بھی نہیں آیا۔ منیجر بتارہا تھا صاحب دو مرتبہ باہر گئے تھے پھر واپس آگئے تھے لیکن آٹھ بجے کے بعد سے ان کا کچھ پتا نہیں۔ یہاں سے تو گھر جانے کا ہی بتا کر نکلے تھے۔'' پیاری بہت پریشان تھی گرنے کے انداز میں بوا کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ بوا نے بڑی شفقت سے پیاری کے سر پر ہاتھ رکھا۔

''بٹیا! خیر کی دعا کرو' کبھی کبھار دیر بھی ہوجاتی ہے۔''

''لیکن آج تو ان کا سیل فون دو گھنٹے سے آف مل رہا ہے' اصل پریشانی تو یہی ہے کہ فون کیوں بند ہے۔ میٹنگ میں بھی ہوتے ہیں تو میرا فون ضرور اٹینڈ کرتے ہیں۔''

''ہاں یہ تو واقعی فکر کی بات ہے' ارے سوچ (سوئچ) میں لگانا بھول گیا ہوگا۔'' بوا کی پژمردگی ایک دم ہوا ہوگئی' جیسے تیسے کی بات سوجھ گئی ہو۔ وجہ سمجھ آگئی ہو۔ ''فیکٹری میں لائٹ ہر وقت ہوتی ہے وہاں' ہیوی ڈیوٹی اسٹینڈ بائی جنریٹر ہے اور بیٹری چارج کرنا تو بھول ہی نہیں سکتے۔ ہر دو منٹ بعد تو ان کی کوئی ضروری کال آجاتی ہے۔ آج کل تو سارا بزنس ہی موبائل فون پر چلتا ہے۔'' پیاری کے لب و لہجے میں کوئی تغیر واقع نہ ہوا اور یہ سن کر تو بوا گویا نچڑ کر رہ گئیں۔

''اے ہاں‘ یہ بھی ٹھیک بولیں پر کسی ہوٹل میں دعوت نہ کھاتے ہوں۔'' بوا نے پھر خود کو دھوکہ دینے کی کوشش کی۔

''نہیں وہ مجھے کہہ کر گئے تھے کہ رات کو مٹن کڑھائی اور ماش کی پھریری دال بنالینا اگر کہیں انوائٹڈ ہوتے ہیں تو پہلے سے بتادیتے ہیں۔'' پیاری نے بوا کا یہ قیاس بھی غلط کردیا۔ اب بوا سوچ میں پڑ گئیں‘ جھریوں سے پٹے چہرے کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا کہ بچے نے پزل جوڑ کر بڑھیا کا چہرہ بنایا ہو۔ چہرے کی ایک ایک سلوٹ رگوں کا تاثر دے رہی تھی۔

''ایسا کرو بیٹا! دانیال میاں کو فون ملاؤ‘ جنہے کچھ انہی کو بتایا ہو۔'' پیاری نے چونک کر بوا کی طرف دیکھا۔

ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہیں بوا! دانیال کو اگر کچھ پتا نہیں بھی ہوا تو بھی شریک حال ہونے سے کچھ تو بوجھ ہلکا ہوگا۔

''میں بات کرتی ہوں۔'' پیاری ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اٹھ گئی‘ اس کا رخ کچن کی طرف تھا جہاں وہ کچھ دیر پہلے تک مصروف تھی اور موبائل وہیں پڑا تھا۔ کچن میں جاکر وہ موبائل لے کر باہر نہیں آئی بلکہ وہیں کھڑے کھڑے دانیال کو فون ملانے لگی‘ اسے اندازہ تھا جب وہ دانیال سے بات کررہی ہوگی تو بوا اس کے چہرے کو بہت غور سے دیکھ رہی ہوں گی۔ پتا نہیں چہرہ کیا کہہ دے ویسے تو چہرہ ہر وقت ہی بولتا ہے مگر موبائل ہر وقت ہاتھ میں نہیں ہوتا اور نہ ہی دانیال سے بات کرنے کا کوئی موقع آسانی سے ہاتھ لگتا ہے۔ رنگ پاس ہورہی تھی‘ پیاری کے دل کی دھڑکن غیر منظم ہورہی تھی بالآخر اس کی کال ریسیو ہوئی۔

''ہیلو.....؟'' دانیال کے ہیلو میں سوال بھی تھا اور ازحد احتیاط بھی۔

''پیاری بات کررہی ہوں۔'' پیاری سنبھل کر بولی۔ اپنے منہ میاں مٹھو بننے کی بھی حد ہوتی ہے‘ دانیال کی رگ تو پھڑکی مگر اس نے دل کی بات دل میں ہی روک لی۔

''خیریت ہے؟ یقیناً مشہود کی وجہ سے فون کیا ہے؟ لیٹ ہوگیا گھر نہیں پہنچا؟''

''جی جی......'' پیاری کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں‘ دل کو ایک گونہ سکون میسر آیا۔ ''آپ کو پتا ہے بھائی کہاں ہیں؟ گھر کب تک آئیں گے؟'' وہ بے تابی سے پوچھنے لگی۔

''آپ کو نہیں پتا تو مجھے کیا خاک پتا ہوگا‘ گھر لیٹ پہنچنے کی اطلاع گھر والوں کو دیتے ہیں دوستوں کو نہیں۔''

''مگر آپ تو کہہ رہے تھے مشہود کی وجہ سے فون کیا ہے؟'' پیاری عالم تحیر میں پہنچ کر ہکلانے لگی۔

''بھئی میرے پاس آپ کی کال آنے کی صرف ایک ہی وجہ ہوسکتی ہے کہ مشہود گھر نہیں پہنچا اور آپ کا اس سے رابطہ نہیں ہو پارہا آخری راستہ یہی رہ جاتا ہے کہ مجھ سے رابطہ کیا جائے۔'' وہ بول رہا تھا اور پیاری کی آنکھیں حیرت سے پھیل رہی تھیں‘ کتنا درست اندازہ لگایا تھا۔

''آپ کچھ بولیں گی نہیں‘ کیا غلط کہہ رہا ہوں؟'' دانیال کو اس کی خاموشی کھٹکی۔

''آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں‘ بالکل ٹھیک اندازہ ہے۔''

''اندازہ غلط ہو ہی نہیں سکتا‘ کوئی سامنے بیٹھ کر بات نہیں کرتا۔ دس مرتبہ سامنے سے گزر جاتا ہے یہ تک نہیں کہتا کہ چائے ٹھنڈی ہوگئی ہے دوسری بنادوں؟ وہ اگر میرا نمبر ڈائل کرتا ہے تو......؟''

''اچھا چھوڑیں۔'' پیاری نے گھبرا کر ٹوکا۔ بھرم ٹوٹنے میں ہاتھ بھر کا فاصلہ رہ گیا تھا‘ جب کچھ نہ ملنے کا یقین ہو تو بھرم کا سودا نہیں ہونا چاہیے۔

''آپ کو بھائی کا کچھ پتا ہے‘ ان کا سیل بھی آف ہے۔'' پیاری ابھی تک دانیال کے معنی خیز لہجے کے گرداب میں چکرا رہی تھی۔ جلدی سے مطلب کی بات کی یوں جیسے خود کو سنبھال رہی ہو۔

''پتا تو نہیں مگر پتا کرکے بتاتا ہوں ویسے تجربے کی بات ہے اگر بندہ گھر سے باہر ہو اور تین چار گھنٹے سے اس

کا سیل آف مل رہا ہو تو یہ کوئی اچھی علامت نہیں۔ یقین کرلینا چاہیے کہ وہ اپنے سیل فون سے محروم ہوچکا ہے۔''
''سیل چھن گیا ہے تو خود تو گھر آجائیں' اتنا مہنگا سیل نہیں تھا کہ وہ ایف آئی آر کٹوانے کے لیے کسی پولیس اسٹیشن میں بیٹھے ہوں۔'' پیاری نے متفکر لہجے میں کہا۔
''وہ میرا دوست ہے اتنا بے وقوف ہرگز نہیں ہوسکتا' پہلے سیل فون سے محرومی کا دکھ اٹھائے پھر جیب مزید خالی کرنے پولیس اسٹیشن پہنچ جائے' میری کال کا انتظار کریں' اللہ حافظ۔''

دانیال کو بھی تشویش لاحق ہوگئی تھی اس نے کوئی بے معنی بات کرنے کے بجائے فوراً کال منقطع کردی تھی جو اس کی پریشانی کا خاموش اظہار تھا۔ پیاری سکھ واضطراب کے مشترکہ احساسات سے بیک وقت دوچار تھی۔
بات ہوگئی تھی' آواز سن لی تھی' آگ برساتے سورج کے سامنے پانی سے لدے بادل چھاگئے تھے۔ بھائی کی کوئی خبر نہ ملی' رگوں میں دوڑتا بھاگتا خون چٹکیاں سی لے رہا تھا۔
''اے بیٹا! مار کیا قاعدہ پڑھنے لگیں؟ دانیال میاں کیا بولتے ہیں؟ دل کو پنکھے لگ رہے ہیں' کلیجہ منہ کو آتا ہے۔'' بوا نے صدا لگائی۔
''ایک منٹ بوا بتاتی ہوں۔'' پیاری باہر نکلتے ہوئے یوں گھبرا کر بولی جیسے کسی نے اس کی چوری پکڑلی ہو۔ ابھی سوچ کسی خوفناک اندیشے تک نہیں پہنچی تھی' ابھی دل کے بہلانے کو پرامید خیالات گلے میں بانہیں ڈالے ہوئے تھے۔ محبوب سے ہم کلامی کے شرف نے خوش امیدی کے رنگ کو مزید مہمیز کردیا تھا۔

❀……❀……❀

رات کی سیاہی میں دھیرے دھیرے چاندی گھلنے لگی جن آنکھوں نے رات کی ابتدا اور انتہا دونوں کا نظارہ کیا ہو وہ رات کی پل پل بدلتی ادا کو خوب جانتی ہیں۔ گھپ اندھیرے میں بھی چاندی جیسی چمک ہوتی ہے' بھیگتی رات بھی گنجلک سیاہ نہیں ہوتی۔ خود کا معمولی سا ادراک تو ڈھلتی رات میں ہوتا ہے۔ روشنی نہیں ہوتی مگر تاریکی بھی نہیں ہوتی' گھنے' گہرے بادلوں کی سیاہی خوف کا ہلکا ہلکا تازیانہ بھی مارتی ہے مگر صاف آسمان کبھی سیاہ محسوس نہیں ہوتا۔
گہری خاموشی' رات کا پچھلا پہر' خلا میں چاندی جیسی چمک' یہ انمول گھڑیاں انسان کو اپنے آپ سے ملاتی ہیں۔ الوہی خوشی سے دوچار کرتی ہیں' کبھی کبھی اچانک جدا ہونے والوں کی یاد لیے وحشت ناک انتظار کا ذائقہ چکھاتی ہیں۔
انتظار اس وقت وحشت میں بدل جاتا ہے جب خاص وقت میں دروازے پر پڑنے والی تھاپ سنائی نہیں دیتی۔ جو انتظار نہ کراتے ہوں وہ انتظار کی سولی پر لٹکا دیں پھر وحشتیں بال کھولے چہار سو ناچتی محسوس ہوتی ہیں' دل گھڑیاں کے پنڈولم کے ساتھ ہم رقص ہوجاتے ہیں' اب تو حد ہوگئی تھی۔
رات کے تین بج رہے تھے' مشہود کی کوئی خیر خبر نہیں تھی۔ بوا اور پیاری خوف اور وسواس کی چادر لپیٹے یوں خاموش تھیں گویا کسی نے جبریہ خاموش رہنے کا حکم دیا۔ غلطی سے بول پڑیں تو سزا پائیں اسی آن پیاری کے سیل فون نے ہولناک خاموشی کا سینہ چیر کر رکھ دیا پیاری کے بے حس وحرکت وجود میں برق دوڑ گئی۔ بوا بھی یوں متحرک اور پُرجوش ہوئیں گویا میکے لے جانے والی سواری چوکھٹ سے آ لگی ہو۔ پیاری نے بے تابی سے بلنک ہوتا ہوا نمبر دیکھا اس کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں۔
''مشہود بھائی…… ہیلو بھائی…… آپ کہاں ہیں؟ آپ کا سیل کیوں آف تھا؟ ابھی آپ کہاں ہیں؟ کب تک گھر آجائیں گے؟ آپ نے فون کیوں نہیں کیا تھا' ہم کتنے پریشان ہیں کچھ اندازہ ہے آپ کو؟'' پیاری ایک سانس میں بولتی چلی گئی۔ بوا پیاری کے سر سے اپنا سر جوڑ کر مشہود کی آواز سننے کی کوشش کررہی تھیں' دھان پان سی پیاری پر گری پڑ رہی تھیں۔
''پیاری میری بات بہت غور سے سنو۔'' مشہود کی

آواز گویا کھائی کی تہہ سے ابھر رہی تھی۔
''جی بھائی بولیں، میں سن رہی ہوں۔'' پیاری بے قراری سے بولی۔
''میں کراچی شہر سے بہت دور ہوں۔''
''ہیں......'' پیاری کا دل دھک سے رہ گیا' بوا نے پیاری کے تاثرات سے کچھ خوفناک کشید کرلیا۔ پیشگی دو ہتڑ اپنے سینے پر مار لیے۔ ''آپ بغیر بتائے شہر سے باہر چلے گئے' یہ تو بہت غلط بات ہے۔'' پیاری روٹھ گئی' غصہ بہت آرہا تھا۔ بوا اب پیاری کی طرف یوں دیکھ رہی تھیں گویا دوربین سے نیا چاند کھوج رہی ہوں۔
''خود نہیں آیا' کچھ لوگ مجھے لے کر آئے ہیں' پانچ کروڑ کا بندوبست کرنا ہوگا۔ دانیال کو ابھی بتا دینا کیونکہ تم پانچ کروڑ کا بندوبست نہیں کرسکتیں' میرے سیل پر ٹرائی مت کرنا۔ میرا فون ان لوگوں کے قبضے میں ہے' اب تم میری آواز نہیں سن پاؤ گی' پیسوں کے لیے یہ لوگ تم سے رابطہ کریں گے' اللہ حافظ۔'' رابطہ منقطع ہوگیا' سیل فون ابھی تک کان سے لگا تھا۔
وہ کربلا کی رات ہی تو ہوتی ہے جب ایک بہن بھائی کے چھن جانے کے خوف میں مبتلا ہوتی ہے' بھائی کی دائمی جدائی پر صبر آجاتا ہے۔ بھائی کے جدا ہونے کے خوف میں قیامت کی بے قراری ہوتی ہے گویا نزاعی اضطراب کے مثل ہوتی ہے یہ بے قراری۔
''ارے کچھ بولو بیٹا! کہاں ہے میرا بچہ؟ کیا کہہ رہے تھے مشہود میاں۔'' بوا وحشت زدہ ہوکر پیاری کو جھنجھوڑنے لگیں۔
پیاری کے لیے دہرے عذاب تھے' خود کو سنبھالنا تھا' بوا کو ناگہانی کی کوئی جھوٹی کہانی سنانا تھی۔ دانیال کو فون کرنا تھا' پانچ کروڑ کا بندوبست کرنا تھا۔ بھائی کو زندہ سلامت دیکھنے کی تڑپ میں اتنی قوت تھی کہ لرزتی ٹانگوں میں خون کے بجائے فولاد دوڑنے لگا۔ اس نے بوا کو دونوں ہاتھوں سے خود سے پرے کیا' آن کی آن میں ذہنی حالت میں تغیر برپا ہوا۔

''بوا! آپ آرام سے بیٹھیں' میں ذرا دانیال کو فون کرتی ہوں' آپ فکر نہ کریں بھائی خیریت سے ہیں۔''
''ارے خیریت سے ہے تو تم اس سمے دانیال میاں کو فون کیوں ملا رہی ہو؟'' بوا نے پیاری کے چہرے کے بدلتے رنگ اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے۔ ان کی تسلی کیونکر ہوئی۔
''بوا پلیز مجھے دانیال سے بات کرنے دیں۔'' پیاری شدت جذبات سے جھنجھلا کر بولی اور جلدی جلدی دانیال کا نمبر ملانے لگی۔ بوا خاموش تو ہوگئیں مگر یوں جیسے کسی نے آہنی ہاتھ ان کے ہونٹوں پر رکھ دیا ہو۔

❁......❁......❁

مشہود سے رابطہ نہ ہونے کی وجہ سے دانیال کی آنکھوں میں نیند کا نام ونشان نہ تھا۔ اس نے دو گھنٹے پہلے پیاری کو فون کرکے کہہ دیا تھا کہ وہ خود ہی کال کرے گا آپ پریشان نہ ہوں' میں تمام جاننے والوں سے رابطہ میں ہوں۔
اس نے ان تمام جگہوں پر رابطہ کیا تھا جہاں سے مشہود کے بارے میں کچھ پتا چلنے کا امکان محسوس ہوا تھا مگر اب بے بسی کی انتہا پر بیٹھا سوچ رہا تھا کہ پیاری کو کیسے بتائے کہ مشہود کا کچھ پتا نہیں چل رہا۔ موبائل پر رنگ ہوئی تو گویا سوکھے دھانوں پر پانی پڑ گیا' اس نے دیکھا پیاری کی کال آرہی تھی شاید وہ اس کی کال کا انتظار کرتے کرتے تھک گئی اس لیے اب خود ہی فون کررہی ہے۔
''ہیلو۔'' اس نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر کال ریسیو کی۔
''وہ میں نے آپ کو یہ بتانے کے لیے فون کیا ہے کہ ابھی مشہود بھائی کا فون آیا تھا۔''
''اوہ اچھا...... گڈ نیوز...... کہاں ہے وہ؟ اس نے اپنے سیل سے بات کی تھی؟''
''جی آپ پہلے میری بات سن لیجیے۔'' پیاری کی گہری سنجیدگی نے واہموں کو جگا دیا شاید ایک انسان کے

خیالات کی لہریں' الفاظ سے زیادہ تیز سفر کرتی ہیں اور حواس کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہیں' پیاری کے کچھ کہنے سے پہلے اس کی چھٹی حس نے خبردار سا کردیا تھا۔

''جی بولیے' سن رہا ہوں۔''

''وہ ہمیں فائیو ہنڈریڈ لیکس (پانچ کروڑ) کا بندوبست کرنا ہے' بوا بھی جاگ رہی ہیں' پلیز نو کراس کوسچن' اف پاسیبل دین پلیز کم ٹو مائی ہاؤس (اگر ہو سکے تو گھر آجائیں)۔'' بوا کی وجہ سے پیاری نے انگلش میں بات کی اور بغیر کوئی جواب سنے فون بند کردیا۔ دانیال تو پانچ کروڑ سن کر ہی اپنی جگہ ساکت ہوگیا تھا۔ پانچ کروڑ کا بندوبست بات فوراً سمجھ آگئی تھی' دماغ کو گویا الیکٹرک شاک لگا تھا بے یقینی کی کیفیت اسے نارمل ہونے نہیں دے رہی تھی جنبش محال تھی۔

سارا رومانس دھواں بن کر اڑ گیا' مشہود کی جگہ پر وہ بھی تو ہوسکتا تھا اس وقت پیاری پر کیا گزر رہی ہے' ایک تنہا جوان لڑکی ایک بوڑھی عورت کے ساتھ سراب جیسا بوڑھا سہارا...... چند لمحوں میں اس نے کیا کچھ نہیں سوچ لیا۔

❁......❁......❁
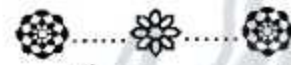
''بٹیا! یہ دانیال میاں سے کیا گٹ پٹ کر رہی تھیں' کیا چھپا رہی ہو۔ ارے بتادو جب تک وقت پورا نہیں ہوتا نہیں مروں گی۔'' بوا کو بہلانا آسان نہیں تھا پیاری نے اپنی عقل' سمجھ اور محدود تجربے کی روشنی میں حفظ ماتقدم کا انداز اپنایا تھا مگر بوا نے دنیا میں ایک عمر گزاری تھی۔ وہ پیاری کا چہرہ پڑھ رہی تھیں اس کے ادھورے جملوں سے مضمون ترتیب دے رہی تھیں۔

''بوا بھائی کے ساتھ چھوٹا سا حادثہ ہوگیا ہے۔ رات بھر کی بات ہے وہ کل گھر آجائیں گے۔'' ناچار پیاری کو کچھ نہ کچھ بتانا پڑا۔

''اے ہائے...... میں تو پہلے ہی کہتی ہوں بیٹا یہ موٹر ہے اسے گھوڑا بنا کر مت دوڑایا کرو' مگر آج کل کے بچے سنتے کب ہیں۔ یا اللہ! میرے بچے کی حفاظت کرنا' یا اللہ سب کے بچوں کی حفاظت کرنا۔'' بوا اب آنچل پھیلا کر روتے ہوئے دعا مانگنے لگیں' ان کی تڑپ اپنی جگہ مگر پیاری کو تھوڑی سہولت مل گئی تھی اس نے بوا کا ذہن کسی سمت لگانے میں کماحقہ کامیابی حاصل کرلی تھی۔

''اچھا بوا! پلیز آپ روئیں مت' میرا تو خیال کریں میں آپ سے زیادہ رو کر دکھا سکتی ہوں۔ آپ کو تو شکر کرنا چاہیے کہ بھائی کا فون تو آگیا۔''

''ارے مجھے تو بچے کا خیال آرہا ہے' کہیں چوٹ زیادہ تو نہیں لگ گئی۔'' بوا تڑپ کر بولیں۔

''اگر خدانخواستہ زیادہ چوٹ لگتی تو خود فون کرکے بات کرتے؟'' پیاری نے وزنی دلیل دے کر بوا کو خاموش کردیا۔

''تو بیٹا! دانیال میاں ہسپتال جارہے ہیں ناں' وہ تم کیا بندوبست کرنے کا بول رہی تھیں۔'' بوا کو اچانک پیاری کی بات چیت یاد آگئی جو وہ دانیال سے کچھ دیر قبل فون پر کررہی تھی۔

''وہ ہسپتال کا بل ادا کرنا ہے' اس کا بندوبست کرنے کے لیے کہہ رہی تھی۔'' وہ بوا کو بہلا رہی تھی اور اپنا یہ حال تھا کہ رواں رواں مکمل حالت خوف میں اللہ سے دعا گو تھا۔

''پانچ کروڑ...... چوبیس گھنٹے میں پانچ کروڑ کہاں سے آئیں گے؟'' پیاری کے سر پر پانچ کروڑ کا آسیب پنجے گاڑ کر بیٹھ گیا تھا۔

''بوا پلیز آپ اپنے کمرے میں جاکر آرام کرلیں' رات بھر جاگیں گی تو آپ کی طبیعت خراب ہوجائے گی۔'' پیاری کو اذیت کی اس گھڑی میں بوا کا وجود بوجھ محسوس ہو رہا تھا۔ سماعتیں دہلیز پر لگی تھیں جن آہٹوں سے سر بکھرتے تھے آج وہ آہٹیں بے نام سی ہو رہی تھیں' بس کسی کو اس وقت آنا چاہیے تھا۔ ایک وجود درکار تھا جس کی موجودگی خوف و سراسیمگی کی کیفیت سے نجات دلادے' کوئی بھی وجود' کوئی خیر خواہ' مسیحا' غم گسار...... خواہ اس کا کوئی نام ہو یا وہ بے نام ہو۔ اس خوفناک قیامت خیز

رات میں دوسراہٹ کا مضبوط احساس……
جس بہن کا بھائی کسی بلا میں گرفتار ہو اس بہن کی آنکھوں میں حسین سپنے ڈیرا نہیں ڈالتے۔ واہمے‘ وسوسے اندیشے‘ قیاس آج کی رات کے دامن میں کیا نہیں تھا۔ آن کی آن میں دل کا مہمان رخصت ہوا۔ مشہود کا دوست دانیال باقی رہ گیا‘ آج کان آہٹوں پر نہیں مشہود کے دوست دانیال کی کار کے ہارن پر لگے ہوئے تھے ایک خمار تھا جو اتر چکا تھا۔
ایک بازی تھی جو ادھوری رہ گئی تھی‘ یوں لگتا تھا رات قیامت تک کے لیے ٹھہر گئی ہے۔ آگے کیا ہونے والا ہے؟ سوچ کی اڑان محدود تھی ذہن نے کام کرنا بند کر دیا تھا بکھرے بکھرے خیالات…… گویا شطرنج کے گرے پڑے مہرے تاش کے بے ترتیب بکھرے ہوئے پتے……!

❁……❁……❁
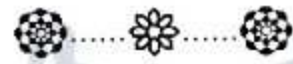
”کیا کہہ رہے ہو دانیال؟“ کمال فاروقی نے بیڈروم کا دروازہ کھولا تو نیند بھری آنکھیں ٹھیک سے کھل بھی نہیں رہی تھیں لیکن جب دانیال نے کمال اختصار سے ہونی شونی بیان کی اور گھر سے جانے کے بارے میں مطلع کیا تو نیند کا خمار یوں اڑنچھو ہو گیا جیسے ہتھیلی پر چمکتا ہوا پانی کا بلبلہ آن واحد میں غائب ہو جاتا ہے۔
”ٹھیک کہہ رہا ہوں پاپا!“ دانیال کا انگ انگ دکھ سے ٹوٹ رہا تھا۔
”وہ لوگ اس پوزیشن میں ہیں کہ پانچ کروڑ تاوان ادا کر سکیں؟“ کمال فاروقی بہت آہستہ آواز میں پوچھ رہے تھے۔ سعدیہ نیند کی اتھاہ گہرائیوں میں اتری ہوئی تھیں۔ سونے سے پہلے مٹھی بھر ٹیبلٹس پھانکتی تھی‘ ہائی بی پی‘ شوگر‘ الرجی اور نہ جانے کون کون سے عارضے گنوائی رہتی تھیں۔ میڈیسن تو ان کی زندگی کا حصہ بن چکی تھیں۔
پہلے تو دانیال نے یہی سوچا تھا کہ خاموشی سے چلا جائے پھر دوسرا خیال یہی آیا کہ نہ جانے واپسی کب ہو اصولاً اخلاقاً پاپ کو بتا کر جانا چاہیے۔

”پاپا میں یقین سے کچھ کہہ نہیں سکتا‘ مشہود کی ایک فیکٹری ہے اور چھ سو گز کا وہ مکان جس میں وہ لوگ رہتے ہیں۔ وہ بھی پرانے زمانے کا بنا ہوا ہے اب مشہود کے پاس کیش کتنا ہے یہ تو وہی جانتا ہوگا۔“
”ہوں……“ کمال فاروقی نے ہنکارا بھرا۔ وہ گہری سوچ میں تھے۔ ”مگر تم اس وقت ان کے گھر جا کر کیا کرو گے؟ اگر پولیس ڈیپارٹمنٹ سے مدد لینا ہے تو میں اپنے دوست غازی امین کو فون کر دیتا ہوں۔ مشہود کے گھر سے کوئی بھی جا کر بات کر سکتا ہے۔“ کمال فاروقی نے بیٹے کی سراسیمہ حالت کے پیش نظر اخلاقی تعاون کی پیشکش کی۔
”وہاں سے کون جائے گا؟ مجھے ہی جانا ہوگا۔“ دانیال نے سوچتے ہوئے کہا۔
”کیوں‘ اس کے گھر سے کوئی نہیں جا سکتا؟“
”مشہود کی چھوٹی بہن اور ان کی بوڑھی گورنس کے علاوہ وہاں کوئی نہیں ہے۔“ دانیال نے باپ کو یاد دلایا۔ ”پیسے والے آدمی کا حافظہ عام باتوں یا غیر متعلقہ لوگوں کو یاد رکھنے کے معاملے میں بہت کمزور ہوتا ہے۔“
”اوکے ٹھیک ہے جاؤ ان لوگوں کو مورل سپوٹ دو‘ وہاں پہنچ کر فون ضرور کر دینا۔ تم مانو گے نہیں ورنہ میں تمہیں اس وقت گھر سے جانے کی اجازت ہرگز نہ دیتا۔ اس طرح کے واقعات ہوتے ہیں تو سب کو اپنے بچوں کی فکر پڑ جاتی ہے۔“
”ٹھیک ہے اب میں چلوں گا‘ ممی کو بتا دیجیے گا۔“ بات کرتے کرتے کمال فاروقی کمرے سے باہر نکل آئے تھے اور کاریڈور میں ہی یہ ساری گفت و شنید انجام کو پہنچی تھی۔ دانیال نے پورچ کی طرف قدم بڑھائے۔
”ایک منٹ میری بات سنو دانیال!“ کمال فاروقی کی آواز نے اس کا تعاقب کیا۔ دانیال رک کر پیچھے پلٹ کر دیکھنے لگا۔
”جی پاپا؟“
”دیکھو…… زیادہ جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں۔

پانچ دس لاکھ روپے کی بات ہوتی تو میں کچھ سوچتا مگر بات کروڑوں روپے کی ہے' مجھ سے بہت زیادہ امیدیں مت لگانا البتہ میں یہ کوشش ضرور کروں گا کہ کروڑوں دینے کی نوبت ہی نہ آئے۔ میں اپنے اثرورسوخ سے معاملہ سنبھالنے کی کوشش کرتا ہوں۔''

قرآن انسان کی فطرت سے ہمکلام ہوتا ہے' اللہ تو صاف صاف کہتا ہے تمہارا مال اور اولاد تمہاری آزمائش ہیں۔ لہٰذا پہلی فرصت میں کمال فاروقی کو اپنے جمع شدہ مال کا خیال آیا کہ اس نازک موقع پر کہیں دانیال دوست کی خاطر کروڑوں کا مطالبہ نہ کردے۔ حفظ ماتقدم کے تحت انہوں نے صاف گوئی سے کام لیا تھا' دانیال کے ہونٹوں پر ایک اداس سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

''تھنک یو پاپا جو کچھ آپ کرنے کے لیے کہہ رہے ہیں' یہ ہی بہت ہے' اللہ حافظ۔'' وہ کار کی طرف بڑھ رہا تھا اور کمال فاروقی سوچ رہے تھے شاید برا مان گیا مگر سب کچھ اسی کے لیے تو بنایا ہے۔

❁ ❁ ❁

''جیسے ہی دانیال میاں پہنچیں انہیں بولو ہمیں ابھی اسی وقت اسپتال لے کر جائیں' جب تلک اپنے بچے کو نہیں دیکھوں گی تو کسی کروٹ چین نہیں آئے گا۔''

''ہوں۔'' پیاری نے بوا کی بات سن کر بمشکل ہنکارا بھرا' رہ رہ کر بھائی کا چہرہ تصور میں ابھر رہا تھا۔

''پتا نہیں اس وقت بھائی کا کیا حال ہے؟ انہوں نے کچھ کھایا بھی ہوگا؟ نیند تو کیا خاک آئے گی' میں انہیں سوچ رہی ہوں وہ مجھے سوچ رہے ہوں گے۔ یہ لوگ تو بہت ظالم ہوتے ہیں' مال کی بھوک درندے کی بھوک سے زیادہ وحشت ناک ہوتی ہے۔ ہائے میرے اللہ......!'' پیاری نے دہل کر سینے پر ہاتھ رکھ لیا۔

''یا اللہ میرے بچے پر رحم کرنا' بے ماں باپ کا بچہ ہے یہ پاپی من کیسے کیسے ہولائے دے رہا ہے۔'' بوا بھی انجانے اندیشوں سے لرز رہی تھیں' ہاتھ مل رہی تھیں۔ وہ مشہود کے خیال میں اس درجہ مستغرق تھیں کہ پیاری کی حرکات وسکنات پر دھیان نہیں جاتا تھا۔

پیاری خوف و وحشت کی اس منزل پر تھی جہاں اعصابی نظام مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے' آنکھ میں آنسو نہیں ہوتے عالم تحیر میں بے تکان سفر شروع ہو جاتا ہے۔ روح...... کائنات کے کون کون سے روزن سے آنکھ لگا کر نہیں جھانکتی؟ تجسس' تحیر اسے طاقت پرواز دیتے ہیں' قیاس کے پر لگا کر وہ ہر اس جگہ اڑ کر جانا چاہتی ہے جہاں سے اسے سکھ کی نوید ملنے کی آس ہوتی ہے۔

ہر خیال وسوسے میں ڈھل رہا تھا' ہر اندیشہ الہام کا لبادا لپیٹ رہا تھا۔ مرغ کی اذان نے رات کی زنجیریں کٹنے کا اعلان کیا اور گیٹ پر دانیال کی کار کا ہارن سنائی دیا۔ بوا کے نڈھال وجود میں برق سی کوند گئی جبکہ پیاری نے کار کا ہارن سن کر یوں گہری سانس لی جیسے کسی نجات دہندہ کے آنے کا یقین ہو گیا ہو۔

''ارے تم بیٹھو بیٹا' میں پوچھ کر کھولتی ہوں۔'' بوا کو ابھی بھی گویا دانیال کی آمد کا یقین نہیں تھا۔ افتاد اس پر مستزاد رات کا آخری رات پہر' بوا کی فرض شناسی میں دو سو فیصد اضافہ خود بخود ہو گیا تھا۔

پیاری کو یوں بھی اٹھنا محال تھا' غنیمت تھا کہ بوا نے اسے مشقت سے بچا لیا۔ ایک وقت تھا کہ اس ہارن کو سننے کے لیے کان باہر کی طرف ہی لگے رہتے تھے' ہر گزرتی کار دل دھڑکاتی تھی۔

آج کار کی ہارن کی آواز فضا میں ابھری مگر کچھ بھی نہ ہوا پانچ کروڑ بڑی حقیقت ہے جب پانچ کروڑ اکٹھے دیکھنے کی فکر لگی ہو تو دل صرف خون پمپ کرنے والی مشین ہوتا ہے۔

''دانیال میاں!'' بوا کنفرم کر رہی تھیں۔

''جی بوا! گیٹ کھولیے۔'' دانیال کی آواز پیاری کی سماعت سے ٹکرائی۔ آج اس کی آواز سے لگا جیسے وہ جبریہ بولا ہو۔ زبان ہلانا چٹان سرکانے کے برابر تھا۔ آہستہ آواز' ٹوٹا ہوا لہجہ' سنجیدگی' تفکر سب ہی کچھ تھا چند لفظوں میں۔

گیٹ کھلا' دانیال اندر آ گیا' پیاری اسی طرح اپنی جگہ بیٹھی

رہی۔
''السلام علیکم!'' دانیال نے پرتفکر لہجے میں پہلی بار پیاری کو بہت توجہ سے دیکھتے ہوئے سلام کیا۔ آج نظر خیال کے ساتھ یکسوتھی' ایک پریشان حال دوسرے پریشان حال کو دیکھ رہا تھا نظر چرانے کی مشقت نہیں تھی۔
''وعلیکم السلام!'' میلے میں بچھڑے بچے کو کوئی شناسا نظر آ گیا تھا۔
''اور کوئی فون تو نہیں آیا؟'' دانیال کی گمبھیر آواز ابھری۔
''اے بیٹا! مار آگ لگاؤ ان فونوں کو' ہمیں تو بس بچے کنے پہنچادو۔ اللہ آپ کو جیتا رکھے' جگ جگ جیو۔ سات بیٹوں کا منہ دیکھو۔'' بوا دعا کے نذرانے لٹانے لگیں۔ سات بیٹوں کی دعا سن کر لاشعوری طور پر دانیال کی نظریں پیاری کی طرف اٹھی تھیں۔
کسی من چاہے سمے یہ دعا ملتی تو وہ بوا کو شرارت سے ٹوک کر کہتا۔ ''بوا میری ہونے والی نازک سی بیگم کا تو خیال کریں اسے سات بیٹے دے دیئے تو میرا لائن میں آٹھواں نمبر ہوگا' سات بیٹوں کے بعد میرا خیال کون رکھے گا؟''
''بوا! ہمیں تو خود پتا نہیں کہ مشہود اس وقت کہاں ہے تو آپ کو......'' دانیال نے جواب دینا شروع کیا۔ پیاری تڑپ کر اپنی جگہ سے کھڑی ہوگئی۔ دانیال اس کے بالکل قریب کھڑا تھا' پیاری سروقد اس کے مقابل کھڑی ہوئی تو یوں لگا عکس اور آئینے کا منظر تخلیق ہوگیا ہو۔
''میں نے بوا کو بتادیا ہے کہ ابھی یہ پتا نہیں چلا کہ بھائی کس ہسپتال میں ہیں البتہ یہ بتادیا ہے کہ ان کو معمولی چوٹیں آئی ہیں' ڈرپ لگی ہوئی ہے۔'' پیاری ایک سانس میں بولی اور دانیال کو سب سمجھ آ گئی۔
''جی بوا! پیاری ٹھیک کہہ رہی ہے۔''
''اے تو بیٹا! آپ کو اس اندھیرے میں موٹر دوڑانے کی کیا ضرورت تھی' یہاں تو آس لگائے بیٹھے تھے آپ کے سنگ جا کر اپنے بچے کو دیکھیں گے' کلیجہ ٹھنڈا کریں گے۔'' بوا کے لہجے میں از حد مایوسی تھی۔
''جی میں تو آپ کے خیال سے آ گیا ہوں کہ آپ پریشان ہوں گی' کہیں آپ کی طبیعت نہ خراب ہوجائے۔'' دانیال کو فوراً مناسب جواب سوجھ گیا۔
''اللہ میری زندگی بھی میرے بچے کو دے دے اس کے کھانے کھیلنے کے دن ہیں۔ میرا کیا ہے آج مری کل دوسرا دن' جہان چھوٹے مار جان چھوٹے بوا کی آس ٹوٹی تو کلفت میں مبتلا ہوگئیں۔
''بوا! آپ تھوڑی دیر سوجائیں' جاگنے سے طبیعت خراب ہوجائے گی۔ ہوسکتا ہے صبح صبح ہسپتال جانا پڑے۔'' پیاری کے لیے دہری مشقت تھی' عظیم دکھ سہنا پڑ رہا تھا۔ بوا کو بلور کی طرح سنبھلنا بھی ضروری تھا سن رسیدگی اپنی انتہا پر تھی۔ غم کا ایک جھٹکا بھی برداشت نہیں کرسکتی تھیں۔
''آپ بھی بوا کے ساتھ تھوڑا ریسٹ کرلیں۔'' دانیال پیاری سے مخاطب تھا۔
''آپ بھائی کے کمرے میں آرام کرسکتے ہیں' میں نفل پڑھنے اپنے کمرے میں جارہی ہوں' یہ تو خصوصی دعاؤں کا وقت ہے جب تک بھائی گھر نہیں آجائیں گے مجھے نیند نہیں آئے گی۔ بوا' آئیے میں آپ کو نیند کی گولی دیتی ہوں' کچھ دیر سونا آپ کے لیے بہت ضروری ہے۔'' پیاری بیک وقت بوا اور دانیال سے مخاطب ہوئی۔
''ارے یہ گولیاں تو کمال بن کر چپک گئی ہیں' نیند کی گولی' بلڈ پریشر کی گولی' جوڑوں کے درد کی گولی' شوگر کی گولی...... میری جان پر بنی ہوئی ہے' تمہیں سونے جگنے کی پڑی ہوئی ہے۔'' بوا طوہاً کرہاً اٹھتے ہوئے بڑبڑانے لگی تھیں۔
بوا کو نہیں پتا تھا مگر در و دیوار' دریچے' پھل پودے' بوگن ویلیا' مارننگ گلوری' منی پلانٹ سب آپس میں سرگوشیاں کررہے تھے کہاں ہے ہمارا پیارا؟ جس کے قدموں کی آہٹوں سے ہم زندگی' تازگی کشید کرتے ہیں۔ کوئی جا کر اسے بتا تو دے کہ ہم تو بہت اداس ہیں۔ پیاری بوا کو سہارا

دے کر اندر کی طرف جارہی تھی۔
دانیال سوچ رہا تھا' وہ رات یہاں کیوں گزارے؟ اسے پولیس اسٹیشن جاکر معلوم کرنا چاہیے کہ پولیس اس سلسلے میں کس طرح کا تعاون مہیا کرسکتی ہے جبکہ تاوان کے لیے صرف ایک فون کال آئی وہ بھی مشہود کے اپنے نمبر سے؟

❁.......❁.......❁

''آپ فیکٹری سیل کردیں' پانچ کروڑ کی تو کوئی بھی خرید لے گا۔'' پیاری کو ایک پل قرار نہ تھا' دانیال ابھی مشہود کے بستر پر لیٹا ہی تھا کہ پیاری ساری نزاکتیں مصلحتیں بالائے طاق رکھ کر بھائی کے بیڈروم میں داخل ہوئی تھی۔
اس کے ہونٹ خشک ہوکر سفید محسوس ہورہے تھے' رات کی رات میں آنکھوں کے گرد سیاہ حلقوں نے ڈیرہ ڈال لیا تھا۔ بکھرے بال' بے ترتیب دوپٹے کے ساتھ حالت دیوانگی میں دکھائی۔
''میں اتنی دیر سے یہی کچھ سوچ رہا تھا' پولیس سے مدد لینا بہت رسکی کام ہے۔''
''نہیں نہیں..... آپ کوئی رسک نہیں لیں گے۔ میرے بھائی کو کچھ ہوا تو میں آپ کو معاف نہیں کروں گی' سیدھے سیدھے فیکٹری سیل کریں۔ اب ان لوگوں کا فون آیا تو میں ان سے دو دن کا ٹائم لے لوں گی اور پتا کروں گی کہ پیسے کہاں پہنچانا ہیں؟''
''پیاری! دو دن میں فیکٹری کیسے سیل ہوگی؟ فیکٹری مشہود کے نام ہے ڈاکومنٹس پر اس کے دستخط ہوں گے۔ کوئی اتنا بڑا ہمدرد نہیں ملے گا جو فائل لے کر ہمیں پانچ کروڑ دے دے۔ میرے فادر آج کچھ کریں گے آپ پریشان نہ ہوں۔'' دانیال نے تھکے تھکے نڈھال لہجے میں تسلی دینے کی کوشش کی۔
''خوشی کے رنگ تتلی کے پروں کے رنگوں کی طرح کچے ہوتے ہیں' جانے ہنستے ہنستے ایک دم سے کیا ہوجاتا ہے پریم گیت کس جہان میں ہجرت کرجاتے ہیں۔ کبھی ہم خوب صورت تھے' بازگشت کائنات کا احاطہ کرلیتی ہے بقیہ عمر ملال کا لبادہ اوڑھ لیتی ہے۔
کون کہہ سکتا تھا یہ دو روحیں کبھی فاصلوں پر ہوتے ہوئے ہم رقص تھیں۔ دونوں رومانس کا حتمی مرحلہ طے کیے بغیر کتنے پریکٹیکل اور تجربہ کار ہوگئے تھے۔
آدمیت کے لبادے میں چھپے ہوئے درندے مال نہیں لوٹ رہے تھے' کائنات میں پھیلی ہوئی ابدی سچائی کو لوٹنے کے درپے تھے۔
''اب فون آئے تو آپ بات نہیں کریں گی' میں ان لوگوں سے بات کرتا ہوں کوشش کروں گا کہ وہ ایک کروڑ پر راضی ہوجائیں۔''
''ایک کروڑ بھی کہاں سے آئیں گے؟ ہوسکتا ہے بھائی کے اکاؤنٹ میں ہوں مگر ہم ان کا اکاؤنٹ تو آپریٹ نہیں کرسکتے۔'' مایوسی نے گویا سینہ پیٹا' سر پر دو ہتڑ مارے' وہ مایوسی جو سو فیصد ہوتی ہے ہر آس' امید دلاسے سے ماورا......
''میں پاپا سے بات کروں گا یا آپ مجھ پر چھوڑ دیں اور اب اپنا سیل فون مجھے دے دیں کیوں کہ ان لوگوں کی کال کسی بھی وقت آسکتی ہے اور پلیز خود کو سنبھالیں۔'' آخری جملے کے ذریعے پھر اپنائیت سرزد ہوگئی' اجاڑ ویران پیاری کو پُر بہار دیکھنے کے لیے وہ سب کچھ کر گزرنے کے لیے تیار تھا۔

❁.......❁.......❁

''دماغ تو خراب نہیں ہے اس لڑکے کا؟'' سعدیہ شدید پریشانی اور غصے کی کیفیت میں بات کرہی تھیں۔ ''آپ نے اسے گھر سے جانے کیوں دیا؟ اس طرح تو وہ بھی ان کریمنلز کی نظروں میں آجائے گا۔'' سعدیہ کی حالت ایسے شخص کی سی تھی جس کی جمع پونجی داؤ پر لگ گئی ہو' جی کھول کر شوہر پر برس رہی تھیں۔
''اگر دنیا تمہارے رنگ میں رنگ جائے تو...... انسانیت کا جنازہ نکل جائے۔ ابھی میرے بیٹے جیسے کچھ لوگ دنیا میں انسانیت کی شرم رکھے ہوئے ہیں۔'' کمال

فاروقی بیگم کے جارحانہ انداز پر بری طرح تپ گئے۔

''آج کل کے حالات دیکھ رہے ہیں ناں' ہماری انسانیت کسی کام نہیں آئے گی کسی پر اثر نہیں ہوگا اس انسانیت کا۔'' سعدیہ ہار ماننے کی عادی نہیں تھیں۔ ''اس کی تو صرف ایک فیکٹری ہے تو اٹھا کر لے گئے ہیں یہاں تو انہیں خزانے دفن ہوئے دکھائی دیں گے۔ باپ گروپ آف کمپنیز کا چیئرمین ہے ذرا سی بھی سن گن مل گئی اللہ توبہ استغفار......'' سعدیہ خود ہی اپنا جملہ مکمل نہ کرپائیں' انجانے خوف سے فوراً توبہ استغفار کرنے لگیں۔

''چلو اس بہانے تمہیں بھی استغفار کرنے کی توفیق تو ملی' اب میرا سر کھانے کی ضرورت نہیں فون کرکے کہہ دو گھر آجائے اور ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دے۔'' کمال فاروقی صبح کا اخبار ٹیبل پر پٹخ کر دوبارہ اپنے بیڈروم میں چلے گئے۔

''میری ہر بات غلط لگتی ہے' بڑے آئے انسانیت والے۔'' سعدیہ بڑبڑائیں۔

❁ .... ❁ .... ❁

''تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کوئی پانچ کروڑ تکیے کے نیچے رکھ کر نہیں سوتا جو بندہ اتنی بڑی رقم کے لیے بھاگ دوڑ کرسکتا ہے وہ تو تمہاری قید میں ہے۔ ہم بہت کوشش کرلیں پچاس لاکھ سے زیادہ کا انتظام نہیں کرسکیں گے۔'' دانیال فون پر بات کررہا تھا اور پیاری سانس روکے سن رہی تھی۔ صبح کے نو بج رہے تھے' کال پھر مشہود کے نمبر سے آئی تھی۔ مجرم نہایت ہوشیاری سے اپنا کھیل کھیل رہے تھے' کسی اور نمبر سے کال کرنے کی صورت میں ٹریس ہونے کے امکانات بہت قوی ہوجاتے ہیں سو انہوں نے سب سے پہلے مشہود کا سیل فون ہی اپنے قبضے میں کیا تھا۔

''پچاس لاکھ میں کیا ہوگا؟''

''تو پھر ہمیں ٹائم دو اور ہمارے بندے کا خیال رکھو۔'' یہ کہہ کر دانیال دوسری طرف کی بات سننے لگا۔

''اوکے۔'' پھر اس نے فون بند کرکے پیاری کی طرف دیکھا جس کی آنکھوں سے آنسو موتیوں کی صورت ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے۔

''کیا کہا انہوں نے؟'' وہ آنسو ہتھیلی سے پونچھتے ہوئے بڑی بے صبری سے بولی۔

''ایک ہفتے کا ٹائم دیا ہے' پانچ کروڑ سے ایک پائی کم نہیں لیں گے۔'' دانیال گم صم انداز میں گویا ہوا۔

''اگر پانچ کروڑ نہ ہوئے تو میرا بھائی گھر نہیں آئے گا۔'' پیاری اتنا کہہ کر بلک بلک کر رونے لگی۔ کل رات سے اب تک اس نے خود کو بہت سنبھالا تھا مگر اب جیسے حوصلہ جواب دے رہا تھا۔

''پلیز آپ روئیں نہیں' میں گھر جارہا ہوں پاپا سے بات کرتا ہوں۔ انہوں نے بھی اپروچ کی ہوگی دیکھتا ہوں بات کہاں تک پہنچی۔''

''آپ گھر اور فیکٹری کے پیپرز اپنے پاپا کو دے کر ان سے پانچ کروڑ لے لیں۔ آج سے یہ گھر اور فیکٹری آپ کے پاپا کی ہیں بس وہ مجھے پانچ کروڑ دے دیں بلکہ آپ مجھے ان کے پاس لے جائیں' میں ان کی منت کروں گی۔'' پیاری کے آنسو نہیں تھم رہے تھے۔ دانیال کے دل کو کچھ ہونے لگا' ایک جذبہ پوری قوت سے بیدار ہوا جو نقلی ہرگز نہیں تھا کہ پیاری کو گلے سے لگا کر اس کے آنسو پونچھ ڈالے اور کہے اگر میرے دام لگ سکیں تو تمہارے بھائی کی خاطر میں بکنے کو تیار ہوں۔

''میں پاپا سے بات کرتا ہوں' آپ خود کو بھی سنبھالیں اور بوا کو بھی۔''

''ابھی تک سنبھال لیا' ایک ہفتے تک کیسے سنبھالوں گی؟'' پیاری نے بمشکل آنسو روکے۔

''بہت مشکل گھڑی ہے پیاری! کمال یہ ہے کہ ہم پھر بھی جی رہے ہیں۔ ایسا ہی ہوتا ہے فون پر آپ سے رابطہ میں رہوں گا' اپنا خیال رکھنا۔'' اتنا کہہ کر دانیال بڑی سرعت سے کمرے سے نکل گیا۔ اور پیاری جاتے ہوئے دانیال کو دیکھنے کے بجائے ڈبڈبائی آنکھوں سے مشہود کی بڑی سی تصویر جو بیڈ کے سرہانے آویزاں تھی دیکھ رہی

تھی۔

"اگر آپ کو ذرا سی بھی تکلیف پہنچی تو میں ان لوگوں کو اتنی بددعائیں دوں گی جن کی کوئی حد نہ ہوگی۔" یہ کہہ کر وہ بیڈ پر بیٹھ گئی اس کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔

❁......❁......❁

"ممی حد ہوتی ہے انسان کو اتنا خود غرض بھی نہیں ہونا چاہیے کہ جن لوگوں کے ساتھ دن رات کا اٹھنا بیٹھنا ہے مشکل وقت میں انہیں اکیلا چھوڑ دے۔" دانیال جھنجلا کر کہہ رہا تھا۔

"یہ خود غرضی نہیں احتیاط ہے' جوانی میں سب ایسے ہی افلاطون بنتے ہیں۔ کوئی فیصلہ لیتے ہوئے آگے پیچھے بھی دیکھنا چاہیے۔" سعدیہ نے بھی اسی طرح غصے سے جواب دیا۔ بیٹے کی فکر نے انہیں ہر طرح کی مصلحت سے آزاد کردیا تھا۔

"کمال ہوگیا' مجھے اس بندے کا خیال آرہا ہے جو نہ جانے کتنی تکلیف سے گزر رہا ہے میں اسے بھول کر اپنے کام میں لگ جاؤں۔ چلو بھر پانی میں ڈوب کر نہ مر جاؤں بس آپ اس معاملے سے الگ ہیں۔ میں پاپا سے سب کچھ شیئر کرچکا ہوں آپ کے لیے اتنا کافی ہونا چاہیے۔" دانیال نے خود کو کنٹرول کرتے ہوئے قدرے نرمی کا مظاہرہ کیا۔

"ارے واہ! کیسے الگ ہوجاؤں' میری اولاد کی سیفٹی' سیکیورٹی کا سوال ہے کل کو باپ بنو گے تو ماں باپ کا احساس ہوگا۔"

"ہاں تو پھر کل دیکھ لیں گے۔" دانیال نے ماں کی بات کاٹ دی اور یہ کہہ کر رکا نہیں تیزی سے اپنے بیڈ روم کی طرف چلا گیا۔ سعدیہ کو انگاروں پر بٹھا گیا تھا' کسی کل چین نہیں تھا۔

❁......❁......❁

اب بڑا عجیب معاملہ ہوا...... مشہود کے نمبر سے کالز آنے کا سلسلہ بند ہوگیا جبکہ دانیال اور پیاری تاوان ادا کرنے کے لیے اپنے نفسوں کو بھلا بیٹھے تھے۔ ان کی روح نے اپنے نفس سے عارضی جدائی اختیار کرلی تھی' بھوک پیاس تو فطری تقاضے ہیں لیکن بھرے پیٹ سے جو دل کے معاملات مرتب ہوتے ہیں وہ اذہان سے محو ہوکر رہ گئے تھے۔

فون کالز کا سلسلہ بند ہوا تو دل وحشت میں گھر گیا' اچھے حال میں وسواس و شبہات انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتے اب تو وقت و حالات بالکل مخالف تھے اور مخالف حالات میں انسان اپنے ہونے کو بھول جاتا ہے۔

ہیشتن بوا کی شوگر خطرناک حد تک بڑھ گئی تھی' شدید اعصابی دباؤ نے انہیں بستر مرگ پر لٹادیا۔ یہ وہ مصیبت تھی جو چاروں طرف سے آتی ہے اور عقل حیرت کے مقام پر اپنی معذوری کا حیرت سے مشاہدہ کرتی ہے۔ تیماردار خود نڈھال ہو تو بیمار کی بیماری بڑھ جاتی ہے۔ اب بوا کو دو ہی فکریں آٹھ پہر تنگ کررہی تھیں' مشہود کس حال میں ہے اور اگر ان کی آنکھ بند ہوگئی تو اکیلی جوان لڑکی کا کیا بنے گا۔

"میا...... سر منڈاتے ہی اولے پڑ گئے' جمعہ جمعہ آٹھ دن تو ہوئے بچے کو کماتے کماتے اتنے میں لٹیروں نے بھی آن لیا۔ ارے ان منحوس صورتوں کے لیے میرے بچے نے دن رات ایک کیے تھے۔ نامراد' حرام خور نہیں تو ہاتھ ٹوٹے ہیں خود محنت نہیں کرسکتے۔" بوا کو رہ رہ کر طیش آتا تو دل کی بھڑاس نکالنے لگتیں۔

پانچ دس گھنٹوں کی بات ہوتی تو چھپائی جاسکتی تھی' گھر کا بندہ پانچ دن گھر نہ آئے تو پالتو جانور' پرندے بھی غم جدائی منانے لگتے ہیں۔ بوا ایک کھلی کھائی جہاندیدہ ضعیف عورت کوئی شیر خوار بچی تو نہیں تھیں۔ پہلی بار معاملہ کھلنے پر تو تین گھنٹے بے ہوش رہیں پھر ہوش میں آئیں تو یوں کہ سو کر نہیں دیں' لیٹے لیٹے رات کے کسی بھی پہر اٹھ بیٹھی تھیں اور آج کل ایک بددعا محاورتاً یوں دیتی تھیں گویا وظیفہ کررہی ہوں۔

"ارے کم بختوں کے دیدے گھٹنے دیوال ہوں' اچھے وقتوں میں پیاری یہ محاورہ سنتی تو ضرور مطلب و تشریح کی

کھوج کرتی مگر اب تو کان میں پڑنے والی ہر آواز بے ہنگم شور کے سوا کچھ نہ تھی۔ ذہن گھر کے ماحول سے ہر وقت آزاد دو بسیط فضاؤں میں اندازے و قیاس کے پرندوں کا پیچھا کرتا رہتا تھا۔

باہر گزرنے والی ہر گاڑی کی آواز پر ٹھٹک جاتی تھیں' دل خوش امیدی کی ایک اونچی پینگ لیتا اس طرح کے پھر دوسری پینگ کی تمنا ختم ہو جاتی اور پاؤں زمین پر جما کر پھر سکتہ طاری ہو جاتا۔

کوئی خبر نہیں آ کے دے رہی تھی' نہ اچھی نہ بری......!

❁......❁......❁
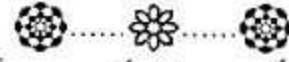
''ارے وہ کوئی دودھ پیتی بچی ہے جسے گود میں لے کر اس کے آنسو پونچھو گے چاکلیٹ آئس کریم کھلاؤ گے؟'' سعدیہ نے پورچ کی طرف جاتے ہوئے دانیال کو جالیا تھا' اب وہ بے بسی سے ماں کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''ممی! اخلاقیات بھی کوئی شے ہے' میں ان لوگوں کے لیے کچھ نہیں کرسکتا مگر مورل سپورٹ تو دے سکتا ہوں۔''

''تم بھی نظروں میں آسکتے ہو' تمہارا اس گھر میں آنا جانا ٹھیک نہیں۔ میں کہہ رہی ہوں ناں تم وہاں نہیں جاؤ گے۔'' سعدیہ کا انداز قطعی اور حتمی تھا۔

''یہ نہ کریں ممی! اس گھر میں صرف دو خواتین ہیں کوئی مرد نہیں ہے۔ ان پر بہت بڑی مشکل آئی ہے اور مشکل کسی پر بھی آسکتی ہے۔'' دانیال نے لاشعوری طور پر کلائی پر بندھی رسٹ واچ پر ایک نگاہ کی۔

''یہی میں اتنی دیر سے سمجھا رہی ہوں کہ ہم خود کسی مشکل میں پڑ سکتے ہیں' میں تمہارے پاپا سے کہتی ہوں تمہارے لیے دو گارڈز کا بندوبست کریں۔ اب تم گن مین کے بغیر گھر سے باہر نہیں جاؤ گے۔ سارے شہر میں یہی ملا تھا تمہیں دوست بنانے کے لیے؟'' سعدیہ نے آگے بڑھ کر یوں دانیال کا بازو تھاما جیسے چھوٹے بچے کی طرح کھینچتی ہوئی اندر لے جائیں گی۔

''تو ٹھیک ہے گارڈز کے ساتھ تو وہاں جاسکتا ہوں ناں' پھر تو آپ نہیں روکیں گی؟'' دانیال نے سعدیہ کے تیور دیکھ کر بھانپ لیا تھا کہ سعدیہ اسے روکنے کے لیے سب کچھ کرسکتی ہیں۔

''دیکھوں گی' ابھی تو اندر چلو۔ خود ہی بتاتے ہو کہ اب اس کا کوئی اتا پتا نہیں ہے نخواستہ ظالموں نے جان سے نہ مار دیا ہو۔ تمہاری وجہ سے اب رات کو میں ٹھیک سے سو نہیں پاتی۔ پتا نہیں کتنی مرتبہ تمہارے کمرے کے چکر لگاتی ہوں' کہیں تم منہ اٹھا کر چل نہ دو۔ چلو اندر اور لاؤ کار کی چابی مجھے دو۔'' سعدیہ نے چابی لینے کے لیے ہاتھ پھیلا دیا۔ دانیال ماں کی محبت و اصرار کے سامنے بے بسی کی تصویر بن کر رہ گیا تھا۔

❁......❁......❁

''سچی خوشی وہ ہوتی ہے جو کسی کے ارمان روند کر حاصل نہ کی جائے۔ میری بات سمجھنے کی کوشش کرو کمال!'' بانو آپا بھائی کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بہت مہربان و شفیق لہجے میں کہہ رہی تھیں۔

''یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں آپا! کسی کے کوئی ارمان ورمان نہیں' آپ سعدیہ سے ہار مان رہی ہیں؟'' کمال فاروقی کی طبیعت بدمزہ ہوگئی' تکدر چند لکیروں کی صورت پیشانی سے ظاہر ہوا۔

''ارے کوئی کفر و اسلام کی جنگ ہو رہی ہے جو ہار جیت پر نگاہ رکھیں۔ سعدیہ میرے بھائی کے گھر کا اجالا ہے' گھر گرہستی ہے۔ اس کے بچوں بلکہ نہایت نیک بیٹوں کی ماں ہے۔ سب سے زیادہ مجھے اس کا خیال کرنا چاہیے اور تمہارے جیسے بھائی تو نصیب والی بہنوں کو ملتے ہیں' اللہ تمہیں جیتا رکھے ہر لحظہ تمہاری زندگی' صحت' ایمان میں ترقی ہو آمین ثم آمین۔'' آسمان بھی رنگ بدلے تو دیر لگتی ہے' کمال فاروقی کے چودہ طبق روشن ہو رہے تھے۔

ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ

⌘

موم کی محبت
راحت وفا
READING
Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

قسط نمبر 19

صحرا کی طرح رہتے ہوئے تھک گئیں آنکھیں
دکھ کہتا ہے اب کوئی دریا بھی تو دیکھوں
یہ کیا کہ وہ جب چاہے چھین لے مجھ سے
اپنے لیے وہ شخص تڑپتا بھی تو دیکھوں

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

آغا جی کی ناراضگی عارض کے ساتھ برقرار ہے، انہیں اپنے منیجر معید کی وفات کی اطلاع مل جاتی ہے ان کی نظر میں عارض ہی قصوار تھا۔

صفدر عارض سے مل کر زیبا سے ملاقات کے بارے میں پوچھتا ہے جس پر عارض اسے تمام حقائق سے آگاہ کرتے آغا جی کا کینیڈا جانے کا بتاتا ہے۔ صفدر کو زیبا کے جھوٹے ہونے پر اب سو فیصد یقین ہے۔ اس لیے اب وہ اسے طلاق دینا نہیں چاہتا بلکہ عبدالصمد کو بھی گھر لے آتا ہے۔

زیبا کو مارکیٹ میں شناسا سا چہرہ نظر آتا ہے وہ ننھی کو بھی اس چہرے کی طرف متوجہ کرنا چاہتی ہے لیکن دوسرے ہی لمحے وہ شخص بھیڑ میں گم ہو جاتا ہے ننھی کے پوچھنے پر زیبا اپنے عاشق کا بتا کر رونے لگتی ہے ننھی زیبا کو سمجھانے کی کوشش کرتی اسے واپس صفدر کے پاس جانے کا کہتی ہے۔

شرمین اب پیچھے مڑ کر دیکھنا نہیں چاہتی وہ اذان کے ساتھ اپنی زندگی کا نیا سفر شروع کر چکی ہے لیکن عارض مسلسل اس کی زندگی میں آنے کی کوشش کرتا ہے تھا پھر آغا جی بھی کینیڈا جانے سے پہلے عارض کا نکاح شرمین سے کرنا چاہتے ہیں جس پر شرمین صفدر سے مشورہ لے کر انکار کر دیتی ہے۔

زینت آپا کی طبیعت خرابی کا سن کر شرمین ان سے ملنے آتی ہے تو زینت آپا اسے مستقل اپنے پاس قیام کا کہتی ہیں جس پر شرمین سوچنے کا وقت لیتی ہے۔ زینت آپا بوبی کے جانے سے ٹوٹ کر رہ جاتی ہیں۔ عارض شرمین سے معافی مانگ کر اسے اپنی محبت کا یقین دلانا چاہتا ہے لیکن وہ نظر انداز کر دیتی ہے۔

اذان صبیح احمد سے ملنے اور بات کرنے کے لیے بے چین ہوتا ہے۔ لیکن شرمین اس کو وقتی بہلا لیتی ہے لیکن ساتھ ہی یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ وہ کس طرح اذان کو صبیح احمد کی وفات کا بتائے۔

زیبا ممتا کے ہاتھوں مجبور ہو کر صفدر کو فون کر کے عبدالصمد کو واپس لانے کا کہتی ہے لیکن صفدر اسے سخت سست سنا کر فون بند کر دیتا ہے۔

صفدر اب موم کی طرح زیبا کی محبت میں پگھل رہا ہے لیکن اس کی غلطی کو معاف کرنے کے لیے تیار نہیں۔

(اب آگے پڑھیں)

❀ .... ✹ .... ❀

آغا جی کی طبیعت خراب ہوئی اور وہ اسپتال پہنچنے سے پہلے ہی دنیا کو خیر باد کہہ گئے۔ صفدر نے فون پر یہی اسے بتایا

تھا وہ سکتے کی سی حالت میں دیوار سے لگ کر کھڑی ہوگئی۔ آنکھوں سے سیلاب رواں ہوگیا۔ آغا جی نے جو کہا وہ سچ ثابت ہوگیا۔ وہ چلے گئے اور اس نے ان کی خواہش کو رد کر کے اچھا نہیں کیا۔ یہ خیال اب اسے اذیت پہنچا رہا تھا۔

''یہ میں نے کیا، کیا؟ آغا جی نے آخری بار بلایا اور میں نے صاف انکار کردیا میں نے ان کی بات کو ذرا اہمیت نہ دی اور وہ چلے گئے۔ یا خدا یہ میں نے کیا کردیا، ان کی آنکھوں میں ویرانی دیکھ کر بھی میں نہ سمجھی کہ وہ کس سفر پر جا رہے ہیں؟'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

رات کے اس آخری پہر میں وہ پشیمان سی بھیگی پلکوں کے ساتھ چھت گھور رہی تھی۔ آغا جی کتنی محبت کرتے تھے کیسی حسرت تھی ان کے لہجے میں منت آمیز نظروں سے دیکھتے تھے اور ایک ہی خواہش کا اظہار کرتے تھے۔

''شرمین میرے بعد اس گھر کو آباد کرنا میرے عارض کو سمیٹ لینا۔'' آغا جی کے کلمات اسے تڑپا گئے۔

وہ سنگدل بھی نہ سفاک حالات نے اسے سرد کردیا تھا پتھر بنا دیا تھا وہ خود سے لڑتے لڑتے تھک گئی تھی۔ اس لیے ان کی بات نہ مان سکی۔

''مجھے معاف کردیں آغا جی میں بہت شرمندہ ہوں۔'' اس نے آغا جی سے گویا معافی طلب کی۔ مگر وہ وہاں کہاں تھے؟ بے بسی سے آنکھوں پر بازو رکھ لیا لیکن ایسا لگتا تھا کہ آنکھوں کے کناروں سے کسی دریا نے کسی سمندر نے راستہ لے لیا تھا اور نہ تھمنے والا پانی بہہ رہا تھا۔

رات سے صبح ہوگئی۔

موذن نے فجر کی اذان سنائی تو اس نے بھیگی، سرخ اور متورم آنکھوں کو ہتھیلی سے رگڑ کر صاف کیا اور اٹھنا چاہا مگر ٹوٹتے بدن اور چکراتے سر نے سہارا نہ دیا وہیں بیڈ پر گرگئی اذان ایک دم چونک کر اٹھا اسے چھوا اور لپٹ گیا۔

''ماما...... ماما...... کیا ہوا؟''

''کچھ...... کچھ نہ...... نہیں۔'' وہ بمشکل کہہ سکی تو وہ اس کی پیشانی چھو کر بولا۔

''ماما آپ کو بخار ہے میں نانو کو بتا کر آتا ہوں۔'' وہ ایک دم اس سے الگ ہوا اور بیڈ سے اتر گیا اسے قطعاً پتا نہ چلا، بس بے سدھ سی پڑی رہ گئی۔ دنیا و مافیہا کی کوئی خیر خبر نہ رہی۔ خبر رہتی بھی کیسے ساری رات تو روتے اشک بہاتے گزری تھی۔ کوئی عام سانحہ نہیں ہوا تھا آغا جی کا جانا اتنے پیارے مہربان کا جانا بہت دل دہلا دینے والا دکھ تھا اور پھر اس دکھ کی اذیت میں اضافہ اس لیے ہوگیا تھا کہ وہ خود کو مجرم سمجھ رہی تھی۔ ان کا گناہگار سمجھ رہی تھی بلکہ اسے یہ احساس ستاتا رہا تھا کہ ان کے مرنے کی وجہ ہی وہ ہے اس نے انہیں گہرا صدمہ پہنچایا ہے کاش ان کو ملنے چلی جاتی کاش عارض کو انکار کر کے نہ بھیجتی، کاش آغا جی سے آخری بار مل لیتی لیکن یہ سب کاش کے ہیر پھیر ہیں بھلا موت سے بھی کسی کو رستگاری ہے، موت تو اپنے وقت پر حکم ربی کے تحت آتی ہے اس کا کیا قصور تھا سوائے اس کے کہ وہ ان سے مل لیتی مگر انسان کو یہ کہاں پتا چلتا ہے کہ کوئی دنیا سے کب جانے والا ہے۔

انجیکشن اور دواؤں کے اثرات تھے کہ اس کا بدن بھٹی سے نکل کر کچھ مناسب درجہ حرارت پر آیا تھا مگر نقاہت سے چہرہ کملا گیا تھا آنکھیں سرخ انگارہ تھیں۔ زینت آپا اس کے ماتھے پر اپنا ہاتھ رکھے بیٹھی تھیں۔ اذان پیر دبا رہا تھا اس نے مندی مندی آنکھوں سے دونوں کو دیکھا تو زینت آپا کی جان میں جان آئی۔

''شکر اللہ کا۔'' وہ بولیں۔

''ماما...... ماما...... جی۔'' اذان جلدی سے اس کا منہ چوم کر بولا۔ اس نے خود بھی اس کے رخسار پر پیار کیا اور اپنے قریب کرلیا۔

''اچانک اتنا تیز بخار کیسے ہوگیا اب تین بجے آنکھیں کھلی ہیں تمہاری۔'' زینت آپا نے کہا تو اسے یاد آیا۔
''اوہ، تین بج گئے اور میں......!'' وہ بمشکل اتنا کہہ کر پھر غنودگی محسوس کرنے لگی۔
''شرمین آنکھیں کھولو، یخنی بنوائی ہے وہ پی کر سونا۔''
''نہیں.....نہیں آپا کچھ بھی حلق سے نہیں اترے گا۔'' اس کی آنکھوں سے پھر سیل رواں جاری ہوگیا۔
''بات کیا ہے؟'' وہ فکرمند ہوگئیں۔
''آپا میں نے آغا جی کی بات نہ سنی، ان سے ملنے نہیں گئی۔'' وہ رو دی۔
''تو پھر......پھر کیا ہوا؟''
''تو پھر، اب یہ احساس جرم رہ گیا میرے پاس وہ چلے گئے۔''
''ک......کہاں؟''
''آغا جی فوت ہوگئے میں کتنی سفاک ہوں ان کی محبت کا یہ صلہ دیا میں نے۔''
''اوہ، ان للہ وانا الیہ راجعون. کب رات کو؟''
''ہوں، رات صفدر بھائی کا فون آیا تھا۔''
''مگر وہ تو......!'' زینت آپا کو بھی بہت صدمہ ہوا۔
''وہ نیویارک جارہے تھے مگر طبیعت خراب ہوگئی اور وہ......!'' اس کے حلق میں پھر پانی جمع ہوگیا۔
''صبر سے کام لو، اللہ کی یہی مرضی ہوگی۔''
''تین بج گئے اور میں......!''
''تمہیں تو ہوش ہی نہیں تھا، اب حوصلہ رکھو مت خود کو دوش دو، بھلا تمہارا کیا قصور؟'' انہوں نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیریں۔
''آپا میں خلش محسوس کررہی ہوں، کاش میں خیال کرتی اور ان سے ملنے چلی جاتی، ان کی آخری خواہش تھی۔''
''اب یہ خیال ذہن سے نکال دو، انسان کا کب ان چیزوں پر اختیار ہے۔ ہمیں موت کا کب پتا چلتا ہے، ان کی وفات اسی طرح لکھی تھی میں ہو کر آتی ہوں، پتا نہیں نماز جنازہ کتنے بجے کا ہو۔'' زینت آپا نے پوچھا۔
''نہیں معلوم......مت جائیں......!'' وہ سسکی۔
''ایسا کرنا تو بری بات ہے میں افسوس کرنے جارہی ہوں، تمہاری حالت اس قابل نہیں کہ جاسکو۔'' انہوں نے کہا۔
''نانو کہاں جاؤ گی۔'' اذان کچھ نہ سمجھ سکا تو بولا۔
''کہیں نہیں بیٹا آپ چلو پہلے میں آپ کو کھانا کھلاؤں گی۔'' زینت آپا نے اٹھتے ہوئے اذان کی کلائی تھام کر کہا وہ اٹھا اور ان کے برابر کھڑا ہوگیا۔
''شرمین تمہیں یخنی بھی پلانی ہے۔''
''آپ فکر نہ کریں میں پی لوں گی۔''
''ٹھیک ہے۔''
''نانو، میں آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گا۔'' اس نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔
''نہیں، آپ ماما کے پاس رہو گے۔'' انہوں نے جواب دیا اذان نے اثبات میں گردن ہلادی۔

اذان کے جھنجوڑنے پر اس نے بوجھل آنکھیں کھولیں تو صفدر کو کمرے میں دیکھ کر حیران ہوئی، وہ خشمگیں نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔
''آپ صفدر بھائی۔''
''شرمین بہن میرا خیال تھا کہ آغا جان کی وفات کی خبر سنتے ہی آپ دوڑی چلی آئیں گی مگر ہم انہیں منوں مٹی تلے چھوڑ آئے اور آپ نے مڑ کر نہیں دیکھا۔'' صفدر بھائی نے کچھ عجیب سی خفگی اور شکایت کے ساتھ کہا، بنا اس کی حالت دیکھے اذان اور شیر دل بابا نے حیرت سے صفدر کو دیکھا اور ایک ساتھ بولے۔
''صاحب بی بی بہت بیمار ہیں۔''
''بابا آپ جائیں۔'' شرمین نے بابا سے کہا تو وہ چل دیے پھر اس نے اذان سے بھی یہی کہا۔
''اذان بیٹا آپ نانو کے پاس جائیں۔''
''نانو تو گئی ہوئی ہیں۔''
''وہ گھر پر نہیں ہیں، آغا جی کے افسوس کے لیے وہیں پر تھیں۔'' صفدر نے بتایا۔
''اوہ، اچھا، اذان بابا سے کہو انکل کے لیے چائے لائیں۔'' وہ بڑی ہمت کر کے بولی، اذان چلا گیا تو اس نے صفدر کی طرف دیکھا۔
''مجھے آغا جان کی وفات کا بہت صدمہ ہے، آپ میری حالت دیکھ کر اندازہ کر سکتے ہیں۔'' اس نے سر کے نیچے تکیہ ٹھیک کرتے ہوئے کہا۔
''مجھے یہ نہیں کہنا تھا مگر کہہ دیا، دراصل آغا جان خراب طبیعت میں بھی صرف تمہارا نام لیتے رہے، مرنے سے لحہ بھر پہلے عارض نے اسی لیے فون کیا، جو تم نے کاٹ دیا اب ان کے گھر میں کوئی خاتون نہیں، عجیب سی اداسی ہے وہاں تمہارا ہونا یقینی تھا۔'' صفدر نے خاصی طویل بات کی تو اسے بہت دکھ اور افسوس ہوا۔
''صفدر بھائی آپ کی فیلنگز سمجھ سکتی ہوں مگر میرا اس گھر سے آغا جان کی وجہ سے کچھ تعلق تھا، اب وہ جا چکے ہیں تو میں وہاں کیوں جاؤں؟'' اس نے بڑے دھیمے لہجے میں جواب دیا تو صفدر کو بڑا تعجب ہوا۔
''شرمین بہن محبت کے مسافر راستے میں نفرت کے پڑاؤ نہیں ڈالتے۔'' صفدر نے کچھ گہری اور طنزیہ بات کی، شرمین کا دماغ تو پہلے ہی کھول رہا تھا لاوے کی مانند ابل پڑا۔
''صفدر بھائی دوست کی محبت کی پٹی اتار کر دیکھیں گے تو آپ کو میری محبت اور عارض کی دھوکہ دہی نظر آئے گی، یہ کنارہ کشی نفرت نہیں بس لاتعلقی ہے اجنبیت ہے۔''
''میں مانتا ہوں کہ عارض نے تمہارے ساتھ برا کیا بلکہ بہت برا کیا، میں نے ہر مقام پر اس کی مذمت بھی کی لیکن یہ موقع نہیں تھا اور نہ ہے کہ تم یوں اسے دکھ پہنچاؤ۔'' صفدر کچھ نرمی سے بولے۔
''صفدر بھائی میں بخار میں پھنک رہی تھی اب بھی پوری طرح اٹھنے کے قابل نہیں۔''
''تم ایک بہادر باہمت لڑکی ہو، مشکل کا مقابلہ ہنس کر اور نفرت کو بھی محبت میں بدل سکتی ہو، کاش تم آغا جی کی آخری خواہش پوری کر دیتیں۔''
''مجھے کیا معلوم تھا کہ ایسا ہو جائے گا۔''
''اب جو بچا ہے اسے سمیٹ لو، ورنہ یہ وقت گزر گیا تو عارض بھی چلا جائے گا۔'' صفدر نے بہت اپنائیت سے کہا،

اسی لمحے بابا چائے لے آئے تو اس نے کچھ دیر کے لیے جواب محفوظ رکھا جیسے ہی گئے تو بولی۔
''مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔''
''اٹھو چائے پیو، بتاتا ہوں۔'' صفدر بھائی نے اسے سہارا دے کر تکیے سے ٹیک لگا کر بٹھایا اور چائے کا کپ تھمایا۔
''دیکھو، آغا جی کی روح خوش ہو جائے گی اس وقت عارض خود کو ہی ان کی موت کا ذمہ دار سمجھتا ہے، اسے اس کیفیت سے نکالنا ہوگا نہ روتا ہے نہ بات کر رہا ہے آغا جی کے کمرے میں دیوار سے لگا بیٹھا ہے۔''
''میں، کیا کر سکتی ہوں؟'' وہ بڑبڑائی۔
''تم ہی تو کر سکتی ہو، سب کچھ بھول کر اس کے پاس جاؤ، وہ خاموش رہ کر ٹوٹ جائے گا۔''
''میں ایسا نہیں کر سکتی۔''
''ظالم نہ بنو، انسانیت بھی کوئی چیز ہے کیا آغا جی کا افسوس بھی نہیں کرنا؟''
''کس سے افسوس کرنا ہے افسوس میرے اندر ہے۔'' وہ دکھ سے بولی۔
''اندر رکھنے سے کیا حاصل، آغا جی جیسے چاہتے تھے ویسے دل بڑا کرو۔'' صفدر نے کہا۔
''ان کی خواہش پر پورا اترنا بہت مشکل ہے۔''
''ٹھیک ہے اظہار افسوس تو کیا جا سکتا ہے عارض کو واپس زندگی کی طرف لایا جا سکتا ہے۔' صفدر بھائی ہر ممکن اسے سمجھانا چاہتے تھے۔
''صفدر بھائی میں کوشش کروں گی کہ تعزیت کے لیے جا سکوں۔'' اس نے ان کے اصرار کے سامنے ہلکی سی رضا مندی ظاہر کی۔

❀......۞......❀

زینت آپا نے واپس آ کر وہی کچھ کہا جو صفدر نے بتایا تھا۔ عارض صدیوں کا بیمار چپ سادھے آغا جی کے کمرے میں بیٹھا تھا۔ سب نے بڑی کوشش کی مگر اس نے چٹکی بھر نمک بھی منہ میں نہیں ڈالا، پوری کوٹھی میں لوگوں کا ہجوم تھا مگر وہ نہ کسی سے مل رہا تھا نہ باہر آیا تھا۔ ''میں بھی آغا جی کے کمرے میں جا کر کھڑی کھڑی تعزیت کر آئی ویسے بھی گھر کی ملازمہ کے سوا کوئی گھر کی عورت تو تھی نہیں۔'' انہوں نے اچھی خاصی تفصیل بیان کی۔ وہ چپ رہی تو انہوں نے اپنے بستر پر سوئے اذان کے بال سنوارتے ہوئے پوچھا۔
''کچھ بولو گی نہیں۔''
''صفدر بھائی آئے تھے یہی سب بتا کے گئے ہیں۔'' اس نے پاؤں پھیلاتے ہوئے کہا۔
''تو پھر۔''
''تو پھر کیا۔''
''میرا خیال ہے تمہیں کل ضرور جانا چاہیے۔''
''آپ سب جان کر بھی یہی کہہ رہی ہیں۔''
''ہاں اس میں تمہاری بہتری ہے آغا جی عارض کے لیے دکھی ہو کر گئے ہیں اتنا بڑا گھر کاروبار سب عارض سمیت تمہارے منتظر ہیں معاف کر دینے میں کوئی حرج نہیں۔'' انہوں نے سمجھایا۔
''آپا مجھے روپے پیسے کی لالچ ہے کیا؟''
''نہیں، لیکن عارض کے لیے بھی ان کی اہمیت نہیں وہ لڑکا تو بیمار پڑ جائے گا۔''

”سو واٹ۔“ وہ بولی۔
”سفاک نہ بنو، کل قل ہیں طبیعت ٹھیک ہو جائے تو چلی جانا۔“
”ابھی اتنی جلدی میں فیصلہ نہیں کرسکتی ویسے بھی صبح اذان نے اسکول جانا ہے۔“
”اذان کو اسکول بھیج کر چلی جانا۔“
”آپا آپ کو عارض سے اتنی ہمدردی ہو رہی ہے۔“
”ہاں مگر اس کی وجہ تم ہو، تمہارا خوشیوں بھرا مستقبل ہے۔“ انہوں نے جواب دیا۔
”کون سا مستقبل؟“ وہ بے پروائی سے بولی۔
”سچ بتاؤ، کیا تمہارے دل میں اس کی محبت نہیں؟“ زینت آپا نے ایسا سوال کیا، کہ وہ لاجواب ہوگئی اور دائیں بائیں دیکھنے لگی۔
”شرمین آغا جی کے کہے کا پاس کرو، وہ بزرگ تھے ان کی وفات پر فاتحہ خوانی کے لیے کم از کم جانا چاہیے۔“
”ٹھیک ہے آپا، چلی جاؤں گی۔“ آپا کے مصر ہونے پر اسے ہاں کرنی پڑی۔
وہ آپا کو کیا بتاتی کہ وہ اندر سے کس قدر خلش محسوس کر رہی ہے۔ آغا جی مرتے دم تک اس کا نام لیتے رہے اور وہ انا کی دیوار توڑ کر جا نہ سکی۔ وہ ہمیشہ کے لیے چلے گئے اب کبھی لوٹ کر نہیں آئیں گے۔ یہ احساس ہی اسے شدید اذیت دے رہا تھا، اور یہ بھی سچ تھا کہ اس کے دل میں عارض کی محبت نے چٹکیاں لی تھیں۔ بار بار اسے دیکھا، آمنا سامنا ہونا اس کی محبت کا باعث ہی بنا تھا، اب تو ریت کی بھربھری سی کوئی دیوار درمیان میں حائل تھی۔

❀......◈......❀

باہر برآمدے سے لان تک لوگوں کی گہما گہمی تھی، گیٹ سے باہر سڑک کے دونوں جانب لمبی قطار میں گاڑیاں ہی گاڑیاں تھیں، شہر کے بااثر افراد میں آغا جان کا شمار ہوتا تھا اس لیے لوگ آ جا رہے تھے۔ وہ بھی چادر سر پر جمائے سب کے درمیان سے ہوتی جب اندر پہنچی تو اندر بھی بہت سے آدمی موجود تھے ان کے درمیان صفدر بھائی موجود تھے سب سے بات چیت بھی وہی کر رہے تھے۔ اسے تن تنہا اندر داخل ہونا اچھا نہیں لگا اچانک صفدر بھائی کی اس پر نظر پڑی تو وہ تیزی سے اس کی طرف آئے اور اشارے سے اپنے ساتھ لیے اندر کی طرف چل دیے دائیں ہاتھ آغا جی کا کمرہ تھا انہوں نے دروازہ کھول کر اسے اندر بھیجا اور خود دروازہ بند کرکے باہر سے ہی چلے گئے۔
اس کی آنکھیں ملگجے سے اندھیرے میں بھٹکیں کیونکہ باہر ابھی دن کا اجالا بھی تھا اور لائٹس بھی آن تھیں، جبکہ کمرے میں صرف زیرو پاور کا ایک بلب روشن تھا۔ اس نے اندازے سے بورڈ ٹٹول کر تمام بٹن دبائے تو کمرہ روشن ہوگیا۔ ساتھ ہی عارض نے آنکھوں پر بازو رکھ کر پہلے آنکھوں کو روشنی کا عادی کیا اور پھر مندی مندی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا الجھے بے ترتیب بال، سیاہ گہرے آنکھوں کے گرد حلقے، پپڑی زدہ ہونٹ بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ وہ تو بہت پرانا مریض لگ رہا تھا۔ وہ افسردہ سی آگے بڑھی تو وہ اٹھا اور پشت موڑ کر بولا۔
”بابا کا افسوس کرنے آئی ہو تو ہوگیا افسوس اب جا سکتی ہو۔“ اسے اندازہ بھی نہیں تھا کہ عارض اس قدر سرد مہری کا مظاہرہ کرے گا۔
”سوری مجھے افسوس ہے کہ میں نے اس رات آپ کا فون نہیں سنا۔“ وہ پہلی بار عارض کے روبرو شرمندگی محسوس کر رہی تھی۔
”اوکے۔“ اس نے مختصراً کہا۔

"کاش میں آغاجی کی بات سمجھ سکتی، مگر اب مجھے بہت افسوس ہو رہا ہے۔" اس نے خود ہی بتایا، وہ چپ رہا۔
"کچھ بولو گے نہیں؟"
"اب بولنے کو کیا بچا ہے، آغاجی چلے گئے اور بس۔" وہ پلٹا، آنسو بھری آنکھوں پر ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہوئے مگر موٹے موٹے آنسو بہہ نکلے اس کی اپنی آنکھیں بھی بھر آئیں۔
"اللہ کی یہی مرضی تھی اب صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں۔" وہ بولی۔
"یہ سب میری وجہ سے ہوا میں قصوروار ہوں، ہر طرح سے اس لیے مجھے صبر آنے میں وقت لگے گا۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔
"عارض آپ......!"
"پلیز آپ جائیں اب تو اس گھر میں ایسا کوئی نہیں رہا جس کی خاطر آپ آئیں۔" وہ یہ کہہ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ وہ مجرم بنی چند لمحے کھڑی رہی، اسی وقت صفدر بھائی وہیں آ گئے اور سب کچھ خود سمجھ کر بولے۔
"دیکھو عارض کی بات کا برا نہ مناؤ اسے اس کربناک فیز سے نکلنے کے لیے وقت لگے گا، تم حوصلے سے دلجوئی کرو، دو دن، دو راتیں ہو گئیں، اس نے کچھ نہیں کھایا تم کوشش کرو۔"
"مگر......میں......!"
"شرمین بہن، اب میں بھلا دو، عارض کو سہارے کی ضرورت ہے میری صلاح ہے کہ تم اور اذان دونوں اس کا دل بہلا سکتے ہو۔" صفدر بھائی کے کہنے پر اسے اذان کا خیال آیا۔
"صفدر بھائی اذان کو ہوم ورک کرانا ہے اور میری آفس کی بھی ایک امپورٹمنٹ اسائمنٹ ہے۔"
"میں اذان کو لے آتا ہوں۔"
"نہیں میں ساتھ چلتی ہوں بلکہ میں خود جا کر اسے لے آؤں گی کچھ کپڑے وغیرہ بھی لانے ہوں گے۔" اس نے دوسرے لفظوں میں آنے کی رضامندی دے دی۔ صفدر خوش ہو گیا، دوست کی خاطر تو وہ اپنی ماں اور بیٹے کو اکیلا چھوڑ کر بیٹھا تھا دن بھر میں کئی بار زیبا کے فون آتے رہے مگر اس نے کاٹ دیے وہ جانتا تھا کہ زیبا تڑپ رہی ہے بیٹے کی جدائی نے اسے ہلا کے رکھ دیا ہے۔ مگر اس اچانک سانحے نے اسے خود میں الجھا کے رکھا تھا اس وقت صرف اپنے دوست کی فکر تھی اسی لیے وہ شرمین کی منت کر رہا تھا۔
"صفدر بھائی عارض نے میری بڑی انسلٹ کی ہے ایسے میں میرا آنا مناسب تو نہیں لگتا۔"
"اس وقت اس کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں، بہت شدید اور بڑے صدمے سے دوچار ہے۔" صفدر نے عارض کی طرف سے اسے سمجھایا۔
"ٹھیک ہے میں اذان کو لے کر کل چکر لگاؤں گی۔"
"کل نہیں آج اسے بخار ہے میڈیسن نہیں کھا رہا۔" صفدر نے کہا تو وہ خاموش ہو گئی پتا نہیں کیوں اسے عارض کی انسلٹ بھی بری نہیں لگی تھی اور اس کا دل مچل رہا تھا کہ اسے اپنے لفظوں کی مٹھاس سے تسلی دے اپنے ہاتھوں سے نوالے بنا کر کھانا کھلائے شاید اسی طرح آغاجی کی روح خوش ہو جائے۔

❁......✵......❁

وہ چاہتی تو نہیں تھی کہ عارض کی طرف نہ جائے مگر اتفاق ایسا بن گیا اذان کرائے داروں کی طرف تھا کھیلتے ہوئے لان میں گرا تو اس کے گھٹنے اور ماتھے پر رگڑ آ گئی، شبانہ نے پائیوڈین تو لگا دی تھی لیکن اسے دیکھتے ہی وہ روتا ہوا بھاگا اور

اس سے لپٹ گیا۔
''ماما جی، مجھے درد ہو رہا ہے۔''
''ارے یہ کیسے ہوا؟'' وہ پریشان ہوکر دیکھنے لگی، شبانہ نے بتایا کہ بچے کھیل رہے تھے۔ اچانک اذان گر گیا، وہ اپنے پورشن کی طرف آئی مگر وہ بری طرح ٹھن ٹھن کر رہا تھا۔ وہ سنی ان سنی کرتی رہی۔
''ماما جی...... ماما جی...... ڈیڈی کے پاس جانا ہے۔''
''اللہ نہ کرے، اذان فضول باتیں نہیں کرتے۔'' اس نے اسے گھور کر کچھ ذرا سی سختی اختیار کی تو وہ سہم کر بولا۔
''ڈیڈی کو مس کررہا ہوں۔''
''ذرا سی چوٹ لگی تو آپ بزدلوں کی طرح رونے لگے، آپ تو ماما کے شیر بیٹے ہو۔'' اس نے دلار سے کہا اور اسے بیڈ پر لٹا کر کمبل اوڑھا دیا۔
''ڈیڈی کو بلاتی کیوں نہیں؟'' اس کی سوئی ڈیڈی پر اٹک گئی تھی۔ شرمین کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ اٹھ کر کچن میں گئی گرم دودھ میں اوولیٹن ملا کر لائی تو وہ صبیح احمد والی فوٹو سینے پر رکھے سو چکا تھا۔ اس کی آنکھیں جھلملا سی گئیں۔ پیار سے اس کی پیشانی چومی، فوٹو سائیڈ ٹیبل پر رکھی اور ذرا دیر کو اس کے برابر ہی لیٹ گئی۔
صبیح احمد کا دنیا سے جانا ایک ایسی کڑی حقیقت تھا کہ نہ وہ اس حقیقت کو چھپا سکتی تھی اور نہ بدل سکتی تھی۔
''شرمین، آخر کب تک اذان کو لاعلم رکھوگی، وہ جتنی تم سے محبت کرتا ہے اسی طرح اپنے باپ کی محبت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر اس کے سینے میں ہے۔ کبھی نہ کبھی تو یہ بتانا ہی ہے کہ صبیح احمد اس کے پیارے ڈیڈی۔ ہمیشہ کے لیے اسے تنہا چھوڑ کر گئے ہیں۔''
''یا میرے اللہ یہ کیسے میں کر پاؤں گی، کیسے یہ سچ بتاؤں گی، یہ تو بکھر جائے گا۔ بہتر تو یہ ہے کہ اسے بتا دوں لیکن یہ جان کر بھی تو ٹوٹ جائے گا۔'' وہ یہ سوچ کر تڑپ اٹھی، اس کی پیشانی چوم لی بالوں میں انگلیاں پھیریں پھر اسی پوزیشن میں سوگئی، بخار کی نقاہت اور دن بھر کی بے آرامی کے باعث نیند نے آدبوچا، اسے دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی، صفدر بھائی سے کیا گیا وعدہ بھول گئی اقرار دھرا کا دھرا رہ گیا، اس کا بھی تو کوئی قصور نہیں تھا، ایک اکیلی جان اور مسائل بے شمار سر اٹھائے رہتے تھے دو روز سے آفس بھی نہیں جارہی تھی، زینت آپا کی کاروبار سنبھالنے کی ضد اپنی جگہ تھی۔ اس نے اب تک کچھ بھی نہیں کیا تھا۔

❀ ❀ ❀

بیٹے کی جدائی نے اتنا بے قرار کیا کہ وہ ضد اور انا کے سب جھگڑے بھلا کر صفدر کے گھر پہنچ گئی، جہاں آرا بیگم اسے یوں سامان سمیت دیکھ کر حیران رہ گئیں۔
''بہو اگر عبدالصمد کو لے کر جانے کے لیے آئی ہو تو دروازے سے لوٹ جاؤ اور اگر گھر بسانے کا ارادہ ہے پچھلی روش بھلانے کا تہیہ کیا ہے تو اندر آجاؤ۔'' جہاں آرا بیگم نے خاصے تحکم سے دوٹوک بات کی تو وہ ان سے لپٹ گئی۔
''امی مجھے معاف کردیں، میں خود یہاں سے کہیں نہیں جانا چاہتی۔'' وہ روتے ہوئے بولی تو انہوں نے جھٹکے سے اسے پرے کیا اور کہا۔
''عورت جب گھر، بچے اور میاں کو شناخت بنالے تو پھر کوئی اسے گھر سے نہیں نکال سکتا صفدر ایسا چاہتا تو اب تک تمہیں تین حرف بھیج کر فارغ ہوچکا ہوتا۔'' وہ غصے سے بولیں۔
''امی میں ہر صورت اپنے بیٹے کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔''

''چلو جاؤ اپنے کمرے میں، صفدر آئے گا تو پہلے اس سے بات کرو، اس وقت تک عبدالصمد کو ہاتھ بھی نہیں لگانا۔''
انہوں نے کہا اور اپنے کمرے میں چلی گئیں۔
زیبا چند لمحے وہاں کھڑی رہی پھر صفدر کے کمرے کی طرف آ گئی کمرے میں لائٹس آن کیں کمرے کی فضا میں صفدر کے پرفیوم کی مہک رچی بسی تھی۔ بیڈ پر اس کی شرٹ پڑی تھی صوفے پر تولیہ رکھا تھا لگتا تھا کئی روز سے کمرے میں وہ آیا ہی نہیں، اس نے اپنا بیگ الماری میں رکھا کمرے میں پھیلے کپڑے، جوتے، جرابیں سمیٹیں، بیڈ شیٹ تبدیل کی تکیے کے کور بدلے ڈسٹنگ کی اور پھر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آ کھڑی ہوئی، ڈریسنگ ٹیبل پر صرف صفدر کے استعمال کی اشیا کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ اس نے دراز کھولی اس کا تمام تر سامان دراز میں تھا۔ باری باری سب چیزیں نکال کر ڈریسنگ ٹیبل پر رکھتے ہوئے من میں نت نئے جذبوں نے ہلچل مچائی تو اپنی جیولری دیکھنے کے لیے الماری لا کر کھولا۔ نازک زمرد جڑے آویزے دل کو چھو گئے انہیں ٹیبل پر رکھا بیگ سے کپڑے نکال کر ہینگرز میں ڈالے اور الماری کا حصہ بنا دیے، ہلکے فیروزی سوٹ کو اس وقت کے لیے منتخب کیا، واش روم میں گھسی تو کمرے کا دروازہ کھلا، پھر بھاری قدموں کی آواز بالکل واش روم کے باہر تھم گئی تو وہ دم سادھنے پر مجبور ہوگئی، کچھ لمحے گزرے تھے کہ باہر سے اس کی آواز آئی۔
''محترمہ صدیوں کا میل پھر کسی وقت اتار لینا، ابھی مجھے جلدی ہے۔'' لہجہ نہ سخت تھا نہ نرم وہ چینج کر چکی تھی گیلے بالوں کے ساتھ کھٹ سے دروازہ کھول کے باہر آ گئی تو بالشت بھر کے فاصلے پر وہ کھڑا تھا اسے یوں قریب پا کر وہ لجا سی گئی، گیلے بالوں سے پانی چہرے پر پڑ رہا تھا شانوں پر اتر رہا تھا وہ جلدی سے دور ہو کر بولا۔
''بال خشک کر لو بیمار پڑ جاؤ گی۔'' اس جملے میں شہد بھرا تھا وہ حیران رہ گئی، وہ اسے حیران دیکھ کر پھر بولا۔
''اجازت دو تو میں واش روم میں جاؤں۔'' وہ چونکی اور جلدی سے راستے سے ہٹ گئی، وہ اندر چلا گیا تو اس نے اس کے کہے پر عمل کیا بال تولیے سے رگڑ کر صاف کیے کانوں میں آویزے پہنے، کاجل کی لکیر سے آنکھیں مزید تیز دھار آلہ قتل بنائیں اور نج لپ اسٹک کی تہہ سے لبوں کو حسین بنایا اور ہاتھ میں ہیئر برش پکڑا ہی تھا کہ وہ باہر آ گیا اور ڈریسنگ ٹیبل کے قریب ہی پہنچ گیا۔ اس نے جگہ چھوڑ دی مگر اسے ایسا لگا کہ وہ اسی کو سر سے پیر تک گھور رہا ہے۔
''چائے لاؤں۔'' وہ سٹپٹا کر بے تکا سا بولی۔
''مجھے جانا ہے۔''
''مجھے بات کرنی ہے۔''
''وہ بات اپنی جگہ، باقی سب اپنی جگہ۔'' اس نے اپنے بال برش کرتے ہوئے کہا، وہ کچھ نہ سمجھی۔
''وہی باتیں ہیں کہ آپ مجھے جیسی ہوں کہ مطابق اپنے قدموں میں رہنے دیں یا پھر مجھے بھیجنا ہے تو میرا بیٹا دے دیں۔'' اس نے اصل مدعا بیان کیا۔
''میں چلتا ہوں رات باہر ہی رہوں گا۔'' اس نے کچھ توقف کے بعد کہا تو وہ بڑی ہمت سے بولی۔
''باہر۔''
''ہنہہ۔'' وہ بولا۔
''کہاں؟''
''ابھی یہ اختیار تو تمہیں میں نے دیا ہی نہیں۔'' وہ گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔
''کبھی تو دیں گے۔''

''اس کی ضرورت نہیں۔''

''مجھے ہے کیونکہ امی نے مجھے عبدالصمد کو دیکھنے بھی نہیں دیا کہ پہلے آپ سے معافی مانگوں۔''

''میرا دوست تنہا بخار میں پھنک رہا ہے۔'' وہ یہ کہہ باہر نکل گیا تو اسے قطعاً افسوس نہیں ہوا۔ کیونکہ آج پہلی بار وہ پیارا اپنا شوہر لگا تھا جو ناراض تھا، اس کی آنکھوں میں اپنائیت تھی، کوئی مخفی سی طلب تھی، یہی احساس اس کے بدن میں سرور کی طرح پھیل گیا۔

❀......◈......❀

ڈاکٹر کے انجکشن لگانے اور دوائیں دیے جانے کے بعد بھی عارض کے بخار کی شدت میں کمی نہ آئی تھی، صفدر نے ٹھنڈے پانی میں پٹیاں بھگو کر رکھنی شروع کیں تو کچھ دیر میں اس نے سرخ انگارہ آنکھیں کھول دیں۔

''شکر الحمدللہ یار بس کرو تم نے تو مجھے پریشان کر دیا ہے۔'' صفدر نے چھیڑا۔

''مت میری فکر کرو۔'' وہ بڑی مشکل سے بولا۔

''کیوں نہ کروں، ابھی تو تمہارے ولیمے کے چاول کھانے ہیں۔''

''ہنہہ، ولیمے کے یا قلوں کے۔'' وہ کرب سے مسکرایا تو صفدر پھٹ پڑا۔

''تمہارے منہ سے خرافات ہی نکلتی ہیں کوئی اچھی بات بھی کر لیا کرو۔''

''منہ ہی ایسا ہے۔''

''منہ تو اچھا ہے بس موڈ ٹھیک کرو، میں شرمین کو سمجھا رہا ہوں دوسری طرف تم نے یہ عجیب سا رویہ اپنا رکھا ہے۔''

''مت سمجھاؤ اسے، مجھے نہ اس کا احسان چاہیے اور نہ ہمدردی۔'' وہ تختی سے بولا۔

''اچھا، اچھا فی الحال ذہن پر بوجھ نہ ڈالو، نہ احسان ہے نہ ہمدردی، وہ تم سے محبت کرتی ہے تمہاری طرح۔'' صفدر نے مسکرا کر کہا مگر وہ سنجیدہ ہی رہا۔

''مجھے احساس جرم سے نجات نہیں تم محبتوں کی بات کرتے ہو۔'' نقاہت کے باعث آواز مدھم ہوگئی، تب صفدر نے اس کے چہرے کی معصومیت میں بڑی دور تک دیکھا، سوچا، اسے وہ ہر طرح سے معصوم لگا، اس کے دل نے گواہی دی کہ وہ بھلا کیسے زیبا کا گناہگار ہو سکتا ہے؟ یہ بھلا کیونکر شرمین کو بھلا سکتا ہے؟ یہ باتیں اس کے اندر کسمسا کر رہ گئیں، کچھ کہہ نہ سکا، کافی دیر بعد کچھ کھلانے کی غرض سے کچن میں آ گیا اس کے اور اپنے لیے چائے بنائی بسکٹ لیے اور کمرے میں آ گیا ملازم سو چکے تھے اس نے کسی کو آواز دینا مناسب نہ سمجھا۔

''عارض۔''

''ہنہہ۔''

''یار آنکھیں کھولو، چائے اور بسکٹ لے لو، کچھ تو کھاؤ۔''

''نہیں میرا دل نہیں چاہتا۔'' اس نے یہ کہہ کر چھت کی طرف نظریں مرکوز کر لیں۔

تب صفدر نے دکھ سے شرمین کے بارے میں سوچا کس قدر منت سماجت کے باوجود وہ نہیں آئی تھی۔

''عارض تمہیں مضبوط ہو کر زندگی کی طرف لوٹنا ہے۔''

''میرے بابا میری وجہ سے چلے گئے میں لوٹ کر کیا کروں؟ کون ہے جو اس صدمے سے چھڑائے، میں قاتل ہوں اپنے بابا کا اور شرمین کا نام نہ لیا کرو میرے سامنے اس نے بھی بابا کو دکھ دیا، اس کی وجہ بھی میں ہی ہوں۔'' وہ اکھڑی سانس کے ساتھ جوش میں بولتا چلا گیا۔

''کوئی کسی کو نہیں مارتا بابا کی اتنی ہی زندگی تھی تم اس بات کو تسلیم کرلو۔'' صفدر نے پیار سے کہا۔
''بس مجھے اپنے حال میں رہنے دو خود آستینوں میں، میں نے سانپ پالے ہیں، اس طرح اپنی حفاظت کی ہے میں نے۔'' وہ بولا۔
''سب ٹھیک ہوجائے گا۔ محبت ہی میں ہر طاقت موجود ہے۔'' صفدر نے اس کا خیال مثبت بنانے کی غرض سے کہا تو وہ کچھ نہ بولا۔
''شرمین کے نام نہ لینے کی آواز میں ہی تو یہ پیغام چھپا ہے کہ تم اس سے محبت کرتے ہو، اس کے منتظر ہو۔''
''نہیں، مجھے اس سے نہیں ملنا۔''
''چلو دیکھتے ہیں۔'' صفدر نے وقتی طور پر ہاں میں ہاں ملائی۔

❁......◈......❁

صفدر گھر پہنچا تو امی فجر کی نماز پڑھ رہی تھیں۔ عبدالصمدان کے بیڈ پر سویا تھا، وہ اپنے کمرے میں آ گیا کمرے میں مدہم روشنی تھی۔ بھینی بھینی پرفیوم کی مہک تھی اور بیڈ پر گہری نیند سوئی زیبا تھی۔ سینے پر ایک ہاتھ رکھے آنچل سے بے نیاز، تکیے پر بکھرے بال اور لبوں پر گلابی سی خاموشی بڑی عاشقانہ تھی۔ صفدر کا دل مٹھی میں لے جانے والی خوابیدہ جسم کی لطافت اسے پکار رہی تھی۔ مگر وہ پتھر کی مورت بنا کھڑا رہا۔ وہ ذرا کسمسائی تو وہ چونکا، جوتوں کے تسمے کھولے۔ اور اسی طرح بیڈ کی دوسری طرف تکیہ کھینچ کر کچھ دیر کے لیے لیٹ گیا، عارض کی تیمارداری کی تھکن اور شب بیداری کے اثرات تھے کہ چند لمحوں میں وہ گہری نیند سو گیا اور سوتے میں جانے کیسے ایک ہاتھ زیبا کے کندھے پر آ گیا۔
زیبا ہڑبڑا کے رہ گئی، صفدر کو بے ترتیب اپنے قریب خراٹے لیتا دیکھ کر متحیر سے اسے تکنے لگی۔ شادی کے بعد پہلی بار وہ بستر پر یوں اس کے قریب سویا تھا، بے اختیار ہی اس نے ہاتھ بڑھا کے اس کے بال سنوارے، مگر وہ نہیں جاگا، وہ بڑی دیر ایسے ہی اسے دیکھتی رہی کہ فون پر الارم بج اٹھنے کے ساتھ وہ گھبرا کر اٹھا اور پھر اسے دیکھ کر بڑے ضبط کے ساتھ بولا۔
''تھکن کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔'' بڑا ذومعنی جملہ تھا وہ کچھ نہ بولی وہ اٹھا اور واش روم میں گھس گیا، زیبا نے کچھ دیر دیکھا اور پھر سلیپر پیروں میں ڈال کر ناشتہ بنانے کی غرض سے کمرے سے باہر آ گئی۔ امی عبدالصمد کے ساتھ توتلی زبان میں باتیں کررہی تھیں وہ بے تاب ہو کر ان کے کمرے میں آ گئی۔
''السلام علیکم امی۔''
''وعلیکم السلام، کیا سمجھوں۔'' جہاں آرا نے سلام کے جواب کے ساتھ سوال کیا شاید ان کا مطلب یہ تھا کہ اس کے اور صفدر کے بیچ میں کیا طے پایا۔
''صفدر رات بھر گھر نہیں آئے۔''
''معلوم ہے مجھے...... پھر......!''
''پھر کیا اب آفس کی تیاری کررہے ہیں۔''
''مطلب کوئی بات نہیں ہوئی۔''
''امی وہ کچھ الجھے الجھے اور تھکے ہوئے ہیں۔''
''ظاہر ہے، عارض کی تیمارداری میں لگا ہے۔''
''امی، میں عبدالصمد کو اٹھالوں۔''

”جاؤ، جاکر میاں کے لیے ناشتہ بناؤ پہلے۔“ جہاں آرا نے اسے معاف نہیں کیا، صاف کھرے انداز میں کہا۔
”جی......!“ وہ عبدالصمد کی پیشانی چوم کر باہر آ گئی آنکھوں میں آئے موٹے موٹے آنسو ہتھیلی سے صاف کر کے کچن میں گھسی ہی تھی کہ وہ وہیں آ گیا۔
”میرے لیے کچھ نہ بنانا۔“
”کیوں؟“
”اس لیے کہ مجھے آفس سے دیر ہو رہی ہے۔“ وہ یہ کہہ کر پلٹا تو وہ بولی۔
”میرے آنے کی وجہ نہیں پوچھیں گے۔“
”ابھی خود اس پر غور کرو۔“ وہ گھور کر یہ کہتا ہوا باہر نکل گیا۔

❁......✿......❁

صبح اذان کا اسکول جانے کا موڈ نہیں تھا۔
ذراسی چوٹ نے اسے چھوٹا سا بچہ بنا دیا تھا وہ جگا رہی تھی اور وہ اس کے پہلو میں گھسا جا رہا تھا۔ کبھی کمبل منہ پر ڈال لیتا اور کبھی اس کا دوپٹہ کھینچ لیتا۔
”اذان، اٹھو یہ کاہلی نہیں چلے گی۔“
”اوہ ہنہہ، ماما بہت درد ہو رہا ہے۔“ وہ ٹھنکا۔
”بہادر بچے ایسے ہوتے ہیں۔“
”ماما جی، آج نہیں جانا۔“
”اچھا لیکن ماما نے تو آفس جانا ہے نا۔“
”آپ جائیں مجھے شبانہ آنٹی کے پاس چھوڑ جائیں۔“
”نہیں، ان کے بچے تو اسکول چلے جائیں گے۔“
”پھر میں نانو کے پاس چلا جاتا ہوں۔“ وہ جلدی سے بولا۔
”میں انہیں فون کر دیتی ہوں، ڈرائیور بھیج دیں گی۔“ اس نے یہ کہہ کر فون اٹھایا تو اس پر صفدر کا میسج موجود تھا۔
”شرمین بہن عارض کی بھوک ہڑتال اس کی بیماری میں اضافہ کر رہی ہے۔ اسے وقت دو، میں نے منت کی تھی مگر تم نہیں آئیں خدارا، میری گزارش سمجھنے کی کوشش کرو، وہ اپنے اندر باہر کی تنہائی سے لڑ رہا ہے۔“
میسج پڑھ کر وہ چپ سی کچھ سوچنے لگی کچھ شرمندگی سی بھی محسوس ہوئی پھر میسج کے جواب میں کچھ لکھے بنا اذان کی طرف دیکھا۔
”کیا ہوا ماما۔“
”اذان، آپ کو پتا ہے کہ نانا ابو اللہ میاں کے پاس چلے گئے ہیں۔“ اس نے بڑے مدھم لہجے میں بتایا۔
”اچھا، کیوں؟“ وہ بے ساختہ بولا۔
”بس اللہ ہمیں جب بلاتے ہیں تو جانا پڑتا ہے۔“
”اب وہ نہیں ہیں۔“
”نہیں میں آپ کو وہاں چھوڑ دیتی ہوں واپسی پر وہیں آ جاؤں گی۔“
”عارض انکل کے پاس، ہرے۔“ وہ خوشی سے اچھل پڑا۔

"ماما میں جلدی سے تیار ہو جاتا ہوں۔" اذان سب درد بھول بھال کر بیڈ سے اترا، شرمین کو ہنسی آ گئی، خود جلدی سے اٹھی چھوٹا سا بیگ نکالا اس میں اذان کے دو سوٹ اور کچھ ضروری چیزیں رکھیں، پھر ناشتہ بنانے چل دی، جلدی جلدی ناشتہ بنایا، اذان تیار ہو کر آیا تو اسے ٹیبل پر چھوڑ کے خود تیار ہونے چلی گئی، اذان بہت خوش ہو کر ناشتہ کر رہا تھا شرمین نے یہ بات خاص طور پر محسوس کی تھی، وہ شاید گھر میں بور ہو جاتا تھا یا پھر عارض کی کمپنی اسے پسند آئی تھی شرمین کو کچھ اچھا سا لگا تھا کہ اذان عارض کے پاس رہے گا تو وہ تنہائی سے باہر نکلے گا۔

❀......✺......❀

وہ گاڑی لاک کر کے سیدھی اندر آ گئی۔

عارض آغا جی کے کمرے میں ہی بند تھا، اذان ٹی وی لاؤنج میں کارٹون دیکھ رہا تھا اس کے ساتھ ٹرالی میں طرح طرح کی کھانے پینے کی چیزیں موجود تھیں، وہ ہر غم سے بے نیاز کھا رہا تھا اور نظریں ٹی وی پر مرکوز تھیں، اس نے رک کر اسے پیار کیا اور وہیں چھوڑ کر آغا جی کے کمرے میں آ گئی، وہ صوفے کی پشت سے سر ٹکائے آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا، پہلے سے زیادہ کمزور اور بیمار، تھوڑی تھوڑی دیر میں کھانسی بھی ہو رہی تھی، اس کے آنے کی اسے خبر نہیں ہوئی، تو وہ بالکل قریب پہنچ کر بولی۔

"کیسے ہو؟"

"ہوں آں۔" وہ چونکا۔

"اگر اذان کی وجہ سے ڈسٹرب ہو رہے تھے تو مجھے فون کر دینا تھا۔" اس نے چوٹ کی، کیونکہ اذان کو تو کمپنی دینے کے لیے بھیجا تھا جبکہ وہ باہر تھا اور یہ خود کمرے میں۔

"وہ میرے پاس بور ہو رہا تھا۔" وہ کچھ بے زاری سے بولا۔

"ٹھیک ہو۔"

"آپ اذان کو لے جائیں۔" اس نے رخ موڑ کر کہا۔

"دیکھو، مجھے بھی شوق نہیں یہاں آنے کا صفدر بھائی نے مجبور کیا تھا تو۔"

"تو صفدر کی آئندہ بات نہ سننا۔" یہ کہہ کر وہ بری طرح کھانسنے لگا سانس اکھڑنے لگی تو اس نے جلدی سے گلاس پانی کا بھر کے اس کے ہونٹوں سے لگا دیا ہاتھ اس کی پیشانی سے لگا تو پریشان ہو گئی، اسے تو اس وقت بھی سخت بخار تھا۔

"اٹھو، بستر پر لیٹو۔" وہ لحہ پہلے کی بات بھول کر اسے سہارا دے کر اٹھاتے ہوئے بولی، وہ لڑکھڑاتا چل کر بستر پر گر گیا، اس نے کمبل اس پر پھیلا دیا تکیہ سیدھا کر کے رکھا۔

"آغا جی تو نہیں رہے، پھر کیوں آئی ہو؟"

وہ غنودگی میں بڑبڑایا اس نے کوئی جواب نہیں دیا، چپ ہو گئی وہ غافل ہو گیا، کافی دیر اسی طرح خاموشی رہی پھر عارض کو کھانسی ہوئی تو اس سے نگاہیں چار ہوئیں۔

"حیرت...... حیرت بلانے پر، ...... آ ت ...... آتی نہ تھیں اور اب آ ...... آتی ہو۔" وہ ٹوٹے ہوئے لفظوں میں بولا۔

"کچھ کھانے کو لاتی ہوں۔" وہ سنی ان سنی کر کے اٹھی تو وہ ماتھے پر سلوٹیں ڈال کر بولا۔

"میرے آغا جی واپس نہیں آ ...... آ سکتے وہ پکار ...... پکارتے رہے، اب تمہیں ...... تمہیں نہیں ملنا۔"

"دوائیں لے رہے ہو۔" وہ پھر اس کی بات نظر انداز کر گئی۔

"زہر...... زہر۔"

”زہر کا شوق دوسروں پر آزماتے ہیں۔“ اس نے کچھ سختی سے کہا۔
”تو آزماؤ مجھ پر۔“ وہ بولا۔
”مجھے کوئی بحث نہیں کرنی۔“
”تو جاؤ۔“
”ٹھیک ہے۔“ وہ یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکلی اور کچن کی طرف آئی۔
ملازم نے اسے دیکھتے ہی کھانا لگانے کا پوچھا۔
”نہیں بس ایک کپ چائے بنالاؤ۔“ وہ یہ کہہ کر اذان کے پاس ٹی وی لاؤنج میں ہی بیٹھ گئی، اسے صفدر سے بات کر کے ہی جانا تھا۔

❁......✹......❁

آغا جی کے برابر والے اسی کمرے میں وہ اذان کے ساتھ آ گئی تھی، جانا چاہ رہی تھی لیکن صفدر نے فون کر کے روک دیا اور اپنے آنے تک کہیں نہ جانے کا کہہ دیا، وہ سخت الجھن کا شکار تھی، عارض متنفر تھا، اذان بھی بور ہور ہا تھا کھیل کھیل کے آخر کار سو گیا۔ وہ بھی پرانے نئے اخبار چاٹنے کے بعد بیڈ پر لیٹ گئی، تبھی زینت آپا کا فون آ گیا، وہ بہت پریشان تھیں، بوبی کار ایکسیڈنٹ میں زخمی ہو گیا تھا وہ بیٹے کی وجہ سے سخت صدمے سے دوچار تھیں اور صبح کی فلائٹ سے کینیڈا جا رہی تھیں۔ آنے کے بارے میں انہوں نے کچھ نہیں بتایا۔ بس اتنا کہا کہ کاروبار کی نیلامی تو رک گئی ہے۔ اب جو تم مناسب سمجھو اس کا جواب سنے بغیر ہی فون بند کر دیا، وہ نہ انکار کر سکی اور نہ اقرار، صرف اللہ تعالیٰ سے پوچھ بیٹھی۔
”یا اللہ یہ کیسی آزمائش ہے، میں تنہا کس کس محاذ پر لڑوں، سب مجھے کیوں آزما رہے ہیں، میں بھی انسان ہوں۔“ وہ جانتی تھی کہ اس کی ہمت کا امتحان زمانہ لے رہا ہے، اللہ نے تو ہائی اسکیل پر اسے ہمت اور قوت کی دولت سے مالا مال کیا تھا۔ اٹھی اور صدق دل سے پڑھا۔
”بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“ وہ بستر سے اٹھی اور اذان پر ٹھیک سے کمبل پھیلا کر کمرے سے باہر آ گئی جھٹ پٹے کا وقت تھا، وہ ٹہلتی ہوئی عارض کے کمرے کے سامنے سے گزری تو قدم آگے نہ اٹھ سکے اس کے کھانسنے کی آواز باہر آ رہی تھی، سوچا کہ نہ رکو، نہ سوچو لیکن پھر دل تڑپ کر مچلا کہ اسے دیکھو تو ایک دم اندر آ گئی، لائٹس آف تھیں وہ لائٹس آن کر کے جلدی سے اس کے سرہانے پہنچی، اوندھے منہ وہ کھانس رہا تھا، اس نے سر سیدھا کیا تو چونک اٹھی وہ تو بری طرح دہک رہا تھا۔
”یہ کیا حالت بنالی ہے؟“ وہ پریشانی میں کہہ گئی اس نے اس کا ہاتھ سر سے ہٹا کر جھٹکے سے چھوڑا اور کہا۔
”نہ...... نہیں...... چاہیے تمہاری تیمارداری۔“
”اپنا نہیں تو آغا جی کا خیال کرلو۔“ وہ برہمی سے بولی تو وہ اور بھی سیخ پا ہو گیا۔
”آغا جی کا تعلق مجھ سے تھا تمہیں پر...... پروا...... کرنے کی۔“ سانس پھول سا گیا آگے بول نہ سکا۔
”میں صرف اتنا چاہتی ہوں کہ تم اپنا علاج کراؤ، اپنا خیال رکھو۔“ وہ بھی برس پڑی۔
”ہنہہ، جاؤ بی بی تم نے گزرے وقت کو، کب ما...... معاف کی...... ایا......!“ وہ بمشکل تمام بولا۔
”یہ سب باتیں بعد میں بھی ہو سکتی ہیں، فی الحال اپنے ساتھ ظلم نہ کرو۔“
”ہاں میرے بعد، صرف با...... باتیں...... ہی ہوں گی۔“ وہ طنزیہ ہنسا۔
”نہیں میں نے اب کی بات کی ہے۔“

''جاؤ..... جاؤ میں خود کو سزا دے رہا ہوں...... تم جاؤ۔'' وہ ہمت کر کے اٹھا۔
''ٹھیک ہے تم نے کب کسی کی سنی ہے۔'' وہ موقع کی نزاکت کے پیش نظر ہولے سے بولی۔
''سنو میں نے آغا جان کو کو صدمہ دیا ہے میں خود کو معاف نہیں کروں گا۔'' وہ یہ کہہ کر اسے بیٹھا چھوڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ شرمین نے کرب سے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا، وہ حد درجہ کمزور ہو گیا تھا۔
اس کے قدموں میں جاتے وقت لڑکھڑاہٹ سی تھی۔ وہ رنجیدہ سی اس کا بستر ٹھیک کرنے لگی، تبھی وہ کمرے میں پھر آ گیا۔
''تم...... تم جاؤ، بس بہت ہو گیا'' وہ بولا تو اس کو غصہ آ گیا سب چھوڑ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

❀......●......❀

وہ شدت سے صفدر کی منتظر تھی۔
مگر وہ رات کے آٹھ بجے تک نہیں آیا تو اس نے جانے کا ارادہ کیا۔ اذان کو اٹھایا کندھوں پر شال لپیٹی اور پرس اٹھا کر کمرے سے نکلنے والی تھی کہ باہر گیٹ سے کسی گاڑی کی آمد ہوئی، چند لمحوں بعد صفدر بھائی آ گئے وہ اس کے کمرے میں جھانک کر شاید عارض کے پاس چلے گئے تو وہ چند لمحے مزید وہیں بیڈ پر ٹک گئی، ان کو مل کر ہی جانا تھا اذان بھی دوبارہ بیڈ پر لیٹ گیا، کچھ دیر بعد انہوں نے ملازم سے اسے عارض کے کمرے کے باہر ہی بلوایا تو اذان کو سمجھا کر وہ آ گئی۔
عارض کی حالت کے پیش نظر وہ فکر مند تھے، شرمین نے بات کرنے میں پہل نہیں کی۔
''عارض کی طبیعت ٹھیک نہیں، اسے اسپتال لے جانا چاہیے۔'' انہوں نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔
''میں کیا کہہ سکتی ہوں، مجھے تو آپ اجازت دیں۔'' اس نے دھیرے سے کہا۔
''شرمین۔''
''جی، صفدر بھائی میں عارض سے مزید اپنی انسلٹ نہیں کرا سکتی، وہ مجھ سے بات کرنا پسند نہیں کرتا، تو میں کیوں رہوں؟ ویسے بھی صبح اذان نے اسکول جانا ہے میں نے آفس جانا ہے۔'' وہ بولی۔
''ٹھیک ہے جائیں مرنے دیں اسے بھوکا پیاسا، اس نے محبت کو کھیل سمجھا تو آپ کون سا محبت کو عبادت سمجھ رہی ہیں اس کو انسان سمجھ کر آپ نے کون سا معاف کر دیا، کون سا محبت کا سوتا آپ کے اندر پھوٹ نکلا کہ آپ اس کی بے چارگی سے انتقام نہ لیں شوق سے جائیں میں بچا سکا تو بچا لوں گا ورنہ بہت سے لوگ رات دن مرتے ہیں۔'' صفدر کو جانے کیا ہوا کہ اچھا خاصا جذباتی ہو گیا۔
''سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کا دوست مرنا کیوں چاہتا ہے اور میرا کیا رشتہ ہے کہ میں اس کا خیال رکھوں۔'' وہ بھی پھٹ پڑی۔
''احساس جرم بہت بڑی سزا ہے وہ انسان جو یہ جان لے کہ اس کی وجہ سے اس کا باپ مرا ہے وہ جیتے جی مر جاتا ہے۔''
''یہ آپ دوست کے حوالے سے کہہ رہے ہیں۔ مگر میرا تجربہ کچھ اور ہے۔''
''بہر کیف، انسانی ہمدردی کے تحت ہی سہی اگر ہم دونوں اسے زندگی کی طرف لا سکیں تو کیا برا ہے؟'' وہ خاصی نرمی سے بولے۔
''صفدر بھائی، میں تنہا نہیں ہوں اب۔''
''اذان کو یہاں کیا مسئلہ ہے۔''

''وہ اکتایا ہوا ہے کیونکہ عارض اپنی دنیا میں گم ہے، آغا جی نہیں رہے وہ بور ہو رہا ہے۔''
''اسے ہی عارض کی بحالی صحت میں استعمال کرو، عارض اس وقت نفسیاتی مریض ہے، اسے ذہنی دباؤ سے نکالنے کے لیے اذان بہت کارگر ثابت ہوسکتا ہے۔''
''صفدر بھائی عارض بہت نفرت سے جانے کو کہہ چکا ہے۔''
''کہنے دو، تم نہیں جانتیں کہ عارض کی طرف میرا بھی کچھ حساب نکلتا ہے مگر یہ وقت نہیں، اپنے زخم تازہ کریں گے تو خودغرضی ہوگی۔''
''پھر۔''
''پھر یہ کہ آؤ آرام سے بیٹھو، کھانا لگواتا ہوں بلکہ عارض کے پاس بیٹھ کر کھاتے ہیں۔ اسے بھی کچھ تو کھانا چاہیے۔''
''ٹھیک ہے۔'' وہ بمشکل تمام رضامند ہوکر ان کے ساتھ پہلے باورچی خانے میں آئی خانساماں کو کھانا عارض کے کمرے میں لانے کو کہا اور پھر اذان کو ساتھ لینے کی غرض سے اپنے کمرے میں آگئی۔

❁......۞......❁

عارض کو ہوش ہی کہاں تھا۔ وہ تو بخار کی شدت میں غنودگی کی سی کیفیت میں تھا صفدر نے ڈاکٹر کو فون کیا، کھانا پینا سب ایک طرف پڑا رہ گیا۔ اس وقت اس کی طبیعت کے پیش نظر وہ دونوں ہی سخت فکرمند ہو رہے تھے۔ اذان سے شاید برداشت نہ ہوا، بیڈ پر چڑھا اور عارض کا سر دبانے لگا، اس کے الجھے الجھے بال سنوارنے لگا، اس کی محبت اور توجہ کا لمس تھا کہ اس نے سرخ آنکھوں کو نیم وا کر کے دیکھا اور پھر آنکھیں بند کرلیں۔
''عارض انکل...... انکل...... میں اذان ہوں۔'' بے اختیار ہی وہ اسے پکار کر دوبارہ آنکھیں کھولنے پر مجبور کرتا رہا۔ عارض کے ہاتھ میں جنبش سی ہوئی اس کا ننھا سا ہاتھ اپنے ہاتھ میں دبا لیا۔ اذان بہت خوش ہوکر مسکرانے لگا۔
''ماما دیکھیں انکل نے میرا ہاتھ پکڑ لیا ہے۔'' وہ پکارا تو وہ بھی ہولے سے مسکرادی۔ صفدر بھائی نے بھی مسکرا کر خوشی سے اس کی طرف دیکھا۔
''دیکھا تم نے۔'' وہ شرین سے بولے۔ وہ کچھ نہ بول سکی۔ اسی اثنا میں ڈاکٹر رفیق احمد آگئے، انہوں نے پوری توجہ سے عارض کا معائنہ کیا اور پھر کہا۔
''صفدر صاحب عارض صاحب کی بیماری اگر اور ہفتہ دس دن رہی تو دشواری میں اضافہ ہوگا، بخار، کھانسی، کمزوری سب مل ملا کر سنگین صورتحال پیدا کردیں گے، اگر کوئی دیکھ بھال نہیں کرسکتا تو اسپتال بہتر ہے وہاں کیئر تو ہوتی ہے۔''
''دراصل یہ نہ میڈیسن لیتا ہے اور نہ کچھ کھا رہا ہے۔''
''شاک میں ہیں، آغا جی بہت پیارے باپ تھے انہیں بھلانا آسان نہیں مگر انہیں اب بیماری سے بچائیں، کسی نرس کا گھر میں بندوبست کرلیں، وہ میڈیسن لکھتے ہوئے بولے۔
''ٹھیک ہے۔''

❁......۞......❁

کھانے کے برتن سمیٹ کر کچن میں رکھنے کے بعد وہ جہاں آرا کے کمرے میں آگئی، عبدالصمد کھیل رہا تھا اسے پیار کرنے لگی، جہاں آرا بولیں۔
''صفدر سے بات ہوئی۔''
''نہیں۔''

''وہ تمہاری وجہ سے باہر ہے کیا؟''
''مجھے نہیں معلوم۔''
''زیبا کیسی بیوی ہو، پوچھو فون کرو۔''
''ہنہہ اگر وہ میرا فون سنیں گے تو۔'' وہ دکھ سے بولی۔
''فون ملاؤ تو۔''
''جی بہتر۔'' وہ یہ کہہ کر اپنے کمرے میں آ گئی، موبائل فون اٹھا کر صفدر کا نمبر ملایا، تیسری بیل پر صفدر نے فون اٹینڈ کرلیا۔
''بولو۔'' اس کی آواز آئی۔
''امی آپ کا پوچھ رہی ہیں۔'' اس نے کہا۔
''تم ابھی یہیں ہو۔''
''چلی جاؤں؟''
''پتا نہیں۔'' مدہم آواز میں کہا گیا۔
''میرے مجرم کی محبت اتنی زیادہ ہے آپ کے لیے۔'' اس نے طنز کیا۔
''اس کا فیصلہ ہونا ابھی باقی ہے۔''
''کب پوچھیں گے۔''
''پھر یہی نتیجہ نکلا۔''
''ویسے ہی کہہ دیا۔''
''سو جاؤ۔''
''آپ کے بغیر۔'' بے اختیار ہی اس کے منہ سے نکلا مگر صفدر کے چاروں اطراف گھنٹیاں سی بج اٹھیں، دل کی دھڑکن تھم سی گئی، کچھ کہہ نہ سکا۔
''شب بخیر۔'' زیبا کو احساس ہو گیا جلدی سے کہا اور فون بند کر دیا وہ ایسا کیسے کہہ گئی یہ اسے خود نہیں پتا چلا، اتنی شہد میں لپٹی کیفیت کیسے طاری ہو گئی، سوچ کر ہی بدن میں جھرجھری سی پیدا ہو رہی تھی۔ طغیانی نے سر اٹھایا تو بے اختیار ہی صفدر کا تکیہ اس نے بازوؤں میں بھر کے سینے سے لگا لیا۔ اسے خوب چوما اور اپنے چہرے پر رکھ لیا۔
کس قدر حیران کن ہے یہ بات کہ نفرت کے سمندر میں ایک بوند بھی اگر محبت کی سما جائے تو سارے کا سارا پانی میٹھا ہو جاتا ہے زیبا کے لیے بھی صفدر کے چند جملوں سے میٹھے پانی کے چشمے پھوٹ نکلے تھے۔ حالانکہ ابھی وضاحتیں باقی تھیں، یہ فیصلہ بھی صفدر کے ہاتھوں میں تھا کہ وہ اس کے مجرم سے کچھ پوچھے کچھ جانے اور پھر جو چاہے کہہ دے۔ ہاتھ پکڑ کر گھر سے نکال دے یا پھر معاف کر کے گلے لگا لے۔

❁......✺......❁

ایک کرسی پر وہ سو گئی تھی، دوسری پر صفدر نے آنکھیں موند رکھی تھیں، اس نے چونک کر آنکھ کھلی تو اذان عارض کے سینے پر ہاتھ رکھے سو رہا تھا، عارض کی پرسکون نیند اس بات کی ترجمانی کر رہی تھی کہ ڈاکٹر کے انجکشن اور تبدیل شدہ میڈیسن نے کام کیا تھا اور پھر اسے سوپ پلانے میں بھی کامیاب ہو گئے تھے جو کہ اس کے کہنے پر اس نے نہیں بلکہ اذان کے کہنے پر پیا تھا اذان کو ذرا سا الگ کرنے کی کوشش میں اس کے بازو سے ہاتھ لگا تو وہ جاگ گیا وہ جلدی سے

پرے ہوگئی۔

''اذان آپ کو ڈسٹرب کررہا ہے۔'' وہ جلدی سے کہنے لگی تو اس نے ہاتھ کے اشارے سے منع کردیا، وہ پلٹنے لگی تو اس کی شال کا پلو ہاتھ سے پکڑ لیا اس نے دیکھا تو بولا۔

''پ...... پانی......!'' اس نے جلدی سے پانی کا گلاس اٹھا کر اس کے لبوں سے لگایا اس کے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔ اس نے گلاس تھام کر رکھا اور دوسرے ہاتھ سے اس کی گردن کو سہارا دیا پانی پی کر اس نے ملائم سی نظروں سے اسے دیکھا اور تشکر سے کہا۔

''شکر...... شکریہ۔'' وہ اس پر کچھ نہ بولی، کرسی پر بیٹھنے لگی تو وہ اذان کا ہاتھ سینے پر رکھ کر سوتا بن گیا۔ جبکہ وہ ان دونوں کو دیکھنے لگی۔ اذان کس قدر سکون سے سو رہا تھا، حالانکہ وہ اس کے قریب ہو کر سونے کا عادی تھا اور عارض کے چہرے پر بھی نرمی تھی محبت سی تھی وہ غصہ اور نفرت دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اسے کچھ اطمینان سا ہوا، صفدر بھائی نے پہلو بدلا تو اسے دیکھا پھر دھیرے سے بولے۔

''شرمین بہن، جا کر آرام سے سو جاؤ، میں یہاں ہوں ویسے بھی عارض کی طبیعت پہلے سے بہتر ہے، دیکھو دونوں کتنے سکون سے سوئے ہوئے ہیں۔''

''نہیں، میں ٹھیک ہوں آپ کچھ دیر سو لیں۔'' وہ بولی۔

''سو لیا ہوں۔'' وہ انگڑائی بھر کے بیٹھ گئے وہ اٹھ کر باہر چلی گئی تو ایک دم سے اسے زیبا کا جملہ یاد آ گیا۔

''تمہارے بغیر۔'' اور اس کو یہ سوچنا اچھا لگا زیبا کے لہجے میں کتنی پیاس سی تھی، اس نے مچلتے دل کو دبوچا اور کرسی کی پشت سے سر ٹکا کے آنکھوں میں زیبا کا سراپا لاتے ہوئے خود بخود سا ہونے لگا لیکن پھر ایک دم آنکھیں کھلیں تو عارض کو دیکھ کر دھیان اس طرف چلا گیا ابھی تو عارض سے پوچھنا باقی ہے۔'' چہرے پر غیر معمولی سنجیدگی سی چھا گئی، اگلے کئی گھنٹے سگریٹ پھونکتے ہوئے کوریڈور میں گزارے شرمین تہجد کی نماز پڑھ کر ذرا دیر باہر نکلی تو نہیں بے قراری سے ٹہلتے دیکھ کر پوچھ بیٹھی۔

''صفدر بھائی خیریت۔''

''ہنہہ ہاں، تم سوئی نہیں۔''

''میں تہجد پڑھ کر سونے لگی ہوں، مگر آپ۔''

''بس کچھ الجھنیں نہ سونے دیتی ہیں نہ جاگنے دیتی ہیں۔''

''بتائیں کیسی الجھن ہے۔''

''بتائی بھی نہیں جاسکتی، بس گھر کا رستہ بھول گیا ہوں۔'' وہ بڑی عجیب سی کیفیت سے دوچار تھا۔

''صفدر بھائی، آپ کو بھی گھر جانا چاہیے۔''

''ہنہہ...... لیکن عارض ذرا سنبھل جائے۔''

''آپ کی محبت دیکھ کر مجھے حیرت ہوتی ہے۔''

''محبت حیرت کی نہیں یقین کی حیثیت رکھتی ہے۔'' وہ یہ کہہ کر اس کو غور سے دیکھنے لگا، تو وہ ان کے جملے کو سوچنے لگی۔

❁......✿......❁
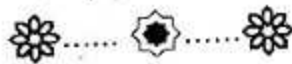
صفدر نے ٹھیک کہا تھا۔

”محبت یقین کی چیز ہے۔“ اس نے کروٹیں بدلتے اس لفظ پر غور کیا اور یہی وجہ تھی کہ صبح بڑی مشکل سے اس نے اذان سمیت جانے کا فیصلہ کیا، دل تو یہی چاہتا تھا کہ اپنے اندر کی محبت کا یقین ٹٹولے، نہ جائے مگر مجبوری تھی، اس نے عارض کے خاص ملازم حاکم خان کو بڑے سلیقے سے سمجھایا کہ عارض کا بہت اچھی طرح خیال رکھیے گا، میں جارہی ہوں کوئی مسئلہ ہو تو فوراً اس نمبر پر فون کرلینا۔ میں آجاؤں گی بس دواؤں کا کھانے پینے کا خیال رکھنا، حاکم خان نے بڑے توانا انداز میں اس کے سامنے اثبات میں گردن ہلائی، وہ دھیرے سے اذان کو ساتھ لے کر نکل آئی، صفدر بھائی ابھی اس کے کمرے میں موجود تھے۔ اسے کچھ تسلی سی تھی کہ وہ خود عارض کا خیال رکھیں گے۔

اس کی مجبوری ملازمت اور اذان تھے۔ اس نے اسے تیار کیا، ناشتہ کرایا خود جلدی سے چینج کیا اور پھر جب وہ باہر نکل رہی تھی تب کرائے داروں کے پورشن کے سامنے سے گزرتے ہوئے شبانہ سامنے آ گئی۔

”السلام علیکم۔“

”وعلیکم السلام۔“ وہ رک گئی۔

”کل آپ کی دو مہمان آئی تھیں۔“ شبانہ نے بتایا۔

”کون؟“ اسے حیرت ہوئی۔

”میں تو پوچھ ہی نہ سکی کیونکہ اس وقت میں کچن میں بزی تھی میرے شوہر نے گیٹ کھولا تھا پھر آنے کا کہہ گئی ہیں۔“ شبانہ نے تفصیل دی۔

”اچھا، کون ہوسکتی ہیں بھلا......؟“ وہ سوچ میں پڑ گئی۔

”شاید آپ کی سسرالی ہوں۔“ شبانہ نے کہا تو وہ ٹھٹکی سی گئی کوئی جواب نہ بن پڑا تو آگے بڑھ گئی۔

”ماما کون ہوں گی؟“ اذان نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں معلوم۔“ اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔

”ڈیڈی نے بھیجا ہوگا۔“

”نہیں بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے۔“

”ماما ہم آج پھر عارض انکل کے گھر جائیں گے؟“

”نہیں روز روز تو نہیں جاتے نا۔“

”وہ بیمار جو ہیں۔“ اس نے گویا تیمارداری یاد دلائی۔

”اچھا چھوڑیں آپ۔“

”ڈیڈی کو بلالیں پھر ہم خوب مزہ کیا کریں گے۔“ وہ نجانے کیوں اچانک یہ کہہ گیا شرمین اس کی معصوم سی خواہش پر افسردہ سی ہوگئی اسے احساس ہوا کہ وہ اپنے ڈیڈی کو مس کرتا ہے۔ بھول نہیں پایا۔ شاید وہ یہ حقیقت بھول جاتی تھی کہ اذان اپنے باپ کو بھلا کیسے بھول پائے گا۔

”بہت اچھے طریقے سے پڑھائی کرنی ہے اور لنچ بھی کرنا ہے۔“ اسکول کے گیٹ پر اتار کے اس نے پیار سے تاکید کی تو وہ اسے ہاتھ ہلاتا ہوا گیٹ عبور کر گیا۔ وہ بڑی دیر گاڑی میں سے گیٹ گھورتی رہی۔ گیٹ بند بھی ہوگیا مگر اس کی نظریں اسی پر جمی تھیں اور ذہن میں اتھل پتھل ہورہی تھی۔

”ایک نہ ایک دن تو اذان کو پتا چلنا ہی ہے کہ صبیح احمد مر چکے ہیں پھر میں کیوں بتا نہیں دیتی۔“ اس نے خود سے کہا۔ ”یہ صدمہ اذان برداشت نہیں کرپائے گا۔“ وہ جواب بھی خود ہی دے کر مطمئن ہوگئی۔

❀......❀......❀

کشف کچن کے کاموں سے فارغ ہوکر نگہت آپا کے پاس آگئی ذہن میں شرمین سے متعلق کچھ الٹا سیدھا چل رہا تھا جو اس نے بتانا تھا نگہت آپا تو اپنا بیگ تیار کرکے فارغ ہوئی تھیں۔

''ویسے مجھے رات بھر نیند نہیں آئی۔'' کشف نے کہا۔

''کیوں؟''

''شرمین بڑی گھنی ہے اس نے مجھے بتایا ہی نہیں کہ اس کی شادی ہوگئی اور بیٹا بھی ہے۔''

''ہنہہ، اسی لیے تو میں صبیح کو اس سے دور رکھنے کی کوشش کرتی تھی۔'' نگہت آپا بولیں۔

''مجھے تو یہ بھی شک ہوتا تھا کہ بھائی جان نے اس سے شادی کررکھی ہے۔'' کشف نے کہا۔

''خیر کچھ بھی کہو ہمارا بھائی ہمارے حکم کو نہیں ٹالتا تھا۔'' نگہت آپا نے فخر سے گردن اکڑا کر کہا۔

''کاش فریحہ قدر کرتی نجانے اذان کس حال میں ہوگا۔''

''ارے اذان تو انگلینڈ میں ہی ہے فریحہ نامراد کے پاس نہیں ہے۔'' نگہت آپا نے کہا۔

''اوہ ہنہہ، نہیں اذان کو بھائی جان نے اپنے کسی دوست کے پاس بھیجا تھا یہاں پاکستان۔''

''ہیں۔''

''ہاں کچھ کچھ شک پڑتا ہے کہ بھائی جان کے شرمین سے رابطے تھے اس جادوگرنی کے سحر میں گرفتار تھے وہ۔''

''لگتا تو نہیں۔''

''مجھے تو ایسا ہی لگتا ہے اذان اس کے پاس ہی نہ ہو۔'' کشف نے مکار نظریں گھمائیں۔

''اچھا پھر تو صبیح سب کچھ اس کے نام کرگیا ہوگا۔'' نگہت آپا نے سنجیدگی سے کہا۔

''ہوسکتا ہے۔''

''تو پتا کرنا تھا میں تو بحرین سے روز روز نہیں آسکتی۔'' نگہت آپا نے کہا۔

''اچھا خیر اب فون کرکے شرمین کے پاس جاؤں گی۔''

''اب تو مجھے بھی ایسا ہی لگ رہا ہے کہ صبیح احمد نے بیٹے کو اسی کے پاس نہ بھیج دیا ہو۔'' نگہت آپا بولیں۔

''ویسے شرمین نے بھائی جان کی شادی کے بعد کنارا کرلیا تھا۔''

''ارے چھوڑو کروڑوں کی اسامی تھی سب اس بلی کے پاس رکھ گیا ہوگا۔ تم آج کل میں کھوج لگاؤ۔'' انہوں نے کہا تو کشف نے اثبات میں گردن ہلادی۔

''اور ہاں اگر اذان اس کے پاس ہو تو فوراً اپنے پاس لے آنا ہمارا بھتیجا ہے ہمارا خون ہے ہم سے بہتر کون رکھے گا اور ہمارے بھائی کے پیسے پر اس کا کیا حق؟'' نگہت آپا نے اچھا خاصا زہر نکالا۔

''بے فکر ہوجائیں، فوراً اپنے ساتھ لے آؤں گی۔''

''مجھے فون پر بتانا اب مجھے چلنا چاہیے، فلائٹ کا وقت ہوگیا ہے۔'' وہ یہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

''آپ چلیں میں بیگ بھجواتی ہوں۔'' کشف نے بھی اٹھتے ہوئے ملازم کو ہدایت کی۔

❀......❀......❀

آفس سے صفدر دوبارہ گھر آیا اور سیدھا کمرے میں آ گیا زیبا الماری سیٹ کررہی تھی، پشت پر کھلے بال لہرا رہے تھے۔ اس کی اچٹتی سی نگاہ پڑی تو وہ ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگا۔ وہ پلٹی تو اسے خیال آیا۔

''میری الماری میں کیا ہے تمہارا؟'' بے خیالی میں عجیب سی بات کہہ گیا۔
''آپ..... آپ ہیں اس کمرے میں۔'' وہ بڑی سنجیدگی سے کہہ کر بستر کی چادر بدلنے لگی۔
''کچھ فلسفہ بولنے لگی ہو۔''
''میرا مطلب یہ ہے کہ سب کچھ آپ کا ہے۔''
''ابھی سب کچھ تو میرا نہیں ہوا۔'' وہ بولا۔
''جانتی ہوں لیکن پرامید ہوں۔'' اس نے جواب دیا۔
''مطلب۔''
''ننھی کا رشتہ طے ہونا ہے ہمیں بلایا ہے اماں نے۔'' وہ بات ٹال کر بولی۔
''تو جاؤ، مجھے بتانے کی کیا ضرورت تھی، بلکہ وہیں رہو یہاں رہنے کی ضرورت کیا ہے؟'' اس نے اتنی سختی سے کہا کہ وہ حیران رہ گئی، وہ موڈ آف کے ساتھ الماری سے کپڑے نکالنے کی کوشش کرنے لگا، بالکل غائب دماغ کے ساتھ الٹے سیدھے ہاتھ مارنے لگا، بہت سے کپڑے الماری سے باہر فرش پر گر گئے۔
''لائیں کیا چاہیے میں نکال دیتی ہوں۔''
''رہنے دو، جاؤ یہاں سے۔'' وہ گرجا۔
''توبہ ہے۔''
''ہنہہ۔'' وہ کڑھ کر پھر کام میں مصروف ہوگیا۔
''آپ نہیں جائیں گے۔''
''نہیں۔''
''کیوں۔''
''ہماری اتنی بے تکلفی نہیں۔''
''معلوم ہے اماں پوچھیں گی تو اس لیے پوچھا ہے۔''
''بتا دینا کہ ہمارے درمیان ایسا کچھ نہیں۔''
''پھر تو وہ میرا جینا دوبھر کردیں گی۔''
''تو سچ بتا دینا۔'' اس نے تین شرٹس اور تین پینٹس نکالتے ہوئے جواب دیا۔
''کہیں جارہے ہیں۔''
''جی ہاں، آفس ٹور ہے بھوربن جارہا ہوں۔'' اس نے بیگ اٹھایا۔
''میرے بغیر۔'' اس نے پوچھا۔
''یہ کیا ہوگیا ہے تمہیں میرے بغیر تمہارے بغیر۔'' وہ اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے بولا تو وہ نظریں چرا گئی۔
''کاش میرے لیے زندگی اتنی حسین بنائی ہوتی تم نے۔'' ایک دم ہی وہ یہ کہہ کر بےزاری سے بیگ میں کپڑے، شیونگ کٹ جرابیں وغیرہ ٹھونسنے لگا۔
''یہ میری بدنصیبی ہی ہے۔'' وہ شرمندہ سی ہوکر جانے لگی تو صفدر نے بے اختیار پکار لیا۔
''بدنصیبی تو اس روز ہوگی جب عارض سے بات کریں گے۔'' وہ یہ کہہ کر چلا گیا، تب وہ اس کے جانے کے بعد بند

ہوجانے والا دروازہ ہی دیکھتی رہ گئی کتنے ہی آنسو چھلک کر صفدر کے تکیے میں جذب ہوگئے تکیے سے صفدر کی خوشبو آرہی تھی، تبھی امی عبدالصمد کو لیے اس کے پاس آگئیں تو وہ آنکھیں صاف کرکے اپنی تیاری کرنے لگی، دیر ہورہی تھی، اسے اب امی کے ساتھ ہی جانا تھا۔

❀......❀......❀

صفدر نے ضروری سمجھا کہ کچھ دیر رک کر عارض کی خیریت معلوم کرتا جائے مگر عارض اپنے ہواس میں نہیں تھا چلا اٹھا۔ ''جاؤ اپنے گھر اپنی جنت میں کیا لینے آئے ہو یہاں؟''

''سوری یار تم سوئے ہوئے تھے میرے آفس سے فون آنے لگے تو۔''

''کہیں بھی جاؤ، مجھے پروا نہیں گھر......دفتر......!''

''گھر کو تم نے گھر رہنے نہیں دیا۔'' جانے کیوں صفدر کی زبان سے پھسل گیا تو وہ بھڑک پڑا۔

''کیوں میں نے کیا کردیا، تمہارے گھر میں۔''

''خود سے پوچھو اس وقت میں تمہیں ہرٹ کرنا نہیں چاہتا۔'' صفدر کو بھی غصہ آگیا۔

''بولو، ابھی بتاؤ، مت پروا کرو۔'' عارض پر دیوانگی طاری تھی۔

''عارض چل کرو پلیز، اس وقت میں جلدی میں ہوں۔'' صفدر نے ضبط کے ساتھ نرمی کا مظاہرہ کیا مگر عارض کو بیماری اور صدمے نے بہت جذباتی کردیا تھا وہ برس پڑا۔

''تمہیں بتا کر جانا ہوگا تم اور شرمین جو کررہے ہو میرے ساتھ میں تنگ آگیا ہوں۔''

''عارض......عارض کیا ہوگیا ہے تمہیں میں کیوں تمہیں یہ سمجھا رہا ہوں۔'' صفدر نے اس وقت بھی صبر اختیار کیا۔

''جاؤ جاؤ کوئی نہ ملے مجھے۔'' وہ ایک دم دھکے دینے لگا۔ تو صفدر کو طیش آگیا۔

''عارض مت میرا صبر آزماؤ، اگر میں نے منہ کا تالا کھول دیا تو کچھ نہیں بچے گا تمہارے پاس، گھن کھاؤ گے اپنے وجود سے۔''

''میں جاننا چاہتا ہوں، بولو، منہ کھولو۔''

''دیکھو عارض اس وقت میں جلدی میں ہوں آکر بات کروں گا۔'' صفدر نے پھر طویل سانس بھر کے نرمی سے کہا۔

''نہیں بتاؤ اور پھر نکل جاؤ۔''

''تو سنو تم نے میری بیوی کی عصمت تار تار کی، اسے نفرتوں کا نشان بنادیا، میرا گھر تمہاری وجہ سے تاریکی میں ڈوبا ہے، بولو اور کچھ بھی کہو، جواب دو کیوں درندے بنے تم۔'' صفدر سچ مچ بھول گیا کہ وہ عزیز دوست عارض سے یہ سب کہہ رہا ہے۔''

''وہاٹ کیا بولا تم نے میں نے......آئی کل یو باسٹرڈ۔'' عارض آپے سے باہر ہوکر اس پر چڑھ دوڑا، گریبان پکڑ لیا، مگر چیخنے چلانے کی وجہ سے سانس اکھڑا اور کھانسی کا دورہ سا پڑ گیا۔

''گریبان چھوڑو میرا سچ کا سامنا کرو۔'' صفدر نے پوری قوت سے گریبان آزاد کرایا۔

''یہ غلاظت......غلاظت میرے لیے تم نے کہی، وہ بھی اپنی بیوی کے لیے۔'' وہ پھولی سانس کے ساتھ بہت حیرت سے بولا۔

''ہاں تمہاری درندگی کے بعد وہ میری بیوی بنی اور میرے گھر کی بربادی شروع ہوگئی۔''

''یہ کیسی بکواس ہے تم ہوش میں تو ہو۔'' عارض کا اشتعال بڑھتا چلا جارہا تھا۔

''میں ہوش میں تھا اور ہوں تم میرے صبر کو داد دو، اتنے عرصے میں تمہیں کہہ نہ سکا مگر آج تم نے مجبور کر دیا۔'' صفدر نے جانے کے ارادے سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

''یہ بکواس کرنے کی جرأت بھی کیسے کی، بولو؟''

''اپنے ماضی میں زیبا کا نام اور وجود تلاش کرو پھر مجھ سے بات کرنا۔'' صفدر نے کہا۔

''شٹ اپ وہ میری بھابی ہیں ان کے لیے کہا تم نے۔''

''جب تم نے اپنی ہوس کا نشانہ بنایا اس وقت وہ تمہاری محبوبہ تھی۔'' صفدر خونخوار نگاہوں سے گھورتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

''تمہیں اس ذلت کی معافی مانگنی ہوگی۔ سمجھے تم۔'' عارض شدت سے چلایا کہ باہر تک اس کی آواز پہنچ گئی۔

❀......✹......❀

غم زندگی نے لا کر ہمیں اس جگہ پر مارا
جہاں اس طرف کنارا نہ ہے اس طرف کنارا
یہ عجیب سا جہاں ہے یہاں سب ڈسے ہوئے ہیں
کوئی دشمنی کا مارا کوئی دوستی کا مارا

سنتے ہیں قیامت بڑی کڑی ہوگی، اس میں نفسا نفسی کا عالم ہوگا رشتے گم ہو جائیں گے کڑی مسافت کا آغاز ہوگا سب ایک دوسرے سے اجنبی ہوں گے۔ قیامت رشتوں کے لیے دو دھاری تلوار ثابت ہوگی، سچ یہی ہے کہ جب زمانے میں رشتے بدلتے ہیں تو قیامت ہی بپا ہوتی ہے عارض کے دل پر دماغ پر قیامت ہی ٹوٹی تھی کہ اس کی ذات اس کا وجود کرچی کرچی ہو کر گویا فرش پر بکھر گیا تھا نہ بصارت پر یقین ہو رہا تھا اور نہ سماعت پر بھروسہ ہو رہا تھا جو کچھ، کچھ دیر پہلے جگری دوست کہہ کر گیا تھا اس پر کلیجہ شق تو ہو سکتا تھا سنبھل نہیں سکتا تھا۔ وہ صوفے کی پشت سے سر ٹکائے ندامت اور افسوس کے سمندر میں ڈبکیاں کھا رہا تھا۔ صفدر نے اتنی بڑی بات کس یقین سے کی، بنا اس سے پوچھے وہ تو اس کے کھائے پیئے کا شاہد تھا اتنا گھناؤنا الزام لگا کر گیا کہ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ رسی گلے میں ڈال کر جھول جائے اس قدر تذلیل کے بعد دنیا ہی چھوڑ دے لیکن بابا کی ایک بات اسے اچھی طرح یاد تھی کہ ''ندامت کے باعث دنیا چھوڑنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کو ملنے والی ندامت سچ ہے۔''

''صفدر میرے دوست، میرے یار تو نے مجھے ذرا نہ سمجھا اتنا گھٹیا الزام لگا دیا، میں کیسے اپنی نظروں میں اٹھ سکوں گا؟'' بے اختیار ہی اس کی آنکھیں نم ہو گئیں، دوست بھی گیا عزت سادات بھی گئی لاکھ صفائیاں دی جائیں صفدر کے دل سے بدگمانی کبھی نہیں جائے گی۔

''میرے دوست تو نے بھی مجھے زندہ درگور کر دیا مگر تمہیں بتانا پڑے گا کہ یہ گھٹیا الزام کس نے لگایا ہے۔ کیا بھابی نے نہیں وہ بھلا کیسے یہ کہہ سکتی ہیں۔ میں ضرور پوچھوں گا صفدر تم میرے گناہگار ہو میں تمہیں اس وقت تک معاف نہیں کروں گا جب تک تم اپنے کہے پر شرمندہ ہو کر مجھ سے معافی نہ مانگ لو۔'' غم و غصے کے عالم میں اس کی بند مٹھیوں میں ایک طوفان چھپا تھا۔

❀......✹......❀

وہ آفس سے نکلی ہی تھی کہ عارض کے ملازم کا فون آ گیا اس نے گاڑی سڑک کے ایک طرف روک کر فون اٹینڈ کیا، ''ہیلو۔'' وہ بولی۔

”بی بی جی صاحب نے کھانے کی ٹرے پھینک دی ہے نہ ناشتہ کیا اور نہ کھانا کھایا کمرہ بند کرلیا ہے، آپ آجائیں جلدی۔“ ملازم نے پریشانی میں ایک ہی سانس میں سب کہہ دیا۔

”تو صفدر صاحب کو فون کردیں۔“

”وہ تو شہر میں نہیں ہیں ویسے بھی لڑائی کرکے گئے ہیں۔“ اس نے بتایا۔

”کیوں؟“

”پتا نہیں جی بس غصے میں گئے ہیں اور صاحب بھی چلا رہے تھے۔“

”اچھا میں کیا کرسکتی ہوں؟“

”آپ نے کہا تھا کہ آپ کو بتاؤں۔“

”ٹھیک ہے میں کچھ دیر بعد آتی ہوں۔“ اس نے کہا اور فون بند کردیا۔

اذان کو اسکول سے گھر چھوڑ کر آئی تھی، اس کی خیر خبر لینا ضروری تھا اس خیال سے پہلے وہ گھر کی طرف آ گئی اذان مزے سے شبانہ کے بچوں کے ساتھ لان میں ہی کھیل رہا تھا۔ وہ اس کے پاس گئی تو وہ اس سے لپٹتے ہوئے بولا۔

”ماما ابھی کشف پھپو آئی تھیں۔“ اسے جھٹکا سا لگا۔

”کیا......؟“

”ہاں نا، وہ پھر آئیں گی۔“

”آپ کو کس نے کہا کہ وہ آپ کی پھپو ہیں۔“ ایک گولہ سا اس کے حلق میں پھنس گیا سخت پریشان ہوکر اسے اپنی طرف لے آئی۔

”وہ کہہ رہی تھیں کہ میں کچھ بھی نہیں جانتا۔“

”کیا مطلب؟“ وہ چونکی۔

”پتا نہیں، بس کہہ رہی تھیں کہ میں کچھ نہیں جانتا۔“ اذان نے بے پروائی سے پھر جملہ دہرا دیا اور اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ دل بیٹھنے لگا بے اختیار ہی اسے سینے سے لگا کے چومنے لگی۔

اذان معصوم صورت بنائے اس کا پریشان چہرہ دیکھتا رہا۔

”ماما...... آپ کو اچھا نہیں لگا۔“

”چلو کچھ دیر آرام کرو، پھر ہوم ورک بھی کرنا ہے۔“ اس نے ٹالا۔

وہ بیڈ پر دراز ہوگیا اور وہ صبیح احمد کی تصویر گھورنے لگی۔

”تو گویا تم اذان کا حق کشف کو بھی دے گئے۔“ اس کے ذہن میں خیال آیا۔

دل بری طرح گھبرانے لگا گھبراہٹ میں صرف ٹہل ہی سکتی تھی سو کمرے میں ٹہلنے لگی، زندگی کے اس لمحے میں کیا کرنا ہوگا اب یہ سوال سامنے تھا۔

❁......۞......❁

کشف کے آنے کی وجہ سے وہ اس قدر پریشان ہوئی کہ نہ کھانا کھایا نہ چائے پی نہ عارض کی طرف جانے کا خیال آیا بس کچھ کیا تو فقط اتنا کہ صبیح احمد کی تصویر چھپا دی، سامان سب چھپا دیا۔ یہ سوچے بنا کہ اذان تو خود ایک کھلی حقیقت ہے۔ اس کے بعد کیا بتانا اور کیا چھپانا، اگر کچھ چھپا سکتی تو کشف کا نام سن کر ہی منکر ہوجاتی۔ انجان بن جاتی، لیکن ایسا نہیں کرسکی جس کا مطلب یہی تھا کہ وہ جھوٹ بولنے کی عادی نہیں تھی، اسے زیادہ ٹینشن اذان کی تھی کہ اسے صبیح احمد

کے بارے میں کچھ نہیں پتا اگر اسے پتا چلا تو صدمہ ہوگا اس کا اعتبار اٹھ جائے گا، اعتبار اٹھ جانے کا مطلب تھا کہ دوبارہ کسی کے خلوص پر بھی اعتبار نہ کرنا۔

اذان معصوم تھا وہ نہیں جانتا تھا کہ شرمین نے صبیح احمد کی وفات کو اس سے کیوں چھپایا کاش وہ پہلے دن ہی بتا دیتی تو وہ قبول کرلیتا مگر اب تو معاملہ اور ہوگیا تھا۔

''کیا کیا جائے؟'' وہ سوچ سوچ کر الجھ سی گئی، عین اسی وقت عارض کے ملازم کا دوبارہ فون آیا تو اس نے فوری طور پر ایک فیصلہ کرلیا۔ سوٹ کیس میں اپنے اور اذان کے کپڑے رکھے ضروری سامان رکھا، اذان کا بیگ پیک کر کے رکھا، اذان کو جگایا اور شبانہ کو شہر سے باہر جانے کا بتا کر گاڑی اسٹارٹ کی اذان سوال کرتا رہا۔ لیکن وہ خاموشی سے گاڑی چلاتی رہی اس کے ذہن میں تھا کہ ایک دو روز عارض کی تیمارداری کرنے کے بعد زینت آپا کے گھر شفٹ ہونا ہے تاکہ جتنے دن کشف سے اذان کو چھپایا جاسکے چھپالیا جائے۔ خیال مناسب نہیں تھا مگر مجبوری تھی۔ کشف کو اکیلے میں مناسب طریقے سے اعتماد میں لینے کی ضرورت تھی پھر اذان کو سمجھا بجھا کر دیا جاسکتا تھا، کشف کا اذان پر حق تھا لیکن اذان پر اس کا حق بھی تو صبیح احمد نے ثابت کردیا تھا بلکہ اس پر اذان کا حق مقرر کردیا تھا وہ بھی بنا کسی شریک کے وہ اس کی اکیلی وارث بنادی گئی تھی، یہ کشف کہاں سے اذان کے بارے میں سن کر ایک دم سے آ گئی۔

''یا اللہ میرے مقدر میں اب اس معصوم سہارے کو تو میرا ہی لکھ دے میں اس کے باپ کے سامنے سرخرو ہونا چاہتی ہوں، مجھے اس سے انسیت ہوگئی ہے، مجھے اس سے بہت محبت ہوگئی ہے اسے مجھ سے جدا نہ کرنا۔'' اس نے صدق دل سے دعا کی، عارض کے گیٹ تک پہنچتے ہوئے اللہ نے اس کا دل اطمینان سے بھر دیا تھا۔

(ان شاءاللہ باقی آئندہ ماہ)

تیرے عشق نچایا
نگہت عبداللہ
READING
Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

قسط نمبر 5

لِلہ! آپ مجھ سے محبت نہ کیجیے
دو روز ہی میں آپ کا چہرہ اتر گیا
پہلے تو زندگی کی تمنا تھی عشق میں
اب ڈھونڈتا ہوں کہ میرا قاتل کدھر گیا

﴿گزشتہ قسط کا خلاصہ﴾

خان جنید اور صبا کی شادی سے ان کے بچے خوش نہیں ہوتے لیکن انہیں اب اس کی پروا نہیں کیونکہ انہوں نے یہ شادی بنٹی کی خاطر کی ہے تاکہ وہ اسے بہتر طور پر سنبھال سکے۔ آصف جاہ، خان جنید کے دوست کا بیٹا ہے جسے انہوں نے اپنی اولاد کی طرح پالا ہے وہ صبا کی آمد سے کافی خوش ہوتا ہے۔ جاذب کی زبانی راحیلہ خاتون کو صبا کی شادی کا علم ہوتا ہے جب ہی وہ فلیٹ پہنچ کر تمام حالات کا جائزہ لیتی ہیں۔ ثریا صبا کی شادی کے بعد اب قدرے مطمئن نظر آتی ہے، صبا اپنی اس نئی زندگی کی خوشیوں میں خان جنید کو بھی شریک کرنا چاہتی ہے لیکن عمروں کا فرق ان کے رشتے میں اکثر حائل ہوجاتا ہے۔

نشا محسن کی طرف سے دن بدن بے پروا ہوتی جاتی ہے ایسے میں جلال احمد واضح الفاظ میں اسے سرزنش کرتے ہیں اسی دوران احسن بھی وطن لوٹ آتا ہے۔ ڈاکٹر تانیہ اس کی آمد سے بے حد خوش ہوتی ہے دوسری طرف احسن بھی نشاء کو مونی کا خیال رکھنے کی تاکید کرتا ہے لیکن وہ سب باتوں کو نظر انداز کرتی اپنے گھر چلی آتی ہے۔ اچانک ثریا کی کال آنے پر وہ بے تحاشہ خوشی میں اپنی ماں سے ملنے ان کے فلیٹ پہنچ جاتی ہے۔ ثریا کو اس کا نمبر مسز زینب شاہ سے مل جاتا ہے جب ہی وہ صبا کو بھی اپنے پاس بلا لیتی ہیں دونوں بہنیں طویل عرصے بعد ایک دوسرے کے ساتھ بے حد خوش ہوتی ہیں اور اپنے دکھ سکھ شیئر کرتی ہیں، صبا خان جنید سے اپنی شادی اور راحیلہ خاتون اور ماموں کے ناروا سلوک کے متعلق بتاتی ہے جبکہ نشا کے پاس بھی بتانے کو بہت کچھ ہوتا ہے مگر وہ خاموشی اختیار کر لیتی ہے۔

بلال احمد کو نشا اور ثریا کی ملاقات کا علم ہوتا ہے تو وہ حیران رہ جاتے ہیں۔ دوسری طرف محسن نشا کو گھر آنے کا کہتا ہے جس پر وہ جلد آنے کا کہہ کر فون بند کر دیتی ہے مریم کی دوستی ریان سے ہوجاتی ہے اور ہر گزرتے دن ان کا رشتہ مضبوط ہوتا جاتا ہے۔

﴿اب آگے پڑھیے﴾

❤□❤......❤□❤

تانیہ کتنے دنوں سے انہیں بلا رہی تھی اور وہ کوئی نہ کوئی بہانا کر دیتے تھے وہ قصداً اس سے گریز کر رہے تھے۔ یہ نہیں تھا کہ وہ اس سے ملنا نہیں چاہتے تھے، لیکن وہ جو چاہتی تھی اس کے لیے وہ تیار نہیں تھے۔ یعنی شادی کے بارے میں انہوں نے سوچا ہی نہیں تھا اور اگر تانیہ نے از خود ان سے امیدیں وابستہ کر لی تھیں تو یہ اس کی غلطی تھی۔ اس وقت اس کے کتنے فون آچکے تھے۔ وہ پہلے جھنجلائے پھر کچھ سوچ کر اس کے پاس آئے تھے۔

''کیوں بھاگ رہے ہو مجھ سے؟'' تانیہ نے چھوٹتے ہی کہا تو انہوں نے بھی بات کو گھمایا نہیں بے حد سنجیدہ ہو کر بولے۔

''دیکھو تانیہ میں Honesty تم سے کہہ رہا ہوں کہ

میرے انتظار میں تم اپنی عمر مت گنواؤ۔“

”تمہارا مطلب ہے مجھے شادی کر لینی چاہیے۔“ اس کے شاکی ہونے پر وہ زچ ہوئے۔

”ہاں میرا یہی مطلب ہے۔“

”یہی بات میں تم سے کہوں، تم کیوں نہیں شادی کرتے؟“ وہ جرح پر اتر آئی۔

”میرے شادی نہ کرنے کی وجہ ہے۔“

”وہی تو پوچھ رہی ہوں اب کیا وجہ ہے؟“

”وہی جو پہلے تھی، یعنی میرا بھائی۔ میں اس کی طرف سے غافل نہیں ہو سکتا۔ شادی کر لوں گا تو فطری بات ہے میری توجہ بٹ جائے گی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میری بیوی کو میرا اپنے بھائی کے ساتھ اٹیچ ہونا پسند نہ آئے۔“ انہوں نے بہت ضبط سے کہا تو وہ کچھ دیر انہیں دیکھتی رہی پھر کہنے لگی۔

”تم ایسا کیوں سوچتے ہو احسن، یہ کیوں نہیں سوچتے کہ تمہاری بیوی تمہارا ساتھ بھی دے سکتی ہے۔“

احسن خاموشی سے اسے دیکھنے لگے اور وہ جانے کیا سمجھ کر بولی تھی۔

”تم شاید مجھ سے کوئی وعدہ لینا چاہتے ہو ہچکچا کیوں رہے ہو احسن، جو کہنا ہے کہہ ڈالو۔“

وہ نفی میں سر ہلا کر دوسری سمت دیکھنے لگے اب اس لڑکی کو کیا بتائیں۔

”ایمانداری سے بتاؤ احسن، تمہیں واقعی اپنے بھائی کا خیال ہے یا کوئی اور بات ہے۔“ تانیہ نے پوچھا اور ان کے ایکدم دیکھنے پر جیسے سمجھ کر بولی تھی۔

”تو اور بات ہے۔“

”نہیں اور کوئی بات نہیں ہے۔“ انہوں نے سختی سے انکار کیا، اور اس کی کھوجتی نظروں سے گھبرا کر فوراً وہاں سے نکل آئے تھے۔

تانیہ سے تو انہوں نے کہہ دیا تھا کہ اور کوئی بات نہیں ہے لیکن خود کو باور نہیں کر پا رہے تھے۔ جانے گھٹن فضا میں تھی یا ان کے اندر، گھنٹوں بے مقصد سڑکوں پر گاڑی دوڑاتے رہے۔ شام سے رات ہوگئی، جب گھر لوٹے تو ساجدہ بیگم انتظار میں اور پریشان بھی تھیں۔

”کہاں چلے گئے تھے؟“ ساجدہ بیگم نے انہیں دیکھتے ہی پوچھا اور جواب میں بے ساختہ سوال تھا۔

”نشاء آ گئی؟“

”نہیں، اس کا کوئی اتا پتہ نہیں ہے۔ محسن جھوٹ بول رہا ہے مجھ سے۔“ ساجدہ بیگم نے فکرمندی سے کہا تو وہ سمجھے نہیں۔

”کیا مطلب، مونی کیا جھوٹ بول رہا ہے؟“

”وہ کہتا ہے نشاء سے فون پر بات ہوئی ہے لیکن مجھے نہیں لگ رہا، پتا نہیں کیوں وہ اس کی ہر بات چھپاتا ہے۔ اس کی کوتاہیوں کا الزام اپنے سر لے لیتا ہے۔“ انہوں نے خاموشی سے ساجدہ بیگم کی بات سنی پھر جیب سے سیل فون نکال کر نشاء کو کال ملائی اور پاور آف سن کر ہونٹ بھینچے تھے کہ ساجدہ بیگم سمجھ کر بولیں۔

”دیکھا، وہ فون بند کیے بیٹھی ہے۔“

”آپ لوگوں نے بھی تو زیادتی کی ہے اس کے ساتھ۔“ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی کہہ گئے تو ساجدہ بیگم تڑپ کر بولیں۔

”میں نے نہیں صرف تمہارے ابو نے۔ میں نے تو انہیں بہت سمجھانے کی کوشش کی تھی۔ یہ بھی بتایا تھا کہ تم نشاء کے لیے کہہ گئے تھے، لیکن وہ مانے ہی نہیں، یہی کہتے رہے کہ اگر تمہاری اور نشاء کی شادی ہوگئی تو پھر تم دونوں مونی کا خیال نہیں رکھو گے۔“

”بس کریں امی۔“ وہ ان باتوں سے تنگ آ کر اٹھ کھڑے ہوئے، پھر جاتے جاتے بولے تھے۔

”پریشان مت ہوں، آ جائے گی نشاء۔“

❤ ◻ ❤ ...... ❤ ◻ ❤

شام میں سلیم احمد پوری فیملی کے ساتھ آ گئے تھے تو پھر ثریا نے انہیں رات کے کھانے پر روک لیا تھا۔ راحیلہ خاتون نشاء سے کرید کرید کر اس کے دادھیال سے متعلق سوال کرنے لگیں تو اس نے گھبرا کر کچن میں پناہ لی تھی۔ صبا

نے جو نقشہ ان کا کھینچا تھا وہ اس سے کہیں بڑھ کر تھیں اور اسے جاذب بھی کوئی خاص نہیں لگا تھا' جب ہی اس نے شکر کیا کہ صبا کی شادی اس سے نہیں ہوئی۔

''تم صبا سے بہت مختلف ہو۔'' کھانے کے بعد جب وہ چائے بنا رہی تھی تو نگار کچن میں اس کے پاس آ گئی تھی۔

''ظاہر ہے وہ ننھیال میں رہی ہے اور میں ددھیال میں' مختلف تو ہوں گی ہی۔'' وہ ٹرے میں کپ رکھتے ہوئے سیدھے سادے انداز میں بولی تھی۔

''تمہیں پتا ہے صبا جاذب کو پسند کرتی تھی۔'' نگار نے جانے کیا جتانے کی کوشش کی تھی۔

''اچھا! اور جاذب بھائی.....؟'' اس نے ناگواری چھپا کر انجان بنتے ہوئے پوچھا۔

''جاذب تو بہت سیدھا ہے.....'' نگار ابھی کچھ اور بھی کہتی کہ وہ بول پڑی۔

''ہاں لگ رہے ہیں۔'' اس کے ساتھ ہی اس نے ٹرے اٹھالی۔ ''چلیں چائے پی لیں۔'' پھر چائے کے بعد بھی وہ لوگ کتنی دیر بیٹھے رہے۔ راحیلہ خاتون ثریا سے جانے کیا راز و نیاز کر رہی تھیں وہ تو ان کے جانے کے بعد ثریا نے بتایا کہ راحیلہ خاتون جاذب اور نگار کے لیے ڈیفنس کے رشتے چاہتی ہیں اور ان کے خیال میں ثریا اس سلسلے میں کوشش کر سکتی ہے۔

''حد ہوتی ہے امی مطلب پرستی کی۔ مامی جی آپ کے ساتھ اپنا سلوک بھول گئیں۔''

اس نے کہا تو ثریا افسوس سے بولیں۔

''دنیا ایسی ہی ہے بیٹا' رشتوں ناتوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ سب کچھ پیسہ ہی ہے۔'' پھر اس کا گال چھو کر بولیں۔ ''چھوڑو ان باتوں کو یہ بتاؤ تم تھک تو نہیں گئیں' شام سے کچن میں کھڑی تھیں۔''

''ارے نہیں امی' کھانا پکانے میں بھی کوئی تھکتا ہے۔ میں اپنے گھر میں بھی پکاتی ہوں۔'' اس نے ثریا کو اطمینان دلایا۔

''سارا کام تم کرتی ہو؟'' ثریا کو تشویش نہیں تھی' اشتیاق تھا۔

''نہیں اوپر کے کام ملازمہ شانی کرتی ہے' اور پہلے تو کھانا پکانے کے لیے بوا تھیں وہ چلی گئیں تو اب میں پکاتی ہوں۔ تائی امی بھی پکا لیتی ہیں' لیکن مجھے اچھا نہیں لگتا ان کا کام کرنا۔'' اس نے بتایا تو ثریا خوش ہو کر بولیں۔

''شاباش بیٹا! مجھے خوشی ہے تمہاری تائی امی نے تمہاری اچھی تربیت کی۔ انہیں کبھی شکایت کا موقع نہ دینا۔'' اس نے سر جھکالیا تو پوچھنے لگیں۔

''محسن کا فون آیا؟''

''جی..... نہیں۔ میرا مطلب ہے انہوں نے فون کیا تو ہوگا لیکن میرا سیل فون آف ہے۔'' وہ اندر سے خائف ہو گئی تھی۔

''کیوں بیٹری لو ہے۔ جاؤ پہلے فون چارج کرو۔'' ثریا کہہ کر نماز کے لیے اٹھ گئیں تو اس نے موبائل چارج پر تو لگا دیا لیکن آن نہیں کیا تھا۔ اور اس سے پہلے کہ ثریا نماز سے فارغ ہو کر آتیں وہ سونے کے لیے لیٹ گئی۔ حالانکہ نیند کا دور دور تک نام و نشان نہیں تھا۔ آنکھوں پر بازو رکھ کر وہ جانے کس سے چھپنا چاہ رہی تھی۔ شاید ثریا کے سوالوں سے۔

''میں امی کو کیسے بتاؤں کہ میرے ساتھ کیا ہوا ہے؟ میں نے تو ایسا نہیں چاہا تھا۔'' اس نے سوچا تو اس تمام عرصے میں پہلی بار دل نے ٹوکا تھا۔

''یہ صحیح ہے کہ تم نے ایسا نہیں چاہا تھا لیکن اب جبکہ تمہاری زندگی کا مرکز ہی ایک روگی شخص ٹھہرا ہے تو پھر اس کے دامن میں محبتوں کے پھول ڈالنے میں تمہیں اعتراض کیوں ہے؟''

''میرے ساتھ زیادتی ہوئی ہے..... اپنے ضمیر کی عدالت میں وہ سرخرو ہونا چاہتی تھی۔

''اس سے کہیں بڑی زیادتی تم اس شخص کے ساتھ کر رہی ہو جس کا جرم یہ ہے کہ وہ تمہارے التفات کو محبت پر محمول کر کے تم سے بڑھ کر تمہیں چاہنے لگا ہے۔ اگر تم اس سے محبت نہیں کر سکتیں تو اس کی محبت قبول کر لو۔ وہ مایوس

اور ٹوٹا ہوا شخص پھر سے جی اٹھے گا۔"
وہ نہیں نہیں کی تکرار کرنا چاہتی تھی کہ سماعتوں پر دستک ہونے لگی۔
"واقعی محبت میں بڑی طاقت ہے' مردوں کو زندہ کردیتی ہے۔ مجھے دیکھو میں جو ٹوٹا ہوا شکستہ سا اور اپنے آپ سے حد درجہ مایوس انسان تھا' تمہاری محبت کا احساس ملتے ہی جی اٹھا ہوں۔"
اس کا دل ڈوبنے لگا۔
"میرے گمان میں بھی نہیں تھا کہ کبھی میری زندگی میں بھی بہار آسکتی ہے۔ تمہاری محبت نے تو اچانک ایسے پھول کھلائے ہیں کہ میں صرف چند برس نہیں بلکہ برسہا برس جینے کی تمنا کرنے لگا ہوں۔"
"کتنی بری ہوں میں....." ایک پل میں ڈھیر ساری ندامتوں نے آن گھیرا۔ "پتا نہیں کس کس کی زیادتی کا بدلہ اس سے لے رہی ہوں' جس کا سرے سے کوئی قصور ہی نہیں۔
"مونی....." ہونٹوں کی بے آواز جنبش کے ساتھ وہ جھٹکے سے اٹھی اور تیزی سے کمرے سے نکلی تھی۔
ثریا جاء نماز پر بیٹھی نماز کے بعد تسبیح میں مصروف تھیں۔
"امی' مجھے گھر جانا ہے۔" اس نے ثریا کے قریب گھٹنے ٹیک دیئے۔
"ابھی کیا فون آیا ہے گھر سے؟" ثریا نے نرمی سے پوچھا۔
"جی وہ.....بس آپ ڈرائیور سے کہیں مجھے گھر چھوڑ آئے۔"
"صبح چلی جانا بیٹا۔" ثریا نے وال کلاک پر نظر ڈال کر کہا۔
"نہیں امی مونی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے میں ابھی جاؤں گی۔" وہ بہت حساس ہو رہی تھی۔ ثریا اثبات میں سر ہلا کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔
"میں پھر جلدی آؤں گی امی۔" وہ ثریا کے گلے لگ گئی پھر اس کے ساتھ نیچے آئی تو ثریا نے ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ اسے رخصت کیا تھا۔
تمام راستہ اس پر عجیب سی کیفیت طاری رہی تھی۔ کبھی محسن کے ساتھ اپنے نامناسب اور ہتک آمیز رویے پر دل رونے لگتا' اور کبھی اس کی محبتوں میں کھو جاتی' جب گاڑی رکی تب وہ چونکنے کے ساتھ ہی اتر آئی۔ اور اچھا ہوا جو چوکیدار نے اسے دیکھ کر گیٹ کھول دیا یوں وہ فوری کسی کا سامنا ہونے سے بچ گئی اور سیدھی اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہی رک گئی۔
محسن بیڈ کراؤن پر سر رکھے آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا۔ چند لمحے اسے دیکھتی رہی پھر ایکدم بڑھ کر اس کے سینے پر سر رکھ کر رونے لگی تو وہ چونکنے کے ساتھ ہی پریشان ہوگیا۔
"نشاء' کیا ہوا ہے نشاء' تم رو کیوں رہی ہو؟"
"میں بہت بری ہوں مونی' آپ کا خیال نہیں کرتی' چھوڑ کر چلی جاتی ہوں آپ کو۔" وہ روتے ہوئے بولی تھی۔
"کس نے کہا چھوڑ کر چلی جاتی ہو' تم تو ہر دم میرے پاس رہتی ہو۔" محسن کی آواز بوجھل تھی۔
"اتنی محبت....." وہ اس کے سینے سے سر اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ "کیوں کرتے ہیں آپ مجھ سے اتنی محبت' کیا کرتی ہوں میں آپ کے لیے۔ سوائے آپ کی دل آزاری کے' میں نے کیا ہی کیا ہے؟"
"نہیں نشاء' مجھے تمہاری کوئی بات بری نہیں لگتی۔ کڑوا بولنا تمہارا حق ہے کیوں کہ میں اس طرح تمہارے ساتھ نہیں چل سکتا جیسا تم چاہتی ہوگی۔" وہ ابھی بھی اسے سرخرو کر رہا تھا۔
"میں کچھ نہیں چاہتی۔ بس آپ مجھے معاف کردیں۔ بہت تنگ کیا ہے میں نے آپ کو۔" محسن اس کے چہرے پر آئے بال ہٹانے لگا تو وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔
"معاف کردیں مونی' میں تایا ابو کی زیادتی کا بدلہ آپ سے لیتی رہی ہوں۔"
"ابو کی زیادتی کیا کیا ہے انہوں نے؟" محسن نے

حیران ہو کر پوچھا تو وہ ایکدم ٹپٹا گئی پھر سنبھل کر بولی تھی۔

''وہ مجھے ڈانٹتے ہیں کہ میں آپ کا خیال نہیں رکھتی۔''

''کس نے کہا ان سے' ایک تم ہی تو میرا خیال رکھتی ہو۔''

''نہیں مونی...... میں واقعی آپ کی طرف سے بہت غافل ہوگئی تھی' لیکن اب ایسا نہیں ہوگا' آپ پلیز مجھے معاف کردیں۔'' وہ اس کا ہاتھ آنکھوں سے لگا کر رو پڑی۔

''بے وقوف...... محسن نے اسے اپنی بانہوں میں بھینچ لیا اور اس کے سر پر ٹھوڑی ٹکاتے ہوئے بولا۔ ''سچ کہوں نشاء میں تمہارے بنا نہیں رہ سکتا۔''

''اب میں کہیں نہیں جاؤں گی۔ بس وہ امی......'' وہ ایکدم اس سے الگ ہو کر اسے ثریا کے بارے میں بتانے لگی تھی۔

❤□❤......❤□❤
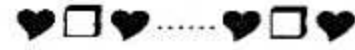
اس کا سارا سکون اچانک درہم برہم ہوگیا تھا۔ متضاد کیفیات نے اسے ڈسٹرب کردیا اور یہ ساری ڈسٹربنس آصف جاہ کی وجہ سے تھی۔ جس کی باتوں بلکہ ہر ہر انداز سے بھرپور زندگی کا احساس ملتا تھا۔ وہ چاہتی بھی تو اسے نظر انداز نہیں کرسکتی تھی۔ کیونکہ وہ اس گھر میں اس کے آس پاس رہتا تھا۔ اس گھر کے فرد کی طرح تھا اور ابھی تک کسی شکایت کا موقع نہیں دیا تھا۔ وہ جو کہتی بڑے آرام سے مان لیتا' بالکل کسی سعادت مند بچے کی طرح' لیکن کسی وقت یوں ہوتا کہ وہ اچانک اس پر حاوی ہوجاتا اور ایسے ہی لمحوں میں وہ پریشان ہوجاتی تو بھاگ کر خان جنید کی پناہوں میں چھپنے کی کوشش کرتی بڑی مضبوط پناہ گاہ تھی غیر معمولی تحفظ کا احساس بخشتی ہوئی اور اب جانے کیا ہوا تھا کہ اس پناہ گاہ میں آنے سے پہلے اسے بہت سی آرزوؤں کو بھینٹ چڑھانا پڑتا تھا۔ جیسے شام میں وہ کیسے سرسری انداز میں پوچھ رہا تھا۔

''آپ کی شادی آپ کی مرضی سے ہوئی یا گھر والوں نے زبردستی کی تھی؟''

''میری مرضی سے۔'' وہ فوراً بولی تھی۔

''واقعی' کیا آپ کو اپنی پسند ناپسند بتانے کا اختیار حاصل تھا۔'' وہ بے حد حیران ہوا اور وہ سمجھی نہیں جب ہی گردن اکڑا کر بولی تھی۔

''جناب' میری فیملی کوئی اتنی بیک ورڈ نہیں ہے۔''

''پھر آپ نے اس شادی پر اعتراض کیوں نہیں کیا؟'' آصف جاہ کے الجھنے پر وہ سمجھی تھی کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے تب پہلے ذرا سا ہنسی اس کے بعد کہا تھا۔

''تم یہ کہنا چاہتے ہو ناں کہ خان مجھ سے بہت بڑے ہیں تو ایسا ہے آصف جاہ کہ مجھے ہمیشہ سے میچور لوگ پسند رہے ہیں اس لیے جب شادی کی بات ہوئی تو میں نے تمہارے جیسوں کو چھوڑ کر خان کا انتخاب کیا۔'' ایسے موقعوں پر جب وہ کچھ جتانا چاہتا تھا تو وہ بدلہ ضرور لیتی تھی۔ جب ہی تمہارے جیسوں کہا تو وہ اسے نظروں کی گرفت میں لے کر بولا۔

''آپ کو پتا ہی نہیں کہ میرے جیسے زندگی میں کیسے رنگ بھرتے ہیں۔''

''اچھا......'' اس نے ہنستے ہوئے اس کی بات کو اڑانا چاہا تھا کہ اس نے اچانک اس کا ہاتھ تھام کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ بس ایک پل اس کے بعد فوراً احساس ہونے پر وہ اس کا ہاتھ چھوڑ کر خود ہی پیچھے ہٹ گیا' لیکن اس ایک پل کی گرفت مضبوط تھی' کہ وہ ابھی تک اس سے نکل نہیں پائی تھی۔

رات نصف سے زیادہ بیت چکی تھی۔ ذہنی انتشار کے باعث اس کا سر درد سے پھٹنے لگا۔ آنکھوں کے پپوٹے الگ بھاری ہوگئے تھے۔ تب دھیرے سے خان جنید کا ہاتھ تھام کر اس نے اپنی آنکھوں پر رکھ لیا تو یوں لگا جیسے دہکتے انگاروں پر نرم نرم پھوار پڑنے لگی ہو اور خان جنید کو غالباً تپش کا احساس ہوا تھا فوراً اٹھ گئے اور اس کی آنکھوں پر رکھا اپنا ہاتھ ذرا سا نیچے کر کے اس کا چہرہ اپنی طرف موڑتے ہوئے تشویش سے بولے۔

''صبا' تمہیں بخار ہو رہا ہے' تم نے بتایا نہیں۔'' اس کی آنکھوں میں اس روانی سے پانی اترا کہ کناروں سے

چھلک گیا۔

''ارے!'' وہ نرمی سے اس کے آنسو سمیٹ کر بولے۔

''ٹھہرو میں کوئی ٹیبلٹ دیکھتا ہوں۔''

''نہیں...... میں سونا چاہتی ہوں۔'' اس نے کروٹ بدل کر ان کے سینے میں منہ چھپالیا تھا۔

صبح تک اس کا بخار تیز ہو چکا تھا۔ خان جنید نے اسے اٹھایا نہیں اور جب وہ خود سے اٹھی کافی دن چڑھ آیا تھا۔ خان جنید کمرے میں ہی موجود تھے اسے اٹھتے دیکھ کر کہنے لگے۔

''میں نے ڈاکٹر کو فون کردیا ہے' آنے والے ہوں گے تم جب تک ناشتا کرلو۔''

''نہیں بس' میں صرف چائے پیوں گی۔'' وہ تکیہ سیدھا کرکے اس کے ساتھ کمر ٹیک کر بیٹھتے ہوئے بولی تو وہ خود ہی چائے لینے چلے گئے۔ واپس آئے تو چائے کے ساتھ بوائل انڈا بھی تھا۔ جسے کھلانے کے لیے انہیں اصرار نہیں کرنا پڑا۔ کیونکہ جہاں اصرار کی بات آتی وہاں وہ رعب سے کام لیتے اور وہ فوراً مرعوب ہوجاتی تھی۔

''یہ شخص اپنی منوالیتا ہے اور میری مان لیتا ہے۔ زندگی میں اس کے علاوہ بھی تو کچھ ہے ماننے اور منوانے کا درمیانی عرصہ......'' اس نے چائے پیتے ہوئے سوچا تب ہی ملازم نے آکر ڈاکٹر کے آنے کی اطلاع دی تو خان جنید جاکر ڈاکٹر صاحب کو اندر لے آئے۔ چیک اپ کے بعد انہوں نے میڈیسن لکھ دیں اور خان جنید کے پوچھنے پر ٹینشن بتایا تو انہوں نے چونک کر اسے دیکھا جس سے وہ اندر ہی اندر سہم گئی کہ اگر انہیں اس کے ذہنی انتشار کا سبب معلوم ہوگیا تو؟

پھر ڈاکٹر کے جانے کے بعد خان جنید نے ملازمہ کو بلا کر اس کے کھانے اور دوا سے متعلق ہدایات دیں اور اسے مکمل ریسٹ کی تائید کرتے ہوئے آفس چلے گئے تو اس نے کچھ دیر خود کو اخبار میں مصروف رکھا پھر تھک کر سوگئی تھی۔

زیادہ دیر نہیں سوئی تھی کہ ملازمہ نے آکر اٹھادیا اور اس کے ناگواری سے دیکھنے پر کہنے لگی۔

''ابھی صاحب کا فون آیا تھا انہوں نے آپ کے کھانے اور دوا کا پوچھا اور جب میں نے بتایا کہ آپ سو رہی ہیں تو بہت ناراض ہوئے کہنے لگے فوراً اٹھا کر پہلے کچھ کھلاؤ پھر دوا دو میں نے تو بی بی......''

''بس اپنی بکواس بند کرو۔'' اس نے ملازمہ کی چلتی ہوئی زبان پر بند باندھ دیا۔ پھر اٹھتے ہوئے پوچھا۔''کھانے میں کیا ہے؟''

''میں نے آپ کے لیے سوپ بنایا ہے صاحب کہہ گئے تھے۔''

''لے آؤ' ساتھ میں دو سلائس بھی۔'' اسے بھیج کر اس نے واش روم کا رخ کیا' پانی میں ہاتھ ڈالتے ہی اسے سردی لگنے لگی تو جلدی سے دانت برش کرکے نکل آئی' کچھ دیر بعد ملازمہ سوپ اور سلائس لے آئی۔ اسے بھوک لگ رہی تھی اس لیے اچھا نہ لگنے کے باوجود اس نے زبردستی دونوں سلائس کھائے اور سوپ بھی پی لیا پھر تھوڑا وقفہ دے کر میڈیسن بھی لے لیں۔ ملازمہ اسی انتظار میں کھڑی تھی۔ اسے خود بھی احساس تھا کہ صرف اسے کھانا دینے کے لیے وہ رکی ہوئی ہے ورنہ تو فوراً چلی جاتی تھی۔ اس نے بغیر کسی پس و پیش کے اسے جانے کی اجازت دے دی اور کارنر سے میگزین اٹھا کر اپنا سارا دھیان اس میں لگادیا۔ پتا نہیں یہ اس کی شعوری کوشش تھی یا غیر شعوری یا شاید اس کے اندر کا خوف تھا کہ وہ کچھ اور سوچنا نہیں چاہتی تھی۔ اس لیے ایک ایک لفظ پڑھنے لگی۔

جانے کتنے لمحے بیتے یا شاید گھنٹے کہ اچانک خاموشی میں بھاری قدموں کی آواز پر اس کا تسلسل ٹوٹ گیا۔ حقیقتاً اسے خان جنید کا خیال آیا تھا تبھی وہ میگزین سے نظریں ہٹا کر دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔ تب ہی دستک کے بعد ذرا سا دروازہ کھول کر آصف جاہ نے اندر جھانکا اور اسے بیٹھے دیکھ کر اندر آتے ہوئے بولا۔

''صبح انکل نے بتایا آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ آئی ایم سوری میں اس وقت آپ کی عیادت کیے بغیر

چلا گیا۔ اب کیسی ہیں آپ؟'' اس نے جواب نہیں دیا نہ اس پر سے نظریں ہٹائی تھیں۔

''کل شام میں تو آپ ٹھیک تھیں پھر اچانک کیا ہوا؟'' آصف جاہ نے پھر کہا تو اس کا دل چاہا ایک ہی جست میں اس تک پہنچ کر اس کا گریبان پکڑ کر چیخے۔

''تم نہیں جانتے اچانک کیا ہوا' یہ سب کیا دھرا تمہارا ہے۔'' لیکن کمال ضبط سے اپنے اندر کے شور کو دبا کر وہ بے نیاز سی ہوگئی۔

''پتا نہیں' شاید موسم کا اثر ہے۔ تم جاؤ کھانا وغیرہ کھاؤ۔''

''کھانا' یہ کھانے کا کون سا وقت ہے۔'' اس نے حیران ہو کر کہا۔

''کیا ٹائم ہوا ہے؟'' اس نے گھڑی دیکھی چار بج رہے تھے۔

''آپ کے لیے چائے لاؤں؟'' آصف جاہ نے ٹائم کے حساب سے پوچھا۔

''نہیں۔''

''کوئی اور چیز' آئی مین پھل وغیرہ۔''

''وہ بھی نہیں۔''

''تو پھر ایسا کریں.......''

''میں صرف آرام چاہتی ہوں۔'' وہ فوراً بولی تو آصف جاہ نے گہری سانس کھینچ کر کندھے اچکائے۔

''نیکی کا زمانہ ہی نہیں ہے میں صرف آپ کی سیوا کرنے کے خیال سے بھاگا چلا آیا۔ بہر حال آج کی تاریخ میں آپ کو بھلا چنگا ہونا چاہیے صبح ناشتے کی ٹیبل پر آپ نہیں تھیں تو......''

''آصف جاہ مجھے گیٹ لاسٹ کہنے پر مجبور مت کرو۔'' وہ اچانک چلائی تو وہ ہنستے ہوئے بھاگا تھا۔

وہ ایسے ہی نہیں منہ پھٹ کہلاتی تھی' کیونکہ ہر بات بے دھڑک کہہ دیا کرتی تھی۔ اس کے اندر ثریا کی طرح کا ڈر خوف بھی نہیں تھا۔ وہ اپنا حق پہچانتی اور لینا بھی جانتی تھی' سدا کی صاف گو جو دل میں وہی زبان پر' برملا کہا کرتی تھی' ایسا کیا کیا ہے میں نے جو چھپاؤں گی' اور کیا تو اس نے اب بھی کچھ نہیں تھا پھر پتا نہیں کیوں اندر سے خائف ہوگئی تھی۔ حالانکہ اب تو اس کی حیثیت بھی مستحکم تھی' خان جنید نے بڑی فراخدلی سے اسے سارے اختیارات سونپ دیئے تھے پھر بھی وہ ڈرنے لگی تھی۔ کسی اور سے نہیں اپنے آپ سے' کہ وہ جو اپنے آپ کو مضبوط چٹان کہتی تھی تو اسے لگ رہا تھا جیسے وہ اندر کہیں سے چیخ رہی ہے اور یہ بہت خطرناک بات تھی۔

دو دن وہ قصداً اپنے کمرے تک محدود رہی اور اس دوران اپنا محاسبہ کرنے کے ساتھ خود کو سمجھالیا کہ اسے کسی بات کو خود پر طاری نہیں کرنا چاہیے۔ نہ ہی آصف جاہ کو اہمیت دینے کی ضرورت ہے۔ تیسرے دن شام میں جب خان جنید آفس سے آگئے تب وہ اپنے کمرے سے نکل آئی اور کیونکہ پہلے دن کے بعد آصف جاہ دوبارہ مزاج پرسی کے لیے بھی اس کے کمرے میں نہیں آیا تھا اس لیے اس وقت اسے دیکھتے ہی پوچھنے لگا۔

''اب کیسی طبیعت ہے آپ کی؟'' اس نے بس سر ہلانے پر اکتفا کیا پھر وہیں سے رئیس کو پکار کر چائے کا کہا اس کے بعد خان جنید کے پاس آ کر بیٹھی تھی کہ فریحہ اپنے شوہر اور دو سالہ بیٹی پنکی کے ساتھ آگئی۔ ایسے میں خان جنید جانے کیوں اسے نظر انداز کر دیا کرتے تھے۔ شاید جوان اولاد کا لحاظ تھا۔ وہ بھی چائے کے بہانے وہاں سے اٹھ کر کچن میں آگئی۔ رئیس نے صرف چائے بنائی تھی۔ اس نے جلدی سے دوسرے لوازمات سے پوری ٹرالی سجادی اور رئیس کے ہاتھ سب بھیج کر خود ملحقہ ڈائننگ روم میں آ بیٹھی اور نشاء کو سوچنے لگی کہ اسے آج کل میں نشاء اور محسن کو اپنے ہاں کھانے پر مدعو کرنا چاہیے پھر اسے اپنے ابو بلال احمد سے بھی ملنا تھا' وہ سوچنے لگی کہ اسے بلال احمد کے پاس خود ہی جانا چاہیے یا نشاء کے ساتھ۔

''سنیں۔'' آواز پر اس نے چونک کر دیکھا آصف جاہ پنکی کو گود میں اٹھائے پوچھ رہا تھا۔

''اس ننھی پری کے لیے کوئی جوس وغیرہ ہے؟''

''فریج میں دیکھ لو۔'' اس نے کہا تو آصف جاہ پنکی کو ڈائننگ ٹیبل پر بٹھا کر فریج کی طرف بڑھ گیا۔ پھر جوس نکال کر وہیں کھڑے کھڑے پنکی کو پلانے لگا۔

وہ کچھ بے دھیانی میں پنکی کو دیکھے جارہی تھی جو اپنے نام کی طرح تھی۔

''آپ یہاں کیوں آبیٹھی ہیں؟'' آصف جاہ نے اسے مخاطب کیا تو وہ ان سنی کر کے اٹھ کھڑی ہوئی اور جانے لگی تھی کہ پنکی اس کی طرف ہاتھ پھیلا کر بول پڑی۔

''ماما......'' وہ نہ صرف رکی بے اختیار پنکی کو اپنی بانہوں میں بھر کر پیار کرنے لگی تو آصف جاہ شرارت سے بولا۔

''اپنے خان صاحب سے کہیں آپ کو ایسی گڑیا لادیں۔''

''شٹ اپ'' وہ ہلکی آواز میں کہہ کر وہاں سے نکل آئی تھی۔

♥□♥......♥□♥

اس نے ایمانداری سے محسن کی محبت قبول کر کے اپنا سب کچھ اسے مان لیا تو اب وہ اس کے لیے بہت حساس ہوگئی تھی۔ وہ سارے غیر ضروری کام جن میں محسن سے دور رہنے کی خاطر خود کو مصروف رکھتی تھی وہ سب چھوڑ دیئے اور زیادہ سے زیادہ وقت اسے دینے لگی اور بعض اوقات انتہائی ضروری کام بھی درمیان میں چھوڑ کر اس کے پاس آجاتی' محبت سے پوچھتی۔

''مونی آپ نے مجھے آواز دی تھی؟''

''دل نے پکارا تھا۔'' محسن سینے پر ہاتھ رکھ کر والہانہ نظروں سے دیکھتا۔

''دیکھ لیں' آپ کے دل کی آواز میں نے وہاں تک سن لی۔''

''یہاں آ کر بیٹھو دل کی مزید باتیں بھی سن لو۔''

''بس دو منٹ۔ میں ابھی آتی ہوں۔'' وہ وہیں سے پلٹ جاتی پھر جلدی جلدی اپنا کام نمٹا کر فراغت سے اس کے پاس آبیٹھتی۔

چند دنوں میں ہی اس نے محسن میں بڑی خوشگوار تبدیلی محسوس کی۔ اس کی آنکھوں کی بجھتی جوت پھر سے جگمگانے لگی تھی اور وہ خاصا فریش نظر آنے لگا تھا۔ یہاں تک کہ کسی کسی وقت اس کے پاس کچن میں آ کھڑا ہوتا اور کام میں اس کا ہاتھ بٹاتا۔ شاید اس نے ٹھیک کہا تھا کہ محبت میں بڑی طاقت ہے' مردوں کو بھی زندہ کر دیتی ہے۔ وہ سچ مچ اسے زندہ ہوتے دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر وہ ویرانی اور مایوسی نہیں رہی تھی اس کے برعکس اندرونی خوشی اور پالینے کے رنگ پھر سے جھلملانے لگے تھے اور پہلے جو اس کے اندر قوت مدافعت کی زبردست کمی تھی تو اب وہ صورت حال بھی نہیں رہی تھی۔ شروع سے اس نے دیکھا تھا کہ وہ معمولی سی تکلیف کو بھی خود پر طاری کر لیتا تھا جس سے تکلیف نہ صرف بڑھ جاتی بلکہ کوئی اور بیماری بھی ساتھ لگ جاتی تھی اور اب وہ ہر تکلیف کو بہت سرسری انداز میں لے کر اس سے چھپانے کی کوشش بھی کرنے لگا تھا۔ بہر حال جیسا کہ احسن نے اس سے کہا تھا کہ ہمارے ساتھ ساتھ گھر کے در و دیوار کو بھی پتا چلے کہ اس گھر میں جوان جوڑا رہتا ہے تو اب واقعی اس کی خوشیوں سے در و دیوار مسکرانے لگے تھے۔

اس وقت وہ گنگناتے ہوئے صبا کی دعوت پر اس کے ہاں جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی۔ محسن کی چوائس پر اس نے کھلتا ہوا گلابی کلر پہنا تھا جو اس پر بہت سج رہا تھا' ہلکا میک اپ پھر میچنگ جیولری نکال رہی تھی کہ اس کے سیل فون کی ٹون بجنے لگی۔ اس نے مصروف انداز میں کال ریسیو کی تھی۔

''ہیلو......''

''میں ڈاکٹر تانیہ بات کر رہی ہوں' تم نشاء ہو ناں۔'' ڈاکٹر تانیہ نے اپنا تعارف کرا کر اس سے تصدیق چاہی تو وہ ٹاپس اپنے کپڑوں سے میچ کرتے ہوئے پوچھنے لگی۔

''جی آپ کو کس سے بات کرنی ہے۔''

''ظاہر ہے تمہارے نمبر پر تم ہی سے بات کروں گی۔'' تانیہ نے کہا تو وہ ایک دم پریشان ہوگئی۔

''سب ٹھیک تو ہے ناں آپ کس ہاسپٹل میں ہیں؟''

''میں اس وقت ہاسپٹل میں نہیں ہوں۔''
''پھر......'' وہ الجھی۔
''پھر یہ کہ میں رازداری کی شرط پر تم سے ایک پرسنل بات کرنا چاہتی ہوں۔'' تانیہ نے کہا تو اب وہ حیران ہوئی۔
''مجھ سے......؟''
''ہاں تم سے کیونکہ ایک تم ہی ہو جو میری بات سمجھ سکتی ہو اور منوا بھی سکتی ہو۔'' تانیہ کے اتنے یقین پر وہ پھر الجھ گئی۔
''پتا نہیں آپ کیا کہہ رہی ہیں، میں بالکل نہیں سمجھ پا رہی۔''
''میں سمجھاتی ہوں۔ بات یہ ہے نشاء کہ میں احسن کو پسند کرتی ہوں اور اس سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔'' تانیہ اپنی بات سمجھا کر بہت اعتماد سے بولتی چلی گئی اور اس کی سمجھ میں نہیں آیا کیا کہے، ادھر محسن پکار رہا تھا، اس نے بہت عجلت میں تانیہ کو خدا حافظ کہا اور کانوں میں ٹاپس ڈالتے ہوئے کمرے سے نکل آئی۔
محسن ساجدہ بیگم کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس کی تیاری کو نظروں سے سراہا تو وہ مسکرا کر ساجدہ بیگم سے مخاطب ہوگئی۔
''ہم صبا کے گھر جا رہے ہیں تائی امی۔''
''اچھی بات ہے، لیکن یوں خالی ہاتھ جانا ٹھیک نہیں ہے بیٹا۔ کچھ لے کر جانا چاہیے۔'' ساجدہ بیگم نے کہا تو وہ محسن کو دیکھنے لگی۔
''راستے میں سے لے لیں گے۔'' وہ فوراً بولا تھا۔
''ٹھیک ہے تائی امی......'' ساجدہ بیگم نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا تو وہ محسن کے ساتھ چل دی۔
جب وہ صبا کے ہاں پہنچی وہ بیرونی برآمدے میں ان کے انتظار میں کھڑی تھی۔ اس نے صبا کے گلے لگنا چاہا تو وہ ہاتھ کے اشارے سے روک کر دو قدم پیچھے ہٹی اور ان دونوں کو دیکھ کر بولی۔
''ماشاء اللہ نائس کپل۔'' پھر بانہیں پھیلا دیں۔
''تھینک یو۔'' وہ صبا کی بانہوں میں سما گئی، پھر الگ ہو کر محسن کو دیکھتے ہوئے بولی۔
''میرا خیال ہے تعارف کی ضرورت نہیں ہے۔''
''ہم ایک دادا کی اولاد ہیں، اجنبی ہو ہی نہیں سکتے۔'' صبا نے کہا تو محسن نے فوراً تائید کی تھی۔
''یہ آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں۔''
''آؤ اندر چلو خان صاحب انتظار میں بیٹھے ہیں۔'' وہ صبا کی ہمراہی میں اندر آئے تو خان جنید بہت تپاک سے ملے تھے پھر خان جنید اور محسن باتوں میں مصروف ہوئے تو صبا کے اشارے پر وہ اٹھ کر اس کے ساتھ اس کے کمرے میں آ گئی۔
''ہاں اب سناؤ کیسی ہو؟'' صبا نے اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے پوچھا۔
''میں تو ٹھیک ہوں، تم کچھ کمزور لگ رہی ہو۔'' اسے صبا کے چہرے پر وہ شادابی نظر نہیں آ رہی تھی جو پہلی ملاقات میں تھی۔
''ہاں بس بیمار رہی ہوں۔'' صبا نے سرسری انداز میں بتایا تو وہ مسکرا کر پوچھنے لگی۔
''خوشخبری ہے؟''
''نہیں۔'' نفی میں سر ہلاتے ہوئے صبا کو اچانک اپنا اندر خالی خالی لگنے لگا تو گھبرا کر بات کا رخ اس کی طرف موڑ دیا۔
''پہلے خوشخبری تم سناؤ گی۔''
''نہیں، تم بڑی ہو پہلے تم۔'' اس نے چھیڑا۔
''یہ کسی کتاب میں نہیں لکھا خیر یہ بتاؤ پھر امی کے پاس جانا ہوا؟'' صبا نے موضوع بدلا تھا۔
''نہیں، البتہ فون پر روز بات ہوتی ہے۔ میں نے محسن کی بھی امی سے بات کروائی ہے۔ پھر اب ان کے ساتھ ہی جاؤں گی۔'' نشاء پہلی ملاقات کی نسبت اب پُراعتماد نظر آ رہی تھی۔ صبا نے خاص طور سے نوٹس کیا پھر کہنے لگی۔
''اگلے ہفتے خان صاحب جرمنی جا رہے ہیں پھر میں امی کے پاس رہنے جاؤں گی، تم بھی آ جانا۔''

"میں ویسے آجاؤں گی' لیکن میرا رہنا مشکل ہے' اور ہاں تم ابو سے نہیں ملیں؟" نشاء نے اچانک خیال آنے پر پوچھا تھا۔

"نہیں' پہلے میں امی سے پوچھوں گی کہ ابو نے ......" صبا جانے کیا کہنے جارہی تھی کہ ملازمہ نے آ کر کھانا لگنے کی اطلاع دی تو وہ فوراً کھڑی ہوگئی۔ نشاء نے اس کی تقلید کی تھی۔

♥□♥......♥□♥

وہ صحرا تھا یا ایسا ہی کچھ' دور دور تک کسی ذی روح کا نشان نہیں تھا۔ وہ حال سے بے حال بال بکھرے ہوئے دوپٹہ غائب ننگے پاؤں بھاگتی چلی جارہی تھی کہ اچانک ٹھوکر لگنے سے منہ کے بل گرتے ہی اس کے منہ سے دردناک کراہ کی صورت نکلا تھا۔

"مونی......"

اور قریب سویا محسن ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ اسے دیکھا وہ نیند میں گہرے گہرے سانس لے رہی تھی اور اس کے مسلسل ہلتے ہونٹوں میں ایک ہی تکرار تھی۔

"مونی...... مونی!"

"نشاء...... کیا ہوا نشاء......" محسن نے آہستہ سے اسے ہلایا تو اس نے ایکدم آنکھیں کھول دیں اور وحشت سے اسے دیکھے گئی۔ اس کی سانسیں ابھی بھی غیر ہموار تھیں۔

"تم ٹھیک تو ہو؟" محسن نے اس کی ٹھوڑی ہلا کر پوچھا۔

"آپ کہاں چلے گئے تھے؟" وہ خواب کے زیر اثر تھی۔

"میں کہاں جاؤں گا' یہیں تمہارے پاس ہوں۔ شاید تم نے کوئی خواب دیکھا ہے۔"

"خواب......" اس نے چونکنے کے ساتھ ہی محسن کے سینے میں منہ چھپالیا اور سسک کر بولی تھی۔

"مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے مونی' آپ مجھے چھوڑ کر نہیں جانا۔"

"بے وقوف......" محسن سمجھ گیا اس نے ایسا ہی کوئی خواب دیکھا ہے۔ دھیرے دھیرے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگا تو کچھ دیر میں وہ پھر سوگئی تھی۔

صبح وہ معمول کے مطابق اٹھ گئی۔ رات کا خواب کہیں پس منظر میں چلا گیا تھا یا معمول کے کاموں میں لگ کر وہ وقتی طور پر بھول گئی جیسے تانیہ کی فون کال اس وقت یاد آئی جب احسن پر نظر پڑی۔ وہ اس وقت ہاسپٹل جارہے تھے۔ ساجدہ بیگم کو خدا حافظ کہہ کر کھڑے اس کا حال احوال پوچھنے لگے تھے اور ان کے پیچھے دیکھتے ہوئے وہ کتنی دیر وہیں کھڑی تانیہ کی باتوں کو از سر نو سوچتی رہی۔ پھر شالی کو صفائی پر لگا کر ساجدہ بیگم کے پاس آئی اور انہیں کسی سوچ میں گم دیکھ کر پوچھنے لگی۔

"کیا سوچ رہی ہیں تائی امی؟"

"کوئی خاص بات نہیں بیٹا' بس خالی بیٹھو تو کوئی نہ کوئی خیال آ ہی جاتا ہے۔" ساجدہ بیگم نے محبت سے اسے دیکھ کر کہا۔

"یہ تو ہے۔" اس نے تائید میں سر ہلایا پھر رک کر بولی تھی۔ "ایک بات کہوں تائی امی' آپ بُرا تو نہیں مانیں گی۔"

"بُرا کیوں مانوں گی' تم کہو......" ساجدہ بیگم سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگیں۔

"وہ آپ احسن بھائی کی شادی کیوں نہیں کرتیں۔" وہ ابھی بھی ہچکچائی تھی۔

"لو...... میرے بس میں ہو تو میں آج اس کی شادی کردوں۔ وہ مانے تب نا۔" ساجدہ بیگم نے کہا تو وہ فوراً بولی تھی۔

"کیوں نہیں مانتے وہ......؟ ان سے چھوٹوں کی شادی ہوگئی' انہیں بھی کرلینی چاہیے۔ کیا بوڑھے ہو کر کریں گے۔"

"یہ بات تم اسے سمجھاؤ۔ میری تو سنتا ہی نہیں۔" ساجدہ بیگم اس معاملے میں خود کو بے بس محسوس کررہی تھیں۔

''جی' وہ میں یہی کہنا چاہ رہی تھی تائی امی کہ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں احسن بھائی سے بات کروں۔''

''اس میں میری اجازت کی کیا بات ہے بیٹا؟ تم کوئی غیر نہیں اسی گھر کی بہو بیٹی ہو' حق رکھتی ہو سب پر۔'' ساجدہ بیگم نے اس کا مان بڑھایا تھا۔

''یہ تو آپ کی محبت ہے تائی امی جو آپ ایسا کہہ رہی ہیں' ورنہ احسن......''

''احسن تمہاری بات نہیں ٹالے گا۔'' ساجدہ بیگم اس کی بات پوری ہونے سے پہلے بول پڑیں۔

''میں ٹالنے دوں گی بھی نہیں۔'' اس نے سوچا پھر ساجدہ بیگم کو دیکھ کر مسکرائی تو وہ پوچھنے لگیں۔

''تمہاری امی ٹھیک ہیں؟''

''جی آپ کو یاد کرتی ہیں۔'' اس نے بتایا اور ان کے خاموش رہنے پر وہاں سے اٹھ گئی تھی۔

❤□❤......❤□❤

احسن بہت مصروف ہوگئے تھے۔ صبح ہاسپٹل' شام میں کلینک' جہاں سے ان کی واپسی دس گیارہ بجے ہوتی تھی اور عموماً اس وقت ساجدہ بیگم ان ہی کے انتظار میں بیٹھی رہتیں اور انہیں کھانا وغیرہ دے کر پھر سونے جاتی تھیں لیکن اس روز ان کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی تو وہ ان کے کھانے' چائے کا کام نشاء کے سپرد کر کے سوگئی تھیں۔

جب احسن کلینک سے لوٹے تو نشاء نے کھانا گرم کر کے ٹیبل پر رکھ دیا اور ان کے پوچھنے سے پہلے ہی بولی تھیں۔

''تائی امی سوگئی ہیں۔''

''خیریت......'' انہوں نے سالن کی ڈش اٹھاتے ہوئے رک کر اسے دیکھا۔

'ہاں بس' انہیں نیند آرہی تھی' سوگئیں۔'' نشاء کو ساجدہ بیگم نے منع کیا تھا کہ ان کی طبیعت کی خرابی کا نہ بتائے۔

''اور مونی......؟''

''وہ بھی سو رہے ہیں۔ میں آپ کے لیے چائے بنادوں۔'' وہ جواب کے ساتھ کہتے ہوئے کچن میں چلی گئی تو وہ کھانا کھانے لگے' پھر اس کا انتظار نہیں کیا' کھانا کھاتے ہی اپنے کمرے میں آگئے' اور وہ پتا نہیں چائے بنا رہی تھی یا پائے' خاصی تاخیر سے چائے لے کر آئی تو وہ ٹوکنے کا ارادہ ترک کر کے بولے۔

''تھینک یو۔''

''اف کتنی حبس ہے۔'' وہ چائے کا کپ انہیں تھما کر کھڑکیوں سے پردے سمیٹنے لگی تو وہ کچھ حیران ہو کر اسے دیکھنے لگے۔

''ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں۔'' وہ انہیں دیکھتے پا کر بولی۔ ''میں آپ کے کمرے میں پہلی بار تو نہیں آئی۔''

''تمہیں جو کہنا ہے وہ کہو۔'' وہ اس سے نظریں ہٹا کر اٹھ کھڑے ہوئے گویا اشارہ تھا اپنی بات کہہ کر فوراً جاؤ' اور وہ سمجھ کر ہی بولی تھی۔

''میں چاہتی ہوں' آپ شادی کرلیں۔'' ان کے ایک دم دیکھنے پر کہنے لگی۔ ''میں نہ نہیں سنوں گی احسن بھائی' تانیہ اچھی لڑکی ہے' اور مجھے لگتا ہے وہ آپ کو پسند بھی کرتی ہے۔''

''مجھے تو اور بھی بہت سی لڑکیاں پسند کرتی ہیں تو کیا میں سب سے شادی کرلوں۔'' انہوں نے کہا تو وہ جز بز ہو کر بولی۔

''میں اوروں کو نہیں جانتی۔''

''تانیہ کو کیسے جانتی ہو؟'' ان کی پیشانی شکن آلود ہوئی تو وہ ضد سے بولی۔

''جیسے بھی جانتی ہوں' آپ کو اس سے شادی کرنی ہے۔''

''نشاء' یہ تمہارا میٹر نہیں ہے۔'' انہوں نے بہت ضبط سے ٹوکا تھا۔

''میری شادی بھی آپ کا میٹر نہیں تھا' پھر آپ نے کیوں مجھے مجبور کیا تھا۔'' نشاء نے مقابل آ کر انہیں پچھاڑ دیا تھا۔

''آپ بھولے نہیں ہوں گے احسن' آپ نے مجھے اپنی محبت کا واسطہ دے کر محسن سے شادی پر مجبور کیا تھا' جب

مجبوری کا طوق میں گلے میں ڈال سکتی ہوں‘ تو آپ کیوں نہیں‘ آج وقت آپ کو اسی مقام پر لے آیا ہے جہاں کبھی میں تھی۔“

”بس کرو نشاء‘ جاؤ اپنے کمرے میں۔“ ان کا ضبط جواب دے گیا وہ جاتے جاتے بولی تھی۔

”میں بھی آپ کو اسی محبت کا واسطہ دے رہی ہوں جسے سنبھال رکھنے کا آپ کو کوئی حق نہیں۔“

وہ کتنی دیر اس کے پیچھے دیکھتے رہے بنا پلکیں جھپکائے‘ یہاں تک کہ ان کی آنکھیں جلنے لگیں‘ تب دونوں ہتھیلیوں سے آنکھیں ڈھانپ کر انہوں نے گہری سانس کھینچی تو اندر ایک ٹیس سی اٹھی تھی۔

”میرے خدا......“ انہوں نے خود کو صوفے پر گرایا اور بیک پر سر رکھ کر آنکھیں بند کی تھیں کہ ذہن میں جھماکا ہوا تھا۔ وہ ایک دم سیدھے ہو بیٹھے اور کچھ دیر سوچنے کے بعد اپنا سیل فون اٹھا کر تانیہ کو کال ملائی تھی۔

”ابھی ابھی میں نے تمہیں یاد کیا تھا اور تمہارا فون آ گیا“ تانیہ کال لیتے ہی چہک کر بولی تھی۔

انہوں نے ہونٹ بھینچ کر خود پر ضبط کیا تھا۔

”کیا ہو گیا چپ کیوں ہو گئے؟ میرا یاد کرنا اچھا نہیں لگا۔“ تانیہ نے ٹوک کر پوچھا۔

”ایک بات بتاؤ‘ تم نشاء سے ملی تھیں؟“ انہوں نے اسی ضبط سے پوچھا۔

”نشاء......“ تانیہ کا انداز سوچتا ہوا تھا۔ ”تمہاری کزن‘ بلکہ بھابی‘ اس کی بات کر رہے ہو؟“

”ہاں......تم ملی تھیں اس سے؟“ انہوں نے تصدیق کے ساتھ پھر پوچھا تو تانیہ سابقہ انداز میں بولی تھی۔

”کب...... وہ جب تمہارا بھائی ہاسپٹل میں تھا‘ ہاں ہاں اس وقت نشاء سے سرسری ملاقات ہوئی تھی۔“

”میں اس وقت کی بات نہیں‘ ابھی کی بات کر رہا ہوں۔ ابھی کل‘ پرسوں۔“ انہوں نے جھنجلا کر کل پرسوں پر زور دیا تھا۔

”نہیں‘ ان دنوں میں تو میری نشاء سے ملاقات نہیں ہوئی‘ کیوں کیا ہوا؟“

”کچھ نہیں۔“

”کچھ نہیں‘ پھر تم اس طرح......“ تانیہ حیران ہو کر جانے کیا کہنے جا رہی تھی کہ انہوں نے سیل فون آف کر دیا تھا۔

صبح ناشتے کی ٹیبل پر وہ گم صم تھے اور شاید ان کی غائب دماغی نوٹس کر کے محسن نے شوشا چھوڑا تھا۔ ساجدہ بیگم کو مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔

”امی‘ پھر آپ احسن بھائی کی شادی کب کر رہی ہیں؟“ اور واقعی انہوں نے چونک کر محسن کو دیکھا تو جلال احمد ان سے بولے۔

”ہاں بھئی احسن‘ تم کیوں اپنی ماں کو چکر دے رہے ہو۔“

”نہیں تو ابو‘ میں نے کیا کیا ہے؟“ وہ بوکھلائے تھے۔

”کیوں‘ میں جب تمہاری شادی کی بات کرتی ہوں تو تم نہ نہ کرنے لگتے ہو۔“ ساجدہ بیگم نے کہا تو محسن ہنستے ہوئے بولا۔

”آپ سمجھتی نہیں امی‘ نہ نہ کا مطلب ہوتا ہے ہاں ہاں‘ کیوں بھائی۔ آخر میں ان سے تصدیق چاہی تو وہ جھکی نظروں سے نشاء کو دیکھ کر بولے تھے۔

”تم کہہ رہے ہو تو ایسا ہی ہوتا ہوگا۔“

”لو بیگم...... محسن نے تو بیٹھے بیٹھے اس سے اعتراف کروالیا۔“ جلال احمد نے ہنستے ہوئے ساجدہ بیگم کو دیکھا۔

”یہ اپنے اعتراف پر قائم بھی تو رہے۔“ ساجدہ بیگم نے کہا تو محسن فوراً بول پڑا۔

”بالکل قائم رہیں گے بھائی‘ سب کے سامنے اعتراف کیا ہے‘ مکر نہیں سکتے۔ بس آپ فوراً شادی کی تیاریاں شروع کر دیں۔“

”تیاریاں تو ہو ہی جائیں گی پہلے کوئی لڑکی تو دیکھوں۔“

”لڑکی آپ کیوں دیکھیں گی‘ میرا مطلب ہے احسن بھائی شاید پسند کر چکے ہیں۔“

''ہیں......'' جلال احمد اور ساجدہ بیگم دونوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا تھا۔ دونوں نے احسن کو دیکھا وہ کچھ ناراض نظروں سے محسن کو دیکھ رہے تھے۔

''بتادیں بھائی' شرمائیں نہیں یا میں بتادوں۔'' محسن بہت شریر ہو رہا تھا۔

''کون ہے؟'' ساجدہ بیگم نے اب محسن سے پوچھا تو وہ شوخی سے بولا تھا۔

''ڈاکٹر ثانیہ۔''

احسن نے بے اختیار نشاء کو دیکھا...... وہ جانے کیوں سناٹے میں آ گئی تھی۔

❤☐❤......❤☐❤
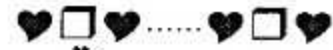
خان جنید کی فلائیٹ رات بارہ بجے تھی' اس لیے انہوں نے اسے ایئرپورٹ جانے سے روک دیا اور آصف جاہ کے ساتھ چلے گئے تو اس نے عادت کے مطابق پہلے کچن میں جھانکا کیونکہ پچھلی طرف کھلنے والا دروازہ عموماً خان ساماں بند کرنا بھول جاتا تھا۔ اسے چیک کرنے کے بعد وہ لاؤنج میں آئی تو کچھ سمجھ میں نہیں آیا کیا کرے؟ گھڑی پر نظر ڈالی ابھی صرف دس بجے تھے۔ وہ وہیں ٹی وی آن کر کے بیٹھ گئی۔ وقت گزرنے کا پتا ہی نہیں چلا وہ پوری یکسوئی سے ڈرامہ دیکھ رہی تھی کہ اچانک عقب سے آصف جاہ کی آواز نے اسے یوں چونکا دیا وہ اپنی جگہ سے اچھل پڑی۔ حالانکہ وہ بہت سیدھے سادے انداز میں بولا تھا کیا آپ ابھی تک جاگ رہی ہیں لیکن ایک دم سے آواز آئی تھی جب ہی وہ بری طرح چونکی تو وہ سامنے آتے ہوئے بولا۔

''ارے آپ تو ڈر گئیں۔''

''تمہیں اس طرح نہیں آنا چاہیے تھا'' اس نے ناگواری سے کہا تو وہ انجان بن کر پوچھنے لگا۔

''کس طرح؟''

''بس اب خاموش رہو' میں ڈرامہ دیکھ رہی ہوں۔'' اس نے ٹوک کر ٹی وی پر نظریں جمادیں تو وہ اسے دیکھنے لگا۔

اس نے کوئی توجہ نہیں دی لیکن کچھ دیر بعد ہی اسے الجھن ہونے لگی' کیونکہ جس طرح وہ ٹی وی پر نظریں جمائے بیٹھی تھی اسی طرح آصف جاہ اس پر نظریں مرکوز کیے ہوئے تھا اور یقیناً اس کا مقصد اس کی توجہ حاصل کرنا تھا۔

''ڈرامہ دیکھو...... زبردست موضوع ہے۔'' اس نے آصف جاہ کی توجہ اپنی طرف سے ہٹانے کی غرض سے کہا لیکن وہ بے نیازی سے بولا تھا۔

''میں ڈرامہ نہیں دیکھتا۔''

''تو پھر مجھے ڈسٹرب مت کرو۔'' وہ بے اختیار کہہ گئی تو وہ حیران ہو کر بولا۔

''میں آپ کو کہاں ڈسٹرب کر رہا ہوں۔ آپ کے کہنے سے بالکل خاموش تھا۔ ابھی آپ نے بات کی تو......''

''اچھا بس اپنے کمرے میں جاؤ۔'' وہ چڑ کر بولی۔

''نہیں میں یہیں بیٹھوں گا۔'' آصف جاہ نے کچھ ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور ٹی وی بند کرنے کے ارادے سے آگے بڑھی تھی کہ اس نے ایک ہی جست میں اس کی کلائی تھام لی۔

''ڈرامہ تو پورا دیکھ لیں۔''

''میرا ہاتھ چھوڑو۔'' اس کی بے ساختہ جسارت پر وہ پوری جان سے سلگ گئی۔ ایسے تیکھے لہجے میں بولی کہ وہ فوراً اس کا ہاتھ چھوڑ دے گا لیکن اس کے برعکس وہ ضد میں آ گیا۔

''چھڑا سکتی ہیں تو چھڑا لیں۔''

''دیکھو آصف میں ایسی بدتمیزی پسند نہیں کرتی۔'' اس کے انتہائی غصے کے باوجود وہ آرام سے بولا تھا۔

''آپ پسند کریں نہ کریں' ہم جیسے تو ایسے ہی ہوتے ہیں۔'' وہ ہونٹ بھینچ کر شعلہ بار نظروں سے گھورنے لگی تو وہ شرارت سے بولا۔

''باپ رے' اتنا غصہ' ایسی نظروں سے خان انکل کو دیکھیں گی تو......''

''شٹ اپ......'' وہ جھٹکے سے کلائی چھڑا کر پیچھے ہٹتے

ہوئے بولی۔ ”خان تمہاری طرح نہیں ہیں۔“
”ہو بھی نہیں سکتے۔ میرا مطلب ہے جب وہ میری عمر کے تھے تب وہ بھی ایسے ہی تھے۔ اب تو بے چارے......“ آصف جاہ نے کندھے اچکا کر جیسے بات مکمل کی تھی اور یہ بات اسے گراں تو گزرتی ہی تھی جانے کیوں اسے اپنا وجود کھوکھلا لگنے لگتا تھا۔
”ویسے بہت لکی ہیں انکل، ابھی بھی ہم جیسوں کو مات دے گئے ہیں، ہے ناں۔“ آصف جاہ نے اس کی آنکھوں میں جھانک کر گویا اس کے اندر انگارے بھر دیئے تھے۔ بہت تپش تھی، یہاں وہاں ہر طرف جانے کیسا الاؤ تھا، ایک پل کو اس کا دل چاہا وہ ننگے پاؤں اس دہکتے الاؤ میں اترتی چلی جائے لیکن اگلے پل ہی وہ بھاگ کر اپنے کمرے میں بند ہوگئی تھی۔

اور صبح وہ ناشتا کیے بغیر ہی یہ سوچ کر ثریا کے پاس آ گئی کہ اب خان جنید کے جرمنی سے واپس آنے پر ہی اپنے گھر جائے گی اور ثریا کو کیونکہ اس کی طرف سے اطمینان تھا اس لیے اس کی صبح صبح آمد پر اس کے اندر کوئی تشویش نہیں ابھری تھی۔ اس کے برعکس مسکرا کر بولیں۔
”آج صبح صبح میری یاد کیسے آ گئی؟“
”میں نے سوچا کچھ دن آپ کی خدمت کرلوں۔“ جواباً وہ اترائی تھی۔ ”آپ نے ابھی ناشتا تو نہیں کیا ہوگا؟ میں نے بھی نہیں کیا، چلیں آپ بیٹھیں میں ناشتا بناتی ہوں۔“
”ارے رے“ ثریا روکتی رہ گئی لیکن اس نے ایک نہیں سنی، جھٹ پٹ ناشتا بنا کر لے آئی تھی۔ پھر ناشتے کے بعد اس نے نشاء کو فون کر کے آنے کو کہا تو وہ فوراً تو نہیں گیارہ بجے تک آئی تھی۔ پھر دونوں بہنوں نے گھر میں خاصی رونق لگا دی تھی۔ ہنسی مذاق، ساتھ ساتھ دوپہر کا کھانا بھی بنا لیا اور کھانے کے بعد دونوں ثریا کو گھیر کر بیٹھ گئیں۔
”امی، ہمیں ابو کے بارے میں بتائیں انہوں نے کیوں آپ کو گھر بدر کیا؟“ صبا ہمیشہ یہ سوال کرتی رہتی تھی لیکن ثریا ٹال جاتی تھیں اور اب ٹالنا مشکل تھا کیونکہ اسے باپ کا پتہ مل گیا تھا اور اس سے ملنے سے پہلے وہ حقیقت جاننا چاہتی تھی۔
”بتائیں امی، ورنہ میں ابو کے جھوٹ کا یقین کرلوں گی۔“ صبا نے دھمکی نہیں دی تھی پھر بھی ثریا خائف ہوگئی تھیں، قدرے رک کر کہنے لگیں۔
”کوئی لمبی چوڑی داستان نہیں ہے، تمہارے ابو کی شراب نوشی کی عادت، پھر مجھے مارنا پیٹنا، یہاں تک تو میں نے صبر کیا لیکن جب وہ دوسری عورت کو گھر لانے لگے تب میں نے شور مچایا، جس پر انہوں نے مجھے گھر سے نکال دیا تھا۔ تم اس وقت میرے وجود سے چمٹی ہوئی تھیں اس لیے میرے ساتھ نکل آئیں اور چھ ماہ کی نشاء اس کے لیے میں تڑپتی فریادیں کرتی رہ گئی لیکن تمہارے باپ نے میری ایک نہیں سنی تھی۔ شاید انہوں نے یہ سوچا ہوگا کہ شیر خوار بچی کے لیے میں خود ہی لوٹ آؤں گی، اور سچ تو یہ ہے کہ نشاء کے لیے میں نے لوٹنا چاہا تھا لیکن اس وقت تمہارے نانا حیات تھے وہ اور تمہارے ماموں بھی دیوار بن گئے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ بلال احمد اپنی بری خصلتوں سے تائب ہوکر آئیں گے، تب وہ مجھے ان کے ساتھ بھیجیں گے۔ پتا نہیں بلال احمد تائب ہوئے کہ نہیں، میں نے بہرحال لمبا عرصہ ان کا انتظار کیا تھا...... کیونکہ وہ چھ مہینے میں ہی اس گھر کو چھوڑ کر پتا نہیں کہاں چلے گئے تھے۔ یہ تو مجھے اب نشاء سے پتا چلا کہ وہ ملک ہی چھوڑ گئے تھے۔ کاش وہ ملک چھوڑتے وقت ہی نشاء کو مجھے سونپ جاتے تو میری ممتا کو قرار آ جاتا لیکن انہوں نے چاہا ہی نہیں۔“ ثریا بے حد زردگی میں گھر گئی تھیں۔
”انہوں نے نہیں چاہا تو کیا ہوا، اللہ نے چاہا اور نشاء کو آپ سے ملا دیا، کیوں نشاء۔“ صبا نے کہتے ہوئے نشاء کو کہنی مار کر اکسایا پھر دونوں ثریا سے لپٹ گئیں۔
”اب یہ بتائیں مجھے ابو سے ملنا چاہیے کہ نہیں؟“ صبا نے ثریا کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے پوچھا اور اس کے دیکھنے پر بولی تھی۔
”آپ اجازت دیں گی تو ملوں گی ورنہ نہیں۔“

''میں منع نہیں کروں گی لیکن یہ ضرور کہوں گی کہ ماضی کی باتیں نہ دہرائی جائیں تو اچھا ہے۔'' ثریا نے کہا تو صبا نے پرسوچ انداز میں سر ہلایا پھر اٹھتے ہوئے کہنے لگی۔

''چلیں ہم تینوں کہیں باہر چلتے ہیں۔ گھومیں گے شاپنگ کریں گے' رات کا کھانا بھی باہر ہی کھائیں گے۔''

''لیکن صبا' مجھے جلدی گھر جانا ہے۔'' نشاء عذر تراشنے لگی لیکن صبا نے اس کی ایک نہیں سنی تھی۔

❤□❤......❤□❤
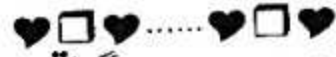
نشاء کو گھر آنے میں بہت دیر ہوگئی تھی۔ ساجدہ بیگم معمول کی طرح احسن کے انتظار میں بیٹھی تھیں' نشاء نے سلام کے ساتھ انہیں بتایا کہ وہ امی اور صبا کے ساتھ شاپنگ پر چلی گئی تھی جب ہی دیر ہوگئی۔ ساجدہ بیگم نے حسب عادت کوئی تبصرہ نہیں کیا صرف سر ہلانے پر اکتفا کیا' تب وہ اپنے کمرے میں آگئی۔

محسن آنکھوں پر بازو رکھے سیدھا لیٹا تھا۔

''سو رہے ہیں مونی......'' اس نے قریب آکر پوچھا' محسن نے جواب نہیں دیا تو آہستہ سے اس کا بازو ہلا کر بولی۔

''سوری مجھے آنے میں دیر ہوگئی۔''

''کوئی بات نہیں۔'' وہ بنا کسی حرکت کے بولا تھا۔

''آپ نے کھانا کھالیا؟''

''ہوں۔''

''دوا نہیں لی ہوگی۔'' اس نے جلدی سے ٹیبلٹ نکالی اور گلاس میں پانی ڈال کر بولی۔ ''اٹھیں مونی دوا لے لیں۔''

''رکھ دو' میں لے لوں گا۔'' وہ بہت سپاٹ تھا۔

''نہیں آپ بھول جائیں گے۔'' اس نے کہا تو وہ ایکدم آنکھوں سے بازو ہٹا کر بگڑ گیا۔

''کبھی تم بھی بھول جایا کرو' جب دیکھو دوا لیے کھڑی ہوتی ہو' کوئی اور کام نہیں ہے تمہیں۔''

''مونی' کیا ہوگیا ہے آپ کو ناراض کیوں ہو رہے ہیں؟'' محسن نے پھر آنکھوں پر بازو رکھ لیا' تو عاجزی سے بولی۔

''مونی' کوئی غلطی ہوگئی ہے مجھ سے۔ بتائیں ناں کیوں ناراض ہو رہے ہیں۔''

''دماغ خراب ہے میرا' تم خدا کے لیے مجھے تنگ مت کرو میں سونا چاہتا ہوں۔''

''میں نے آپ کو سونے سے کب منع کیا ہے۔ دوا لے لیں پھر سو جایئے گا۔'' اس نے محسن کا بازو آنکھوں سے ہٹا کر گلاس اس کی طرف بڑھایا تو اس نے یوں اس کا ہاتھ جھٹکا کہ گلاس دور جا گرا' یہاں وہاں سارے کانچ پھیل گئے۔

''نہیں چاہیے مجھے دوا'' وہ غصے سے کہتا اٹھ کر کمرے سے نکل گیا تو وہ پریشان ہوگئی۔ سمجھ میں نہیں آیا اسے کیا ہوگیا ہے؟ وہ تو کبھی یوں ناراض نہیں ہوا' کبھی وہ خود اسے ناراض کرتی تھی' بارہا اس کے ہاتھ جھٹکے تھے' آج اس نے جھٹکا تو جان پر بن آئی۔ فرش پر گھٹنے ٹیک کر بیٹھی اور بکھرے کانچ سمیٹتے ہوئے اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ ٹھیک سے کچھ نظر بھی نہیں آرہا تھا' جب ہی انگلی میں کانچ یوں چبھا کہ خون کی دھار بہہ نکلی تھی لیکن اسے احساس نہیں تھا' ادھر ادھر سے کانچ اٹھا رہی تھی تب ہی محسن واپس کمرے میں آیا اور پہلی نظر اس کی انگلی سے بہتے خون پر پڑی تو تیر کی سی تیزی سے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''یہ کیا کر رہی ہو؟'' پھر اس کی انگلی اپنی مٹھی میں دبا کر بولا تھا۔

''مجھے مارنے میں کوئی کسر چھوڑو گی بھی...... اٹھو یہاں سے۔'' وہ کچھ نہیں بولی' چپ چاپ اس نے جہاں بٹھایا بیٹھ گئی۔ محسن نے جلدی سے دراز میں سے کاٹن اور بینڈ ایج نکالی اور اس کی انگلی پر بینڈ ایج کرتے ہوئے اس کا چہرہ دیکھا۔ اس کے آنسو ایک تواتر سے گر رہے تھے۔

''تکلیف ہو رہی ہے؟''

''بہت۔'' اس کی آواز پر آنسو غالب تھے۔

''اتنی سی چوٹ پر۔'' وہ ذرا سا ہنسا تھا۔

''چوٹ یہاں نہیں یہاں لگی ہے۔'' نشاء نے اپنے

دل پر انگلی رکھی تو محسن نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا پھر بینڈیج کی گرہ لگاتے ہوئے بولا۔
"سوری، میں تو یونہی تمہیں تنگ کر رہا تھا۔ اگر تمہیں برا لگا تو......"
"نہیں، مجھے آپ کی کوئی بات بری نہیں لگتی۔" وہ فوراً بولی تھی۔
"اس کا مطلب ہے ہم دونوں ایک دوسرے کو دھوکا دے رہے ہیں۔" محسن کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔
"کیسا دھوکا......" وہ ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگی تھی۔
"محبت کا......وہ کہہ کر یکدم موڈ میں آ گیا' ہلکے پھلکے انداز میں وضاحت کرنے لگا۔
"بھئی دیکھو ناں، محبت میں شکایتیں تو ہوتی ہیں جبکہ ہم دونوں کا دعویٰ ہے کہ مجھے تمہاری اور تمہیں میری کوئی بات بری نہیں لگتی، تو اس کا کیا مطلب ہوا' ہم ایک دوسرے سے محبت نہیں کرتے۔"
"کیا فضول باتیں کر رہے ہیں۔" نشاء نے سر جھٹکا۔
"ہاں ہاں فضول آدمی ہوں تو فضول باتیں ہی کروں گا ناں۔" محسن اس کی آنکھوں میں دیکھ کر مسکرایا تھا۔

♥☐♥......♥☐♥

ساجدہ بیگم اب جلد سے جلد احسن کی شادی کرنا چاہتی تھیں' اور اس سلسلے میں وہ ان سے تفصیلی بات کرنا چاہتی تھیں لیکن احسن موقع ہی نہیں دے رہے تھے۔ صبح عجلت میں ہاسپٹل کے لیے نکل جاتے اور رات میں تھکن کا بہانا کرکے سونے چلے جاتے۔ اس وقت وہ ناشتے کی ٹیبل سے جلدی اٹھ گئے تھے لیکن ساجدہ بیگم ٹھان چکی تھیں فوراً ان کے پیچھے ان کے کمرے میں چلی آئیں اور انہیں جلدی جلدی بالوں میں برش کرتے دیکھ کر یونہی بولی تھیں۔
"ہاسپٹل جا رہے ہو؟"
"جی......آپ کو کوئی کام ہے؟" وہ برش رکھ کر بریف کیس چیک کرنے لگے۔
"کام تو نہیں بات کرنی ہے تم سے۔" ساجدہ بیگم نے کہا تو وہ بریف کیس بند کرکے بولے۔
"جی کہیے۔"
"میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں بیٹا کہ محسن جو کہہ رہا ہے ٹھیک کہہ رہا ہے؟" ساجدہ بیگم کی بات وہ فوری سمجھے نہیں تھے۔
"کیا کہہ رہا ہے محسن؟"
"لو تمہارے سامنے تو کہہ رہا تھا کہ تم ڈاکٹر تانیہ سے شادی کرنا چاہتے ہو۔" وہ ایکدم خاموش ہوگئے۔
"جواب دو چپ کیوں ہوگئے۔" ساجدہ بیگم نے ٹوکا تو وہ بے بس ہوگئے۔
"آپ تو سب جانتی ہیں امی پھر مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہیں۔ جو آپ کا دل چاہے کریں۔"
"مجھے اپنے دل کی کرنی ہوتی تو میں بہت پہلے تمہاری شادی کرچکی ہوتی۔ یہ سب نصیب کی باتیں ہیں بیٹا' پھر اب تو اللہ کا شکر ہے نشاء بھی اپنے نصیب پر راضی ہوگئی ہے۔"
"دعا کریں' میں بھی اپنے نصیب پر راضی ہو جاؤں۔" ان کی دل گرفتگی ساجدہ بیگم کو محسوس ہوئی تھی۔
"کیوں نہیں بیٹا......اللہ جو نصیب لکھتا ہے پھر اس پر بندے کو راضی بھی وہی کرتا ہے۔"
"اب آپ مجھ سے کیا چاہتی ہیں؟"
"میں......" ساجدہ بیگم بے دھیانی میں انہیں دیکھنے لگیں پھر اچانک یاد آنے پر کہنے لگیں۔ "ہاں وہ تم مجھے تانیہ کے بارے میں بتاؤ۔ میرا مطلب ہے اس کا اتا پتہ' کہاں رہتی ہے؟ پھر میں جاؤں تمہارا رشتہ لے کر۔"
"میں آپ کو اس کا لینڈ نمبر دے دیتا ہوں۔ آپ پہلے اس کی امی کو فون کرلیں۔" وہ کہتے ہوئے پیپر پر نمبر لکھنے لگے۔
"یہ ٹھیک ہے' تانیہ کی امی سے بات کرکے پھر میں آج ہی جاؤں گی۔" ساجدہ بیگم ان کے ہاتھ سے پیپر لے کر بولیں۔
"میں جاؤں' مجھے دیر ہو رہی ہے۔" انہوں نے

اجازت چاہی اور خدا حافظ کہہ کر نکل گئے تو ساجدہ بیگم نے اسی وقت تانیہ کی امی کو فون کر ڈالا اور پھر شام میں نشاء کے ساتھ ان کے گھر پہنچیں تو تانیہ کی امی زبیدہ نے بہت اخلاق اور محبت سے ان کا خیر مقدم کیا تھا۔

"یہ میری چھوٹی بہو ہے نشاء۔" ساجدہ بیگم نے نشاء کا تعارف کرایا پھر کہنے لگیں۔ "احسن باہر تھا اس لیے مجھے چھوٹے بیٹے کی شادی پہلے کرنی پڑی اور اب میں احسن کی شادی جلدی کرنا چاہتی ہوں۔"

"کتنی جلدی......" زبیدہ نے مسکرا کر پوچھا تھا۔

"بس اگلے مہینے......نیک کام میں دیر نہیں ہونی چاہیے۔" ساجدہ بیگم نے کہا تو زبیدہ خاموش ہوگئیں۔

"تانیہ کہاں ہیں آنٹی؟" نشاء نے خاموشی محسوس کرکے پوچھا۔

"تانیہ چائے بنا رہی ہے۔"

"میں جاؤں ان کے پاس؟" نشاء کو تانیہ کو دیکھنے سے زیادہ اس سے بات کرنے کی جلدی تھی۔

"ضرور جاؤ' کچن اس طرف ہے۔" زبیدہ نے کچن کی طرف اشارہ بھی کردیا تو نشاء نے ساجدہ بیگم کو دیکھ کر گویا ان سے اجازت طلب کی اور ان کے سر ہلانے پر اٹھ کر کچن میں آگئی۔

"ارے تم یہاں کیوں آگئی؟" تانیہ نے اسے دیکھتے ہی کہا تو وہ مسکرا کر بولی۔

"دیکھنے آئی ہوں کہ آپ چائے کیسے بناتی ہیں۔"

"میرا خیال ہے چائے بنانے کا ایک ہی فارمولا ہے۔"

"تانیہ جلدی جلدی ٹرالی میں لوازمات رکھ رہی تھی۔

"فارمولا تو ایک ہی ہے پر ٹیسٹ میں فرق کیوں ہوتا ہے؟" وہ تانیہ کی مصروفیت سے فائدہ اٹھا کر اس کا تفصیلی جائزہ لے رہی تھی۔

"اچھا سوال ہے۔ سوچنا پڑے گا۔"

"میں بتا سکتی ہوں۔" اس نے کہا تو تانیہ ٹی پاٹ ٹرے میں رکھتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔

"سیدھی سی بات ہے اگر خلوص سے چائے بنائی جائے گی تو اچھی بنے گی' ورنہ پینے والے کا دل چاہے گا چائے اپنے سر پر انڈیل دے یا بنانے والے کے سر پر۔" اس کی منطق پر تانیہ بے ساختہ ہنس کر بولی تھی۔

"تم یقیناً اچھی چائے بناتی ہوگی۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتی ہیں۔" اس نے فوراً پوچھا تھا۔

"ایسے کہ تم بہت مخلص لڑکی ہو۔ ہر کام خلوص سے کرتی ہوگی تو اچھا ہی ہوتا ہوگا' جیسے تم نے میرے لیے احسن کو منا لیا۔" تانیہ نے کہا تو وہ جیسے اسی انتظار میں تھی فوراً کہنے لگی۔

"ارے نہیں' میں نے کہاں' وہ تو خود ہی' میرا مطلب ہے میں نے احسن بھائی سے شادی کا کہا ہی تھا کہ انہوں نے آپ کا نام لے دیا۔"

"احسن نے......؟" تانیہ حیران ہوئی۔

"جی جناب' آپ کو پتا ہی نہیں وہ آپ سے کتنی محبت کرتے ہیں۔ آپ کے بغیر رہ نہیں سکتے۔ شادی کریں گے تو آپ سے ورنہ نہیں یہی کہا تھا احسن بھائی نے۔" اس نے بہت خوب صورتی سے تانیہ کے اندر اگر کوئی بات تھی تو اس کی نفی کردی تھی۔

پھر اپنی طرف سے بات پکی کرکے اور زبیدہ کو اگلے مہینے شادی کردینے پر راضی کرکے ہی ساجدہ بیگم اٹھی تھیں۔ انہیں تانیہ پسند آئی تھی۔ جب ہی وہ خوش نظر آرہی تھیں۔ گھر میں جلال احمد ان ہی کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ ان کے بیٹھتے ہی پوچھنے لگے۔

"لڑکی کا باپ کیا کرتا ہے؟"

"باپ نہیں ہے' بس دو ماں بیٹی ہیں۔" ساجدہ بیگم نے بتایا تو افسوس سے پوچھا۔

"او......کب انتقال ہوا اس کے باپ کا؟"

"بتا رہی تھیں زبیدہ کہ جب تانیہ میڈیکل میں پڑھتی تھی تب پہلے ہارٹ اٹیک نے ان کی جان لے لی۔"

"پھر تو بڑی مشکل ہوئی ہوگی۔ کیسے پڑھایا بیٹی کو۔ میڈیکل کی تعلیم آسان تو نہیں ہے۔" جلال احمد غالباً حالات کی روشنی میں ان کے حسب نسب کا اندازہ کرنا

چاہتے تھے۔

"یہ تو میں نے نہیں پوچھا' بہرحال اچھی سلجھی ہوئی سیدھی سادی خاتون ہیں' تانیہ کی امی۔" ساجدہ بیگم نے موضوع سمیٹنا چاہا تھا۔

"بس بیگم تم ہر ایک کو اپنی طرح مت سمجھ لیا کرو۔ ایک دو ملاقاتوں میں کسی کے مزاج کا پتا نہیں چلتا۔ خیر تم تیاری میں کوئی کسر مت چھوڑنا۔" جلال احمد نے انہیں ہوشیار کر کے کہا۔

"کیا کسر نہ چھوڑوں۔ میری تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا' بازاروں کے چکر لگانا میرے بس کی بات نہیں ہے۔" ساجدہ بیگم نے اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر معذوری ظاہر کی تو وہ کہنے لگے۔

"تم جانا بھی مت۔ ایک دن بازار جاؤ گی چار دن بستر پر پڑی رہو گی۔ نشاء سے کہنا لبنیٰ کے ساتھ چلی جائے گی یا اب تو وہ بھی ہے کیا نام ہے اس کا..... ہاں صبا.....!"

"صبا.....!" ساجدہ بیگم نے چونک کر انہیں دیکھا تھا۔

❤◻❤......❤◻❤

وہ خان جنید کے ساتھ ہی گھر آئی تھی اور اسی روز آصف جاہ کسی کام سے لاہور چلا گیا تو اس نے سکون کا سانس لیا اور یہاں تک سوچا کہ وہ واپس نہ ہی آئے تو اچھا ہے۔ کیونکہ وہ اپنی قسمت پر راضی ہونا چاہتی تھی۔ بہرحال خان جنید جرمنی سے لوٹے تو بے حد مصروف ہو گئے تھے۔ شاید کوئی نیا پروجیکٹ ملا تھا کہ اب انہیں دن رات کا ہوش نہیں تھا۔ پہلے جو وہ سات بجے ہی رات کا کھانا لیا کرتے تھے' اب ان کے انتظار میں آدھی رات ہو جاتی تھی' کبھی تو وہ سو بھی جاتی تھی۔ گو کہ خان جنید اسے زیادہ کمپنی نہیں دیتے تھے نہ اس کے ساتھ کہیں آتے جاتے تھے' پھر بھی ان کی حد درجہ مصروفیت نے اسے بور کر دیا تھا اور تنہائی محسوس کرتے ہوئے ہی اسے اچانک احساس ہوا تھا کہ اس کی گود ابھی تک سونی ہے حالانکہ اس کی شادی کو زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا' صرف چھ ماہ' اور وہ نئے مہمان کے بارے میں سوچنے لگی۔ بڑا خوش کن احساس تھا جب ہی اس رات خان جنید کے سامنے اس نے خاص طور سے بچوں کا ذکر چھیڑ دیا۔ وہ ان کے تاثرات دیکھنا چاہتی تھی' کہ آیا وہ مزید بچوں کی آرزو رکھتے ہیں یا نہیں اور اسے بہت مایوسی ہوئی جب انہوں نے کوئی توجہ نہیں دی۔ پھر بھی اگلے کئی دن تک وہ انہیں آزماتی رہی کبھی بچوں کی باتیں اور کبھی بچوں کی کوئی مووی لگا دیتی اور خان جنید پتا نہیں سمجھ نہیں رہے تھے یا جان بوجھ کر انجان بن رہے تھے۔ بہرحال وہ خاصی دلبرداشتہ ہوئی اور ایک آخری کوشش کے طور پر ان سے صاف بات کرنے کی جسارت کر بیٹھی۔

"خان' میں اپنی تکمیل چاہتی ہوں۔"

"کیا مطلب؟" انہوں نے سوالیہ نظروں سے دیکھا تو ہچکچا کر بولی تھی۔

"میں..... میرا مطلب ہے میں ماں بننا چاہتی ہوں۔"

"ارے....." خان جنید کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ "صبا' میری بیوی بنتے ہی تم نہ صرف ماں بلکہ نانی اور دادی بھی بن گئی تھیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے خان لیکن میں اپنے بچے کی ماں بننا چاہتی ہوں' جو میری کوکھ سے جنم لے اور میری آغوش میں پرورش پائے۔"

"کم آن سوئیٹی۔" وہ ٹوک کر کہنے لگے۔ "صرف اپنا نہیں میرا بھی سوچو اب اس عمر میں میں شیر خوار بچے کا باپ کہلاتا اچھا لگوں گا کیا۔ تم خود سوچو فریحہ پہلے ہی خفا ہے کہ میں نے اس عمر میں شادی کیوں کی اب اگر بچے پیدا کرنے لگوں تو....."

"صرف ایک....." وہ ان کی بات پوری ہونے سے پہلے بول پڑی۔

"امپاسبل۔" ان کی پیشانی شکن آلود اور لہجے کی سختی نے اسے نہ صرف اندر تک دہلا دیا بلکہ باور بھی کرا دیا کہ وہ اس سلسلے میں کوئی بات نہ اب نہ آئندہ کبھی سنیں گے۔

وہ سر جھکا کر اپنے اندر ہمکتے مامتا کے جذبے کا گلا گھونٹنے کی کوشش کرنے لگی تھی کہ وہ کہنے لگے۔
''سنو...... تمہیں صرف ماں بننے کی خواہش ہے یا میری پراپرٹی میں حصہ دار پیدا کرنا چاہتی ہو؟''
''میرے خدا......'' اسے حیرت کے ساتھ دکھ بھی ہوا۔ یہ ان کا کون سا روپ تھا؟ تاسف بھری نظروں سے انہیں دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔
''مجھے جائیداد میں سے کچھ نہیں چاہیے خان' بس ایک بچہ جو میری مامتا کا سہارا ہو میرا یقین کریں میں اپنے لیے اور بچے کے لیے بھی کچھ نہیں مانگوں گی۔''
''پھر بھی سوری...... میں تمہاری یہ خواہش پوری نہیں کرسکتا۔'' وہ کروٹ بدل گئے اور وہ بقیہ تمام رات آنکھوں پر بند باندھتی رہی تھی۔
خان جنید نے اسے اندھیرے میں نہیں رکھا تھا نہ ہی اس کا دل رکھنے کی خاطر کوئی آس دلائی تھی بلکہ انہوں نے واضح الفاظ میں اس کی خواہش رد کردی تھی اور ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ ہر بات کی طرح اسے بھی نصیب کا لکھا سمجھ کر قبول کرلیتی لیکن اس کے برعکس وہ کسی طرح بھی اس تلخ حقیقت کو قبول نہیں کر پارہی تھی گو کہ کوشش ضرور کررہی تھی' کہ اپنے اندر ہمکتے مامتا کے جذبے کو ہمیشہ کے لیے دفن کردے لیکن جتنا وہ اس جذبے کو دباتی اتنا زیادہ وہ سر ابھارتا اور وہ بے چین ہوجاتی۔
''کیا وہ کبھی معتبر نہیں ہوگی۔'' وہ سوچتی۔
''کیا اس کی سماعتیں ہمیشہ ایک لفظ ماں سننے کو ترستی رہیں گی؟
''کوئی تو ہو جو میرے تڑپتے مچلتے جذبے کو فقط ایک لفظ سے شانتی بخش دے......!
اور پھر وہ سکون ڈھونڈتی ہوئی بنٹی کے پاس جا بیٹھی اور اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔
''تمہیں یاد ہے بنٹی اول روز تم نے پوچھا تھا کہ تم مجھے کیا کہہ کر مخاطب کرو۔''
''جی' شاید آپ نے کہا تھا جو بھی نام دو بس اتنا خیال رکھنا کہ میری عزت نفس مجروح نہ ہو۔'' بنٹی نے سوچتے ہوئے اس کی بات دہرائی تھی۔
''ہاں بنٹی' میں نے ایسا ہی کہا تھا پھر تم نے مجھے کوئی نام کیوں نہیں دیا؟'' اس نے پوچھا تو بنٹی اس کی حالت سے بے خبر بے پروائی سے بولا تھا۔
''بس یونہی۔''
'یونہی......'' ہونٹوں کی بے آواز جنبش کے ساتھ وہ اسے دیکھے گئی۔ وہ کوئی ننھا منا سا معصوم فرشتہ نہیں تھا جو اس کی آغوش میں سما جاتا۔ وہ تو بس اس سے چند برس ہی چھوٹا تھا پھر بھی اس کے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں لے کر بولی۔
''سنو...... تم مجھے ماں کیوں نہیں کہتے......''
''ماں'' بنٹی شاید ہنسنا چاہتا تھا لیکن جانے کیوں ہنس نہیں سکا۔
''ہاں بنٹی تم مجھے ممی کہو یا مما یا ایسا ہی کوئی لفظ جو تمہیں اچھا لگے۔''
''اچھا۔'' بنٹی مسکرا کر بولا۔ ''مجھے آپ کو مما کہنے میں اعتراض تو نہیں لیکن آپ میری مما لگتی نہیں ہیں' آئی مین عمر میں آپ مجھ سے اتنی بڑی نہیں ہیں۔''
''تو کیا ہوا۔'' وہ جلدی سے بولی تھی۔ ''ہوں تو میں تمہاری مما اور جب تم اس رشتے کو تسلیم بھی کررہے ہو تو پھر مما کہنے میں کیا حرج ہے؟''
''آپ کو برا نہیں لگے گا؟''
''نہیں بھئی میں خود تم سے کہہ رہی ہوں اور مجھے بہت اچھا لگے گا۔''
''اچھا تو مما جی' اب آپ یہاں سے اٹھ کر اوپر بیٹھیں مجھے بالکل اچھا نہیں لگ رہا کہ میری ماں میرے پیروں کے پاس بیٹھی ہے۔'' بنٹی نے اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اسے اٹھانے کی سعی کرتے ہوئے کہا تو وہ بہت خوش ہوگئی۔
''تھینک یو بنٹی تھینک یو۔''
اس نے زندگی میں کبھی بہت زیادہ کی آرزو نہیں کی

تھی۔ بس جو مل گیا اس پر قناعت کرلی۔ شاید قناعت کرنا اس کی مجبوری تھی کیونکہ دنیا میں واحد ہستی ابو جی جن پر وہ حق رکھتی تھی اور انہوں نے کبھی اس کی خبر نہیں لی' جو خبر گیری کرتے تھے ان پر ابو جی جتنا حق بہر حال نہیں تھا' اس لیے ان کی طرف سے جو مل گیا اسے ہی بہت سمجھ لیا اور اب بنٹی پر بھی اسے اتنا حق نہیں تھا جتنا کہ اپنی اولاد پر ہوتا ہے' اس لیے اس کی طرف سے محبت کے چند بولوں کو اس نے بہت سمجھ لیا تھا اور ان دنوں وہ کچھ مگن سی ہوکر بنٹی کی ناز برداریوں میں مصروف تھی' جب ہی اس نے غور نہیں کیا کہ خان جنید کچھ تھکے تھکے سے رہنے لگے ہیں' وہ جو اپنی عمر سے دس سال کم نظر آتے تھے اب اتنے ہی برس آگے جا کھڑے ہوئے ہیں۔ اس وقت وہ بنٹی کے ساتھ بیٹھی کوئی مووی دیکھ رہی تھی کہ فون کی بیل سن کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ دوسری طرف خان جنید کا پی اے تھا' اس نے بتایا کہ خان جنید کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور وہ اس وقت ہاسپٹل میں ہیں۔

''کیا ہوا ہے انہیں؟'' وہ ایکدم پریشان ہوگئی اور اس سے ہاسپٹل کا معلوم کرکے جلدی سے بنٹی کے پاس آ کر اسے بتانے لگی۔

''بنٹی' تمہارے ڈیڈی ہاسپٹل میں ہیں اور میں ان کے پاس جارہی ہوں۔'' پریشانی اس کے چہرے اور آواز میں بھی سمٹ آئی تھی جبکہ بنٹی نے بڑے سکون سے اس خبر کو سنا اور اطمینان سے کہنے لگا۔

''کم آن مما' ڈیڈی یونہی چیک اپ کے لیے گئے ہوں گے۔''

''نہیں بنٹی' ان کے پی اے کا فون تھا اس نے بتایا ہے کہ ان کی طبیعت خراب ہے۔''

''اچھا' کام کی ٹینشن ہوگی' آپ پلیز پریشان نہ ہوں۔'' بنٹی کا انداز ہنوز تھا' وہ جلدی سے باہر نکل آئی اور ڈرائیور سے گاڑی کی چابی لے کر خود ہی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی اور آندھی طوفان کی طرح خان جنید کے پاس پہنچی تو انہوں نے قدرے حیرت سے اسے دیکھا پھر پوچھنے لگے۔

''تم یہاں کیسے آئیں' آئی مین تمہیں کس نے بتایا کہ میں یہاں ہوں۔''

''آپ کیسے ہیں خان؟'' وہ ان کی بات نظر انداز کرگئی۔

''ایک دم فرسٹ کلاس۔'' پتا نہیں انہوں نے لہجے کو فریش رکھنے کی کامیاب کوشش کی تھی یا واقعی اتنے فریش تھے وہ سمجھ نہیں سکی۔

''کیا ہوا ہے آپ کو؟'' اس کی پریشانی کم نہیں ہوئی تھی۔

''کچھ نہیں' بس سینے میں معمولی سا درد تھا تو چیک اپ کے لیے چلا آیا۔'' انہوں نے بتایا۔ تب ہی ڈاکٹر صاحب اندر آئے تو خان جنید کے ساتھ وہ بھی ان کی طرف متوجہ ہوگئی۔

''خان صاحب' اب مزید تاخیر آپ کے لیے نقصان دہ ہوگی۔ آپ کو فوراً بائی پاس کرانا چاہیے۔'' ڈاکٹر نے کہا تو خان جنید نے اثبات میں سر ہلایا پھر اس کی طرف اشارہ کرکے بولے۔

''ڈاکٹر یونس ان سے ملیں یہ میری مسز ہیں۔''

''ہیلو۔'' ڈاکٹر یونس اسے دیکھ کر ہلکے سے مسکرائے۔ جواباً وہ مسکرانے کی کوشش میں ناکام ہوگئی۔ اس کی سماعتوں میں بس ایک لفظ بائی پاس' سائیں سائیں کررہا تھا۔

''مسز خان آپ میرے ساتھ آئیں۔'' ڈاکٹر یونس نے کہا تو وہ خان جنید کو دیکھنے لگی۔ پھر ان کا اشارہ پاکر ڈاکٹر صاحب کے پیچھے چل پڑی۔ ڈاکٹر یونس اسے اپنے روم میں لے آئے اور بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگے۔

''خان صاحب' اپنی صحت پر بزنس کو ترجیح دے رہے ہیں۔ انہیں ہارٹ ٹربل کی شکایت ہے اور میں گزشتہ تین ماہ سے انہیں بائی پاس کے لیے کہہ رہا ہوں اور وہ ہیں کہ آج کل پر ٹالتے جارہے ہیں۔ آپ پلیز انہیں سمجھائیں' مسز خان کہ مزید تاخیر سخت نقصان دہ ہوگی۔'' قدرے رک کر پیپر پر لکھتے ہوئے بولے۔

"میں کچھ میڈیسن لکھ کر دے رہا ہوں' یہ پابندی سے استعمال کرائیں' اور اس ہفتے مکمل ریسٹ کرائیں۔ کسی قسم کی کوئی ٹینشن نہیں ہونی چاہیے۔"

"وہ گھر پر ریسٹ نہیں کریں گے ڈاکٹر صاحب۔" اسے بولنے کے لیے اپنی توانائیاں صرف کرنی پڑی تھیں۔

"ہوں......" ڈاکٹر یونس نے چند لمحے سوچا پھر اسے دیکھ کر بولے۔ "ٹھیک ہے میں انہیں ایڈمٹ کرلیتا ہوں۔ آپ یہ میڈیسن منگوالیں۔"

"جی۔" وہ ان کے ہاتھ سے میڈیسن کا پرچہ لے کر باہر آئی تو خیال آیا کہ وہ اپنا پرس تو لائی نہیں' پھر خان جنید سے پیسے لینے کا سوچ کر تیز قدموں سے چلتے ہوئے ان کے روم میں داخل ہوتے ہی رک گئی۔

کندھے پر سفری بیگ لٹکائے آصف جاہ شاید ایئرپورٹ سے سیدھا ادھر ہی آ گیا تھا۔

"صبا......" خان جنید نے اسے پکارا تب آصف جاہ بھی گردن موڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

"خان' یہ میڈیسن لینی ہیں۔" وہ فوراً آگے بڑھ آئی تو آصف جاہ اس کے ہاتھ سے میڈیسن کا پرچہ لے کر باہر نکل گیا۔

"آپ خود سے بے پروائی کیوں کررہے ہیں۔" آصف جاہ کے جاتے ہی وہ ان سے الجھنے لگی۔ "ڈاکٹر صاحب بتارہے ہیں انہوں نے تین مہینے پہلے آپ کو بائی پاس کا کہا تھا۔ ان کی بات ماننا تو دور کی بات آپ نے خود کو مزید مصروف کرلیا۔ کیوں کررہے ہیں آپ ایسا؟ اپنا نہیں تو ہمارا خیال کریں' میں' بنٹی' کون ہے ہمارا آپ کے سوا۔" وہ رونے لگی تو خان جنید نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنے قریب کرلیا تھا۔

♥□♥......♥□♥

ایک کے بعد دوسرے آپریشن نے انہیں بے حد تھکا دیا تھا۔ مزید پیشنٹ دیکھنے کی ان میں ہمت نہیں تھی۔ پھر شام میں انہیں کلینک بھی جانا تھا' اس لیے دو تین گھنٹے آرام کرنے کا سوچ کر وہ ہاسپٹل سے نکلے تو راستے میں تانیہ کا فون آ گیا۔

"کہاں ہو تم' میں کب سے تمہیں فون کررہی ہوں۔" وہ جھنجلائی ہوئی تھی۔

"میں راستے میں ہوں۔" ان کی آواز میں تھکن ظاہر تھی۔

"کہاں جارہے ہیں؟" تانیہ نے فوراً پوچھا۔

"گھر۔"

"میرے گھر آ جاؤ۔" تانیہ نے کہا تو وہ بہت ضبط سے بولے۔

"نہیں تانیہ اس وقت......"

"کوئی بہانہ نہیں' بس آ جاؤ' میں انتظار کررہی ہوں۔" تانیہ نے ان کی بات سنی ہی نہیں کھٹ سے فون بند کردیا تو ناچاہتے ہوئے بھی انہوں نے گاڑی اس کے گھر کے راستے پر ڈال دی۔ یہ نہیں تھا کہ وہ اسے ناراض نہیں کرنا چاہتے تھے' مجبوری کے اس بندھن کو بہر حال انہیں نبھانا تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد انہوں نے تانیہ کے گیٹ پر گاڑی روکی اور ابھی اترنے لگے تھے کہ تانیہ ایکدم آ کر ان کے برابر بیٹھ گئی۔

"چلو......" وہ ناسمجھی میں اسے دیکھنے لگے۔

"کلفٹن مال' پارک ٹاور' چیری کہیں بھی' مجھے شاپنگ کرنی ہے۔" تانیہ نے کہا تو وہ بددل ہوکر بولے۔

"یہ کام تم اپنی امی کے ساتھ بھی کرسکتی ہو۔"

"بالکل کرسکتی ہوں' لیکن شادی کی شاپنگ میں تمہارے ساتھ کرنا چاہتی ہوں۔ تمہاری پسند سے۔" انہوں نے خاموشی سے گاڑی آگے بڑھادی' کیونکہ اس سے کچھ کہنا فضول تھا۔ کچھ دیر تانیہ خود ہی جانے کیا کیا بولتی رہی پھر ان کی خاموشی محسوس کرکے ٹوک کر بولی۔

"تم کچھ بول کیوں نہیں رہے۔ نشاء سے تو سب کہہ دیا تم نے۔"

"نشاء سے؟" انہوں نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"اب انجان بننے کی ضرورت نہیں ہے احسن' نشاء نے سب بتادیا ہے مجھے کہ تم جانے کب سے مجھے پسند کرتے

ہو۔ امریکا جانے سے پہلے تم اپنی امی سے کہہ گئے تھے کہ تم شادی کروگے تو مجھ سے ورنہ کسی سے نہیں۔'' تانیہ اترا کر بول رہی تھی اور وہ اتنے بے بس ہوگئے تھے کہ اس کی باتوں کو جھٹلا بھی نہیں سکے نہ شاپنگ میں اس کا ساتھ دے سکے۔ تانیہ نے ہر چیز میں ان کی پسند پوچھی اور انہوں نے بس سر ہلا دیا۔ پھر دونوں فوڈ کارنر میں آ کر بیٹھے تو تانیہ کا موڈ آف تھا۔

''بور کر دیا تم نے۔ میں چاہ رہی تھی تمہاری پسند سے شاپنگ کروں لیکن تمہیں کسی چیز سے دلچسپی ہی نہیں ہے کیوں؟''

''یہ بات نہیں ہے تانیہ' اصل میں مجھے خواتین کی شاپنگ کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔'' انہوں نے بات بنانے کی کوشش کی' وہ تنک کر بولی۔

''نہ ہو تجربہ' لیکن یہ تو بتا سکتے تھے کہ کون سا کلر مجھ پر سوٹ کرتا ہے کون سا نہیں۔''

''تم پر ہر کلر سوٹ کرتا ہے۔'' انہوں نے فوراً کہا تب بھی وہ مشکوک ہوئی۔

''جان چھڑا رہے ہو۔''

''جان چھڑانا ہوتی تو شادی کا پیغام کیوں بھیجتا۔'' وہ قصداً مسکرائے پھر بھی تانیہ مشکوک نظروں سے انہیں دیکھے گئی۔

''کم آن یار' پبلک پلیس پر تو مت گھورو..... لوگ دیکھ رہے ہیں۔ اچھا میں کچھ کھانے کو لاتا ہوں۔'' وہ اٹھ کر چلے گئے پھر سینڈوچز کے ساتھ سوفٹ ڈرنک لے کر آئے تو تانیہ خاموشی سے سینڈوچ کھانے لگی۔ احسن نے اس کی خاموشی کو نوٹس کیا پھر سنجیدگی سے کہنے لگے۔

''سنو' ہم ٹین ایج سے بہت آگے نکل آئے ہیں۔ اب اس عمر میں ہمیں بچکانہ حرکتیں زیب نہیں دیتیں۔''

''کیا مطلب ہے تمہارا' ہم بوڑھے ہوگئے ہیں۔'' وہ چیخ کر بولی تھی۔

''لگ بھگ۔'' احسن کی شرارت پر تانیہ نے دانت پیسے تھے۔

❤☐❤......❤☐❤

وہ الماری میں سر دیئے جانے کیا تلاش کر رہی تھی کہ محسن نے پکار کر چائے کا کہا تو اس نے اپنی تلاش ترک کر دی اور الماری بند کر کے کمرے سے نکل کر سیدھی کچن کی طرف جا رہی تھی کہ ساجدہ بیگم نے پکار لیا۔

''جی تائی امی۔'' وہ ان کے کمرے میں آ گئی۔

''یہ دیکھو.....'' ساجدہ بیگم نے اپنے سامنے کھلے دو تین جیولری کے ڈبوں کی طرف اشارہ کیا تو وہ دیکھتے ہی قریب چلی آئی اور شوق سے دیکھنے لگی۔ پھر ایک ڈبہ اٹھا کر بولی۔

''تائی امی یہ بہت خوب صورت ہے۔ پہلے دن احسن بھائی کی دلہن کو یہ سیٹ پہنایئے گا۔''

''ہاں لیکن.....'' ساجدہ بیگم جانے کیا سوچنے لگیں۔

''لیکن کیا؟'' اس نے ٹوکا تو ساجدہ بیگم کہنے لگیں۔

''بیٹا آج کل تو شراروں کے ساتھ جیولری سیٹ میچ کیا جاتا ہے۔''

''ہاں تو تائی امی ہم اسی سیٹ پر شرارے کے ساتھ میچنگ نگ لگوا لیں گے۔'' اس نے فوراً حل بتا دیا۔

''مجھے تو ان سب باتوں کا پتا نہیں ہے بیٹا۔''

''تو میں کس لیے ہوں۔ یہ کام آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔''

''تم اپنی تیاری تو کرو۔ اب دن ہی کتنے رہ گئے ہیں۔'' ساجدہ بیگم خاصی بوکھلائی ہوئی لگ رہی تھیں۔

''میری تیاری بھی ساتھ ساتھ ہو جائے گی۔ آپ بالکل فکر نہ کریں۔'' اس نے کہا تب ہی محسن دروازے میں آ کر چلایا تھا۔

''نشاء' تم یہاں بیٹھی ہو۔ دو گھنٹے پہلے میں نے تمہیں چائے کا کہا تھا۔''

''موتی میں.....'' وہ بوکھلا کر اٹھی تھی۔

''نہیں بنانی تھی چائے تو منع کر دیتیں۔ میں وہاں انتظار میں بیٹھا رہا۔ محتاج ہوں نا تمہارا' جب ہی ہر کام کے لیے ترساتی ہو۔'' وہ جانے کیوں اتنا غصہ کرنے

لگا تھا۔

''مونی کیا ہوگیا ہے بیٹا' نشاء کو میں نے بلایا تھا۔'' ساجدہ بیگم نے قدرے پریشان ہو کر اسے ٹوکا لیکن وہ مزید بگڑ گیا۔

''بس کریں امی' آپ نہ اس کی طرف داری کریں۔ ابھی آپ نے اسے بلایا ہے ناں یہ تو ہمیشہ ایسے ہی کرتی ہے' بھول جاتی ہے میرے سارے کام۔ اسے یاد ہی نہیں رہتا کہ میں بھی ہوں۔''

''مونی......'' اس کے صرف ہونٹ ہلے تھے۔

''بے کار باتیں مت کرو مونی' جاؤ نشاء تم چائے بناؤ۔'' ساجدہ بیگم نے محسن کو ڈانٹ کر اس سے کہا تو وہ فوراً کچن میں آ گئی' نہ صرف خائف بلکہ روہانسی بھی ہو رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ محسن کو کیا ہوگیا ہے؟ کہاں تو اتنی محبت اور اب ذرا ذرا سی بات پر بگڑنے لگا تھا۔ جانے اس کے اولین دنوں کے رویے کا بدلہ لے رہا تھا یا کوئی اور بات تھی۔

''اور کیا بات......'' وہ سوچتی الجھتی چائے لے کر کمرے میں آئی تو محسن جانے کس سوچ میں بیٹھا تھا اس کے چہرے پر محسوس کیے جانے والا کرب پھیلا تھا۔

''سوری مونی...... میں تائی امی کے پاس بیٹھی تو پھر چائے بھول ہی گئی۔'' اس نے ڈرتے ڈرتے کہا تو وہ اس کے ہاتھ سے کپ لیتے ہوئے بولا۔

''بس کبھی مجھے نہ بھول جانا۔''

''آپ کیوں ایسی باتیں کرنے لگے ہیں۔ میں ساری دنیا بھلا سکتی ہوں آپ کو نہیں۔'' اس کی دل گرفتگی دل پر محسوس کر کے بھی وہ ذرا سا ہنسا تھا۔

''اچھا......''

''آپ کو مجھ پر میری محبت پر یقین نہیں ہے۔'' اس کی آواز بھرا گئی تھی۔

''محبت......'' محسن کی آنکھوں میں درد سمٹ آیا تھا۔ کسی نادیدہ نقطے پر نظریں جمائے جانے کہاں کھو گیا تھا۔

''مونی؟'' اس نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر دھیرے سے پکارا تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

''کیا آپ کو میری محبت پر شک ہے؟'' اس نے ڈوبتے دل کے ساتھ پوچھا تو وہ اس کی آنکھوں میں اپنی نظریں اتار کر بولا۔

''اگر میں کہوں ہاں تو......''

''تو میں مر جاؤں گی۔ سچ مچ مر جاؤں گی۔'' وہ رو پڑی۔

''بے وقوف...... ذرا ذرا سی بات پر رونے لگتی ہو۔'' وہ زبردستی مسکرایا پھر اچانک یاد آنے پر یا شاید بات بدلنے کی غرض سے بولا تھا۔

''ارے ہاں تمہارا سیل فون بج رہا تھا۔ صبا کی کال تھی۔''

''صبا کی کال تھی تو آپ ریسیو کر لیتے۔'' اس نے ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑتے ہوئے کہا تو وہ کندھے اچکا کر بولا۔

''مجھے مناسب نہیں لگا۔''

''اس میں نامناسب کی کیا بات ہے؟''

''خیر تم خود کال کر لو۔ پتا نہیں کیا ضروری بات کرنی ہوگی اسے۔'' محسن نے کہا تو اس نے پہلے جا کر منہ ہاتھ دھوئے' پھر آ کر صبا کو کال ملائی تھی۔

''ہاں صبا تم کال کر رہی تھیں؟'' اس نے کہا پھر ادھر کی بات سنتے ہوئے وہ بے حد پریشان ہوگئی تھی۔

''کیا...... کب؟''

''ابھی کیا کنڈیشن ہے؟''

''ہاں میں...... میں آتی ہوں۔''

''تم پریشان مت ہو' میں ابھی......'' اس نے سیل آف کر کے محسن کو دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

''مونی...... جنید بھائی کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔''

(جاری ہے)

آیا تو ہے پیام بہاراں صبا کے ساتھ
خوں رنگ نہ ہوجائیں کہیں پھر فضا کے ساتھ
پھر پیار آگیا ہے بہت آسمان کو
موتی لٹا رہے ہیں زمیں پہ گھٹا کے ہاتھ

شام ڈھل رہی تھی اور بڑھتی ہوئی تاریکی کے ساتھ موسم کی خنکی میں بھی اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ وہ شال کو خود کے گرد لپیٹے بیڈ کی پشت سے سر ٹکائے چھت کو گھورنے میں مصروف تھی کہ دروازے پر ہونے والی دستک نے اسے چونکا دیا۔ اس نے وال کلاک کی طرف دیکھا جو شام کے سات بجے کا وقت بتا رہا تھا۔ اس نے گہری سانس لی' شال کو مضبوطی سے بازوؤں کے گرد لپیٹا اور دروازہ کھولنے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''تو پہنچ گئی تم تک بریکنگ نیوز۔'' دروازے پر کھڑی کرن کو دیکھ کر اس کے ماتھے پر شکنیں ابھر آئیں۔

''میڈم جی! ہم بڑے لوگ ہیں' ہمیں تو لوگ دعوت پر بلایا کرتے ہیں۔ آنٹی نے گاجر کا حلوہ کھانے کے لیے بلایا ہے وہ تو میں یونہی ثواب حاصل کرنے کی خاطر تمہاری مسکین سی شکل کا دیدار کرنے آگئی ویسے خاصی غیر مہذب ہو تم' بیٹھنے کا نہیں کہو گی۔'' کرن نے تجاہل عارفانہ انداز تکلم اختیار کیا اور پھر اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر ہی کمبل میں دبک کر بیٹھ گئی۔ اس نے گھورا تو کمبل کو کھول کر پیر پسارے اور کمبل اوپر تک تان لیا۔

''سنو وہ ''زندگی کے رنگ'' کی آخری قسط آنے والی ہے' لگانا ذرا۔ حلوہ ذرا دم پر ہے۔'' کرن نے اس کے بگڑے ہوئے تیوروں کو مکمل نظر انداز کر کے اپنی طمانیت بخش کارروائیاں جاری رکھیں تو وہ محض دانت بھینچ کر رہ گئی اور ریموٹ کرن کی طرف بڑھا دیا۔

''بیٹھ جاؤ' تھک جاؤ گی۔ تمہارا اپنا ہی گھر ہے۔''

کرن نے اپنے قریب جگہ بنا کر گویا اس پر احسان کیا۔

''بہت شکریہ آپ کا' ورنہ میں تو واقعی بھول گئی تھی کہ یہ میرا گھر ہے۔''

''اٹس او کے ڈیئر' مینشن ناٹ۔'' کرن نے بتیسی

نکالی تو اس نے منہ دوسری طرف پھیر لیا اور کرن کندھے اچکا کر ٹی وی کی جانب مگن ہوگئی۔ اتنے میں ناہید بیگم حلوہ کی ٹرے اٹھائے کمرے میں چلی آئیں تو دونوں سیدھی ہوکر بیٹھ گئیں۔

''ارے آنٹی! آپ نے کیوں زحمت کی' مجھے بتادیتیں میں نکال کر لے آتی۔'' کرن نے شرمندگی سے کہا۔

''کوئی بات نہیں بیٹا! میں نے سوچا دونوں سہیلیاں باتیں کررہی ہوں گی میں ہی لے جاؤں۔ اب تم چکھ کر بتاؤ کیسا بنا ہے؟'' ناہید بیگم نے حلوہ پلیٹ میں نکال کر کرن کو دیا۔

''ضرور ویسے آنٹی ذائقہ بہت ہے آپ کے ہاتھ میں ماشاء اللہ' کچھ اپنی بیٹی کو بھی سکھادیں۔'' کرن نے حلوہ چمچ میں بھر کر منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

''میری بیٹی تو بہت سلیقہ مند ہے بس ذرا نا سمجھی کی باتیں کرجاتی ہے کبھی کبھی' اب تم ہی کچھ سمجھاؤ اسے۔'' ناہید بیگم نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو وہ جو اب تک سب کچھ خاموشی سے سن رہی تھی پھٹ سی پڑی۔

''آخر آپ لوگ میرا پیچھا کیوں نہیں چھوڑ دیتے' کیا میری ذات کے علاوہ' مجھے ڈسکس کرنے کے علاوہ آپ لوگوں کے پاس کوئی اور ٹاپک نہیں پلیز مجھے سکون سے رہنے دیں۔''

''دیکھ رہی ہو کرن! کیسی بدلحاظ ہوئے جارہی ہے یہ چھوٹے بڑے کا لحاظ نہیں اسے' بتاؤ اسے کہ اگر ہم اس کے لیے پریشان نہ ہوں گے تو کون ہوگا۔ ہم تو آج یا کل دنیا چھوڑ ہی دیں گے لیکن اگر اس نے اپنی ضد نہ چھوڑی تو یہ دنیا اسے نہیں چھوڑے گی تب یاد کرے گی اپنی ماں کو۔'' ناہید بیگم نے بظاہر کرن کو مخاطب کرکے اسے بری طرح لتاڑا تھا۔

آخر میں وہ خود ہی رو پڑیں اور آنسو پونچھتی کمرے سے نکل گئیں اور کرن جو اس غیر متوقع صورتحال پر شاکڈ بیٹھی تھی جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اس کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا۔

''رجا تم ہوش میں ہو' تمہیں اپنے اور پرائے کی کوئی پہچان نہیں رہی ہے۔ طعنے تمہیں برے لگتے ہیں' نصیحتیں تمہیں سمجھ نہیں آتیں۔ تم اپنی عقل کو قدرت کے اصولوں اور اللہ کی حکمت سے برتر سمجھتی ہو' ہم سب تمہارے دشمن نہیں تم خود اپنی دشمن ہو۔ تم خود اپنے زخموں کو ہرا رکھنا چاہتی ہو' ماتم کرنے کا دل چاہتا ہے تمہاری عقل پر۔''

''ہاں تو کرو ماتم' یہ تو اب میرا نصیب ہے۔'' ماں اور دوست دونوں کے سخت جملوں نے رجا کو رلا ڈالا' وہ سسک پڑی تو اس کی ہچکیوں نے کرن کو اس کے تیز لہجے کا احساس دلایا اس نے تڑپ کر رجا کو اپنی بانہوں میں بھرلیا۔

''نہ رو میری جان' مت کرو ایسی باتیں' خدارا سمجھو۔'' رجا کو چپ کراتے کراتے وہ خود بھی رو پڑی۔ وہ دونوں بچپن کی سکھیاں تھیں۔ ہم محلہ' ہم جماعت' ساتھ کھیلتے کھیلتے بڑی ہوگئیں' کھلونے اور کپڑے شیئر کرتے دکھ سکھ' خوشی آنسو' خواب اور تعبیریں سب کچھ شیئر کرنے لگیں۔

ہم جن سے محبت کرتے ہیں ان کے لیے اپنا سب کچھ دان کردینے کو تیار رہتے ہیں۔ کیا تن' کیا من' کیا دھن...... محبت کے آگے ہر شے ہیچ اور بے مول ہوجاتی ہے مگر انسان کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے رب کائنات کی بنائی اس دنیا میں بشر کی نہیں رب کی مرضی چلتی ہے۔ اسی لیے تو ہم اپنا نصیب اپنے چاہنے والے سے نہیں بدل سکتے۔ گر جو ایسا ممکن ہوتا تو درد سے روتے تڑپتے بلکتے بچے کی تکلیف ماں خود نہ لے لیتی۔ ماں ایسا چاہ کر بھی نہیں کرسکتی' ہر انسان کو اپنے حصے کا دکھ خود اٹھانا ہوتا ہے البتہ اگر کوئی آنسو پونچھنے والا در ماں مل جائے تو درد کی شدت میں کمی ضرور آجاتی ہے۔

''بس کرو رجا! پلیز سنبھالو خود کو یہ لو پانی پی لو۔'' کرن نے اس کے لرزتے وجود کو سہارا دے کر اسے پانی کا گلاس تھمایا تو اس نے گھونٹ گھونٹ حلق میں اتارنا شروع کردیا۔ کرن نے اس کے بکھرے بال سمیٹے۔

''پلیز رجا! خود کو ہلکان مت کرو۔''
''پھر کیا کروں کرن! مجھے بتاؤ آخر میں کیا کروں؟''
رجا نے ہتھیلیوں سے اپنے نم رخسار صاف کیے۔
''تم جاب کرلو رجا!'' کرن نے کہا تو رجا چونک پڑی۔
''جاب...... میں......'' رجا گومگوں کی کیفیت میں تھی۔
''ہاں' میرے آفس کے ایچ آر ڈیپارٹمنٹ میں ویکنسی آئی ہے۔''
''مگر مجھے کون جاب دے گا' کوئی تجربہ ہے نہ کوئی اعلیٰ ڈگری۔'' رجا ہنوز حیرت میں مبتلا تھی۔
''ارے ڈیئر! پی آر ہونی چاہیے' تمہاری یہ دوست کس دن کام آئے گی اور تم نے گریجویشن کا ایگزام تو دیا ہوا ہے' اپلائیڈ شو کردیں گے سی وی۔ پاس تو ہو ہی جاؤ گی' باقی شام میں کمپیوٹر کلاسز میں داخلہ لے لینا تاکہ کچھ ایکسٹرا اسکلز بھی سی وی میں ایڈ ہوجائیں۔ تم یوں کرو کہ آج رات کو ہی مجھے سی وی میل کردینا میں ڈیپارٹمنٹ میں فارورڈ کردوں گی۔'' کرن نے کہا تو رجا کو لگا گویا فیثا غوث کا سوال حل ہوگیا ہو۔
''کرن یو آر ٹرو فرینڈ۔'' رجا کرن کے گلے لگ گئی' خوشی سے ایک بار پھر اس کی آواز بھرا گئی۔
''ڈونٹ وری ڈیئر! سب ٹھیک ہوجائے گا' پتا ہے کیا رجا! گھر بیٹھی بیٹیاں ہمیشہ آنکھوں میں کھٹکتی ہیں۔ تمہارے روز وشب بدلیں گے تو لوگوں کے رویے میں بھی فرق آجائے گا اور تم مصروف ہوجاؤ فی الحال تمہارے لیے یہی بہتر ہوگا۔'' کرن نے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلادیا۔
''مگر سنو' تم نے آنٹی کے ساتھ ٹھیک نہیں کیا' وہ تمہاری ماں اگر بالفرض وہ تھوڑی زیادتی کر بھی جاتی ہیں تو تمہیں برداشت کرنا چاہیے کیونکہ یہ تمہارا فرض ہے کہ تم ان سے اونچی آواز میں بات نہ کرو۔'' کرن نے تنبیہی انداز میں کہا۔
''جانتی ہوں' مجھے میری غلطی کا احساس ہے۔'' رجا نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔
''ہونا بھی چاہیے' اب جاؤ اپنی غلطی کی تلافی کرو اور ان سے معافی مانگو اور ذرا خود پر قابو رکھنا سیکھو۔ جذبات میں آکر حدیں کراس کرنا چھوڑ دو۔'' کرن کا لہجہ بدستور سنجیدہ تھا۔
''میں کوشش کروں گی' تم بیٹھو میں امی کے پاس سے ہوکر آتی ہوں۔'' رجا نے بکھرے بال سمیٹ کر کیچر میں مقید کیے اور کمرے سے باہر نکل گئی تو کرن دوبارہ ٹی وی کی طرف متوجہ ہوگئی جہاں ڈرامہ اختتامی مراحل میں تھا۔

❁......❁......❁

کرن کے کہنے پر رجا نے جاب کرتو لی مگر وہ اندر سے بہت خوفزدہ تھی۔ وہ پورے دو سال بعد گھر سے قدم باہر نکال رہی تھی وہ لوگوں کا سامنا کرنے سے کترانے لگی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آج اپنی جاب کے پہلے دن وہ اسے خنکی کے باوجود بار بار ٹھنڈے پسینے آرہے تھے۔ اس نے شیفون کے دوپٹے کو اسکارف کی طرح لپیٹ کر اچھی طرح پن اپ کیا ہوا تھا مگر اس کے باوجود وہ اسے بار بار چاروں اطراف سے سیٹ کرتی جارہی تھی' کرن اس کی پیشانی اور گھبراہٹ نوٹ کررہی تھی۔
''رجا پلیز بی کانفیڈنٹ' تم اس طرح گھبرا کیوں رہی ہو یار میں بھی تو جاب کرتی ہوں' ہزاروں لڑکیاں کرتی ہیں پھر میں تو آفس میں بھی تمہارے ساتھ ہی ہوں۔''
''ہاں شکر ہے تم ساتھ ہو' ہم قریب رہتے ہیں اگر تمہارا ساتھ نہ ہوتا تو میں کبھی اتنی دور نہ آپاتی۔ اب تو راستے بھی صحیح سے یاد نہیں مجھے۔'' رجا نے ٹشو سے چہرہ پر آیا پسینہ خشک کیا۔
''چلو بس اب زیادہ سوچو نہیں بلاوجہ نروس مت ہو' بی نارمل آفس آنے والا ہے' فرسٹ امپریشن از دی لاسٹ امپریشن۔'' کرن نے اسے تسلی دیتے ہوئے کار کا اسٹیئرنگ دائیں طرف موڑا تو رجا سامنے دیکھنے لگی۔ کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد کرن نے گاڑی ایک بلند اور

وسیع احاطے پر مشتمل خوب صورت بلڈنگ کے سامنے روک دی۔

یہ اسکائی زون آفس کی سینٹرل برانچ تھی' رجا نے نگاہیں اٹھا کر سبز شیشوں سے بنی خوب صورت عمارت کو دیکھا اور گہرا سانس کھینچ کر کرن کی جانب قدم بڑھا دیئے جو گاڑی پارک کر کے اسے اندر چلنے کے لیے ساتھ آنے کا اشارہ کر رہی تھی۔ دونوں ایک ساتھ ہاتھ پکڑے آفس میں داخل ہوئیں' کرن نے ریسپشن پر بیٹھی لڑکی سے مصافحہ کیا اور رجا کا تعارف کیا۔

''مرینہ یہ میری فرینڈ ہیں رجا! آج سے ہمارا آفس جوائن کر رہی ہیں۔''

''اوہ' ویلکم مس رجا! نائس ٹو میٹ یو۔'' جدید تراش خراش کے سوٹ میں ملبوس اسمارٹ سی مرینہ نے مسکراتے ہوئے کہا تو رجا نے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

''تھینک یو۔''

''اچھا اب تم یہ سامنے والے روم میں چلی جاؤ' وہاں عاطف صاحب کو اپنی جوائنگ دو۔ میرا آفس اوپر والے فلور پر ہے' اب تم سے لنچ ٹائم میں ملاقات ہوگی' اوکے ٹیک کیئر۔'' کرن نے اس کا رخسار سہلایا اور اوپر جاتی سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی تو وہ تھوک نگلتی ہوئی کرن کے بتائے ہوئے روم کی جانب بڑھ گئی۔

❀......❀......❀

''ہارسن! سوا سات ہوگئے ہیں۔'' ارسل نے سرمد سے کہا تو اس نے بتیسی نکال کر کہا۔

''ہاں میرے بھائی میری بینائی ابھی تک سلامت ہے اور میں دیکھ سکتا ہوں کہ گھڑی کی سوئیاں کس جانب اشارہ کر رہی ہیں۔''

''واہ میرے یار! کیا بات ہے تیری' بے جان چیزوں کے اشارے سمجھ سکتا ہے تو مگر اپنے دوست کے دل کی بات سمجھ نہیں آتی تجھے۔ صدقے جاؤں تیری یاری تے۔'' ارسل نے جلے بھنے لہجے میں سرمد کو کوسا تو اس کے حلق سے قہقہہ برآمد ہوا۔

''صبر میری جان صبر' ہوسکتا ہے ٹریفک جام ہو یا پھر آج وہ آئیں ہی ناں۔'' سرمد نے بھنویں اچکاتے ہوئے کہا تو ارسل نے بھنا کر اسے ایک چپت رسید کردی۔

''جب بھی بولنا فضول بولنا' خبیث آدمی! خاک پڑے تیرے منہ میں' یہاں میں انتظار میں مرا جا رہا ہوں اور تو پیش گوئیاں کر رہا ہے۔''

''ارے یار! کیا مصیبت ہے بولوں تو مروں نہ بولوں تو بھی پیچھے پڑا رہتا ہے۔ اب میرا دماغ مت کھانا' جا خود دعا کر' وظیفے کر جو مرضی کر میرا پیچھا چھوڑ دے۔'' سرمد نے گردن سہلا کر ارسل کے سامنے ہاتھ جوڑے تو اس نے جھٹ اپنی آنکھیں بند کرلیں اور جھومنے لگا۔

سرمد کچھ دیر تو اسے حیرت سے گھورتا رہا مگر جب چاروں طرف سے کھی کھی کی دبی دبی آوازیں بلند ہونے لگیں تو اس نے ارسل کو کہنی ماری۔

''ارے او مردود! تو دعا کر رہا ہے یا جلالی منتر پڑھ رہا ہے۔''

''ابے میری پسلی نکالے گا کیا؟ کیا مصیبت آگئی اب۔'' ارسل نے کمر سہلاتے ہوئے کہا تو خرم کے اشارے پر اس نے کلاس میں نظر دوڑائی تو اسٹوڈنٹس کو اپنی جانب معنی خیز انداز میں دیکھتے پا کر خجل ہو کر گدی سہلانے لگا' قریب تھا کہ وہ باہر کی جانب دوڑ لگاتا اس کی نگاہ دروازے پر پڑ گئی۔

''پڑ گئی کلیجے وچ ٹھنڈ۔'' سرمد نے ارسل کو ٹکٹکی باندھے دیکھ کر اس کی نگاہوں کے تعاقب میں نظریں دوڑائیں تو مسکرا دیا۔

''ہاں یار! دعا قبول ہوگئی شاید'' ارسل نے ٹھنڈی سانس بھری۔

''آہم...... تیرا تو کچھ علاج کرنا ہی پڑے گا' بات سن......'' سرمد نے کچھ کہنا چاہا مگر کلاس ٹیچر کی آمد کے باعث اسے خاموش ہونا پڑا۔ ساڑھے سات ہوچکے تھے' کمپیوٹر کلاس شروع ہوگئی تھی۔ سر عامر نے لیکچر دینا شروع

کردیا' تمام اسٹوڈنٹس ہمہ تن گوش ہوچکے تھے۔
''اسٹوڈنٹس' آج ہم پریکٹیکل اسٹارٹ کریں گے' آپ نے ایک ہفتے قبل جوتھیوری پڑھی ہے اب آپ اس کا پریکٹیکل کرکے اس سبجیکٹ میں مہارت حاصل کریں۔ میں آپ کو ٹیم کی صورت میں پروجیکٹ اسائن کروں گا تاکہ آپ کو آئیڈیا کی ورائٹی مل سکے۔ آپ جانتے ہیں ایک سے بھلے دو اور دو سے بھلے چار۔'' سر عامر نے لڑکے لڑکیوں کے نام کال کرکے چار چار کا گروپ بنایا۔ کلاس کا ٹائم ختم ہوگیا تو سر عامر تو چلے گئے کچھ اسٹوڈنٹس اپنے پروجیکٹ کی طرف متوجہ ہوگئے اور کچھ گھروں کی طرف روانہ ہوگئے۔

❁......❁......❁

آج چھٹی کا دن تھا' رجا ضروری کام نمٹا کر' نہا دھو کر چھت پر آبیٹھی۔ دسمبر کے اوائل دن تھے' موسم کی خنکی رچی ہوئی تھی مگر دن کے گیارہ بارہ بجے دھوپ خوب شدت سے چمکتی تھی اور سورج کی گرم کرنیں جسم کو حدت پہنچا کر حرارت پیدا کررہی تھی۔ کچھ دیر چھت پر یونہی ٹہلنے کے بعد وہ چھت پر رکھے ہوئے تخت پر آکر بیٹھ گئی اور اخبار کھول کر سامنے پھیلا لیا جسے وہ آتے ہوئے اپنے ساتھ لے آئی تھی۔ ابھی اس نے شہ سرخیوں پر نظر ڈالنا شروع ہی کی تھی کہ کرن وارد ہوگئی اور اپنے مخصوص چہکتے ہوئے انداز میں بولی۔
''ہائے ڈیئر کیا ہورہا ہے؟''
''میں سلائی کررہی ہوں شاید آپ کو نظر کم آتا ہے۔''
رجا نے جل بھن کر جواب دیا۔
''ہاں مجھے بھی لگتا ہے کہ میری نظر کمزور ہوگئی ہے کیا ہے نا اتنی حسین غزالی آنکھیں ہیں تو ہر کوئی حسد کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔'' کرن نے ڈھٹائی سے کہا۔
''اوہو...... بڑی خوش فہمی ہے جناب کو ویسے بائی دا وے تمہیں کوئی کام وام نہیں ہوتا جو چھٹی والے دن بھی صبح ہی وارد ہوجاتی ہو۔'' رجا نے اس کی مزید عزت افزائی کی کیونکہ کرن اب اخبار اس کے ہاتھ سے لے کر خود مزے سے پڑھنا شروع ہوگئی تھی۔
''بھئی بات یہ ہے محترمہ کہ کام نمٹانے کے تو ہم ماہر ہیں یعنی سست نہیں ہیں دوسرا آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ہم وارد نہیں ہوئے بلکہ باقاعدہ بلوائے گئے ہیں۔ گرما گرم مولی کے پراٹھے انجوائے کرنے کے لیے۔''
''اوہو' کیا بات ہے دعوت پر بلایا گیا ہے یہ منہ اور مسور کی دال۔'' رجا نے اخبار جھپٹنا چاہا۔
''جلنے والے جلا کریں تو ہم کیا کریں' میری جان! ایسے ہی ہیں دلوں پر چھا جانے والے' راج کرنے والے۔ اب اوپر والے نے بنایا ہی ہم کو ایسا سپر پس ہے کہ جو دیکھتا ہے' ملتا ہے بس گرویدہ ہوجاتا ہے۔'' کرن نے اس کے آگے اخبار لہرایا اور خود نیچے کی طرف بھاگی اور سیدھا کچن میں جا پہنچی جہاں رجا کی امی پراٹھوں کو ہاٹ پاٹ میں رکھ رہی تھیں۔
''السلام علیکم آنٹی! لائیں میں دستر خوان پر رکھ آؤں۔''
''وعلیکم السلام' جیتی رہو بیٹا!''
''امی آپ کیوں ہر ایرے غیرے کو دعوتوں میں بلالیتی ہیں' ایسے مفتے کھانے والوں کو ذرا کم منہ لگایا کریں۔ بے وجہ ہی دماغ چڑھ جاتا ہے۔'' رجا نے دستر خوان پر براجمان کرن کو گھورتے ہوئے دانت پیستے ہوئے کہا جو مزے سے سب کے آگے برتن سجا کر اپنا پہلا نوالہ توڑ رہی تھی اور اخبار اس نے کہیں غائب کردیا تھا تاکہ رجا کو مزید تپا سکے۔ وہ جانتی تھی کہ صبح اخبار کا باقاعدہ مطالعہ رجا کی عادت میں شامل ہے اس لیے جان بوجھ کر اسے چڑا رہی تھی۔
''رجا یہ کیا بدتمیزی ہے' گھر آئے مہمانوں سے کوئی ایسے بات کرتا ہے۔'' امی نے گھر کا تو رجا نے فوراً منہ بنالیا۔
''مہمان...... ہونہہ......''
''ارے آنٹی جی' جانے دیں یہ لوگ کیا جانیں محبتوں

کا مطلب۔ یہ بے جان چیزوں کے پیچھے جان دینے والے کیا سمجھیں کہ آپ کے ہمارے جذبات اور ویسے بھی آپس کی بات ہے۔ لوگ محبت میں بنوارہ بھی تو برداشت نہیں کرپاتے۔'' کرن پھر چہکی تو رجا کی امی نے اسے جھٹ گلے لگا کر ماتھا چوم ڈالا وہ انہیں واقعی بیٹیوں کی طرح عزیز تھی ہر حال میں خوش رہنے والی زندہ دل۔

''امی میں آپ کی بیٹی ہوں کہ وہ۔'' رجا نے کرن کی زبان چڑانے پر منہ بسورتے ہوئے کہا تو امی کو بے اختیار ہنسی آگئی۔

''ارے توبہ...... میں کیا کروں اس لڑکی کا' کیسے بچوں کی طرح لڑرہی ہے۔'' کرن کا بھی قہقہہ نکلا تو رجا خفت زدہ چہرے لیے خود بھی ہنس پڑی۔

''چلو تم لوگ ناشتا کرو' میں ذرا تمہارے ابو کو ناشتا دے آؤں' دوا بھی کھانی ہوتی ہے انہیں۔'' امی اپنا چائے کا کپ اٹھا کر کھڑی ہوئیں اور واپس کچن کی جانب چلی گئیں' وہ دونوں بھی دستر خوان سمیٹنے لگیں۔

''اچھا سن تیری کمپیوٹر کلاسز کیسی چل رہی ہیں' کچھ مشکل تو نہیں ہورہی۔'' کرن نے دستر خوان لپیٹتے ہوئے کہا اور کچن میں آکر سلپ پر رکھ دیا۔

''ارے ہاں اچھا ہوا تم نے پوچھ لیا' کچھ کمانڈز سمجھ نہیں آرہیں' وہ ذرا بتانا۔ بہت عرصے بعد پڑھنے بیٹھی ہوں تو تھوڑی مشکل تو ہورہی ہے مگر شکر ہے سر عامر بہت کوآپریٹو ہیں' جتنی بار پوچھو چڑتے نہیں۔'' رجا نے پلیٹیں دھو کر ریک میں رکھیں۔

''ہاں پڑھائی میں گیپ آجائے تو ایسا ہوتا ہے' اس لیے تو کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے تعلیم مکمل کی جائے پھر کوئی نیکسٹ اسٹیپ لیا جائے مگر ہمارے یہاں کی روایتی سوچوں کا کیا کیا جائے۔ ارے یاد آیا وہ مسٹر ارسل بھی تمہاری کمپیوٹر کلاس میں ہی ہیں کیا' اس دن بتارہے تھے کہ آپ کی فرینڈز بھی میرے ساتھ ہیں۔'' وہ دونوں اب اسٹڈی روم میں آگئیں۔

''اُف کس فضول شخص کا نام لے لیا' تم کیسے جانتی ہو اس چھچھورے انسان کو۔'' رجا نے کمپیوٹر آن کرتے ہوئے چونک کر کہا۔

''وہ ہماری دوسری برانچ میں ہوتے ہیں' پہلے یہاں ہمارے ساتھ ہوتے تھے پھر ٹرانسفر ہوگیا ان کا۔ ان فیکٹ پروموشن ملی تھی ان کو' لیکن یار جہاں تک میں ان کو جانتی ہوں چار سال اکٹھے کام کیا ہے ہم نے' وہ بہت اچھے انسان ہیں۔ جس دن تمہارا پہلا دن تھا اسی دن وہ وہاں کام سے آئے ہوئے تھے۔ میرے ساتھ تمہیں دیکھا تھا پھر شاید کمپیوٹر کلاسز میں دیکھا تو ابھی تین دن پہلے میٹرو میں ملے تھے گروسری کرتے ہوئے تو بتارہے تھے' لیکن میں حیران ہوں وہ ایسے تو ہرگز نہیں جیسا کہ تم بتارہی ہو۔'' کرن نے تفصیل بتاتے ہوئے اچنبھے سے کہا۔

''رہنے دو' ایک نمبر کے مسخرے ہیں وہ اور ان کا دوست۔'' رجا کو سرمد کا جھومتا ہوا سر یاد آ گیا۔

''حیرت ہے' خیر خاصے قابل ہیں ایسے ہی ایکسٹرا اسکلز کے لیے کورسز کرتے رہتے ہیں۔'' کرن نے پھر ارسل کی حمایت کی تو رجا چڑ گئی۔

''ایسے ہی قابل ہیں تو یہ بیسک کی کلاسز میں کیا کررہے ہیں۔''

''آہم' یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں' واقعی پوائنٹ میں دم ہے تمہارے۔'' کرن واقعی بری طرح چونکی۔

''دفع کرو' ہمیں کیا لینا دینا ہے' تم ذرا یہ بتاؤ مجھے۔'' رجا نے ایکسل کی ونڈو کھول کر اسے متوجہ کیا تو کرن اس کے برابر سیٹ پر آبیٹھی۔ مگر اس کا ذہن الجھا ہوا تھا اور پھر تھوڑی دیر بعد اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوگئی' غالباً گتھی سلجھ گئی تھی۔

❁......❁......❁

''ارسل آپ میری بات سمجھ نہیں رہے' یہ سب اتنا آسان نہیں جتنا ہم سمجھ رہے ہیں۔ ایسی کوششیں ہم پہلے بھی کرچکے ہیں مگر ہنوز دلی دور ہے۔'' کرن کا لہجہ قطعی تھا۔ اس کا اندازہ بالکل درست نکلا تھا ارسل رجا کو پسند کرنے لگا تھا اور یہ معاملہ پہلی نظر میں محبت کا تھا۔ رجا کی

معصومیت اور سادگی نے پہلی ہی نظر میں ارسل کے دل میں گھر کرلیا تھا۔ اس کے مزید قریب آنے کے لیے اس لیے اس نے کمپیوٹر کلاسز میں داخلہ لیا تھا مگر اسے اپنی بیل منڈھے چڑھتے نظر نہیں آرہی تھی کیونکہ رجا نے مسلسل نو لفٹ کا بورڈ لگا رکھا تھا بلکہ اب تو ارسل کو اس کی نگاہوں میں اپنے لیے واضح طور پر ناپسندیدگی نظر آنے لگی تھی۔ اس لیے اسے بہتر یہی لگا کہ وہ اب مزید کوئی اسٹیپ لینے کے بجائے باقاعدہ پرپوزل ہی بھجوائے اسی مقصد کے لیے اس نے کرن کو فون کیا تھا مگر وہ حقیقت سے باخبر تھی۔ وہ اچھی طرح رجا کو جانتی تھی اسی لیے اس نے ارسل سے معذرت کرنا چاہی مگر ارسل کے پُرزور اصرار پر اس نے ایک بار اور رجا کو سمجھانے اور ارسل کا ساتھ دینے کی حامی بھر ہی لی۔

"ٹھیک ہے مگر دیکھیں ہر طرح کی صورت حال کے لیے تیار رہیے گا۔" کرن نے ایک بار پھر ارسل کو وارن کیا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں میں آپ سے کسی قسم کی شکایت نہیں کروں گا۔ اب بس یہ کیس آپ کے حوالے۔" ارسل نے ہنستے ہوئے کہا کرن کا لہجہ بھی حسب عادت شوخ ہوگیا۔

"واقعی یہ تو سپریم کورٹ کا کیس ہے چلیں پھر جو بھی پراسنگ ہوتی ہے میں آپ کو کال کرکے بتادوں گی تاکہ آپ اپنے دلائل مضبوط کرسکیں۔"

"او کے ڈن اینڈ تھینک یو ٹیک کیئر اللہ حافظ۔" ارسل نے کہا تو کرن نے لائن ڈسکنیکٹ کردی۔

❁ .... ❁ .... ❁

آج اسکائی زون کا سیمینار تھا' تمام برانچوں کے ورکر پی سی میں موجود تھے۔ دو گھنٹے کا سیمینار اٹینڈ کرنے کے بعد ورکرز نے ہائی ٹی انجوائے کی اور پھر پلان کے مطابق کرن رجا کو لے کر ارسل کے ہمراہ نسبتاً تنہا گوشے میں چلی آئی۔ لوگ آہستہ آہستہ روانہ ہو رہے تھے' کرن نے کسی کے انتظار کا بہانہ کردیا۔

’’لیجیے ارسل صاحب! اب اپنا مدعا بیان کر سکتے ہیں۔‘‘ کرن نے آہستگی سے کہا تو رجا بری طرح چونک پڑی تاہم کرن انجان بن کر پرانی کولیگ سے ملنے کے بہانے انہیں اکیلا چھوڑ کر آگے چلی گئی۔

’’رجا! آپ پلیز، مجھے غلط نہ سمجھیں، میں جانتا ہوں یہ طریقہ ٹھیک نہیں مگر کوئی بھی قدم آپ کی اجازت کے بغیر نہیں اٹھانا چاہ رہا تھا اس لیے......‘‘ ارسل نے تمہید باندھنی چاہی مگر رجا نے شعلہ بار نگاہوں سے تکتے ہوئے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

’’اس لیے آپ نے یہ اوچھا طریقہ استعمال کیا۔

’’مس رجا! مائنڈ یور لینگوئج پلیز......‘‘ ارسل کی عزت نفس کو ٹھیس لگی تو اس کا لہجہ بھی درشت ہوگیا۔

’’آپ نے ہی مجھے مجبور کیا ہے، آپ جیسے نوجوان جن کا مقصد ہی لڑکیوں کے پیچھے پڑ کر ان کی زندگی اجیرن کرنا ہے۔ اسی رویے کے لائق ہوتے ہیں، آپ لوگوں کو پتا ہی نہیں ہے کہ اصل میں زندگی ہے کیا؟ مذاق اور کھیل بنا کر رکھتے ہیں آپ جیسے لوگ زندگی کی حقیقت کو۔‘‘ رجا کی آواز قدرے تیز ہونے لگی اور لہجے کی تلخی مزید بڑھ گئی اس کی تیز ہوتی آواز پر کرن واپس ان کی طرف پلٹ کر آئی۔

’’رجا! کیا ہوگیا ہے تمہیں؟ یہ پبلک پلیس ہے یار!‘‘ کرن نے سرگوشی کی تو رجا نے نسبتاً ہلکے لہجے میں اسے بھی سنا ڈالیں۔

’’یہ کس قسم کی بھونڈی حرکت کی ہے تم نے، دوست ہوکر بھی دوستی کا خیال نہیں کیا۔‘‘

’’رجا......‘‘ کرن کو رجا سے اس حد تک برے رویے کی توقع نہ تھی اس نے لحاظ مروت سب کو بالائے طاق رکھ دیا تھا کیونکہ اسے لگ رہا تھا کہ بس وہ صحیح ہے اور دوسرے غلط۔ کرن بری طرح شاک تھی پھر اسے ارسل کا خیال آیا جو لب بھینچے مڑنے کو تھا۔

’’ارسل آئی ایم سوری، مجھے نہیں پتا تھا کہ یہ اس طرح آپ کی بے عزتی......‘‘

’’اٹس او کے، آپ نے وارن کیا تھا میں ہی شاید سمجھنے میں غلطی کر گیا۔‘‘ وہ کرن کی بات کاٹتے ہوئے پلٹ کر آگے بڑھ گیا۔

’’بہت افسوس کی بات ہے رجا! تم نے تو خود پر سے تعلیم یافتہ اور مہذب کا بورڈ ہی ہٹا دیا اور ایک ارسل ہے جو اس قدر ظرف کا مظاہرہ کر گیا، بغیر کوئی سخت بات کہے پلٹ گیا۔ سچ تو یہ ہے علم صرف ڈگریوں سے حاصل نہیں ہوتا۔‘‘ کرن اس کی بات سے بُری طرح ہرٹ ہوئی تھی اس کا گلوگیر لہجہ رجا کو اپنی غلطی کا احساس دلا گیا۔

’’آئی ایم سوری کرن! مگر کیا کروں تم سمجھتی کیوں نہیں، تم سب مجھے کیوں بار بار اذیت سے گزارنا چاہتے ہو۔‘‘

’’اس لیے کہ تم خود اذیتی کا شکار ہو، ہم تو تمہارے بھلے کے لیے سب کر رہے ہیں مگر تم سمجھتی ہو کہ تم سے زیادہ عقل مند باشعور......اور دکھی شخص دنیا میں کوئی نہیں تو سنو تمہیں پتا ہے کہ ارسل کے ماں باپ اس وقت گزر گئے جب وہ محض دس سال کا تھا، ہی از آ سیلف میڈ گائے...... وہ بھی زندگی کی ان تلخ حقیقتوں سے آشنا ہے جن سے تم...... مگر اس نے خود پر خود ترسی اور انوکھے پن کا بورڈ نہیں لگا لیا اور اس کا خالہ زاد سرمد امی کا اسٹوڈنٹ رہ چکا ہے وہ کہتا ہے کہ کرن باجی میں ارسل کی شرافت اور خلوص کی قسم کھا سکتا ہوں مگر میں یہ سب تمہیں کیوں بتا رہی ہوں، میں بھی بے وقوف ہوں جو ٹائم ویسٹ کر رہی ہوں تمہارے ساتھ۔ میرا خیال ہے ہمیں چلنا چاہیے۔‘‘ کرن نے اس کی طرف دیکھے بغیر قدم آگے بڑھائے تو رجا نے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔

’’پلیز کرن! مجھے معاف کردو اور میں ارسل سے بھی بہت شرمندہ ہوں مگر پلیز میرا پوائنٹ آف ویو سمجھنے کی کوشش کرو۔‘‘

’’میں تم سے اب اس ٹاپک پر کوئی بات نہیں کرنا چاہتی نا میں اس معاملے میں پڑوں گی، جلدی کرو دیر......‘‘ اور ایک زوردار دھماکے کی آواز کے ساتھ کرن

کے الفاظ ادھورے ہی رہ گئے۔
سامنے والی بلڈنگ میں زوردار دھماکا ہوا تھا‘ خوفناک آواز نے کچھ دیر کے لیے سماعتیں اور حواس جیسے معطل کردیئے تھے‘ لوگوں کی چیخیں بلند ہوتے شعلوں کے ساتھ آسمان سے باتیں کررہی تھیں۔ رجا اور کرن بھی بدحواس ادھر اُدھر دیکھ رہی تھیں کہ تھوڑی دیر میں ارسل بھاگتا ہوا آیا۔
''آپ لوگ پلیز میری گاڑی میں بیٹھیں‘ سامنے والے کوچنگ سینٹر میں دھماکہ ہوا ہے‘ میں ذرا صورتحال دیکھ کرآتا ہوں۔ جلدی کریں کرن! بھیڑ میں آپ لوگ زخمی ہوسکتے ہیں۔'' ارسل نے گم صم کرن کو باقاعدہ ہاتھ پکڑ کر گھسیٹا کرن نے رجا کا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔ ارسل دونوں کو لے کر پارکنگ تک آیا اور جگہ بنا کر گاڑی میں بٹھایا‘ عجیب افراتفری تھی۔ کرن اور رجا کی آنکھیں جیسے پتھر کی ہوگئی تھیں اور لب مسلسل ورد سے ہل رہے تھے۔
تقریباً پون گھنٹے بعد وہ واپس آیا اس کی سفید شرٹ پر خون کے بجا بجا دھبے گواہی دے رہے تھے کہ وہ زخمیوں کی مدد کرکے آیا ہے۔ میڈیا اور پولیس کے پہنچنے پر رش کچھ چھٹنا شروع ہوا تھا۔ ارسل نے جیسے تیسے اس علاقے سے گاڑی نکالی اور آخر کار وہ لوگ اس جگہ سے دور آگئے‘ ارسل نے راستے میں ایک جوس کی شاپ پر گاڑی روکی اور گاڑی سے اتر کر شاپ پر گیا۔ جوس لیے اور واپس گاڑی میں آبیٹھا‘ خاموشی سے ڈبے کرن اور رجا کی طرف بڑھائے جو انہوں نے تھام لیے۔ ارسل نے گاڑی اسٹارٹ کردی۔ بیک ویو مرر میں دیکھا تو نوٹ کیا کہ دونوں جوس ہاتھ میں لیے خاموشی اور گم صم کھڑکیوں سے باہر تکے جارہی ہیں۔
''یہ زندگی ہے‘ کبھی بھی کچھ بھی ہوسکتا ہے لیکن کسی بھی حادثے کی وجہ سے کائنات کا نظام رکتا نہیں‘ چلتا رہتا ہے۔ آپ لوگ جوس پئیں‘ اچھا فیل کریں گے۔ کرن میں نے آپ کی گاڑی لاک کردی تھی‘ میں گھر پر لادوں گا‘ ابھی آپ لوگوں کو گھر پر ڈراپ کردیتا ہوں‘ آپ لوگ بھی نارمل ہوجائیں ورنہ گھر والے مزید پریشان ہوجائیں گے۔'' اور پھر ارسل یہ دیکھ کر مسکرادیا کہ دونوں نے بچوں کی طرح اس کی بات مان کر جوس کے ٹن منہ سے لگالیے‘ دونوں کو گھر ڈراپ کرکے ارسل جانے لگا تو رجا نے کہا۔
''ارسل صاحب آپ بہت تھکے ہوئے لگ رہے ہیں‘ پلیز فریش ہوجائیں اور چائے پی لیں۔'' انتہائی لجاجت سے کہتی رجا کو دیکھ کر کرن اور ارسل بُری طرح چونک گئے پھر ارسل نے سنبھل کر متانت سے جواب دیا۔
''نہیں اب میں گھر جانا چاہوں گا‘ کافی دیر ہوگئی ہے۔''
''اس کا مطلب آپ نے مجھے معاف نہیں کیا بلکہ میں نے آپ سے مانگی ہی کہاں؟ پلیز ارسل صاحب میں دل کی گہرائیوں سے آپ سے معذرت خواہ ہوں‘ میں نے واقعی آپ کو سمجھنے میں غلطی کردی۔'' رجا کا لہجہ بھیگ رہا تھا ارسل کا دل اس معصوم لڑکی کے لیے پگھلنے لگا۔
''اٹس اوکے‘ چلیں آپ بھی کیا یاد کریں گی۔ جائیں معاف کیا آپ کو اور یقین دلانے کے لیے چائے کی آفر بھی قبول کرلی مگر یاد رہے کہ چائے اچھی ہونی چاہیے ورنہ......''
''ورنہ......'' ارسل کے ادھورے جملے پر رجا گھبرا کر بولی۔
''ورنہ پھر معافی نہیں ملے گی۔'' ارسل نے شرارت سے کہا تو رجا اور کرن ہنس پڑیں۔
''اس کی گارنٹی میں دیتی ہوں بہت سگھڑ ہے میری دوست۔'' کرن بھی اب نارمل ہونے لگی تھی۔ رجا نے کرن کو ارسل کو اندر لانے کو کہا اور خود چائے بنانے کچن کی طرف چلی گئی۔

❁......❁......❁

''میں کیسے بھول جاؤں کرن! ان آوازوں کی

بازگشت آج بھی میرا پیچھا کرتی ہے منحوس...... سبز قدم جیسے القاب ایسے میری ذات سے چپک گئے تھے گویا میں بے نام ہوں اور یہی میرے پیدائشی نام ہیں۔'' رجا بری طرح سسک رہی تھی۔

''بھولنا پڑتا ہے میری جان! اگر ہم میں بھول نامی مادہ نہ ہوتو ہم تو سانس لینا چھوڑ دیں گے۔ چند لوگوں کی وجہ سے ہم اپنے فرائض نہیں بھول سکتے' تم کیوں بھول رہی ہو کہ دنیا میں برے لوگوں اور برا چاہنے والے لوگوں کے ساتھ اچھا چاہنے والے لوگ بھی ہیں۔ ڈیئر! اپنے لیے نہیں اپنوں کے لیے جینا پڑتا ہے۔ تم آنٹی انکل کی حالت دیکھو' اپنے مستقبل کے بارے میں سوچو۔'' کرن اس کا ہاتھ نرمی سے سہلا رہی تھی۔

''مگر یہ خود غرضی ہے مجھے معلوم ہے اپنا انجام' اپنا مستقبل میں کسی کی زندگی کے ساتھ نہیں کھیل سکتی۔'' رجا کے آنسو تواتر سے بہہ رہے تھے۔

''اچھا تو تمہیں سب معلوم ہے کیا تم پر وحی اترتی ہے یا تم علم نجوم جانتی ہو؟'' کرن نے انتہائی سنجیدگی سے کہا تو رجا رونا بھول کر اسے تکنے لگی۔

''نعوذ باللہ! کیسی باتیں کر رہی ہو کرن! میں کوئی پیغمبر یا ولی تو نہیں۔''

''اچھا تو پھر تم نے لوح محفوظ پڑھ رکھا ہے شاید۔'' کرن ہنوز انتہائی درجے کی سنجیدہ تھی۔

''کیوں کفر بک رہی ہو اور مجھے اور خود کو گناہ گار کر رہی ہو؟'' رجا زچ ہونے لگی۔

''تو پھر آج تم مجھے اس سوال کا جواب دو کہ آخر تمہیں کیسے پتا ہے کہ تم جس سے بھی شادی کرو گی وہ صادق کی طرح مر جائے گا۔ تمہیں کیسے پتا ہے کہ تین سال بعد بھی تمہارے ساتھ وہی کچھ ہوگا جو تین سال پہلے ہوا بولو رجا! چپ کیوں ہو؟'' کرن اسے پکڑ کر جھنجھوڑ رہی تھی اور وہ آنکھیں چرائے دل کا غبار نکال رہی تھی۔

''جوان بیٹی کو بیوگی کے روپ میں دیکھنا ماں باپ کے لیے ایندھن میں جلنے جیسا ہی ہے جب ہم کچھ بھی نہیں جانتے تو اپنی مرضی پر کیوں چلنا چاہتے ہیں' کیوں رب کی مرضی پر چلنا نہیں چاہتے۔ جوان بیوہ عورت کے جلد از جلد نکاح کی تاکید کی ہے ہمارے مذہب میں۔ رجا! اللہ کو ناشکری پسند نہیں' اصل جیسا ہم سفر تمہیں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گا وہ سب جانتا ہے مگر تمہاری سادہ فطرت پر فدا ہے۔ وہ دل پھینک ہوتا تو چمک دمک والی لڑکیاں اس کے اطراف میں بہت ہیں۔ پلیز میری جان عقل سے کام لو اور ہمت کرکے قدم بڑھاؤ۔ کیا بچہ اس ڈر سے کہ وہ گر جائے گا آگے بڑھنا چھوڑ دیتا ہے نہیں نا' اس لیے قدم اٹھاؤ ہم سب کی دعائیں تمہارے ساتھ ہیں جو ہوا وہ ماضی تھا۔ ایک حادثہ تھا' آزمائش تھی' بھول جاؤ سب کچھ جو چلے گئے ان کو نہیں' جو زندہ ہیں انہیں یاد رکھو' ان کا خیال کرو۔ والدین کی رضامندی اللہ کی رضامندی ہے اور یہ ایک جائز عمل ہے۔'' کرن آج طے کر بیٹھی تھی کہ وہ رجا کے دل و ذہن کی تمام گتھیاں سلجھا کر دم لے گی اور نیت صاف تو منزل آسان۔ سو وہی ہوا رجا جو کم عمری میں بیوہ ہونے کے باعث اس روگ کو دل سے لگائے بیٹھی تھی اور والدین کی خواہش کے باوجود دوسرے نکاح پر راضی نہ تھی۔ بالآخر کرن کی دلیلوں کے آگے ہار گئی' کرن کی کوششیں بارآور ہوگئیں۔

''ٹھیک ہے میں تم لوگوں کا مان رکھوں گی کیونکہ میں ان چاہتوں کو کھو کر اللہ کی ناشکری نہیں کرنا چاہتی۔'' رجا کرن کے گلے لگ گئی تو کرن نے بچوں کی طرح سمیٹ لیا کہ وہ بکھری ہوئی تھی اور اسے بچوں جیسی کیئر کی ہی ضرورت تھی۔

دشتِ طلب کی دھول
عتیقہ ملک

تو عالم ہے سمجھتا ہے کتابوں کی زباں
میرا چہرہ بھی پڑھ میرے حالات بتا
بس ہوجائے مجھے تیری محبت حاصل
تو کوئی ایسی دعا ایسی مناجات بتا

رضا خوب چیخ چلا کر اپنے دل کی بھڑاس نکال کر جا چکا تھا اور وہ اپنے آنسوؤں کے ساتھ کمرے میں تنہا رہ گئی تھی۔ تبھی گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز سن کر وہ تیزی سے اٹھی اور ٹیرس پر کھلنے والا دروازہ کھول کر باہر چلی آئی۔ یخ بستہ سرسراتی ہوا اس کے بدن میں سرائیت کر رہی تھی مگر وہ اس سے بے نیاز گم ہوجانے والی منزلوں کے نشان ڈھونڈ رہی تھی۔ یہ سوچے بغیر کہ جو منزلیں گم ہوجائیں وہ بھلا کب ملتی ہیں؟ جو منزلیں ہاتھ سے پھسل جائیں ان کی تلاش ہمیشہ بے سود ٹھہرتی ہے۔

اور عظمیٰ اعوان بھی ان میں سے ایک تھی۔ جن کی منزلیں کھو جاتی ہیں، جو اپنی کم عقلی کے ہاتھوں اپنی منزل کے نشان بھول جاتے ہیں۔

اور وہ جو...... ہمیشہ اپنی زندہ دلی کے ساتھ جینا چاہتے ہیں، وقت کی نزاکتوں کا خیال کیے بغیر زندگی پھر انہیں گزارنے لگتی ہے۔

موبائل کی بجتی ٹون نے اسے چونکنے پر مجبور کیا تھا۔ وہ آنسو صاف کرتی اندر چلی آئی اور بیڈ پر پڑا موبائل کان سے لگایا تھا۔ دوسری طرف آپی تھیں ان کی آواز سن کر اس کے آنسو پھر سے بے اختیار ہوگئے تھے۔

''آپی میں نے اسے بہت روکا...... اسے بہت سمجھایا، مگر وہ چلا گیا...... وہ چلا گیا ہے۔'' وہ زار و زار روتی انہیں بتاتی چلی گئی اس کے آنسو اس کی حرماں نصیبی کا ماتم کرتے رہے...... باہر سرد سرسراتی ہوائیں چل رہی تھیں اور ان ہواؤں میں گزرے وقت کی صدا تھی۔

فون بند کر کے وہ کسی لٹے ہوئے مسافر کی مانند بیڈ پر بیٹھی تھی جب اس کی نظر سامنے دیوار پر آویزاں پینٹنگ پر گئی۔ یہ پینٹنگ پچھلے چار سال سے اس کے کمرے میں آویزاں تھی۔ صحرا میں دور کوئی قافلہ جا رہا تھا، اور ٹیلوں پر کوئی شخص دوزانو بیٹھا دور جاتے ہوئے قافلے پر نظر جمائے دیکھ رہا تھا۔ اس شخص کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے، کچھ کھو جانے کے کچھ لٹ جانے کے یا بچھڑ جانے کے...... آج عظمیٰ کو اپنا آپ اس مسافر کی طرح لگ رہا تھا۔ اور سب سے بڑھ کر اس پینٹنگ کے اوپر درج تھا۔

''مواقع زندگی میں دروازے پر دستک دیتے ہیں مگر وہ اسے توڑ کر نیچے نہیں گراتے۔''

دو دن ہو چلے تھے رضا واپس نہیں آیا تھا۔ اس سے قبل بھی جب وہ زمینوں پر جاتا لوٹنا بھول جاتا اور اب تو سب کچھ واضح ہو چلا تھا۔ اب تو اسے کوئی جھجک نہ تھی، اب تو اسے بہانہ بنانے کی ضرورت بھی نہ تھی۔

سرسراتی ہوائیں طوفان کی شکل اختیار کر گئی تھیں اور ایسے میں طوفان اس کی زندگی میں داخل ہوگئے تھے۔ اس کی ہستی کو نیست و نابود کرنے کے لیے اور گم گشتہ وقت ذہن و دل کے دریچوں پر صدائیں لگا رہا تھا۔ وہی وقت جو کبھی ماضی کے خوش نما لمحوں کے لیے تصور کے پردے پر نمودار ہوتا ہے تو ہونٹوں پہ مسکراہٹ بکھر جاتی ہے اور کبھی یہ وقت پچھتاوے کی نمی بن کر آنکھوں میں پھیل جاتا ہے۔

بہت سے پچھتاوے گزرے وقت کی بکل میں اس کے لیے بھی تھے اور وہ ان پچھتاؤں کے ساتھ قریہ قریہ ماضی کا سفر طے کر رہی تھی۔

خوابوں کے جھروکوں میں یادوں کے جگنو چمکے‘ دیئے سے ٹمٹمانے لگے اور وقت جو اس کے ہاتھ سے بند مٹھی سے ریت کی مانند پھسل گیا تھا‘ اسے بہت یاد آیا...... پھر سوچ کے دریچوں پر ایک سوال نے دستک دی...... کیا قسمت کے بننے اور بگڑ جانے میں ہمارا اپنا بھی کوئی قصور ہوتا ہے۔

❁......❁❁

”ویری گڈ‘ ایکسلنٹ‘ وی آر پراؤڈ آف یو عظمیٰ۔“

ہاسٹل واپس پہنچ کر گویا اس کے کمرے میں بہار آ گئی تھی۔ خوشبوؤں میں بسے سرسراتے آنچل لہراتی کم و بیش سبھی لڑکیاں بہترین پرفارمنس پر مبارکباد دینے چلی آئیں تھیں۔ ”انارکلی کے ایکٹ کے لیے ماشاء اللہ ہماری عظمیٰ کا فیس تھا ہی پرفیکٹ مگر اس نے اپنی بہترین ایکٹنگ سے سب کو گویا مسحور کر دیا تھا۔“

”واقعی اس نے تو کمال کر دیا۔“

”بھئی کمال اس کا نہیں اس کی بیوٹی کا تھا۔“ زاریہ نے رائے دی اور وہ ہلکی سی مسکراہٹ لیے سب کے کمنٹس سنتی رہی۔ اسے اپنی خوبیوں کا خود بھی احساس تھا۔ متناسب سراپے کے ساتھ سیاہ بڑی بڑی آنکھیں ستواں ناک‘ قدرے باریک ہونٹ اور گالوں پر پڑنے والا ڈمپل...... اس کے چہرے پر ایک قدرتی معصومیت تھی‘ اوپر سے شولڈر کٹ بال اس کی اس قدرتی خوب صورتی میں مزید اضافہ کرتے...... سو سب کے کمنٹس قدرے تفاخر کے ساتھ وصول کرنا اس کا حق بنتا تھا۔

”یار یہ جو میرا فالتو دانت ہے‘ ذرا ہلنا شروع ہو گیا ہے اور ہلکا ہلکا پین بھی محسوس ہو رہا ہے۔“

”فالتو دانت؟ واقعی بھئی اللہ نے تمہیں کھل کر نوازا ہے۔ ایک دانت بھی تمہیں فالتو دے دیا۔“ زبیدہ محظوظ ہو کر کہہ رہی تھی۔

”میں تمہیں کتنی دفعہ کہہ چکی ہوں اس کو نکلوا دو۔“ چارلی نے ڈپٹ کر کہا تھا۔

”میری آنٹی کہتی ہیں دانت نکلوانے سے آئی سائیٹ ویک ہوتی ہے۔“

”کوئی نہیں اگر آئی سائیٹ ویک ہوتی تو ڈاکٹر دانت نکالتے ہی کیوں؟“

”اچھا میرے ساتھ چلو نا ڈاکٹر سے پوچھیں گے اگر اس نے کہا کہ کوئی مسئلہ نہیں تو پھر ضرور نکلوا دوں گی۔“

”اس وقت......“ اس کی کرسچن دوست چارلی جو ابھی ابھی یونیورسٹی سے لوٹی تھی بدک کر پوچھ رہی تھی۔

”تو اور کیا آدھی رات کو چلنا ہے۔“ عظمیٰ نے اس کے انداز پر آنکھیں نکالی تھیں۔

اس کے خیال کی بحر کا دھارا ایک دم ٹوٹ گیا تھا جب موبائل کی بپ بجی تھی۔ اس نے سیٹ اٹھا کر اسکرین پر بلنک کرتا نمبر دیکھا تھا‘ آپی کال کر رہی تھیں۔

وہ یقیناً رضا کے بارے میں پوچھیں گی۔

اور اب وہ انہیں کیا کہے گی‘ اس کے پاس کہنے کو تھا ہی کیا؟

کاش آپی اسے وہ سب نہ بتاتیں جس نے اس کی جمود بھری زندگی کو طوفان کی نذر کر ڈالا تھا۔

اگرچہ پہلے بھی سکون اور بے فکری تو نہ تھی زندگی میں ایک خالی پن تھا‘ ایک خلا تھا۔ مگر اب......!!

❁......❁......❁

وہ ایک یاسیت بھری شام تھی جب آپی اس سے ملنے چلی آئی تھیں۔ اور ان کے بچوں کی چہچہاہٹ پورے گھر میں گونجنے لگی تھی۔ وہ ماسی برکتے کو چائے کا کہہ کر لاؤنج میں چلی آئی تھی جہاں رمشہ اور فرحان جھولوں سے نبرد آزما تھے۔ یہ جھولے عظمیٰ نے بہت شوق سے لگوائے تھے مگر ان کی قسمت تبھی جاگتی تھی جب کبھی آپی ادھر کا رخ کرتیں...... چائے پیتے ہوئے ادھر ادھر کی باتیں کرتی آپی اسے بغور دیکھ رہی تھیں‘ پتہ نہیں ایسا تھا یا پھر اسے محسوس ہوا تھا۔

''عظمیٰ رضا کے آج کل زمینوں کے چکر کچھ زیادہ نہیں بڑھ گئے۔''

''نہیں تو آپی..... آپ..... آپ ایسا کیوں کہہ رہی ہیں؟'' تردید کرتے کرتے وہ چونک کر پوچھ رہی تھی۔

❀ ❀ ❀

''واؤ..... کیسا زبردست سین ہے' تھرڈ فلور سے اچھا بھلا نظارہ نظر آرہا ہے' اگر لاسٹ فلور پر چلے جائیں تو شہر سے باہر کھیت بھی نظر آنے لگیں۔'' چارلی نے AFID کے ویٹنگ روم میں گلاس ونڈو سے باہر دیکھتے ہوئے تبصرہ کیا۔

''عظمیٰ اعوان..... ڈوٹر آف میجر احسن.....'' ایک نرس نے باآواز بلند پکارا تو وہ دونوں ہی متوجہ ہوئی تھیں۔

''آپ یہ دانت نکلوادیں تو بہتر رہے گا۔''

اس کا مسئلہ سن کر کیپٹن بابر نے چیک کیا اور پھر رائے دی تھی۔

''سر دانت نکلوا دینے سے تو بہت پین ہوگا۔'' اس نے انتہائی فکرمندی سے پوچھا تھا۔

''نہیں کوئی پین نہیں ہوتا' دانت نکالنے سے پہلے انجکشن لگایا جاتا ہے تاکہ پین نہ ہو۔''

''انجکشن؟'' اس کی تو اچھی خاصی سٹی گم ہوگئی تھی۔

''رہنے دیں۔ آپ کوئی میڈیسن دے دیں۔''

''اوکے آپ کو پین کلر دے دیتے ہیں لیکن کسی وقت کھانا کھاتے ہوئے یا بات کرتے ہوئے یہ دانت دوسرے دانت سے ٹکرا گیا تو پھر پین اسٹارٹ ہوجائے گا۔''

''عظمیٰ اتنے عرصے سے تو یہ مسئلہ لیے پھر رہی ہو آج اس اسٹوپڈ دانت کو نکلوا ہی دو۔'' چارلی نے ڈپٹ کر کہا تھا۔

''دانت نکلنے سے خلا بن جائے گا؟'' اس نے مری ہوئی آواز میں سوال کیا تھا۔

''وہ کوئی مسئلہ نہیں ہے' ایک پلیٹ جس کے ساتھ تار جڑی ہوئی ہوتی ہے' وہ کچھ دن کے لیے آپ لگائیں گی تو یہ خلا ختم ہوجائے گا۔'' ڈاکٹر بابر نے تفصیل سے بتایا تھا۔

''چلیں ٹھیک ہے۔'' عظمیٰ نے بادل نخواستہ کہہ تو دیا مگر جب ڈاکٹر بابر نے اس کے منہ میں انجکشن ٹھونکا تو اس نے بے اختیار ہی ڈاکٹر بابر کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہ بھی انتہائی مضبوطی کے ساتھ۔

''چھوڑیں بی بی..... میرا ہاتھ.....'' اس نے انتہائی درشتی کے ساتھ ڈپٹ کر کہا تو عظمیٰ نے آنکھیں میچ کر اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور ایک سیکنڈ کے وقفے سے وہ انجکشن لگایا جا چکا تھا۔

''اتنی سی بات تھی۔ آپ تو بچوں کی طرح گھبرا گئیں۔''

وہ انجکشن ڈسٹ بن میں ڈسپوز کرکے کہتے ہوئے واپس مڑا تو عظمیٰ کی آنکھیں آنسوؤں سے لبالب بھری تھیں۔

وہ جواب تک اس کے انداز پر کوفت کا شکار ہوا تھا ایک دم اس کی نگاہ جیسے ٹھہر سی گئی۔

چند دن بعد اسٹاف کی ہدایت پر AFID کے چوتھے فلور پر جانے کے لیے لفٹ میں داخل ہوئیں اور تبھی ڈاکٹر بابر بھی اندر داخل ہوا تھا۔

''تمہیں یاد نہیں یہ وہی ڈاکٹر ہے جس نے تمہیں انجکشن لگایا تھا اور تم نے اس کا ہاتھ.....''

''چارلی میں نے تمہاری پٹائی کردینی ہے۔'' عظمیٰ نے رک کر اسے گھورا تھا۔

''میں تمہیں یاد دلا رہی ہوں اور تم.....'' چارلی نے مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے سنجیدگی سے احسان جھاڑا تھا۔

''مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ یہ موچھڑ ڈاکٹر جس نے مجھے انجکشن لگایا تھا۔'' آخری فقرہ عظمیٰ نے کچھ دانت پیس کر ادا کیا تھا اور ڈاکٹر بابر جو راستے میں ڈاکٹر سے حال احوال کے لیے ذرا سا رکا تھا اور اب گیلری میں ان کی بات چیت سنتا آرہا تھا بے اختیار مسکرا دیا۔ ڈیوٹی روم کے دروازے سے اندر داخل ہونے سے قبل اس نے رک کر

دور ہوتی اس لڑکی پر ایک گہری نگاہ ڈالی جو آنکھوں کے رستے دل میں اتر گئی تھی۔ جو اس کے پاس نہ ہوتے ہوئے بھی ہمہ وقت اس کے سامنے رہتی۔

اپنی سیٹ پر براجمان ڈاکٹر بابر نے فرسٹ پیشنٹ کو بلوانے سے قبل تھوڑا سا وقت لینا چاہا تھا۔ اور یونہی بے دھیانی میں سامنے رکھے نوٹ پیڈ پر ٹیبل سے اسٹار بنانے لگا حتیٰ کہ پورا پیڈ بھر گیا تھا۔

''سر پیشنٹ ویٹ کررہے ہیں۔ اندر بھیجوں۔''

ڈیوٹی پر موجود نرس نے آکر پوچھا تو وہ چونک گیا تھا۔

یقیناً وہ دانتوں پر تار فکس کروانے آئی تھی۔ اسے دیکھ کر ڈاکٹر بابر کو خیال آیا تھا۔ تبھی پیشنٹ کو جلدی جلدی بھگتا کر وہ سرجری روم کی طرف آیا ارادہ تو یہی تھا کہ ڈاکٹر نادیہ سے گپ شپ کرے گا جو اس کی کلاس فیلو تھی مگر دل کے نہاں خانوں میں پیاسی نگاہ کو اس پری وش کی دید کی آس بھی تھی جو کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی اس کا سب کچھ لوٹ کرلے گئی تھی۔ چین قرار اور دل۔

❀......❀......❀

عظمیٰ اعوان میجر احسن اعوان کی سب سے لاڈلی بیٹی تھی۔ بیگم کی بے وقت وفات کے بعد اگرچہ انہوں نے تینوں بچوں کی پرورش میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی مگر جو محبت اور توجہ عظمیٰ کے حصے میں آئی وہ اعظم اور آسیہ کا نصیب نہ تھی۔ شاید اس کی وجہ یہی تھی کہ بیگم احسن کی وفات کے وقت آسیہ اور اعظم باشعور تھے مگر عظمیٰ تو ابھی ماں کی محبت سے ٹھیک طرح سے روشناس بھی نہ ہو پائی تھی کہ اپنے ہنستے بستے کنبے کو چھوڑ کر خاک نشین ہوگئیں۔

سو احسن صاحب نے ہی بچوں کو ماں اور باپ دونوں کا پیار دیا مگر عظمیٰ تو ان کے گلشن کا وہ پھول تھی جس میں ان کی جان تھی۔ جہاں باپ نے بھرپور محبت اور توجہ سے پرورش کی وہیں قدرت نے اسے کھل کر نوازا تھا۔ بے حد خوب صورت نقوش کے ساتھ سرخ وسفید رنگت گویا ہاتھ لگانے سے میلی ہوجائے۔ باپ کی بھرپور توجہ نے شخصیت میں حد درجہ اعتماد پیدا کیا' وہیں خود پر اٹھنے والی ستائشی نظروں نے اسے کسی حد تک مغرور بنا ڈالا تھا۔

ریٹائرمنٹ کے آخری دو سال' میجر احسن کی پوسٹنگ اپنے آبائی شہر میں ہوئی جہاں عظمیٰ نے یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا۔ بھائی لاہور میں زیر تعلیم تھا جبکہ بہن کی شادی ہوچکی تھی۔

انہی دنوں چند ماہ کے لیے میجر احسن کو دوبارہ کوئٹہ جانا پڑا تو انہیں عظمیٰ کی فکر پڑ گئی' بالآخر آسیہ کے مشورے پر طے پایا کہ یہ چند ماہ عظمیٰ ہاسٹل میں رہ لے۔ میجر احسن جلدی جلدی گھر کا چکر لگاتے مگر اس کے لیے' اس روز بھی انہوں نے گھر پہنچتے ہی فون کرکے ڈرائیور بھیجا اور جب وہ ڈرائیور کے ساتھ گھر پہنچی تو وہ خاصی دیر سے فریش ہوکر کھانے پر اس کا انتظار کررہے تھے۔

''یہ فاؤل ہے بابا' آپ میرے انتظار میں اتنی دیر سے بھوکے بیٹھے ہیں۔'' وہ ناراض ہونے لگی۔

''میں نے کتنی بار بابا سے کہا آپ کھانا کھالیں عظمیٰ کو کمپنی دینے کے لیے دوبارہ کھالیجیے گا مگر بابا کہنے لگے عظمیٰ کے بغیر نوالہ میرے حلق سے نیچے نہیں اترتا۔'' اس کی پلیٹ میں کڑاہی گوشت نکالتے ہوئے آپی نے مسکرا کر بتایا تھا۔

''بابا آپ کو غیر متوقع طور پر چھٹی کیسے مل گئی؟'' کھانا کھاتے ہوئے ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہوئے عظمیٰ کو خیال آیا تو وہ پوچھنے لگی۔

''بیٹا بہت کوشش کے بعد چھٹی لی ہے کیونکہ اعظم کے سسرال والوں کا اصرار تھا کہ شادی نہیں تو کم از کم نکاح ہی کرلیں۔''

''واؤ' زبردست بہت انجوائے کریں گے۔'' اعظم کی بات بچپن سے ہی پھوپو کی بیٹی سے طے تھی۔ دادا جان کی مہربانی سے قبل از وقت انہیں زبانی کلامی منسوب کردیا گیا تھا۔ گاؤں میں جہاں جلدی جلدی بیٹیاں بیاہ دینے کی روایت چلی آرہی تھی وہاں شازیہ چوبیس سال کی ہوچکی تھی۔ ایسے میں پھوپو کی فیملی چاہتی تھی کہ کم از کم نکاح ہی کردیا جائے تاکہ خاندان والوں کے منہ تو بند

ہوں جو اکثر وبیشتر یہ کہتے پائے جاتے کہ شازیہ کے والدین بے کار کی آس میں اس کی عمر گنوار ہے ہیں اور دو روز بعد عظمیٰ کو پتہ چلا کہ بات صرف اعظم کے نکاح کی نہیں تھی ایک اور کھاتہ بھی کھلا ہوا تھا' اس روز بھی آپی ڈرائیور کے ساتھ صبح سویرے ہی تشریف لائی تھیں جو اسے اچھی طرح شام میں تیار ہونے کا آرڈر دے کر کچن میں گھسی خانساماں کے سر پر سوار نہ جانے کون کون سی ڈشز تیار کروار ہی تھیں۔ بابا بھی خاصے مصروف نظر آرہے تھے' اور وہ اتنی انجان تو نہ تھی کہ کچھ نہ سمجھتی مگر اسے الجھن ہورہی تھی آپی اسے بتا کیوں نہیں رہیں بھلا کون لوگ تھے جن کی آمد پر اتنا تردد کیا جارہا تھا۔

''مجھے خود اتنا زیادہ نہیں پتا۔ شاید انہوں نے تمہیں کسی فنکشن میں دیکھا ہے' لڑکا ڈاکٹر ہے۔'' آپی نے بہت عجلت میں بتایا تھا۔

''مگر آپی......!!''

''اف اوہ جب شام کو آئیں گے تو سب پتہ چل جائے گا۔ مجھے اتنا زیادہ نہیں پتہ اور بابا سے حددرجہ فرینکس ہونے کے باوجود وہ پوچھنے کی جرات نہیں رکھتی تھی۔

''بھائی صاحب ہم نے تو آپ کو پہلے ہی بتادیا تھا کہ ہمیں آپ کی بچی بہت پسند آئی ہے۔ ہم تو آج باقاعدہ طور پر رشتہ دینے آئے ہیں۔'' سوبر سی خاتون جو لڑکے کی والدہ تھیں بابا جان سے مخاطب ہوئیں تو لڑکے کے بڑے بھائی نے بھی زوروشور سے تائید کی۔ البتہ اس کی بیوی جسے یقیناً محترم کی بھابھی ہونے کا اعزاز حاصل تھا وقتاً فوقتاً خاموش بیٹھی اسے مسکرا کر دیکھ رہی تھیں۔

عظمیٰ دل ہی دل میں حیران ہوکر سوچ رہی تھی کہ ان لوگوں نے آخر اسے کہاں دیکھ لیا جو یوں رشتہ لینے چلے آئے ...... ان کے جانے کے بعد ہی اسے آپی کے ذریعے مزید تفصیل پتہ چلی تھی۔

''اوہ نو...... آپی آپ لوگوں نے مجھ سے پوچھ تو لیا ہوتا۔'' آپی کی زبانی جب پتہ چلا کہ کیپٹن بابر میں پوسٹڈ ہے تو اس نے سر پکڑ لیا تھا۔

''تم اسے جانتی ہو؟'' وہ حیران ہوئی تھیں۔ جواباً وہ انہیں ساری بات بتاتی چلی گئی۔

''لگتا ہے ڈاکٹر صاحب بدلہ لینا چاہتے ہیں' اس نے ان کا ہاتھ پکڑا تھا' اب وہ بھی اس کا ہاتھ پکڑیں گے۔'' زبیدہ نے نقطہ نکالا تھا۔

''اس کی یہ خواہش کبھی پوری نہیں ہوگی۔''

''کیوں؟'' چارلی نے تیوری چڑھائی تھی۔

''میں کسی کالے سے ہرگز شادی نہیں کروں گی۔''

''اچھا جی' اب ہم تمہارے لیے بش کے دیس سے گورا امپورٹ کریں؟'' چارلی نے حددرجہ طنز سے پوچھا تھا۔

''بش کے دیس سے گورا امپورٹ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ادھر ہی دیکھ لو کوئی میرے جیسا......''

''تمہارے جیسا یعنی جو تمہارا جڑواں بھائی لگے؟'' زبیدہ حیران ہوکر چلائی تھی۔

''میرے جیسا، مطلب خوب صورت......'' اس نے تفاخر کے ساتھ تردید کی تھی۔

''وہ بھی خوب صورت ہی ہے۔ اسے خدا نے بنایا ہے اور جس صورت کو خدا پسند کرے اسے کوئی ناپسند نہیں کرسکتا۔''

''خدا نے ایسے بہت سے خوب صورت انسان بنائے ہیں اور ان میں سے جو میرے دل کو جچ کرے گا وہ میرا نصیب بنے گا۔''

''غرور کا سر نیچا' وہ محاورہ تم نے نہیں سنا۔'' چارلی نے فقرہ کسا تھا۔

''یہ غرور نہیں خود شناسی ہے۔''

''وہ اچھی فیملی سے بی لانگ کرتا ہے ویل ایجوکیٹڈ ہے' ڈیسنٹ اور سوبر ہے اور یہی اس کی خوب صورتی ہے۔''

''اور تم نے اس کی بڑی بڑی مونچھوں کا تو ذکر ہی نہیں کیا؟''

''مونچھوں کا بھلا کیا مسئلہ ہے شادی کے بعد پکڑ کر لے جانا نائی کے پاس سو پچاس لے کر فارغ کر دے گا۔ نیٹ کلین بلکہ ڈرائی کلین جو تم کہوگی۔''

''نائی کیا اس کی سیاہی پر سفیدی بھی پھیر دے گا۔'' اس نے حد درجہ معصومیت سے سوال کیا تھا۔

''خدا کو مانو عظمیٰ اس کی رنگت سانولی ہے اور مردوں کو سانولا رنگ ہی سوٹ کرتا ہے۔''

''مان لی تمہاری بات...... مگر مجھے لائف پارٹنر اپنے جیسا ہی چاہیے بندہ ساتھ کھڑا سوٹ تو کرے۔''

''ایک ڈیسنٹ سوبر قسم کے ڈاکٹر کا تمہارے لیے پرپوزل آیا ہے جو دل سے تمہارا تمنائی بھی ہے۔ جو کوشش کر کے حاصل کرتے ہیں وہ قدر بھی کرتے ہیں اور مجھے آپی نے فون کیا ہے کہ تمہیں سمجھاؤں...... تم بے وقوفی کر رہی ہو اس سے اچھا تمہارا نصیب کیا ہوگا۔''

❀......❀......❀

گزرتا وقت کتاب زیست سے تین سال پلٹ کر گزر گیا تھا۔

جرنلزم میں ماسٹر کرنے کے بعد وہ کچھ عرصے پرنٹ میڈیا سے وابستہ رہی اور پھر p.c.s کا امتحان پاس کر کے گورنمنٹ لیکچرر کی حیثیت سے پڑھا رہی تھی۔ سچ تو یہ تھا کہ یہ اس کا دیرینہ خواب تھا۔ جو پورا ہوا تو اس کے پاؤں زمین پر نہ ٹک رہے تھے۔ کمی تو زندگی میں پہلے بھی کوئی نہ تھی، مگر اب کی بات اور تھی خود کمانا اور خود پر کھلے ہاتھ سے خرچ کرنا جہاں اعتماد میں اضافہ ہوا وہیں شخصیت کو چار چاند لگ گئے تھے۔

جب وہ پہلے دن جوائن کرنے گئی تو انتہائی خوب صورت اور اسٹائلش میڈم عظمیٰ اعوان کو دیکھنے کے لیے اسٹوڈنٹس کا ہجوم تھا۔ جب وہ پہلا پیریڈ لے کر باہر نکلی تو دھیمی سی مسکراہٹ بے ساختہ ہی اس کے لبوں پر سج گئی۔

❀......❀......❀

مسز ارشاد کی بیٹی کا اسکول کے باہر ایکسیڈنٹ ہو گیا وہ ہاسپٹل میں ایڈمٹ تھی۔ اتوار کے دن آپی میکے آئیں تو مسز ارشاد کی بیٹی کی عیادت کا پروگرام بنا بیٹھیں کیونکہ ہاسپٹل یہاں سے نسبتاً نزدیک تھا۔ ساتھ میں انہوں نے عظمیٰ کو بھی گھسیٹ لیا تھا۔

مسز ارشاد آپی کو ایکسیڈنٹ کی تفصیل بتا رہی تھیں۔ عظمیٰ ان کی تفصیل پر توجہ دیئے بغیر ان کی بیٹی کو مسکرا کر دیکھتی رہی۔

''اب کوئی پریشانی کی بات نہیں، ان شاء اللہ ڈاکٹر ایک دو دن میں ڈسچارج کر دیں گے۔''

''اللہ کا شکر ہے ہاتھوں کا دیا کام آ گیا۔ ورنہ جس طرح آپ بتا رہی ہیں......''

''کچھ نہ پوچھو آسیہ میری تو سوچ کر جان نکل جاتی ہے کہ میری بیٹی دو گاڑیوں کے بیچ...... دونوں طرف کے ڈرائیور بروقت بریک نہ لگاتے......''

''اللہ آپ کی بیٹی کو ہمیشہ اپنی حفظ وامان میں رکھے پریشان ہونے کے بجائے یہ سوچا کریں کہ اللہ نے کتنی بڑی پریشانی سے بچالیا۔''

''پروردگار کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے اور آسیہ تمہارا خود آنا کیا کم تھا کہ تم اتنا کچھ اٹھا لائیں۔''

''یہ آپ کے لیے بالکل بھی نہیں ہے، یہ تو ہماری پیاری سی گڑیا کے لیے ہے لہٰذا آپ کو ہمارے بیچ بولنے کی اجازت نہیں۔'' آپی نے منہ پھلا کر ٹوکا تھا۔

''تمہاری بہن تو ماشاء اللہ بہت پیاری ہے۔'' انہوں نے مسکرا کر بات پلٹی تھی۔

''یہ محض تین ہفتے بعد کی بات تھی جب سنڈے کو آسیہ کا موبائل گنگنا اٹھا۔

''جی مسز ارشاد کہیے آج کیسے یاد کر لیا۔'' انہیں تھوڑی سی حیرت بھی ہوئی تھی مسز ارشاد گھر گرہستی والی خاتون تھیں اور روزانہ اسکول میں ملاقات تو ہوتی تھی۔

''ایکچوئیلی مجھے تم سے ایک ضروری کام تھا۔''

''جی جی......'' آسیہ آپی ہمہ تن گوش تھیں۔

''فون پر کرنے والی بات تو ہے نہیں...... مجھ پر کچھ پریشر بھی تھا تو سوچا تمہارے گھر کا چکر لگ جائے۔''

''اگر آپ مجھے اشارہ دے دیتیں تو تجسس نہ رہتا......'' آسیہ نے مسکرا کر کہا تھا۔

''تمہاری بہن ہے عظمیٰ اس کا کہیں رشتہ وشتہ تو طے نہیں ہوا؟'' انہیں سن گن تو تھیں مگر پھر بھی تسلی کے لیے پوچھ رہی تھیں۔

''نہیں مسز ارشاد۔''

''تو باقی تفصیل میں تمہیں مل کر ہی بتاتی ہوں۔''

''ضرور...... لیکن اگر مناسب سمجھیں تو بابا کی طرف ہی آجائیں ایک تو میرا اتوار ادھر ہی گزرتا ہے اور دوسرے ذرا بات چیت کھل کر کرسکیں گے' آپ سمجھتی ہیں کہ سسرال میں......''

''بالکل ٹھیک' میں دو بجے تک پہنچ جاؤں گی۔''

اسے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ مسز ارشاد کس کام سے تشریف لائی ہیں' لہٰذا کولڈ ڈرنک کے بعد چائے کے لوازمات سرو کرنے تک وہ وہیں بیٹھی رہیں۔

حتیٰ کہ چائے پی کر وہ فارغ بھی ہوگئیں۔

''عظمیٰ ذرا یہ برتن وغیرہ تو اٹھالو۔''

''ماسی......'' اس نے ملازمہ کو آواز لگائی تھی۔

''بچے صرف یہ برتن ہی نہیں بلکہ برتنوں کے ساتھ آپ خود بھی چلتی پھرتی بنو اور کچھ کام کاج میں ماسی کا ہاتھ بٹالو......'' مسز ارشاد نے ہلکے پھلکے انداز میں اسے اٹھ جانے کا اشارہ دیا تھا۔

''ہائے آنٹی اتنی بے عزتی۔'' اس نے مسکراہٹ دبا کر منہ پھلایا تھا اور مسکراتی ہوئی برتن اٹھا کر باہر نکل آئی تھی۔

❁......❁......❁

''احسن میاں تین سال ہوگئے اعظم اور شازیہ کے نکاح کو' اب خاندان والوں کی باتیں میری برداشت سے باہر ہیں۔'' پھوپو اس روز میاں کے ساتھ آئی تھیں اور چھوٹے بھائی کے خاصے لتے لے رہی تھیں۔

''آپا اصل میں اعظم جاب کے لیے کوشش کر تو رہا ہے ان شاء اللہ جونہی جاب کا بندوبست ہوتا ہے میں بہو گھر لانے میں دیر نہیں کروں گا۔''

''تو کیا ایک بھانجی کی دو روٹیاں تم پر بھاری ہیں جو تم اعظم کی جاب پر بات ٹالے جارہے ہو۔'' پھوپو تو آج خاصی تیاری کے ساتھ میدان میں اتری تھیں۔

''ایسی بات نہیں ہے آپا مگر جب تک لڑکے کا روزگار نہ ہو اچھا نہیں لگتا......''

''تو جو کچھ میں برداشت کررہی ہوں وہ بھلا اچھا لگتا ہے۔ بہو تمہاری اور باتیں مجھے سننا پڑرہی ہیں کہتے ہیں کہ احسن کا پڑھا لکھا لڑکا میٹرک پاس شازیہ کو قبول کرنے سے انکاری ہے اس لیے رخصتی نہیں ہورہی۔''

''آپا بس اعظم کی نوکری لگتے ہی......''

''نا احسن میاں' میں اب مزید انتظار نہیں کرنے والی' تمہارے گھر میں اللہ کا دیا سب کچھ ہے اور پھر میری بیٹی اپنے نصیب کا کھائے گی' بھلے دو کپڑوں میں رخصت کرالاؤ مگر مزید دیر نہیں کرو۔''

''آپا دو کپڑوں میں کیوں' میں اکلوتے بیٹے کی شادی بہت دھوم دھام سے کروں گا۔ اگر آپ مناسب سمجھتی ہیں تو پھر کوئی تاریخ رکھ لیتے ہیں۔'' انہوں نے پھوپو کے اصرار کے آگے مناسب الفاظ استعمال کرتے ہوئے حامی بھرلی تھی۔

''میرا تو خیال ہے اگلے چاند کی تیرہ چودہ ٹھیک رہے گی۔''

''عظمیٰ بیٹے بھائی کی شادی کی تاریخ طے ہوئی ہے منہ میٹھا کراؤ۔ باضابطہ طور پر تو ہم ہی تاریخ طے کرنے جائیں گے مگر یہ بھی مناسب موقع ہے۔''

بابا کے کہنے پر عظمیٰ کچن کو دوڑی تھی۔

''میرا شہزاد اکلوتا ہے گھربار کا وارث' پھر سعودیہ سے ریال کما کر بھیج رہا ہے' اگر تم ہمیں کسی قابل سمجھو تو عظمیٰ کے فرض سے بھی سبکدوش ہوجاؤ۔'' ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے عظمیٰ کے جہاں قدم ٹھہر گئے وہاں ماتھے پر ناگواری کی شکن بھی در آئی تھی۔

''اف یہ پھوپو ان کا الیکٹریشن بیٹا بھلا اس قابل

کہاں کہ میرا نام بھی لیں۔'' اس نے خاصی ناگواری سے سوچا تھا۔

❁......❁......❁

اعظم کی شادی کی تیاریاں زوروشور سے جاری تھیں۔ مسز ارشاد اپنی نند کے ساتھ ایک بار مزید چکر لگا چکی تھیں۔ ان سب کو عظمیٰ بے حد پسند آئی تھی۔ اب بات صرف طارق کی تھی' لہٰذا یہ معاملہ اس کی چھٹی پر اٹکا تھا۔ وہ PIA میں آفیسر تھا اور آج کل کراچی میں پوسٹڈ تھا۔ اب کی بار عظمیٰ بھی خاصی سنجیدہ تھی۔ بابا اعظم کے بعد اس کے فرض سے سبکدوش ہوکر اللہ کے گھر کی زیارت کو جانا چاہتے تھے اور یہ تبھی ممکن تھا جب وہ اپنے گھر کی ہوجاتی۔

گھر...... جو ہر لڑکی کا خواب ہوتا ہے' جب وہ گڑیا کا گھر اپنی ہمجولیوں کے ساتھ کھیلتی ہے تو دراصل لاشعور میں اپنے گھر کے خواب کو تعبیر سے ہمکنار دیکھنا چاہتی ہے اور یہ خواب وقت کے ساتھ پروان چڑھتا ہے نکھرتا ہے...... وہی خواب اس کی آنکھوں میں آن بسا تھا۔ اس کی دل سے خواہش تھی اب کی بار اس کی کشتی کو کنارہ مل جائے۔ سو اس نے خصوصی توجہ سے تیاری کی تھی۔ دو تین مارکیٹوں کی خاک چھان کر اس نے مطلوبہ ڈریس ڈھونڈا تھا۔

کھلتا ہوا پنک کلر اس کی رنگت میں گلابیاں بکھیر دیتا اس کی سیاہ آنکھوں کی دلکشی کو نمایاں کرتا' اس کے سیاہ سلکی بالوں کی خوب صورتی میں اضافہ کردیتا تھا اس کی مجموعی شخصیت نکھر کر سامنے آتی تھی۔

بالآخر اسے ویسا سوٹ خاصی خواری کے بعد مل گیا تھا جیسا اس نے تصور میں لینے کا ارادہ کیا تھا۔ یہ پہلی بار تھا کہ وہ بیوٹیشن کے ہاں سے تیار ہوکر آئی تھی۔ بے حد لائٹ مگر سلیقے سے کیا گیا میک اپ...... اور جب وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوکر سب کو سلام کرکے مسز ارشاد کے ساتھ صوفے پر طارق کے مقابل بیٹھی تو ایک لمحے کو جیسے مبہوت ہوکر رہ گیا تھا۔ اور تبھی عظمیٰ نے بھی

اس کی طرف نگاہ کی تھی۔ یوں مبہوت ہوکر دیکھنا عظمیٰ کے یقین میں اضافہ کرگیا تھا' اسے کوئی ریجیکٹ نہیں کرسکتا۔ اور وہ خود ان لڑکیوں میں سے نہیں تھی جنہیں دیکھ کر لوگ ریجیکٹ کرجائیں اور آپس میں بیٹھی رہیں کہ نجانے جانے والے پلٹ کر آتے بھی ہیں یا نہیں۔ وہ بھی دیکھنا چاہتی تھی کیا طارق یزدانی اس کے آئیڈیل پر پورا اترتا ہے یا نہیں۔ لہٰذا بظاہر سرسری مگر بھرپور توجہ بھری نگاہ عظمیٰ نے اس پر ڈالی تھی تبھی اس نے محویت بھری نگاہ کو فوراً جھکالیا تھا۔

اس نے چائے لے کر آنے یا سرو کرنے سے پہلے ہی انکار کردیا تھا' لہٰذا ملازمہ چائے لے کر ڈرائنگ روم میں آئی تھی اور آپی کے ساتھ مل کر مہمانوں کو سرو کی تھی۔ وہ خود بے حد اعتماد سے مسز ارشاد سے ہلکی پھلکی گفتگو کررہی تھی۔ اسے اپنی خوبیوں کا اچھی طرح احساس تھا' مسز ارشاد سے بات کرتے ہوئے وہ ذرا سا مسکرائی تو اس کے گالوں پر پڑنے والا ڈمپل خاص طور پر نمایاں ہوا' اس کی مسکراہٹ اس کے حسن و دلکشی میں اضافہ کرتی تھی' کئی بار اسٹوڈنٹس اس کے ساتھ تصویر بناتے ہوئے مسکرانے کی فرمائش کرتی تھیں۔

آپی کے ہاتھ سے چائے کا کپ لیتے ہوئے طارق کی نگاہ اس کی مسکراہٹ پر ایک بار پھر ٹھہری گئی اور اسے اس کا بخوبی احساس تھا۔

❁......❁......❁

''آپی آپ کی کولیگ تو بہت تعریف کررہی تھیں۔ مجھے تو طارق بس ٹھیک لگا' ایسا تو کچھ نہیں ہے اس کی پرسنالٹی میں کہ تعریفوں کے پل باندھ دیئے جائیں۔'' ان کے جانے کے بعد اس نے تبصرہ کیا تو آپی نے چونک کر کچھ ناگواری سے دیکھا تھا۔

عظمیٰ مرد بس ٹھیک ہی اچھے لگتے ہیں' باقی ان کے پلس پوائنٹ ان کا فیملی بیگ گراؤنڈ' جاب اور کریکٹر ہوتا ہے۔''

''وہ ساری چیزیں تو بعد کی بات ہے سب سے پہلے

جو چیز نظر آتی ہے وہ انسان کی پرسنالٹی ہے۔''

''تو طارق کی پرسنالٹی میں کیا کمی ہے بھلا؟ اچھی شکل صورت اچھے قد بت کے ساتھ ویل ایجوکیٹڈ آفیسر رشتوں کی لمبی لائن ہوگی اس کے آگے۔'' آپی کے انداز میں ناگواری در آئی تھی۔

جواباً وہ خاموش رہی تھی۔

''دیکھو میری بہن۔'' انہوں نے شاید اس کی خاموشی کو محسوس کیا تھا۔ تبھی پیار سے کہتے ہوئے اس کے پاس آ بیٹھی تھیں۔

''ہماری ماں نہیں ہے میرا دل چاہتا ہے میں وہ تمام باتیں تمہیں سمجھاؤں زندگی کے سارے اچھے برے پہلو جس سے ماں روشناس کراتی ہے..... خاص طور پر اس معاملے میں تمہاری سوچ بہت بے تکی ہے..... خوب صورتی کا لفظ مرد کے لیے نہیں عورت کے لیے مناسب لگتا ہے' کوئی شوہر کتنا خوب صورت ہے' یہ بات معنی نہیں رکھتی' مرد کیا کماتا ہے اور عورت کو اور اپنے بچوں کو کتنی کمفرٹ ایبل زندگی دیتا ہے یہ بات اہم ہوتی ہے۔ بات بات پر چیختے چلاتے برتن توڑتے' ہاتھ اٹھاتے مرد خوب صورت بھی ہوں تو ان کے ساتھ گزارہ ہوسکتا ہے بھلا' ہینڈسم مگر نکھٹو مرد ہو تو عورت کھائے کیا؟ اور اگر ایک شخص مناسب شکل صورت کا ہے سلجھی ہوئی عادات کا مالک ہے کوآپریٹو ہے' سب سے بڑھ کر اچھا کماتا ہے' سوسائٹی میں اس کا مقام ہے تو اس کی بیوی کیوں ناخوش رہے گی؟''

''وہ بعد کی باتیں ہوتی ہیں' آپی سب سے پہلے ہمیں دیکھنا ہوتا ہے کہ کوئی ہمارے ساتھ سوٹ.....''

''فضول باتیں مت کرو عظمیٰ' ایک ڈریس کے معاملے میں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ ہمیں سوٹ کرتا ہے یا نہیں مگر یہ جو نصیب کے معاملے ہیں یہ آسمانوں پر طے ہوتے ہیں' ہمارا نصیب جن کے ساتھ رب لکھے گا وہی ہمارا مقدر بنے گا۔ میں تو شکر کررہی ہوں کہ اتنا اچھا رشتہ آیا ہے اور تم الٹی سیدھی باتیں سوچنے بیٹھ گئیں۔''

''اچھا ٹھیک ہے آپی..... جو آپ کا دل چاہے کریں۔''

''میرا دل تو چاہ رہا ہے اپنی بہنا کو طارق یزدانی کے ساتھ رخصت کرنے کو..... مگر ان کی طرف سے ہاں میں جواب ملے تب نا.....'' آپی نے اسے چھیڑنے والے انداز میں کہا تھا۔

''فکر نہ کریں ان کی طرف سے ہاں میں ہی جواب ملے گا۔'' اس کے لبوں پر مسکان سج گئی تھی۔

❁......❁......❁

اعظم کی شادی کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں۔ گاؤں کے ماحول میں دلہن کا خود جاکر اپنی شاپنگ کرنے کا کوئی تصور ہی نہ تھا۔ لہٰذا بری کی ساری شاپنگ ان دونوں نے مل کر کرنی تھی۔ مگر صحیح معنوں میں ان کے ہوش ٹھکانے آگئے جب شازیہ نے ان کا خریدا ہوا برائیڈل ڈریس ناپسند کردیا' سی گرین اور مہرون کلر کا خوب صورت ڈریس انہوں نے کتنی مارکیٹیں چھان کر پسند کیا تھا' مگر شازیہ کی پسند کو مدنظر رکھتے ہوئے آسیہ آپی کوئی ناگوار شکن ماتھے پر لائے بغیر تبدیل کروانے چل دیں مگر اسے درحقیقت بہت غصہ آیا تھا۔

اور اس وقت بھی مارکیٹ سے واپس آکر ٹھنڈا پانی پی کر وہ دل کا غبار آپی کے سامنے نکال رہی تھی۔ جب ان کا موبائل گنگنایا تھا۔

''مسز ارشاد کا فون ہے۔'' انہوں نے شرارت سے اسے مسکرا کر دیکھا اور یس کا بٹن پش کرکے حال احوال دریافت کرنے لگی تھیں۔

''بھئی میری نند کی فیملی کو عظمیٰ ماشاءاللہ بہت پسند آئی ہے' اور اب وہ باقاعدہ رشتہ ڈالنے کے لیے آنا چاہتے ہیں۔''

''مسز ارشاد پہلے بھی آپ کے توسط سے سب کچھ ہوا تو اب بھی جو آپ مناسب سمجھیں۔'' آسیہ آپی نے انہیں متانت سے جواب دیا تھا۔

''بھئی میں تو یہ سوچ رہی ہوں کہ اگر سب کچھ جلدی

جلدی ہوجائے اعظم کی شادی پر وہ لوگ بھی منگنی کی رسم کرلیں۔''

''جی ضرور......'' آسیہ آپی نے تائید کی تھی۔

''تو پھر میں کس دن ان کو لے کر آؤں؟''

''میں نے کہا نا کہ جب آپ مناسب سمجھیں، بابا آج کل گھر پر ہی ہیں اور اعظم بھی ایک آدھ دن میں آنے والا ہے۔''

''تو پھر میں انہیں ایک دو دن کا ہی ٹائم دے دیتی ہوں، کیونکہ وہ لوگ تو بہت ایکسائیٹڈ ہو رہے ہیں جلد آنے کے لیے...... میرے نندوئی کی چچازاد بہن دوبئی سے آنے والی تھیں ایک ڈیڑھ ماہ میں، ان کی بچیاں بھی کافی سلجھی ہوئی اور ویل ایجوکیٹڈ ہیں تو ان کا ارادہ تھا کہ ادھر ادھر رشتے دیکھنے کے ساتھ ان کا بھی انتظار کرلیتے ہیں۔ کیا معلوم طارق کو ان میں سے کوئی پسند آجائے لیکن ہماری عظمٰی کو دیکھنے کے بعد سارے پروگرام ایک طرف کردیے۔ مسز ارشاد خوش خوش بتارہی تھیں اور سپیکر آن ہونے کے باعث عظمٰی ایک پر تفاخر مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے سن رہی تھی۔

❁......❁......❁

''دیکھیں بھائی صاحب بچی ہمیں بہت پسند آئی ہے اور ہمارے بیٹے سے آپ مل چکے ہیں ماشاء اللہ پڑھا لکھا ہے، برسر روزگار ہے، باقی ہم آپ کی طرح سیدھے سادھے لوگ ہیں۔ ہمارا بھی آپ کی طرح زمیندارانہ بیک گراؤنڈ ہے۔ خود کمایا بچوں کو پڑھایا کوئی لمبے چوڑے اثاثے اور بینک بیلنس تو ہے نہیں کہ آپ کو ان کا جھانسہ دیں، اللہ کا شکر ہے کہ بچے ویل ایجوکیٹڈ ہیں اپنا نام بنا چکے ہیں اب جو ان کے مقدر میں ہوگا ترقی بھی کرتے رہیں گے۔ دونوں فیملیز کی حقیقت ایک دوسرے کے سامنے ہے۔ اور میں زیادہ رسموں رواجوں میں بالکل نہیں پڑوں گی۔ آج ہی جواب لے کر جاؤں گی۔'' طارق کی والدہ پڑھی لکھی اور سیدھی سادھی خاتون تھیں۔

''بہن آپ کی بات بالکل ٹھیک ہے ہمیں بھی آپ کا گھرانہ بالکل مناسب لگا ہے ہر لحاظ سے۔ لیکن کچھ صلاح مشورہ تو کرنے دیں۔''

''ہم نے آپ کو صلاح مشورہ کرنے سے کب منع کیا ہے؟ جتنی دیر میں ہم چائے پیتے ہیں اتنی دیر میں آپ صلاح مشورہ کرلیں۔'' انہوں نے چائے کی پیالی ہونٹوں سے لگاتے ہوئے شگفتگی سے کہا تو احسن صاحب بے اختیار مسکرادیئے تھے۔

''آپ کا کہنا سر آنکھوں پر لیکن صلاح مشورے کے لیے کچھ ٹائم چاہیے ہوتا ہے۔''

''میں آپ کو ٹائم دے تو رہی ہوں ویسے جواب میں ہاں میں ہی لے کر جاؤں گی۔ آسیہ بھئی آپ ہی ہماری کچھ سفارش کردو۔''

''چلیں بابا آنٹی اتنا اصرار کررہی ہیں۔ ویسے بھی مسز ارشاد کے ساتھ میرا اتنا تعلق ہے کہ میں آنکھیں بند کرکے یقین کرلوں ان پر تو بھی کوئی حرج نہیں۔''

''آپ ہماری بہن ہیں اور اتنے مان سے کہہ رہی ہیں تو عظمٰی آپ کی بیٹی ہوئی۔'' وہ خاصے اداس انداز میں کہہ رہے تھے۔

''بہت بہت شکریہ بھائی صاحب اور بیٹیاں اپنے گھر کی ہونے جارہی ہوں تو اداس نہیں ہوتے اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور ان کے اچھے نصیب کے لیے دعا کرتے ہیں۔ اور جب بابا جان اور اعظم ظہر کی اذان ہونے پر قریبی مسجد میں نماز کے لیے چلے گئے تو تینوں خواتین بات چیت کرتی رہیں۔

''بیٹا آسیہ میں چاہتی ہوں کہ اعظم کی شادی والے روز منگنی کی رسم کرلیں تو آپ لوگ الگ فنکشن کے جھنجٹ سے بچ جائیں گے۔''

''آنٹی اصل میں بابا منگنی کو بے کار کی رسم سمجھتے ہیں۔ اب دیکھیں نا ہمارے بھائی کی باقاعدہ منگنی نہیں ہوئی تھی۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو نکاح کرلیں۔''

''ارے واقعی...... بھئی یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔''

وہ خوش ہو کر کہہ رہی تھیں۔
''اعظم کی شادی میں بس ایک ماہ باقی ہے نا؟'' مسز ارشاد نے سوالیہ انداز میں پوچھا تھا۔
''جی تقریباً اتنا ہی ٹائم بنتا ہے۔''
''میری بڑی بہو امید سے ہے اور ڈاکٹر نے اس کو بیڈ ریسٹ کہا ہے' ورنہ میں طارق کی شادی بھی اعظم کے ساتھ ہی رکھ دیتی۔ اب تقریباً دو ماہ تک وہ فارغ ہو گی تو...... مجھے تو تمہارا خیال آ رہا ہے ایک شادی کی تیاری سے فارغ ہو گی تو دوسری کی مصروفیت میں پھنس جاؤ گی۔
''
''کوئی بات نہیں آنٹی' ہو جائے گی تیاری بھی۔'' آسیہ نے متانت سے مسکرا کر کہا تھا۔
ایک طرف موسم گرما کی تعطیلات کا آغاز ہوا' دوسری طرف شادی کی تیاریاں اپنے آخری مراحل میں داخل ہوئی تھیں۔ جس روز وہ باقاعدہ طور پر گاؤں جا کر تاریخ طے کر کے آئے اس کے دو روز بعد طارق کی والدہ خاندان کے چیدہ چیدہ بزرگوں کو لیے نکاح کی تاریخ لینے آ پہنچی تھیں۔
کسی حد تک سب کا خیال تھا کہ جس روز گاؤں سے اعظم کی مہندی آنی تھی اس روز عظمٰی اور طارق کے نکاح کا فریضہ ادا کر دیا جائے۔
''بھائی صاحب ایک چھوٹی سی بات عرض کرنا تھی۔'' بزرگوں کے درمیان خوشگوار گپ شپ جاری تھی کہ طارق کی والدہ نے روئے سخن احسن صاحب کی طرف موڑا تھا۔
''جی جی بہن کہیے۔'' وہ متوجہ ہوئے۔
''طارق کا کہنا ہے کہ وہ شادی کے بعد اپنی بیوی کو جاب نہیں کرنے دے گا۔''
''جی یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟ ایسی بات آپ کو پہلے کرنی چاہیے تھی یہ چھوٹی بات نہیں ہے' یہ خاصی بڑی بات ہے۔ اب اس بات پر ہمیں سوچنے کا موقع دیں۔'' احسن صاحب نے انتہائی سنجیدگی کے ساتھ کہا تھا۔

❀......❀......❀

''طارق کی والدہ انکساری سے کام لیتی ہیں۔ ورنہ سچ یہ ہے کہ یہ خاصے بڑے زمیندار ہیں۔ اوپر سے طارق کی اتنی شاندار جاب' ایسے میں اس کی ڈیمانڈ اتنی بے جا بھی نہیں۔'' آسیہ آپی بابا سے بات کر رہی تھیں۔
''بہرحال تم عظمٰی سے پوچھ لو جو اس کی مرضی ہو۔'' بابا اس کے ہر معاملے میں اس کی مرضی کو اولیت دیتے تھے۔
''بابا میرا خیال ہے آپ اس کی مرضی پوچھنے کے بجائے اسے سمجھائیں ہم اس کا اچھا برا سمجھتے ہیں' اس کے لیے درست فیصلہ ہی کریں گے۔''
''ہرگز نہیں بابا' اس ٹف کمپٹیشن کے دور میں P.C.S کا امتحان کلیئر کرنا اتنا آسان کام نہیں ہے۔ یہ جاب میری سولہ سالوں کی محنت کا نتیجہ ہے اور میرا شوق بھی...... میں اسے ہرگز نہیں چھوڑ سکتی اور پھر ایسے تنگ نظر شخص کے لیے جو ابھی سے اتنا باؤنڈ کر رہا ہے۔'' بابا کے نرمی سے سمجھانے پر اس نے فوراً انکار کر دیا تھا۔
''عظمٰی میری جان' ڈیڑھ سال ہو گیا ہے تمہیں لیکچرر شپ کرتے ہوئے اب تمہارا یہ شوق پورا ہو جانا چاہیے۔'' آسیہ آپی نے سمجھانا چاہا تھا۔
''آپی جو میں سننا نہیں چاہتی وہ آپ سمجھانا کیوں چاہتی ہیں مجھے؟'' اس نے انہیں ٹوک دیا تھا۔
''ابھی گھر بار کی فکروں سے آزاد ہو نا اس لیے جاب کا شوق چڑھا ہے عملی زندگی میں قدم رکھنے والی عورت کے لیے جاب صرف خواری رہ جاتی ہے۔''
''میں نہیں مانتی آپی اس جاب سے زندگی میں بہت سی سہولیات بھی تو ملتی ہیں۔''
''سہولیات فراہم کرنا مرد کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اور اگر مرد سب کچھ فراہم کر رہا ہو تو......''
''اور سہولیات فراہم کر کے وہی مرد جوتے کی نوک پر بھی رکھتا ہے۔''
''ایسی بات نہیں ہے بیٹے......'' آپی کے بتانے پر مسز ارشاد اسے سمجھانے چلی آئی تھیں۔

"طارق بہت اچھا لڑکا ہے نہ ہی وہ تنگ نظر ہے اور نہ ہی تمہیں باؤنڈ کرے گا۔"

"تو آنٹی اتنی اچھی جاب چھوڑنے کی کوئی وجہ بھی تو نہیں بنتی۔"

"بات صرف اتنی سی ہے کہ میری نند اسکول کی ہیڈ مسٹریس رہی ہے، بچوں کی اچھی تعلیم کی خاطر میرے نندوئی ان کو اپنے ساتھ لے گئے، ریلوے کی جاب تھی، کبھی اس شہر تو کبھی اس شہر، طارق کہتا ہے ماں کے بغیر ہم رلتے رہے، اس سچویشن سے فیڈ اپ ہو کر اس نے اپنے ذہن میں پرسکون گھرانے کا یہ امیج بنالیا ہے کہ عورت صرف گھر سنبھالے اور مرد کمائے۔"

"آنٹی وقت کے ساتھ سب چیزیں چینج ہو جاتی ہیں، ابھی سے یہ شرط رکھنا انتہائی بے تکی بات ہے۔"

"بالکل ٹھیک کہا تم نے، میں نے اسے بھی یہی بات کہی تھی مگر وہ کہتا ہے کہ میں وعدہ خلاف نہیں بننا چاہتا، بعد میں کوئی کہے کہ پہلے نظر نہیں آ رہا تھا۔"

وہ خاموش رہی۔

"چلو تم فی الحال طارق کی شرط سے اگری کرلو، بے شک ریزائن نہ کرو، شادی کے لیے چھٹیاں لوگی، پھر طارق کو واپس جانا ہوگا، گھر وغیرہ ارینج ہونے تک کالج جاتی رہنا، اس کے بعد سال دو سال کی ود آؤٹ پے لیو لے لینا اور کوشش کرنا کہ اس دوران ٹرانسفر کروالو تو اسے تمہاری جاب پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا وہ تو صرف یہ کہتا ہے کہ عورت کے بغیر گھر ڈسٹرب ہوتا ہے۔" انہوں نے اس مسئلے کو حل کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔

"آئی ایم سوری آنٹی، میں ایسی کسی کنڈیشن سے اگری نہیں کرسکتی۔" اس نے انتہائی دوٹوک انداز میں کہا تھا۔ "لیکچرر شپ میرا شوق بھی ہے اور passion بھی۔"

"بیٹا آپ طارق اور اس کی فیملی کو بہت پسند آئی ہو وہ آپ کو بہت چاہ سے رکھیں گے۔" وہ کچھ مایوس سی ہو کر کہہ رہی تھیں۔

اگر وہ طارق اور اس کی فیملی کو پسند آئی تھی تو یہ ان کا احسان نہ تھا، اس جیسی خوب صورت اور بااعتماد لڑکی کو جو ہزاروں میں نمایاں نظر آتی ہو بھلا کون ناپسند کرسکتا ہے؟ اس نے نخوت سے سوچا تھا۔

اور یہ یقین تو اسے تبھی تھا کہ وہ اسے بہت چاہ سے مانگ رہے ہیں۔ ایک تو اپنی شخصیت پر اعتماد، دوسرے طارق کی اس پر ٹھہر جانے والی نظریں، نہ جانے کیوں عظمٰی کو یقین تھا کہ اگر وہ ان کی شرط سے اگری نہ بھی کرے تو وہ اسے اپنانے پر مجبور ہو جائیں گے۔

طارق بے شک اچھا بیک گراؤنڈ رکھتا تھا، آفیسر تھا، وہ بھی تو ہر لحاظ سے پرفیکٹ تھی۔ خاص طور پر جب وہ طارق کو اپنے ساتھ کھڑا کر کے دیکھتی تو وہ اسے اپنے مقابلے میں بے حد عام سا نظر آتا۔

اور ایسے عام سے نظر آنے والے شخص کے لیے اتنی خوب صورت لڑکی کا ساتھ ایک اعزاز ہوگا۔ بھلا وہ کیوں شرطیں منوانے لگا؟ انا آڑے آ رہی تھی اور کچھ اپنا آپ منوانے، اپنا کمانے اور من پسند پروفیشن کو نہ چھوڑنے کا بھی خیال دامن گیر تھا۔ اعظم کی شادی کی تقریبات شروع ہوئیں مگر طارق کی فیملی کی طرف سے خاموشی چھا گئی تھی۔ مسز ارشاد نے آپی کی کولیگ ہونے کے ناطے شرکت کی مگر اس موضوع پر کوئی بات نہ ہوسکی اور کئی ماہ بعد مسز ارشاد ہی کی زبانی جب آسیہ نے سرسری سا ان کی نند کا حال احوال پوچھا تو پتہ چلا کہ طارق کی اپنے والد کے کزن کی دوبئی پلٹ بیٹی سے حال ہی میں انگیجمنٹ ہوئی ہے، ڈیڑھ دو ماہ میں شادی ہونے والی ہے۔

لڑکی ڈاکٹر ہے، مگر اس نے کہا ہے کہ اگر مینج نہ ہوسکا تو وہ جاب چھوڑ دے گی۔ اپنی عظمٰی بھی ان کو بہت پسند آئی تھی مگر خیر بچی وہ بھی بہت پیاری ہے۔" مسز ارشاد نے تبصرہ کیا تھا۔

"عظمٰی کے رشتے کی کوئی بات بنی۔" تفصیل بتا کر وہ پوچھنے لگی تھیں۔

اعظم کی شادی کے بعد ان کے گھر کے پرسکون

ماحول میں ارتعاش پیدا ہو چلا تھا۔ شازیہ کے آنے کے بعد انہیں معلوم ہوا ان میں صرف تعلیم کی کمی تھی‘ باقی تو ہر چیز کی زیادتی تھی۔ وہ ان کے گھرانے کے لیے ایک روایتی بہو ثابت ہو رہی تھی‘ حالانکہ اس کا مقابلہ کرنے والا تھا ہی کون؟ باپ کی طرح شفیق سسر‘ آسیہ آپی جنہوں نے اپنا آنا جانا اور عمل دخل جان بوجھ کر بہت کم کر دیا تھا پھر عظمٰی تھی جس کی زندگی اپنی جاب کے گرد گھومتی تھی‘ مگر وہ خاص طور پر عظمٰی کو ہدف پر رکھتی سوئے اتفاق کہ شادی کے تین ماہ بعد اعظم کو ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب مل گئی تو وہ فخر سے کہتی۔ ’’عورت کی بروقت شادی نصیب سے اور مرد کا رزق عورت کی قسمت سے۔‘‘ وہ درپردہ عظمٰی کو جتاتی تھی روزانہ کی چھوٹی موٹی باتیں کئی کئی دن تک گھر کا ماحول خراب رکھتیں۔

❁......❁......❁
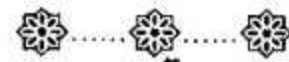
وہ سیکنڈ ایئر کی کلاس میں تھی جب کلاس روم کا دروازہ تھوڑا سا کھلا اور پیون نے سر اندر کیا تھا۔ ’’میڈم جی تساں نوں وڈے میڈم اوراں نے بلایا اے‘‘

’’ابھی بلایا ہے؟‘‘ اس نے چونک کر پوچھا تھا۔

’’جی۔‘‘

اس نے گھڑی میں ٹائم دیکھا پریڈ آف ہونے میں صرف دس منٹ تھے۔

’’اوکے‘ اسٹوڈنٹس ان شاءاللہ آپ سے کل ملاقات ہوگی۔‘‘ وہ دس منٹ پہلے ہی کلاس چھوڑ کر آفس میں چلی آئی تھی۔

’’آؤ عظمٰی میں تمہارا ویٹ کر رہی تھی۔‘‘

’’بات یہ ہے کہ مجھے یونیورسٹی سے دو دفعہ فون آچکا ہے‘ اٹک کے ایک سینٹر میں وہ لوگ سپریڈنٹ مانگ رہے ہیں۔ پہلے تو میڈم نبیلہ جاتی ہیں وہ تو میٹرنٹی لیو پر ہیں اور میڈم شاہینہ کے والد بیمار ہیں‘ باقی لوگ فیملی والے ہیں۔ میرا خیال ہے آپ کو ہی جانا ہوگا۔‘‘

’’لیکن میم میرے فادر مجھے کہاں اتنی دور جانے دیں گے۔‘‘

’’بھئی اتنا کون سا دور ہے اٹک‘ اور وہاں ریزیڈنسی کا بھی پرابلم نہیں ہے‘ کالج کے ساتھ ہی لیڈیز ہاسٹل ہے۔‘‘

❁......❁......❁

’’سوال کرتے ہوئے میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ جواب اتنا برجستہ ملے گا۔‘‘ ایڈووکیٹ فرزانہ نے ہنستے ہوئے ایڈووکیٹ سکندر کو بتایا تھا۔

F.I.R درج کراتے ہوئے کہا گیا کہ پانچ دن پہلے وہ لوگ اس کے گھر میں گھس کر بچہ چھین کر لے گئے۔‘‘

’’میں نے خاتون سے پوچھا۔ ’’بہن آپ کے ہسبینڈ اور دیور بچہ کب چھین کر لے گئے؟‘‘

اس نے فوراً جواب دیا پانچ دن پہلے۔ کیس کا چالان پیش ہونے کے بعد دو پیشیاں ہو چکی تھیں‘ تیسری ڈیٹ پر بحث ہو رہی تھی۔ میری تو جج صاحب کے سامنے ہنسی نکلتے نکلتے رہ گئی۔ اوپر سے جب بچے کو ماں کے سامنے لانے کا حکم دیا تو بچہ تو اتنے دنوں میں ماں کو بھول بھال چکا تھا۔ وہ تو ماں کی طرف متوجہ ہی نہ ہوا‘ عورت نے بچے کو زبردستی کھینچنا شروع کر دیا دادی کی گود سے۔ اس نے شاید سوچا ہوگا یہاں ہاتھ پاؤں کی بہادری بھی چلتی ہے۔‘‘ ایڈووکیٹ فیاض چیمبر کے دروازے پر کھڑے تھے۔

’’فرزانہ آپ بڑی استاد ہیں اور ہماری اچھی بہن بھی ہیں۔ ایک کام تو کریں۔‘‘

’’ایک نہیں دو کام بتائیں بھائی جان۔‘‘ فرزانہ نے فراخ دلی سے کہا تھا۔

’’ہم نے اپنے ایک بابے کی شادی کرانی ہے۔‘‘

’’جی ضرور...... فائل دے دیں۔‘‘

’’فائل کی کیا ضرورت ہے‘ بندہ ہی آپ کے سامنے موجود ہے۔‘‘ ایڈووکیٹ فرزانہ نے حیرت سے ایڈووکیٹ سکندر کی طرف دیکھا تھا۔

’’اپنے اس بابے کی شادی کرانی ہے عمر ہے ان کی اڑتیس سال‘ ایڈووکیٹ سکندر حیات نام ہے‘ کچھ پراپرٹی

وغیرہ بھی ہے اور......"

"ان کی ابھی شادی نہیں ہوئی مگر یہ تو کہہ رہے تھے کہ ان کے چار پانچ بچے ہیں۔" ایڈووکیٹ فرزانہ نے حیرت سے کہا تھا۔

"ویسے ان کی فیملی کیوں نہیں اس سلسلے میں کوئی کوشش کرتی؟"

"فرزانہ جی بات یہ ہے کہ ان کے ایک بھائی تھے جو شہید ہوگئے تھے۔ پہلے تو یہ ان کے بچوں کی دیکھ بھال میں لگے رہے اور اب جب وہ پڑھ لکھ کر جوان ہوگئے ہیں تو ان کی بھابی چاہتی ہیں سکندر کی شادی ہو ہی نہ تاکہ ایک مالدار آسامی کسی اور کے ہاتھ نہ لگ جائے۔" فیاض صاحب نے مختصر لفظوں میں صورتحال بتائی تھی۔

❀......❀......❀

وہ بینک میں پیپرز جمع کروا کر گرما گرم چائے کی خواہش لیے ہاسٹل پہنچی تو روم کے دروازے پر پڑا تالا اس کا منہ چڑا رہا تھا۔

وہ لاؤنج میں پڑے ٹیبل پر گلاس اور دیگر چیزیں رکھ کر بیگ میں سے موبائل نکالنے لگی تھی۔

چونکہ وہ گلاس ڈور کے سامنے کھڑی تھی جہاں سامنے اس کا عکس جھلملا رہا تھا۔ نمبر ڈائل کرکے اس کی نظریں بے دھیانی میں اپنے عکس کو دیکھ رہی تھیں۔

"مجھ سے پوچھ لیں کہ آپ کیسی لگ رہی ہیں؟" ایک لڑکی جو کسی کام سے لاؤنج میں آئی تھی اسے یوں کھڑے دیکھ کر ٹھٹکی اور مسکرا کر کہنے لگی۔

"نہیں میں کال کرنے کے لیے کھڑی ہوں اپنے آپ کو نہیں دیکھ رہی۔" اس نے بھی جواباً مسکرا کر کہا تھا۔

"اچھا میں نے سوچا اگر آپ خود کو دیکھ رہی ہیں تو میں ہی بتا دیتی ہوں کہ آپ بہت فریش لگ رہی ہیں۔"

"کہاں یار صبح سات بجے نکلی تھی اب تو سارے دن کی تھکن کے بعد فریش نیس کا بیڑہ غرق ہوچکا۔"

"شاید یہ بات ہے کہ خوب صورت لوگ ہر وقت ہی فریش نظر آتے ہیں۔"

"تھینکس فار دس کمپلیمنٹ......" اس نے ہنس کر کہا تھا۔

"میں ایڈووکیٹ فرزانہ ہوں اور آپ......"

"میں لیکچرار عظمیٰ ہوں، آج کل سینٹر میں ڈیوٹی لگی ہے۔"

"آپ شاید ابھی واپس آئی ہیں؟" ایڈووکیٹ فرزانہ نے ٹیبل پر رکھے پرس کو دیکھا تھا۔

"جی بالکل ابھی آئی ہوں اور یہاں آکر پتہ چلا کہ میری روم میٹ کہیں باہر تشریف لے گئی ہے، بھئی اگر جانا ہی تھا تو چابی تو ریسپشن پر دے جاتی۔ اب بندہ سارے دن کی میٹنگ بھگتا کر آئے تو آگے سے روم لاک......" اس نے انتہائی کوفت کا اظہار کیا تھا۔

"آئیں نا ہمارے روم میں بیٹھ جائیں جب تک آپ کی روم میٹ واپس نہیں آجاتی۔"

"چلیں ایسا ہی کر لیتی ہوں۔" وہ فرزانہ کے ساتھ اس کے روم میں چلی آئی تھی۔

❀......❀......❀

"فرزانہ میں تو اپنی زندگی سے بیزار ہونے لگا ہوں۔ جب اپنوں کے چہرے خود غرضی کے ماسک میں لپٹے نظر آتے ہیں تو دل کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ میں نے بھتیجے بھتیجی کے لیے اپنی خوشیوں کی قربانی دی کہ یہ کسی مقام پر پہنچ جائیں تو اپنے بارے میں سوچوں گا مگر مجھے لگتا ہے کہ وہ مجھے بے وقوف سمجھنے لگے ہیں۔" ایڈووکیٹ سکندر نے خاصے دلبرداشتہ انداز میں اپنی نجی زندگی کے کچھ پہلو پہلی بار فرزانہ کے سامنے پیش کیے تھے۔

"ٹھیک کہتے ہیں آپ سکندر بھائی، رشتوں میں خلوص تو رہا ہی نہیں ہے اور جب بندہ پرخلوص ہو تو دوسروں کے خود غرضی پر مبنی رویے بہت ہرٹ کرتے ہیں۔"

"میں چاہتا ہوں مجھے کوئی ایسی لائف پارٹنر ملے جو میرے پیسے سے، میری پراپرٹی سے، میرے اسٹیٹس سے سیلف لیس ہو، جس کی نظر میں میری حیثیت ہو، میری

اچھائیوں کی میرے خلوص کی۔" ایڈووکیٹ سکندر حقیقت میں خود غرض رشتوں سے بہت نالاں نظر آرہا تھا۔

"فکر نہ کریں سکندر بھائی' آپ خود بہت اچھے ہیں تو اچھی لڑکی آپ کا نصیب بنے گی۔" فرزانہ کے تصور میں ایک چہرہ درآیا تھا۔ "آج ہاسٹل جا کر سب سے پہلے یہی بات کروں گی۔" اس نے دل ہی دل میں طے کیا تھا۔

"عظمیٰ تمہاری انگیجمنٹ وغیرہ تو نہیں ہوئی۔" فرزانہ نے اس کے ساتھ دہی بھلے کھاتے ہوئے پوچھا تھا' اتنے دنوں میں خاصی دوستی ہوچکی تھی اور اب آپ جناب کا تکلف بھی نہیں تھا۔

"نہیں فی الحال تو ایسا کوئی سلسلہ نہیں ہے۔"

"میرے ایک بھائی ہیں ایڈووکیٹ سکندر...... سگے بھائی تو نہیں مگر تعلق ان کے ساتھ بھائیوں جیسا ہی ہے۔ ہم ایک ہی چیمبر میں بیٹھتے ہیں۔ پچھلے ڈیڑھ دو سال سے میری ان کے ساتھ جان پہچان ہے' بہت نائس انسان ہیں۔ان کے لیے لڑکی ڈھونڈنے کی ذمہ داری میری ہے اور میں چاہتی ہوں کہ......"

تعلیم حاصل کرنے کے بعد جاب کرنا اور جاب کے بعد یہ زندگی پتہ نہیں کیوں اب بے مصرف سی لگنے لگی تھی۔ تبھی تو اس نے فرزانہ کی بات بہت توجہ سے سنی تھی۔

❁......❁......❁

ریسٹونٹ میں بیٹھے انہیں خاصی دیر ہوگئی تھی۔ وہ کولڈ ڈرنک سے لطف اندوز ہوچکی تھیں اور اب ڈنر کے لیے مینو پر نظر دوڑا رہی تھیں۔

ذرا سکندر بھائی کا تو پتہ کروں ابھی تک پہنچے کیوں نہیں ہیں؟" فرزانہ نے موبائل کان سے لگایا' دوسری طرف پہلی بیل پر کال ریسیو کی گئی۔

"سکندر بھائی کہاں ہیں آپ؟"

"فرزانہ میں نکلنے ہی والا تھا مگر ایک کلائنٹ گھر آگئیں چونکہ خاتون ہیں اور گاؤں سے آئی ہیں تو مجھے مناسب نہیں لگا کہ بات سنے بغیر واپس بھیج دوں۔

"آپ لوگ ڈنر کے لیے آرڈر کریں میں دس منٹ میں پہنچتا ہوں۔"

ایڈووکیٹ سکندر نے انہیں اس وقت جوائن کیا جب وہ چکن منچورین اور رائس سے انصاف کررہی تھیں۔

سلام دعا کے بعد وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھا تھا۔

"دلیں سکندر بھائی چونکہ آپ نے کہا تھا کہ آپ پہنچنے والے ہیں تو میں نے آپ کے لیے بھی آرڈر کردیا تھا۔" فرزانہ نے پلیٹ اس کی طرف بڑھائی تھی۔

عظمیٰ کو یوں لگا جیسے سکندر نے اپنی پلیٹ میں چاول نکالے اور کچھ ہچکچاہٹ کے بعد کیچپ کی بوتل اٹھا کر ڈھیر سارا کیچپ چاولوں کے اوپر ڈال کر کھانا شروع کردیا۔

"آپ یہاں پیپرز لینے کے لیے آئی ہیں۔" اب کچھ بات چیت تو کرنی ہی تھی سو سکندر نے گفتگو کا آغاز کیا تھا۔

"سکندر بھائی مانا کہ آپ کو کیچپ بہت پسند ہے مگر یہ چکن منچورین ٹرائی کریں۔" فرزانہ نے تھوڑی ہوشیاری کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کی تھی۔

اور تب سکندر کو پتہ چلا کہ اس نے فرزانہ اور عظمیٰ کی پلیٹوں پر نظر ڈال کر کیچپ ڈال لیا تھا مگر وہ دراصل چاولوں کے اوپر چکن منچورین ڈال کر کھا رہی تھیں۔

❁......❁......❁

"خدا کا خوف کرو فرزانہ' مجھے دکھانے سے پہلے اسے خود تو دیکھ لیا ہوتا۔" ہوٹل سے نکلتے ہی عظمیٰ نے فرزانہ کے جو لتے لینے شروع کیے وہ ہاسٹل پہنچ کر بھی جاری رہے۔

"لگتا ہے بندہ پسند نہیں آیا" فرزانہ کی روم میٹ شمسہ نے ان کی گفتگو سن کر پوچھ لیا تھا۔

"یار پسند کرنے کو چھوڑو......اب اتنی اچھی پرسنالٹی بھی نہیں ہے کہ آپ دکھانے چل پڑیں۔ اور اوپر سے ٹیبل مینرز تک نہیں آتے' کس طرح رائس کے اوپر کیچپ ڈال کر کھانا شروع کردیا تھا۔"

"ایک بات کہوں عظمیٰ......" اب کے شمسہ کچھ سنجیدہ

ہوئی تھی۔ ''ہم مڈل کلاس سے بی لانگ کرنے والے لوگ ہیں' آئی مین ہم تینوں لڑکیاں' اور ہمارے ہاں لڑکیوں کے رشتے کرتے وقت یہ نہیں دیکھا جاتا کہ اگلے کو ٹیبل مینرز کتنے آتے ہیں' یہ دیکھا جاتا ہے کہ ٹیبل کے اوپر رکھ کر کچھ کھانے کو دے سکے گا یا نہیں۔ اور جہاں تک تعلق ہے پرسنالٹی کا تو ہم نے غزالی آنکھوں کی تعریف کی تھی' نہ ہی ستواں ناک کے قصیدے پڑھے تھے' اچھی پرسنالٹی کہا تھا تو......''

''کیسی پرسنالٹی یار اگر تمہاری مراد قد سے ہے تو کھمبا بھی لمبا ہوتا ہے اب میں اس سے بیاہ رچانے بیٹھ جاؤں۔''

''سکندر بھائی کل آپ نے تو مجھے شرمندہ ہی کروادیا۔'' اگلے روز فرزانہ نے چیمبر میں جا کر پہلی بات ہی یہ کہی تھی۔

''میں نے کیا کیا ہے؟'' دوسری طرف معصومیت کی انتہا تھی۔

''وہ آپ چاولوں کے اوپر کیچپ ڈال کر کھانے لگے تو اس لڑکی نے یہ امپریشن لیا کہ آپ کو ٹیبل مینرز تک نہیں آتے۔''

''فرزانہ میں سیدھا سا بندہ ہوں تمہیں کوئی سادہ سی ڈش منگوانی چاہیے تھی۔'' جواباً اس نے سادگی سے کہا تھا۔

❁......❁......❁

پیپرز کے اختتام پر وہ واپس لوٹ آئی تھی۔

''بہت اچھا ماحول تھا ہاسٹل کا' بہت اچھے لوگ ملے' مگر میں نے آپ کو بہت مس کیا۔'' وہ ان کے گھٹنے پر سر ٹکائے لاڈ سے کہہ رہی تھی۔

''بابا اب آپ بھی بتائیں نا آپ نے یہ دن کیسے گزارے؟''

''بہت اچھے' بہت زبردست' گھر میں بالکل سکون تھا کوئی شور شرابہ کرنے والا جو نہ تھا۔'' انہوں نے شرارت سے اسے بتایا تھا۔

''اچھا آپ پریشان کیوں ہیں؟'' بالآخر اس نے وہ بات کہہ ہی ڈالی جو مسلسل محسوس کررہی تھی۔

''نہیں تو میں بھلا کیوں پریشان ہونے لگا؟'' انہوں نے ٹالا تھا۔ مگر یہ عقدہ تو آسیہ آپی سے بات کرکے کھلا کہ وہ کیوں پریشان تھے۔

شازیہ گاؤں کے ماحول کی پروردہ ان کی پھوپو کی وہ بیٹی جسے بزرگوں کے فیصلے کا پاس کرتے ہوئے اعظم کی زندگی میں شامل کرتے ہوئے انہیں جھجک تھی' پتہ نہیں وہ شہر کے ماحول میں ایڈجسٹ کرپائے گی یا نہیں' یا پھر اعظم اتنی کم تعلیم یافتہ لڑکی کے ساتھ نباہ کرے گا یا نہیں' اعظم اگرچہ ویل ایجوکیٹڈ تھا مگر سادہ مزاج کا حامل انسان تھا۔ اسے شازیہ کے کم تعلیم یافتہ ہونے کا کوئی کمپلیکس نہ تھا۔ کچھ شازیہ نے اپنے آپ کو اس حد تک تبدیل کیا تھا کہ وہ کہیں سے بھی کم تعلیم یافتہ دیہاتی لڑکی دکھائی نہ دیتی تھی۔ مگر وہ اس حد تک تبدیل ہوجائے گی' یہ تو ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ اسے یہ قدیم اور جدید طرز کا میجر احسن کا آرٹسٹک گھر بھوت بنگلہ معلوم ہونے لگا تھا اور اس نے شوشہ چھوڑ دیا تھا کہ اسے بیچ کر پوش ایریے میں فلیٹ خرید لیا جائے۔ اعظم چونکہ ایک ہفتے کے ٹور پر آؤٹ آف سٹی تھا۔ لہٰذا بابا اس کی واپسی کا انتظار کررہے تھے اور اس شام جب عظمیٰ کو آسیہ آپی سے یہ ساری بات پتہ چلی اس نے اپنے اس محبت سے بنائے اور سجائے گھر کا ایک ایک کونہ بہت دھیان سے دیکھا تھا۔ اندر سے وہ کسی آرٹسٹک ماڈرن سوسائٹی کی طرز تعمیر جیسا تھا' مگر انٹرنس سے باہر نکل کر کسی گاؤں کے صحن جیسا یا باغ جیسا خوب صورت لان جس میں لگائے گئے آم اور جامن کے بڑے بڑے سایہ دار درخت تھے وہ اپنے اس باغ نما لان میں کتنی دیر جھولے پر بیٹھی رہی اور پھر سیڑھیاں چڑھتی چھت پر آگئی۔ مین روڈ پر دور دور تک آنے اور جانے والی گاڑیوں کی روشنیاں نظر آرہی تھیں۔

''تمہاری بیوی کی ہمت کیسے ہوئی کہ میرے ہوتے ہوئے اس گھر کو بیچنے کا نام بھی زبان پر لائے۔'' پہلی بار میجر احسن نے اپنی بھانجی اور بہو کے لیے تمہاری بیوی کا

لفظ استعمال کیا تھا اور بابا کو یوں ہرٹ دیکھ کر اعظم نے شازیہ کی خاصی کھنچائی کر ڈالی تھی نتیجتاً دنوں اس کا منہ پھولا ہی رہا۔

یونہی وقت کچھ آگے سرک گیا تھا۔

❁.......❁.......❁

اس روز صبح سویرے ایک شاکنگ نیوز عظمیٰ سمیت پورے اسٹاف کو ملی...... اس کے ٹرانسفر آڈر پرنسپل کی ٹیبل پر موجود تھے۔

''میڈم آپ فون کر کے پتہ تو کریں' آخر میری ٹرانسفر ہوئی کیوں ہے؟'' عظمیٰ نے شاک کی حالت میں پرنسپل سے کہا تو انہوں نے سر ہلاتے ہوئے فون سیٹ قریب کھسکایا تھا۔ اور پھر چند کالز ادھر ادھر ملانے کے بعد افسردہ سے انداز میں انہوں نے ریسیور کریڈل پر ڈالا تھا۔

''اس حلقے کے ایم این اے کی بھانجی کنٹریکٹ بیس پر کام کر رہی تھی۔ اب وہ لوگ فکس پریڈ کے بعد پرمنٹ ہو گئے ہیں تو ان کی جاب ٹرانسفر ایبل بھی ہو گئی ہے لہٰذا سی ایم ہاؤس سے آپ کی ٹرانسفر ہوئی ہے تاکہ اس لڑکی کو یہ سیٹ ملے۔''

''میڈم یہ کیا غنڈہ گردی ہے اپنی مرضی کا بندہ لانے کے لیے کسی کو اٹھا کر کہیں پھینک دیں' میں اس کو چیلنج کروں گی۔''

''آپ کی مرضی ہے' لیکن سی ایم ہاؤس سے کی جانے والی ٹرانسفر کو چیلنج کرنا مشکل ہے۔'' پرنسپل نے رائے دی تھی۔

جس کالج میں اس کی ٹرانسفر ہوئی تھی۔ یہ رورل ایریا تھا۔ اور کچھ تو اسٹاف ممبرز نے اس کی جان ہوا کر ڈالی تھی۔ ''وہ تو اتنا پسماندہ ایریا ہے' وہاں کے لوگ اتنے اجڈ اور جاہل ہیں کہ حد نہیں...... وہاں باہر کا کوئی بندہ جا کر ایڈجسٹ نہیں کر سکتا۔''

میجر احسن نے اس کے وہاں جانے سے پہلے پرنسپل سے فون پر تفصیلاً بات چیت کی تو انہوں نے خاصی تسلی دی تھی۔ وہاں کالج سے ملحق گرلز ہاسٹل تھا اور عظمیٰ وہاں رہ سکتی تھی۔ اور عظمیٰ کو جائن کرنے کے بعد پرنسپل اور اسٹاف سے مل کر جو تسلی ہوئی وہ ہاسٹل میں پہنچ کر دور ہو گئی تھی۔ مزید یہ کہ وہ ہاسٹل میں قیام کرنے والی واحد لیکچرر تھی اور لیکچررز کے بنائے گئے روم اسٹوڈنٹس روم سے قدرے فاصلے پر تھے۔ تبھی اس نے ایک اسٹوڈنٹس کو اپنے روم میں رہنے کا کہہ دیا تھا۔ اور چند دنوں میں اسے اندازہ ہوا کہ کبھی کبھی ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بھی کافی ہوتا ہے۔

اس کی روم میٹ اسٹوڈنٹ منزہ خاصی خوش مزاج قسم کی لڑکی تھی اور صرف وہی نہیں بلکہ سارا اسٹاف بھی بے حد کوآپریٹو تھا۔ اس کی وجہ شاید یہ بھی تھی کہ سب کو اس بات کی فکر لگی تھی کہ نئی لیکچرر جلد ہی ٹرانسفر کروا کر بھاگ نہ جائے اور اس کے سبجیکٹ بھی پڑھانے پڑ جائیں۔ کچھ بھی تھا مگر گھر سے دور رہنا ایک عذاب مسلسل تھا اور وہی جاب جسے عظمیٰ نے اپنی زندگی کے ایک اہم موڑ پر ترجیح دی تھی اس کے لیے دردسر بن چکی تھی۔

مسز شمس جو ہاسٹل کی منتظم تھیں' انہوں نے اس کی دعوت کی تھی' ساتھ منزہ کو بھی انوائٹ کر لیا تھا۔ سوبر سے شمس صاحب تو سلام دعا اور حال احوال کے بعد کمرے میں چلے گئے تھے۔

مسز شمس کی ملازمہ کا پوتا بیمار تھا وہ کھانا تیار کر کے گھر جا چکی تھی لہٰذا مسز شمس نے خود ہی ڈائننگ ٹیبل سجائی تھی اور ایک ایک چیز بصد اصرار ان کی پلیٹوں میں ڈالی تھی۔

''مسز شمس یقین کریں سب کچھ بہت مزے دار تھا۔'' عظمیٰ نے تعریف کی۔

''پہلی بات تو یہ کہ مسز شمس میں کالج میں ہوتی ہوں یہاں مجھے آنٹی کہو اور دوسرا میں نے ذرینہ سے کہا تھا 'میری بیٹیوں کے لیے ہر چیز بہت احتیاط سے تیار کرے۔''

''واقعی مزا آ گیا۔'' عظمیٰ نے دل سے تعریف کی۔

''آئی ایم سوری' میں نے آپ لوگوں کو ڈسٹرب کیا' آپ کی کال ہے۔'' شمس صاحب کارڈلیس ہاتھ میں

لیے چلے آئے تھے۔
"جی جی آپا الحمدللہ۔" مسز شمس فون پر بات چیت میں مصروف ہوگئیں مگر کال ختم ہونے پر ان کے حواس اڑ گئے تھے۔
خالد صاحب کے بیٹے کے لیے رشتے کی بات چلائی تھی۔ وہ لوگ آ رہے ہیں بلکہ کہہ رہے ہیں ہم نکلنے والے ہیں۔"
"یوں اچانک......" شمس صاحب بھی کچھ حیران ہوئے تھے۔
"دیکھ لیں۔" ہک دک سی مسز شمس کہہ رہی تھیں۔
"چلیں ٹھیک ہے پھر......لیکن ایک بات بتادوں' آپ نے کوئی ذمہ داری نہیں لینی۔" شمس صاحب کچھ وارننگ دینے والے انداز میں کہہ رہے تھے۔ "ہم نے دونوں فیملیز کا آمنا سامنا کروادیا اب خود ہی ایک دوسرے کے بارے میں چھان بین کرلیں' کل کو کوئی ہمیں ذمہ دار نہ ٹھہرائے۔

❁......❁......❁

ولیمے کی دلہن پارلر سے تیار ہوکر ذرا دیر سے پہنچی تھی' مگر جب اسٹیج پر دولہا کے ساتھ بیٹھی تو گویا ہوٹل کی روشنیاں بھی اس کے حسن کی چکاچوند کے سامنے ماند پڑ گئی تھیں۔ گولڈن اور گرین کلر کے شرارے میں میچنگ زیورات گویا اس کے حسن کو دیکھ کر تیار کیے گئے تھے۔ ایسے میں صبیحہ بیگم کی خصوصی توجہ کھانے سے زیادہ اس پر تھی۔ چراغ لے کر ڈھونڈنے نکلو تو ایسی خوب صورت گڑیا سی بہو نہ ملے جیسی مسز خالد نے اڑائی تھی۔ پہلا خیال جو دلہن کو دیکھ کر انہیں آیا تھا وہ یہ تھا اور آخری سوچ بھی وہیں پر اٹکی تھی۔
"آنٹی آپ کچھ نہیں لے رہیں؟ میں آپ کے لیے کچھ لاؤں؟" وہ ان کی دوست روشن آرا کی بہو تھی جو ان کے پاس بیٹھ کر پوچھ رہی تھی۔
"نہیں نہیں' بیٹا میں شام کو ہلکا پھلکا لیتی ہوں۔ ویسے مسز خالد کی بہو تو بہت پیاری ہے۔ مجھے تو بہت پسند آئی' کوئی دور پار کے ریلیٹوز میں سے ہے؟"
"آنٹی بالکل بھی نہیں' یہ تو آنٹی شمس کے توسط سے رشتہ ہوا ہے۔" روشن آرا کی بہو نے بتایا تھا۔
"ارے واہ میں بھی کہوں اسلام آباد میں ان کا کون رہتا ہے' اور یہ مسز شمس کو تو میں پوچھتی ہوں' میں تو رشتے کرانے والیوں کا پیٹ بھر بھر کے تھک گئی مجھے تو کوئی ڈھنگ کی لڑکی نہیں دکھائی انہوں نے' اور میں نے تو دو تین دفعہ مسز شمس سے ذکر کیا تھا' میری بات پر تو انہوں نے کوئی توجہ نہیں دی۔"
"آنٹی مسز شمس آپ کی بھی تو جاننے والی ہیں پھر ان سے ہی کہیں نا۔"
"ارے بیٹا جاننے والی کہاں ہیں میری بھابی ہیں شمس صاحب میرے سیکنڈ کزن ہیں۔"
"اوہ اچھا پھر تو آپ کا ان سے کہنا بنتا ہے۔"
"صرف کہنا ہی نہیں میں تو ان کی ٹھیک ٹھاک خبر لوں گی۔ ابھی میری سلام دعا ہوئی ہے مگر مجھے پتہ نہیں تھا۔" اور تبھی مسز شمس اپنی پلیٹ اٹھائے ان کی طرف چلی آئی تھیں۔
"بھابی میرے ساتھ آپ کون سی دشمنی کا بدلہ لے رہی ہیں' مسز خالد کو تو آپ نے اتنی پیاری بہو ڈھونڈ کر دی اور......"
"سنا ہے کچھ لوگ مجھ سے جیلس ہو رہے ہیں۔" مسز خالد ان کے پاس مسکراتے ہوئے چلی آئی تھیں۔
"ماشاءاللہ آپ کے گھر میں چاند اترا ہے' ہم جیلس کیوں نہ ہوں۔"
"تھینک یو صبیحہ آپا اللہ کرے ایسا چاند آپ کے گھر میں بھی اترے۔" انہوں نے خوشدلی سے شکریہ ادا کرتے ہوئے دعا دی تھی۔
"آمین' آپ ہی بھابھی صاحبہ سے ہماری سفارش کردیں' ہم تو گھر میں رہنے والی خواتین ہیں' یہ ٹھہریں سوشل لیڈی' کچھ فکر کریں تو ہمارے آنگن میں بھی رونق آئے۔" انہوں نے گویا اپنے کاغذات پھر مسز شمس کے

حوالے کیے تھے۔

''اصل میں حسن بہت چوزی ہے۔ جب حزیفہ امریکا سے آیا ہوا تھا تو کئی بار اس سے ملنے آتا تھا ایک دو بار میں نے اس سے اس کی پسند کا پوچھا تھا' مگر بھئی اس کی خاصی ڈیمانڈز ہیں۔ لڑکی خوب صورت ہو فیچرز بھی اچھے ہوں' ایسی ہو ویسی ہو جبکہ مسز خالد کا بیٹا تو ماشاء اللہ سیدھا سادھا ہے' کہہ دیا کہ جو ہمیں پسند آئے گی وہی اس کی پسند ہوگی۔ بہر حال میں اپنی سی کوشش ضرور کروں گی۔'' مسز شمس نے یقین دہانی کروائی تھی۔

❁......❁......❁

اس روز جب وہ آف کرکے ہاسٹل واپس پہنچی تو مسز شمس ان کے روم میں چلی آئی تھیں۔ ''منزہ بچے آپ ذرا کھانا لے کر آنا اور میرے لیے بھی لے کر آؤ میں ذرا چیک کروں کہ کھانا آج کل ٹھیک سے پک رہا ہے یا نہیں۔'' وہ ایزی ہوکر چیئر پر براجمان ہوگئی تھیں۔

''منزہ خیر ہے تو بچی' لیکن ماشاء اللہ فورتھ ایئر کی اسٹوڈنٹ ہے تو اس لیے مجھے ایسی بات کرنا مناسب نہیں لگا اس لیے کھانا لانے کے بہانے ٹال دیا ہے۔''

''جی آنٹی!'' وہ ہمہ تن گوش تھی۔

''بیٹا آپ کی کہیں انگیجمنٹ وغیرہ تو نہیں ہوئی؟''

''نہیں آنٹی ایسا تو کوئی سلسلہ نہیں ہے۔''

''بات یہ ہے کہ تمہارے انکل کی رشتے کی کزن ہیں صبیحہ آپا' ان کا اکلوتا بیٹا حسن ڈاکٹر ہے' وہ آج کل حسن کے لیے رشتے کی تلاش میں ہیں تو میں نے ان سے تمہارا ذکر کیا تھا۔ وہ تمہارے گھر والوں سے ملنا چاہتی ہیں۔'' مسز شمس نے تفصیلاً ساری بات کی تھی۔

''آنٹی ابو نے ہی فیصلہ کرنا ہے تو ایڈریس اور فون نمبر دے دیتی ہوں۔'' اس نے متانت سے جواب دیا تھا۔ اور تبھی منزہ کھانے کی ٹرے لے کر کمرے میں داخل ہوئی تو موضوع بدل گیا تھا۔

''میڈم یہ ڈاکٹر حسن والا کیا معاملہ ہے؟'' مسز شمس کے جانے کے بعد منزہ نے شرارت سے پوچھا تھا۔ ایک کمرے میں رہتے ہوئے اس کے ساتھ چھوٹی بہنوں والا تعلق بن چکا تھا۔ لہٰذا عظمیٰ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

''لڑکی تمہیں کن سوئیاں لینے کی عادت کب سے پڑ گئی۔''

''ٹالیں نہیں' ساری بات بتائیں فوراً'' اس نے حکمیہ انداز میں کہا تھا۔

''ساری بات کچھ نہیں ہے سوائے اس کے کہ ڈاکٹر حسن مسز شمس کے دور پرے کے رشتہ دار ہیں اور ان کی والدہ ان کے لیے لڑکی کی تلاش میں ہیں۔ مجھ سے کانٹیکٹ نمبر مانگ رہی تھیں سو دے دیا۔''

''واؤ اس کا مطلب ہے آپ کا قیام یہاں مستقل ہونے والا ہے۔''

عظمیٰ مسکرادی تھی۔

''میڈم راستے میں ڈاکٹر حسن کا ہاسپٹل آتا ہے نا وہ سرجن ہیں' باہر بورڈ لگا ہوا ہے ماہر ہڈی جوڑ...... پتہ نہیں دیکھنے میں کیسے ہوں گے' دیکھنے چلیں؟''

''چلو پھر تمہاری کوئی ہڈی توڑ لیتے ہیں اور اس کو جڑوانے کے لیے ان سے رابطہ کرلیتے ہیں۔'' وہ ہنسی تھی۔

''آپ کی مرضی۔'' منزہ نے انتہائی فرمانبرداری سے جواب دیا۔

''آپ کے روشن مستقبل کے لیے میں اتنا تو کرسکتی ہوں۔''

''شکل وصورت سے کچھ نہیں ہوتا' بس انسان اچھا ہونا چاہیے' انسان کی زندگی میں سکون ہو تو سب اچھا لگتا ہے۔'' تئیس سے تیس کے ہندسے کو عبور کرتے ہوئے وقت نے اس کے خیالات بدل دیئے تھے۔ کبھی کبھی اسے پچھتاوا ہونے لگتا تھا۔ اگر وہ ایک بے تکی وجہ کو بنیاد بنا کر ڈاکٹر بابر کو ریجیکٹ نہ کرتی تو وقت پر اپنے گھر کی ہوچکی ہوتی...... مگر اب بھی وہ دل ہی دل میں بے حد سرشار تھی ڈاکٹر اس کا خواب تھا اور یہ خواب چند سال پہلے

ہی پایہ تکمیل کو پہنچ چکا ہوتا اگر وہ اپنی ناعاقبت اندیشی کے ہاتھوں...... خیر شاید اس کا نصیب کھلنے کا یہی وقت ہو......اس نے کسی حد تک اطمینان سے سوچا تھا۔ دو دن بعد آپی کی کال آ گئی وہ اس سے ڈاکٹر حسن اور ان کی فیملی کے بارے میں پوچھ رہی تھیں۔

"آپی مسز شمس نے ہی میرا ذکر کیا ہے ان سے۔ میں بذات خود تو اس فیملی کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔"

"اچھا ڈاکٹر حسن کی والدہ کا فون آیا تھا تو وہ کہہ رہی تھیں کہ کسی روز مناسب وقت طے کر کے اپنے بیٹے کے ساتھ وہ تمہیں دیکھنے آئیں گی۔ تو میں سوچ رہی ہوں کہ نیکسٹ سنڈے کو انہیں ٹائم دے دوں۔"

اور عظمیٰ نے دو تین چکر پارلر کے لگا ڈالے ایک بار پھر ڈریس سلیکٹ کرنے میں بہت سارا ٹائم لگایا تھا۔ اب کی بار اس کے ذہن میں یہ قطعاً نہ تھا کہ ڈاکٹر حسن خود کیسا ہوگا؟ سرجن ہے ویل کوالیفائیڈ اور اچھی فیملی سے بی لانگ کرتا ہے باقی جو آگے میرا نصیب۔

"صبیحہ آپا! میں نے سنا ہے کہ گرلز انٹر کالجیٹ مباحثہ ہو رہا ہے اور آصف بھائی مہمان خصوصی ہوں گے۔" مسز شمس نے صبیحہ بیگم کو فون کھڑکایا تھا۔

"آصف بھائی کے شیڈول کا ہمیں تو اتنا پتہ نہیں ہوتا روز ہی کہیں نہ کہیں آنا جانا لگا رہتا ہے۔ خیریت آپ کو کوئی کام ہے ان سے۔" انہوں نے سادگی سے بتا کر استفسار کیا تھا۔

"میں یہ سوچ رہی ہوں کہ یہ مباحثہ چونکہ پھالیہ ڈگری کالج برائے خواتین میں ہو رہا ہے تو کیوں نہ حسن کو ان کے ساتھ بھجوا دیں سارا اسٹاف موجود ہوگا اگر وہ وہیں پر عظمیٰ کو دیکھ لے تو ہمیں اتنا لمبا سفر نہ کرنا پڑے۔"

"ارے واہ آپ نے تو بہت اچھی ترکیب سوچی میں ابھی آصف بھائی سے پتہ کرتی ہوں یوں بھی ان کے ساتھ دو تین لوگ تو ہوتے ہی ہیں۔ تو کیوں نہ حسن بھی چلا جائے۔" صبیحہ بیگم فوراً ایکٹو ہوئیں۔

"یوں بھی بچیوں کے گھر جا کر دیکھنا اور پھر اگر پسند نہ آئے تو ریجیکٹ کر دینا مجھے یہ سب پسند نہیں ہے۔" مسز شمس نے کہا تھا۔

"بالکل صحیح کہہ رہی ہیں بھابی آپ مگر کیا کیا جائے آج کل کے بچے بھی بڑوں کی پسند پر کب اعتبار کرتے ہیں۔" صبیحہ بیگم نے کچھ لاچارگی سے کہا تھا۔

"انٹر کالجیٹ مباحثے کی تقریب اختتامی مراحل میں تھی۔ DCO آصف حیات صاحب نے مباحثے کے شرکاء کو انعامات اور تعریفی اسناد دیں اور آخر میں پروگرام آرگنائزر میڈم عظمیٰ اعوان نے تقریب کے اختتام کا اعلان کرنا تھا۔ لہٰذا اس نے آ کر مائیک سنبھالا تھا۔

"تعلیم عورت کا بگاڑ ہے یا نہیں۔" مباحثے کا مقصد دراصل ہمارے طلباء کی صلاحیتوں کا امتحان تھا کہ ہمارے بچے جس موضوع پر ڈٹ جائیں وہ دوسرے کو قائل کر سکتے ہیں یا نہیں...... ان کے اندر آرگو کرنے کی کتنی صلاحیت ہے۔ ورنہ ہم جانتے ہیں کہ تعلیم عورت کے سنوار کا سبب تو بن سکتی ہے مگر بگاڑ کا سبب نہیں بن سکتی۔ اس کے لیے ہمارے پاس صرف ایک دلیل ہی کافی ہے کہ جب سسی اور ہیر بھاگ گئے تھے تو کیا وہ کسی جامعہ میں پڑھتی تھیں یا کسی یونیورسٹی کی طالبہ تھیں۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں ایک بڑا غلط قسم کا رجحان بچیوں کی تعلیم کے حوالے سے ہے اور میں اس حوالے سے ایک بات کہنا چاہوں گی کہ ہم اپنی بچیوں کو صرف اتنی تعلیم دلاتے ہیں کہ خط پتر کرنا سیکھ لیں اس کے بعد ہم انہیں تعلیم سے اٹھا لیتے ہیں تو ظاہری سی بات ہے کہ وہ وہی کام کرتی ہیں جو انہوں نے سیکھا ہوتا ہے یعنی خط پتر کرنا......" حاضرین کی دبی دبی ہنسی ابھری تھی۔ "مگر آپ اپنی بچیوں کو اعلیٰ تعلیم دلائیں گے تو آپ کے گھروں میں کوئی ہیر پیدا نہیں ہوگی کوئی صاحباں پیدا نہیں ہوگی کوئی سوہنی کچے گھڑے پر تیر کر اپنی جان نہیں دے گی کوئی سسی صحرا کا رخ نہیں کرے گی بلکہ اعلیٰ تعلیم کی بدولت آپ کے ہاں جنرل شاہدہ ملک پیدا ہوگی نوریا اسلیم جنم لے گی بے

نظیر مشرق کے افق پر چمکے گی، کوئی بیٹی خط پتر کر کے اپنے والدین کے نام کو بدنام نہیں کرے گی بلکہ نیلے آسمانوں کی وسعتوں کو بھاری انجنوں کی گڑگڑاہٹوں کے ساتھ چیر کر آپ کا نام روشن کرے گی، آپ کے گھروں میں ارفع کریم جیسی پریاں ٹیکنالوجی کے میدانوں میں کامیابیوں کے جھنڈے گاڑیں گی، ان کے وژن براڈ ہوں گے اور ان کی سوچ بہت دور تک ہوگی، باقی چیزیں بہت پیچھے رہ جائیں گی۔''

شرکاء کے چہروں پر عظمیٰ اعوان کے لیے بے حد ستائش نظر آرہی تھی، DCO صاحب نے مسکرا کر ہاتھ سے دکٹری کا نشان اسے دکھایا تھا۔

''سر ہو جائے میرے لیے بھی ایک پرائز۔'' عظمیٰ نے مسکرا کر کہا تو ڈاکٹر حسن نے دل ہی دل میں اس کے گالوں میں پڑنے والے ڈمپل اور خوب صورت مسکراہٹ کو سراہا تھا۔'' آخر میں معزز مہمانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ہم Dco صاحب کی اجازت سے تقریب کا اختتام کرتے ہیں۔ آپ سب کی آمد کا بے حد شکریہ، تمام لوگ اپنی نشستوں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور عظمیٰ ڈائس سے ہٹ کر اسٹیج سے نیچے اترنے لگی تو ڈاکٹر حسن کے منہ سے ''اوہ نو'' کا لفظ زیر لب نکلا تھا۔

''کیا مسئلہ ہے حسن؟ اتنی پیاری لڑکی تمہیں کیوں پسند نہیں آئی؟'' مسز شمس نے اس کے گھر آکر اس کی کلاس لینے کا ارادہ کیا تھا۔

''آنٹی یار وہ لڑکی کہاں ہے؟ مانا کہ وہ پریٹی فیس رکھتی ہے مگر بیوٹی فل فیس کے ساتھ اس کا پھیلا ہوا فیگر آپ کو کیوں نظر نہیں آیا۔'' وہ خاصے منہ پھٹ انداز میں کہہ رہا تھا۔

''دیکھ لو صبیحہ پھر کہتی ہو میں تمہارے سونے آنگن کا خیال نہیں کرتی۔'' انہوں نے شکوہ کیا تھا۔

''آنٹی یار آپ سخت زیادتی کر رہی ہیں، آپ نے مجھے خام مال دکھایا اور اب الزام بھی مجھے دے رہی ہیں، وہ خاتون جن کی کمر بھی عنقریب کمرے کا روپ دھارنے والی ہے چند سالوں میں میرے ساتھ چلتی ہوئی آپ کی ایج فیلو لگے گی اور لوگ اگر اسے میری اماں کہنے لگ گئے تو نکاح مشکوک ہو جائے گا۔'' اس نے انتہائی معصومیت سے خدشہ ظاہر کیا تھا۔

''جی آپ تو بالکل ننھے کاکے ہیں۔ بتیس سال کے ہو چکے ہیں۔'' صبیحہ بیگم نے اپنے لاڈلے کو لتاڑا تھا۔

''ماما فکر نہ کریں، بتیس سال کی عمر میں مجھے بائیس سال کی دوشیزہ مل جائے گی۔ بس آپ ڈھونڈیں تو۔'' اس نے بے فکری سے ماں کو تسلی دی اور اپنی پسند بھی پیش کر دی تھی۔

❁........❁........❁

اس نے ایک عجیب سا خواب دیکھا تھا اور اس خواب کے زیر اثر اسے اتنی وحشت ہوئی کہ آنکھ کھل گئی۔

''آنکھیں کھول کر وہ کچھ دیر چھت کو تکتی رہی پھر سائیڈ پر پڑے ٹیبل کلاک پر نظر ڈالی جہاں رات کے دو بج رہے تھے۔ اس نے دوبارہ سونے کی کوشش کی، مگر کوشش کے باوجود نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ دل کی وحشت پر قابو پانے کے لیے اس نے چاروں قل اور آیت الکرسی خود پر پڑھ کر پھونکی اور آنکھیں موند کر سونے کی کوشش کرنے لگی۔ نہ جانے کتنی دیر گزری تھی کہ ہاسٹل کا گیٹ دھڑ دھڑایا گیا۔ وہ پھر سے آنکھیں کھول کر چھت کو دیکھنے لگی اور پھر گیلری میں قدموں کی چاپ سنائی دی تھی۔

''عظمیٰ، عظمیٰ بیٹے۔'' دروازے پر ہلکی سی دستک کے ساتھ مسز شمس کی آواز آئی تھی۔ اس نے تیزی سے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تھا۔

''بیٹا وہ نیچے آپ کے گیسٹ آئے ہیں۔ آپ کے گھر میں کوئی ایمرجنسی ہوگئی ہے۔'' وہ دو دو سیڑھیاں پھلانگ کے نیچے پہنچی تھی۔ پھوپو اپنے بیٹے سلمان کے ساتھ موجود تھیں۔

''پھوپو خیریت؟'' وہ حواس باختہ سی ان سے پوچھ رہی تھی۔ بھلا خیریت ہوتی تو وہ اس وقت یہاں کیوں

موجود ہوتیں؟

''بیٹا تمہارے بابا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے' ہم تمہیں لینے آئے ہیں۔'' وہ اسی حالت میں ان کے ساتھ گاڑی میں آن بیٹھی تھی۔ اور راستے میں بھی اس نے بار بار پھوپو سے پوچھا تھا' بابا کو کیا ہوا ہے؟ وہ کون سے ہاسپٹل میں ہیں' اور جب سورج اپنی کرنیں بکھیر رہا تھا' تو ان کی گاڑی شہر کی حدود میں داخل ہوئی اور کسی ہاسپٹل کی طرف جانے کے بجائے گھر کے گیٹ پر جارکی تھی۔ آسیہ آپی جیسے اس کے انتظار میں تھیں...... اسے خود سے لپٹائے آسیہ آپی' پھوپو' بڑی تائی اور آسیہ آپی کی ساس اسے بابا کے پاس لے آئیں' جہاں وہ بہت سکون سے ابدی نیند سو رہے تھے۔ انہیں رات کے کسی پہر ہارٹ اٹیک ہوا تھا اور ہاسپٹل جاتے ہوئے وہ راستے میں ہی زندگی سے منہ موڑ گئے تھے۔

❁......❁......❁

اور جب چاہنے والے زمین اوڑھ کر سو جائیں تو زندگی اپنی سرد مزاجی کے ساتھ ملتی ہے۔ گزرتا وقت دبے پاؤں آگے بڑھ جاتا ہے اور زندگیوں پر دلوں پر اپنے نشان چھوڑ جاتا ہے۔ ایسے ہی بہت سے نشان اس کی زندگی پر ٹھہر گئے تھے۔

''میری بہن اللہ تمہیں تمہاری خوشیاں نصیب کرے' میرے لیے آنا بہت مشکل ہے۔'' اس نے معذرت خواہانہ انداز اپنایا تھا۔

''مشکل ہے یا آسان یہ میں نہیں جانتی...... مگر اتنا بتادوں کہ تمہیں آنا ضرور ہے۔''

''وہ بات ٹھیک ہے مگر تم اتنا جانتی ہو کہ بھابی سو باتیں بنائیں گی اور پھر......''

''باتیں بنانے والوں کی ایسی کی تیسی' تم اپنی دوست کی شادی میں شریک ہونے آرہی ہو کوئی مجرا دیکھنے نہیں۔'' دوسری طرف بھی ایڈووکیٹ فرزانہ تھی جن کا کام ہی دلائل دینا تھا۔

''چلو ٹھیک ہے' دیکھوں گی میں۔''

''دیکھوں گی کیا مطلب......؟ اب میں نے یہ موبائل تمہارے سر پر دے مارنا ہے۔ اتنے عرصے بعد ملنے کا موقع ملا ہے تو تم اسے گنوانے پر تلی ہو اور مجھے یہ بتاؤ تمہارا دل نہیں چاہتا کہ اتنے سالوں بعد اپنی بہن سے ملو۔''

''بہت دل چاہتا ہے میری بہن مگر......''

❁......❁......❁

فرزانہ نے اس کے اصرار پر مہندی لگائی تھی۔ عظمیٰ اس کی چند کزنز کے ہمراہ اس کے کمرے میں بیٹھی تھی جب دروازہ کھلا اور آنے والی خاتون کے ہمراہ تین سالہ بچہ اندر داخل ہوا تھا۔

''آنی...... میں آگیا......'' وہ بے تکلفی سے فرزانہ کے پاس آیا تھا۔

''اوئے میرا شہزادہ' میرا چھوٹا وکیل آگیا۔'' فرزانہ نے جھٹ مہندی لگے ہاتھ بچا کر اسے بازوؤں میں بھر لیا تھا۔

''جی'' اس نے فرمانبرداری سے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

''آنی کی گود میں بیٹھ جاؤ۔'' فرزانہ کے کہنے پر وہ جھٹ بیڈ پر چڑھا اور اس کی گود میں فٹ ہو کر بیٹھ گیا تھا۔

''کیسی ہیں ہماری بہنا؟'' اس کی ماما نے جھک کر فرزانہ کو پیار کرتے ہوئے پوچھا تھا۔

''بالکل ٹھیک آپ سنائیں بھابی...... آپ اتنی لیٹ کیوں آئیں؟'' فرزانہ شکوہ کرتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ جبکہ صوفے پر بیٹھی عظمیٰ خاموشی سے ان کی گفتگو سن کر اس کا جائزہ لیتی رہی۔

''یہ کون ہیں فری؟'' کافی دیر بعد وہ باہر گئیں تو عظمیٰ نے پوچھا تھا۔

''میری بھابی ہیں۔''

''یہ کون سی بھابی ہیں' جنہیں میں نہیں جانتی۔''

''گیس کرو۔'' فرزانہ نے اسے الجھن میں ڈال دیا تھا۔

"پتہ ہے عظمیٰ یہ بھی حقیقت ہے کہ زندگی میں سب کچھ نہیں ملتا' سب کچھ کی چاہ میں جو مل رہا ہے اسے کیوں کھو دیں۔ بہترین کی تلاش میں بہتر کا انتخاب گنوا کر پچھتاوے کیوں خریدیں۔"

فرزانہ چھت کی ریلنگ پر ہاتھ رکھے اپنی آنکھوں کے سیلاب پر بند باندھنے کی کوشش کررہی تھی۔ اور عظمیٰ نے جانا بھلے وہ خوش نہیں تھی مگر اس کے سامنے زندگی نے دو شاہراہیں کھول دی تھیں اور ان میں سے ایک راستے کا انتخاب اس نے کیا تھا۔

"میری ماں کے اختیارات محدود تھے اور ان کی فکریں بڑھ رہی تھیں' آج وہ مطمئن ہیں اور میرے سکون کے لیے میری ماں کا اطمینان ہی کافی ہے عظمیٰ۔" یہ وہ لڑکی تھی جو دوسروں کے حق کے لیے جنگ لڑتی تھی مگر اپنے حق کے لیے اس نے فیصلہ قسمت پر چھوڑ دیا تھا۔

کافی دیر بعد وہ دونوں نیچے اتری تھیں۔

"فرزانہ حمزہ کی ماما کہاں ہیں؟ حمزہ کو اس کے حوالے کرنا تھا۔" کمرے میں داخل ہوتے وقت عظمیٰ نے کسی مرد کی آواز سنی تو پیچھے مڑ کر دیکھنے کی خواہش نہ کی تھی۔

"وہ تو شاید امی کے کمرے میں ہیں حمزہ کو میرے پاس چھوڑ دیں۔" فرزانہ کے کہنے پر حمزہ بھاگ کر اندر آ گیا تھا۔ اور بیڈ پر بیٹھتے ہوئے عظمیٰ نے ایک نظر مڑتے شخص پر ڈالی تو اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا تھا۔

"سکندر......حمزہ......حمزہ کی ماما۔"

اس کے چہرے پر کچھ ایسا تھا کہ فرزانہ مسکرادی۔ "چلو اب گیس کرو۔"

"گیس کی بچی یہ حمزہ تمہارے سکندر بھائی کا بیٹا ہے۔"

"جی ہاں جناب' دیکھ لیں میرے جس بھائی کو آپ نے ریجیکٹ کیا تھا اسے کیسی زبردست لڑکی ملی۔"

"واقعی۔" صبا حقیقتاً پہلی ہی نظر میں دیکھنے والے کو متاثر کرتی تھی تیکھے نقوش کے ساتھ اس کی انفرادیت اس کے لمبے بال تھے۔ سر پر دوپٹہ سلیقے سے لیے لمبے بالوں کی پشت پر جھولتی چوٹی اس کی شخصیت کو ایک خاص قسم کا وقار عطا کرتی تھی۔

"تمہیں پتا ہے صبا بھابی کیا کرتی ہیں؟" فرزانہ کے کہنے پر اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"سی اے کیا ہوا ہے انہوں نے۔ اور فراز خان انسٹیٹیوٹ جو آئی کیپ کا معروف ادارہ ہے اس کے ڈائریکٹرز میں سے ہیں۔"

"تمہیں پتہ ہے سی اے پر تو تقریباً اپر کلاس کا قبضہ ہے' ان کے ادارے کی آدھی سے زیادہ اپر کلاس کی بگڑی نوابزادیاں انہیں کاپی کرنے کے چکر میں سر پر دوپٹہ لیتی ہیں۔"

❁.....❁.....❁

بہت سالوں بعد اس کے موبائل پر انجانا نمبر چمکا تھا۔

"اسلام علیکم میڈم۔" دوسری طرف کوئی اسٹوڈنٹ تھی۔

"جی وعلیکم السلام۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کیسی ہیں میڈم آپ' کسی نے بے تکلفی سے حال احوال دریافت کیا تھا' اس نے ذرا سا پہچاننے کی کوشش کی اور پھر جیسے اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا تھا۔

"ارے منزہ تم؟ میری جان کیسی ہو؟" اس نے گرم جوشی سے دریافت کیا تھا۔

حال احوال کے بعد منزہ اسے اپنے سسرال اور فیملی کے متعلق بتاتی رہی۔

"آپ سنائیں میڈم شادی وغیرہ ہوگئی؟" اپنی سنا کر وہ اس کی موجودہ زندگی کے بارے میں استفسار کرنے لگی تھی۔

"شادی تو نہیں ابھی منگنی ہوئی ہے۔" عظمیٰ نے دھیمے سے بتایا تھا۔

"ماشاء اللہ ہمارے ہونے والے دولہا بھائی کیسے ہیں؟ کیا کرتے ہیں؟" وہ خوش دلی سے پوچھ رہی تھی۔

اور جواباً عظمیٰ اسے اپنی موجودہ زندگی کے بارے میں تفصیلاً بتانے لگی۔

''میری دعا ہے اللہ آپ کی زندگی میں ڈھیر ساری خوشیاں لائے۔ آپ یہ بتائیں آپ کے گھر میں لگے پیڑ کیسے ہیں؟ اور تب تو آپ کہا کرتی تھیں کہ میرا حصہ بھی نکالیں گی' اب آپ نے کبھی آم اور جامن کھاتے ہوئے مجھے یاد بھی نہیں کیا ہوگا؟'' بات بدلنے کی خاطر اس نے مزاح کے انداز میں کہا تھا۔

''مجھے تو خود بھی نہیں پتا منزہ' وہ آم اور جامن کے پیڑ کیسے ہوں گے اور آم کی شاخوں کے ساتھ بندھا میرا جھولا کس حال میں ہوگا؟ اب اس پر کون بیٹھتا ہوگا؟'' وہ پہلے سے بھی زیادہ افسردہ ہوگئی تھی۔

''میں سمجھی نہیں میڈم؟''

''وہ گھر تو ابو کی ڈیتھ کے چھ ماہ بعد ہی میرے بھائی نے بیچ دیا تھا۔''

''اوہ ویری سیڈ......'' منزہ اس گھر سے عظمیٰ کی وابستگی سے واقف تھی سو یہی کہہ سکی تھی۔ اور عظمیٰ کا دل بھر آیا تھا۔ جب شازیہ کے کہنے پر اعظم نے گھر بیچ کر فلیٹ خریدنے کا ارادہ کیا تو عظمیٰ بہت پریشان ہوئی تھی بلکہ اس نے احتجاج بھی کرنا چاہا تھا مگر آسیہ آپی نے اسے سمجھایا تھا۔

''عظمیٰ اگر ہم اپنا حصہ بیچنے سے انکار کر بھی دیں تو اعظم اپنا حصہ اونے پونے داموں بیچ دے گا' تب ہم اپنے آدھے حصے کا کیا کریں گے۔ مجھ پر بھائی کے گھر کا دروازہ بند ہوگا مگر تمہارا کیا بنے گا؟'' تب وہ گھر بک گیا تھا اور گھر چھوڑنے سے قبل عظمیٰ نے اس گھر کے چپے چپے کو آنسوؤں کا تبرک دیا تھا۔ گھر کے گوشے گوشے میں بکھری اپنے ماضی کی بچپن کی یادوں اور بابا کے ساتھ کی جانے والی شوخیوں اور شرارتوں کو یادوں کے دامن میں سمیٹا تھا۔

''میڈم آپ کو وہ گھر بہت یاد آتا ہوگا؟'' منزہ پوچھ رہی تھی۔

''مت پوچھو میری بہن وہ گھر کتنا یاد آتا ہے۔'' عظمیٰ کی آواز آنسوؤں میں رندھ گئی۔

''وہ گھر ہی تو تھا جس نے عظمیٰ کو یہ فیصلہ کرنے پر مجبور کیا تھا' رضا کی زندگی میں شامل ہونے کا فیصلہ! گھر کو بیچنے کے بعد اعظم نے جو فلیٹ خریدا وہ اس کے بیوی بچوں کا گھر تھا' جسے شازیہ نے بہت ارمانوں سے سجایا سنوارا تھا۔ اس گھر کے ایک کمرے میں وہ بھی رہ رہی تھی' مگر اپنا یہاں رہنا اسے خود بھی بے حد اجنبی لگتا تھا۔

اور تب بابا کے سیکنڈ کزن فلک شیر کے بیٹے رضا کا پرپوزل آیا تھا' زندگی کی سینتیس بہاریں دیکھ چکنے کے بعد ایک اجنبی گھر میں رہتے ہوئے اس کے دل میں اپنے گھر کی خواہش اس شدت سے پیدا ہوچکی تھی کہ اس نے ایف اے پاس رضا کے لیے حامی بھرلی تھی اور کچھ اس رضامندی کے پیچھے آسیہ آپی کا اصرار بھی تھا۔ جن کا کہنا تھا خوشیاں طلب سے نہیں نصیب سے ملتی ہیں۔

اور پھر وہ بار بار اسے شازیہ کی مثال دیتی تھیں جس نے گاؤں سے آکر شہر کے ماحول میں ایک ہائی کوالیفائیڈ شوہر کے ساتھ اس طرح خود کو ایڈجسٹ کیا تھا کہ کوئی اسے دیکھ کر نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کم تعلیم یافتہ ہے اور خود شازیہ کو بھی کوئی کمپلیکس نہیں تھا۔ رضا کی زندگی میں شامل ہونے کے بعد اسے اندازہ ہوا' رضا بے شک کافی ساری زمینوں کا مالک تھا مگر بظاہر دکھاوے کی جو آن بان اس نے قائم کر رکھی تھی' وہ تو ایک بھرم تھا۔ حتیٰ کہ زمینوں پر قرضہ لے کر اس نے شادی کے اخراجات برداشت کیے تھے اور پھر زمینوں پر سیم وتھور کا مسئلہ دن بدن بڑھ کر انہیں بنجر ونا کارہ بنا رہا تھا اس مسئلے پر قابو پانے کے لیے پیسے کی ضرورت تھی۔ اور گزرے سالوں میں عظمیٰ نے جانا تھا پیسہ انسان کی زندگی میں سکون اور خوشیاں نہیں لاتا' یہ تو ہاتھ کا میل ہے' وہ کئی سالوں سے جاب کر رہی تھی' اس کے اکاؤنٹ میں خاصی رقم موجود تھی پھر اس نے اعظم سے آبائی زمینوں میں حصہ طلب کرلیا یہاں پر آسیہ آپی بھی اس کی ہم نوا تھیں۔ اعظم نے ان دونوں کے حصے کی رقم انہیں ادا کردی تھی۔

عظمیٰ نے سب سے پہلے زمینوں پر قرضہ چھڑوایا تھا۔ اس کے بعد سیم وتھور پر قابو پانے کے لیے جو

رقم درکار تھی وہ رضا کے حوالے کی تھی۔ اپنے اکاؤنٹ میں بچ جانے والی رقم کے ساتھ بینک سے لون لے کر اس نے نیا خوبصورت اور اسٹائلش گھر تعمیر کروایا' ویسا ہی گھر...... جو اس کا خواب تھا' اور وہ اپنی زندگی میں خوش تھی' زندگی میں بس ایک کمی تھی' جس کے پورا ہونے کی وہ دل سے دعا گو تھی۔ مگر دعا اور دوا کے باوجود اس کا انتظار طویل ہوتا چلا گیا اور اگلے پانچ سالوں میں اس کا آنگن سونا ہی رہا تھا۔

❁......❁......❁
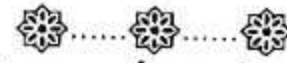
"فضل چاچا کی بیٹی؟" وہ فق چہرے کے ساتھ آپی سے پوچھ رہی تھی۔

"میں تمہیں بتا کر پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی مگر کیا پتہ ابھی معاملہ کہاں تک ہوا ایسا نہ ہو کہ پانی سر سے گزر جائے تو تمہیں خبر ہو۔"

"مگر یہ بھی تو ہو سکتا ہے آپی ایسا کوئی معاملہ ہو ہی نہ اور خوامخواہ کسی نے ہوائی اڑا دی ہو۔"

"کوئی خوامخواہ کیوں اڑائے گا' اور وہ بھی یوں کسی کا نام لے کر......"

"چھوڑیں آپی لوگ تو رائی کا پہاڑ بناتے ہیں۔"

"رائی ہوتی ہے تو پہاڑ بنتا ہے نا عظمیٰ۔"

"میرا دل نہیں مانتا۔"

"دل کبھی کبھی غلط اشارے بھی تو دیتا ہے اور تمہارے دل نے تو ہمیشہ ہی تم سے غلط فیصلے کروائے ہیں۔" نہ جانے کس رو میں آسیہ آپی کے منہ سے نکلا تھا اور وہ شاکی ہو کر انہیں دیکھنے لگی تھی۔

"آپی پلیز ایسی باتیں مت کریں میں اپنی زندگی سے مطمئن ہوں بس اللہ اولاد دے تو......"

"خدا کرے میری جان تم ہمیشہ مطمئن رہو' لیکن یہ بھی تو دیکھو اولاد کی کمی ایک بہت بڑا خلا ہے انسان کی زندگی میں اور رضا بھی تو اس کمی کو محسوس کرتا ہوگا یا پھر اسی بات کو جواز بنا کر......"

"خیر تم اس بات کی ٹوہ لگانے کی کوشش تو کرو اور ہاں ڈائریکٹ بات مت کرنے بیٹھ جانا۔" اور عظمیٰ نے رضا کے رویے کو جانچنا شروع کیا تو اسے کوئی قابل گرفت بات نظر نہ آئی تھی۔ اگلے ہفتے جب وہ تیار ہو کر اسے زمینوں پر جانے کی اطلاع دے رہا تھا عظمیٰ کا دل ایک بار پھر کھٹک گیا تھا۔

"میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گی۔"

"مگر تمہیں تو کالج جانا ہے؟" اس نے کچھ حیران ہو کر کہا تھا۔

"کوئی بات نہیں' آج چھٹی کر لیتی ہوں۔" اور اس کے جواب میں وہ خاموش رہا' البتہ اس کی نظریں عظمیٰ کو کچھ جانچتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔ شاید اس لیے کہ اس سے قبل بھی وہ چند بار گاؤں گئی تھی مگر چھٹیوں میں جب رضا کی غیر موجودگی میں اس کے پاس کرنے کو کچھ نہیں ہوتا تھا۔ یا پھر بہار اور ساون کے موسم میں' یوں آج اس دھند بھری سردی میں اس کی فرمائش رضا کو عجیب لگی تھی۔

ڈیری فارم کے شیڈ کے ساتھ دو کمروں پر مشتمل گیسٹ روم تھا' رضا زمینوں پر اللہ رکھا کے ساتھ چلا گیا تو وہ اللہ رکھا کی بیوی کو لے کر فضل چاچا کے گھر چلی آئی تھی۔ اللہ رکھا کی بیوی اسے فضل چاچا کے گھر کے دروازے پر چھوڑ کر جا چکی تھی۔ دروازہ بجانے پر جس لڑکی نے دروازہ کھول کر اسے اندر آنے کا راستہ دیا وہ اس کے تصور سے قطعی مختلف تھی۔ لینن کے پرنٹڈ سوٹ پر سیاہ شال لیے سانولی رنگت اور سیاہ بالوں کی لمبی چوٹی کے ساتھ فضل چاچا کی تاجور کہیں سے اس کے تصور سے میل نہ کھا رہی تھی۔

"بیٹھیں جی!" اپنی رہنمائی میں ایک سادہ سے کمرے میں لا کر وہ اسے بیٹھنے کا کہہ رہی تھی۔

"میں رضا کی بیوی ہوں۔" اس نے اپنا تعارف کراتے ہوئے غور سے تاجور کا چہرہ دیکھا تھا۔

"جی میں پہچان چکی ہوں۔" جواباً اس نے نارمل انداز میں کہا تھا۔

"تم مجھے کیسے جانتی ہو؟"

جواباً وہ صرف مسکائی تھی۔
"فضل چاچا اور چاچی گھر پر نہیں ہیں۔"
"جی وہ کسی فوتگی میں گئے ہیں قریبی گاؤں میں۔"
"تم کیا کرتی ہو پڑھتی ہو؟" عظمیٰ نے اس سے پوچھا تھا۔ بے شک فضل چاچا سے دور کی رشتہ داری تھی مگر اب تو وہ ان کے ڈیری فارم پر ملازم تھے سو عظمیٰ کے انداز میں کچھ رعونت سی در آئی تھی۔
"نہیں جی میٹرک تک قصبے کے اسکول میں پڑھا تھا' پھر بابا نے پڑھنے کے لیے شہر جانے نہیں دیا۔"
"تمہیں شہر جانے کا شوق تو ہوگا؟"
اس کے سوال پر تاجور نے نظریں اٹھا کر اسے غور سے دیکھا تھا۔ "جی مگر پڑھنے کے لیے......"
"تمہاری کوئی منگنی وغیرہ نہیں ہوئی ابھی تک۔"
تاجور چند لمحے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتی رہی۔
"جی آپ کیا پوچھنا چاہتی ہیں کھل کر پوچھیں۔"
"کیا مطلب؟" اس کے تیکھے انداز پر وہ ہک دک رہ گئی تھی۔
"اگر رضا کے گھر پر ان کی ذات پر آپ کے کئی احسان ہیں وہ آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتے تو کوئی بات نہیں' میں آپ کو سب بتادوں گی کچھ نہیں چھپاؤں گی۔" اس کے تیکھے انداز اور بے تکلفی سے رضا کہنے پر اس کے چودہ طبق روشن ہوگئے تھے۔
"کیا بکواس کررہی ہو؟"
"بکواس نہیں سچ' وہی سچ جس کی سن گن آپ کو مل چکی ہے اور آپ تصدیق کے لیے میرے پاس آئی ہیں۔ رضا کہتے ہیں انہیں کسی کی پروا نہیں ہے' مگر وہ آپ کو صدمہ نہیں دینا چاہتے۔"
اور عظمیٰ جوں جوں تاجور کی باتیں سنتی گئی اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اس کے سر پر آسمان ٹوٹ رہا تھا اور وہ بھی ٹکڑوں میں بٹ کے اور یہ ٹکڑے اس کے وجود کو زخمی کررہے۔

اس کے گیسٹ ہاؤس واپس پہنچنے سے پہلے رضا واپس آچکا تھا۔ اور سگریٹ پھونکتے ہوئے اس کا انتظار کررہا تھا۔
اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ وہ تاجور سے مل کر آرہی ہے اور اسے یہ بھی معلوم تھا کہ تاجور اسے بتاچکی ہے' تاجور نے اسے کال کی تھی اور اس تیز ترین رابطے سے عظمیٰ کو احساس ہوا آپی کا کہنا بجا تھا پانی سر سے گزر چکا تھا۔
واپس آکر گویا وہ ڈھے گئی تھی۔
اگلی شام سارے حوصلوں کو اکٹھا کرکے ایک بار پھر وہ تاجور کے سامنے تھی' فضل چاچا گھر پر نہیں تھے اور چاچی سے اس نے کہا تھا کہ اسے تاجور سے اکیلے میں بات کرنی ہے۔
"تمہیں پتہ ہے جس گھر میں جاکر بسنے کے تم خواب دیکھ رہی ہو' وہ میرا گھر ہے میری کمائی سے بنا ہے۔"
"جی جانتی ہوں' اور میرا آپ کو اس گھر سے نکالنے کا ارادہ نہیں ہے۔ آپ کو اپنی آخری عمر گزارنے کے لیے جگہ ہی کتنی چاہیے ہوگی' بس ایک کمرہ......"
"بکواس بند کرو میں کالج میں لیکچرر ہوں' اور میرے سامنے تمہاری حیثیت ہی کیا ہے؟"
"مجھے معلوم ہے آپ وڈی استانی ہیں' رضا کے بچوں کو آپ ہی پڑھائیں گی' اور جہاں تک میری حیثیت کی بات ہے' تو میری حیثیت تو اس بات سے ثابت ہے کہ آپ کے ہوتے ہوئے رضا میری چاہ کررہے ہیں۔"
"مائی فٹ...... چاہ...... مرد کو منہ مارنے کی عادت ہوتی ہے اور پھر وہ واپس آجاتا ہے۔"
"بے فکر رہیں جس دن وہ واپس لوٹ گئے میں آپ کے پاس نہیں آؤں گی۔"
"اولاد کی خاطر میں رضا کی شادی کسی لڑکی سے کرادوں گی مگر تم سے نہیں' یاد رکھنا۔" اس نے کھڑے ہوتے ہوئے اسے باور کرانا چاہا تھا۔
"جواباً تاجور کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ ابھری تھی۔

"ویسے اگر تمہیں پیسے کی خواہش ہے تو میں یوں بھی تمہیں دو چار لاکھ دے سکتی ہوں تم شہر جا کر پڑھ سکو گی۔" مگر اس نے لالچ دیا تھا۔
"اب آپ اپنا شوہر مجھ سے خریدیں گی؟" اس دیہاتی لڑکی کے جواب نے گویا عظمیٰ کے منہ پر طمانچہ مار دیا تھا۔
"تمہیں پتہ نہیں کہ تم کتنی بدنام ہو چکی ہو تمہاری کہانیاں کہاں کہاں تک پہنچ چکی ہیں۔"
"اب تو جو ہونا تھا وہ ہو چکا جی' جس کے نام سے بدنام ہوئی ہوں اسی کے نام لگوں گی۔" تاجور کا لہجہ اٹل تھا۔
وہ رضا سے کتنا لڑی تھی' مگر الٹا رضا اسے سمجھانے بیٹھ گیا تھا۔
"عظمیٰ پانچ سال کافی لمبا عرصہ ہوتا ہے' اولاد کا انتظار کرنے کے لیے اور وہ بھی اس صورت میں جب ہماری شادی بیس بائیس سال کی عمر میں نہیں ہوئی' ہم اپنی عمر کی چار دھائیاں عبور کر چکے ہیں۔"
"تم جب شادی کر رہے تھے تو تب تمہیں بیس بائیس والی کا خیال نہیں آیا تھا۔ ڈھونڈ لیتے نا بیس بائیس والی مگر تب تمہاری نظر میری حیثیت پر اور میرے پیسے پر تھی اور اب تم نے اپنے مسائل حل کر لیے تو......"
"فضول باتیں مت کرو' میں نے تمہیں خلوص نیت سے شریک سفر چنا تھا اگر ہماری اولاد ہو جاتی تو میں کبھی ایسا سوچتا بھی نہ۔"
"رضا اولاد ہو جائے گی ڈاکٹر کہتے ہیں۔"
"کب ہو جائے گی عظمیٰ بیالیس سال ہے تمہاری عمر' باون' بہتر یا بانوے سال کی عمر میں بچہ پیدا کرو گی۔" رضا تو گویا ٹمپر لوز کرنے لگا تھا۔
"تو ٹھیک ہے اولاد کی خاطر میں خود تمہاری شادی کروا دوں گی' مگر اس لڑکی تاجور سے نہیں۔ تمہیں شادی وہاں کرنی ہو گی جہاں میں کہوں گی۔"
"یہ نہیں ہو سکتا۔" وہ دوٹوک انداز میں کہہ کر کھڑا ہو گیا تھا۔
"کیوں نہیں ہو سکتا؟" اس نے چبا چبا کر پوچھا تھا۔
"میں اس سے وعدہ کر چکا ہوں اور مرد اپنی زبان سے نہیں پھرتا۔"
اور عظمیٰ بھی جانتی تھی وہ مرد تھا جو اپنی زبان سے نہیں پھرتا۔
اور وہ مرد تھا جو دریافت کا پرندہ ہے' اولاد کی کمی کو جواز بنا کر ہی سہی اس نے جو جہاں دریافت کرنے کی چاہ کی تھی' اسے وہی جہاں دریافت کرنا تھا۔
اور پھر رضا نے تاجور کو اپنی زندگی میں شامل کر لیا تھا۔ البتہ یہ غنیمت تھا کہ وہ اس کے ساتھ عظمیٰ کو بھی برابر وقت دیتا تھا۔
عظمیٰ کا دل ابھی بھی امید سے خالی نہیں تھا۔ ایم ایچ میں لیٹ آورز میں پرائیویٹ مریضوں کو چیک کرنے کا وقت تھا۔ وہ پچھلے آٹھ ماہ سے گائنا کالوجسٹ میجر ڈاکٹر زاریہ نورین کے پاس آ رہی تھی۔ اس روز بھی وہ اپارٹمنٹ لے کر کالج سے ہاسپٹل آئی تھی۔
"آپ نے کہا تھا مجھے یہ میڈیسن چھ ماہ تک یوز کرنی ہوں گی اور مجھے تو آٹھ ماہ ہو چکے ہیں۔" وہ ڈاکٹر سے الجھ پڑی تھی۔
ڈاکٹر نے گلاسز اتار کر ایک طرف رکھے اس کی فائل رپورٹ بند کی اور پوری توجہ سے اس کی طرف مڑی تھی۔
"مسز رضا ایک بات کہوں آپ برا مت مانیے گا' ہم کسی پیشنٹ کو مایوس نہیں کرتے۔ اور اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا بھی نہیں چاہیے۔ اس کی رحمت سے پتھر سے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔ مگر ہم اپنے تجربے کو سامنے رکھیں تو میرا خیال ہے خوش قسمت ہوتی ہیں وہ بچیاں جن کی شادی تھرٹی فائیو پلس میں ہو اور وہ پھر بھی ماں کے درجے پر فائز ہوں۔ تھرٹی فائیو پلس کے بعد اولاد کا امکان کم ہونا شروع ہو جاتا ہے اور ایج بڑھنے کے ساتھ یہ امکان مزید کم ہو جاتا ہے۔ آپ کی رپورٹس میں کوئی کمی' کوئی خرابی ظاہر نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ ایج

فیکٹرازویری امپارٹنٹ ان یورکیس۔"

"توکیا میں میڈیسن یوز کرنا چھوڑ دوں۔"

"نو ناٹ ایٹ آل' آپ میڈیسن یوز کریں گی میں نے کہانا اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے۔"

اور وہ امید کے دامن کو پلو سے باندھ کر باہر نکل آئی تھی۔ بلڈنگ سے باہر نکل کر اندازہ ہوا موسم خاصا تیزی سے بدل کر ابرآلود ہو چلا تھا۔ اس کا آپی کی طرف جانے کا ارادہ تھا' مگر اس موسم میں ڈرائیو کر کے جانا نامناسب لگ رہا تھا۔ اس نے گھڑی پر نظر ڈالی اور ایک نظر وسیع وعریض نیلے آسمان پر' تبھی بلڈنگ کے سامنے گاڑی رکی اور باوردی شخص نے تیزی سے اتر کر اگلی سیٹ کا دروازہ کھولا تھا۔ گاڑی سے اترنے والا شخص تیز تیز قدم اٹھاتا بلڈنگ کی طرف آرہا تھا۔ جبکہ گاڑی پارکنگ کی طرف بڑھ گئی تھی۔ اتنے برسوں بعد عظمٰی کا سامنا اس سے ہوا تھا۔ اس پر سرسری نظر ڈال کر وہ ٹھٹکا تھا۔ سینے پر سجی نیم پلیٹ نہ بھی ہوتی تو وہ اسے پہچان لیتی' اس میں کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی تھی۔ سوائے میچورٹی کے...... جو عمر کے ساتھ یقیناً ہر چہرے کو ودیعت ہو جاتی ہے' اور دوسری تبدیلی اس کے کاندھے پر سجے اسٹارز کے ذریعے پتہ چل رہی تھی۔ اب وہ کرنل کے عہدے پر فائز تھا۔

"آپ عظمٰی ہیں نا میجر احسن کی صاحبزادی۔" اس کے یوں مخاطب کرنے کی تو اسے بالکل توقع نہ تھی۔

"جی......" اس نے یک لفظی جواب دیا تھا۔

"میں ڈاکٹر بابر ہوں۔" نہ جانے کیوں وہ اسے سادہ سے انداز میں بتا رہا تھا۔

"جی میں نے پہچان لیا ہے۔" عظمٰی نے بھی اسی کے انداز میں جواب دیا تھا۔ اور اسے یوں لگا جیسے وہ مزید کچھ کہنا چاہتا ہو...... مگر پھر رک گیا۔

پھر دونوں نے ایک ساتھ اپنے اپنے راستے کی طرف قدم بڑھادیئے تھے' پارکنگ میں اپنی گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے اس نے یونہی پلٹ کر دیکھا تھا' مگر حیران سی رہ گئی۔ وہ وہیں پہلی سیڑھی پر کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ اور گاڑی میں بیٹھ کر آگے بڑھتے ہوئے ایک نظر بیک ویو مرر میں دیکھا وہ ابھی بھی وہیں تھا۔ اور عظمٰی کو اپنے احساسات خود سمجھ نہ آرہے تھے۔ محبت ان کہے لفظوں کی طرح ہوتی ہے ان کہے لفظ کلام کے محتاج نہیں ہوتے۔ اسی طرح محبت کو محسوس کیا جائے تو ساری داستان سمجھ آجاتی ہے مگر محسوس کیا جائے تو......"

اور واپس آکر وہ بیڈ پر گرسی گئی تھی۔ اس کے سامنے رضا اور اس کی شادی کی تصویر سجی تھی۔ وہی بے حد عام سا شخص جو اس کا نصیب بنا اور بے حد خوب صورت نظر آنے والی مسکراہٹ لیے وہ خود...... اور اس سے ہٹ کر عظمٰی کی نظر ایک بار پھر اس پینٹنگ پر جا پڑی تھی' وہ پینٹنگ کئی سالوں سے اس کی نظروں کے سامنے تھی' مگر اس پینٹنگ پر درج تحریر کا مفہوم اب جا کر عظمٰی کو سمجھ آیا تھا۔

(مواقع زندگی میں دروازے پر دستک دیتے ہیں مگر وہ اسے توڑ کر نیچے نہیں گراتے)

دوزانو بیٹھا شخص جو حسرت سے دور جاتے قافلے کو دیکھ رہا تھا وہ قافلے سے کیوں بچھڑ گیا تھا' یہ وہ قطعاً نہیں جانتی تھی' مگر اس پینٹنگ کے کونے میں سجی تحریر...... ہاں وہ تحریر عظمٰی کے لیے تھی۔ اور ان تمام آنکھوں کے لیے جن کی کچی نیندوں کے' کچی عمروں کے رنگا رنگ سپنے خواب نگر کی ٹیڑھی میڑھی پگڈنڈیوں میں بدل جاتے ہیں۔ اور وہ پچھتاؤں کے دیس آباد کر لیتی ہیں' وہ جنہیں مہنگے خواب خریدنے کی چاہ میں آنکھیں بیچنا پڑتی ہیں' کاش کوئی مڑ کر ان کی حرماں نصیبی دیکھے!!

وہ لڑکیاں ٹوٹ جاتی ہیں' وہ تتلیاں بھٹک جاتی ہیں' منزلوں کے نشان نہیں ملتے اور وہ تھک جاتی ہیں۔

ٹوٹا ہوا تارا
سمیرا شریف طور

وہی ہوں میں، میرا دل بھی وہی، جنوں بھی وہی
کسی پہ تیر چلے جاں فگار اپنی ہو
یہی ہے فن کا تقاضا، یہی مزاج اپنا
متاع درد سب ہی پر نثار اپنی ہو

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

لالہ رخ امجد خان کی مدد سے شہر آ گئی تھی سکندر لالہ رخ سے مل کر جلد ہی نکاح کر لیتا ہے اور اس کے سنگ خوشیوں سے بھرپور زندگی کا آغاز کرتا ہے اسی دوران لالہ رخ کی ماں بھی دنیا چھوڑ گئی لیکن ہمایوں اور باپ کے خوف سے لالہ رخ اس کے آخری دیدار سے محروم تھی۔ سکندر کی یہ بے وفائی افشاں کو مضطرب کیے رکھتی ہے ایسے میں صبوحی اسے ضیاء کے پرپوزل پر آمادہ کرتی ہے جبکہ سکندر افشاں کی محبت کا جان کر حیران رہ جاتا ہے۔ دوسری طرف افشاں سکندر کے سمجھانے پر ضیاء سے شادی پر آمادہ ہو جاتی ہے جلد ہی وہ لوگ بیرون ملک شفٹ ہو جاتے ہیں جہاں ایک نئی زندگی ان کی منتظر تھی۔ لالہ رخ اور سکندر کی زندگی بچوں کی آمد کے بعد مزید خوشگوار ہوگئی تھی ایسے میں حیات علی سکندر سے ملنے آئے تھے لیکن وہ انہیں باپ کا درجہ دینے پر رضامند نہیں تھا۔ حیات علی لالہ رخ سے ملے بغیر افسردہ سے واپس لوٹ آتے ہیں۔ گزرتے ماہ و سال میں بہت سی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں لیکن لالہ رخ ہمایوں کو لے کر اکثر خوف زدہ رہتی ہے اور اس کا خوف جلد ہی یقین میں بدل جاتا ہے جب وہ لالہ رخ کے سامنے آ کر اسے ہراساں کر دیتا ہے۔

شاہ زیب مہرالنساء بیگم کے ساتھ رابعہ کے گھر والوں سے ملتے ہیں اپنے بیٹے عباس کے لیے ان لوگوں کو رابعہ بہت پسند آتی ہے جبکہ مصروفیات کی بناء پر فیضان ان سے ملنے سے محروم رہتے ہیں۔

شہوار انا کی تمام سچائی مصطفیٰ کو بتا کر اسے حیران کر دیتی ہے مصطفیٰ کے لیے حالات کو سنبھالنا اب کافی دشوار ہوتا ہے پھر بھی وہ ولید کو انا کی تمام سچائی سے آگاہ کرتا ہے۔ مصطفیٰ کی زبانی یہ حقائق جان کر ولید شاکڈ رہ جاتا ہے اسے انا سے اس بے وقوفی کی قطعاً امید نہیں تھی۔ دوسری طرف حماد کی فیملی بھی جلد از جلد انا کو اپنی بہو بنانا چاہتی ہے ایسے میں سخت طیش کے عالم میں ولید کا ہاتھ انا پر اٹھ جاتا ہے جبکہ انا تمام صورتحال سے بے خبر دنگ رہ جاتی ہے۔

شہوار لائبہ بھابی کے ساتھ ہسپتال پہنچتی ہے ایسے میں دریہ ایاز کو اس کی وہاں موجودگی کا بتا کر سازش کرنے میں کامیاب ٹھہرتی ہے ایاز گن پوائنٹ پر شہوار کو زبردستی اپنے ساتھ لے جانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

✿......☆☆......✿

لالہ رخ ساکت سی کھڑی تھی اس کے بس لب ہلے تھے۔

''ہمایوں۔'' ہمایوں ایک دم دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا۔

لالہ رخ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹی۔ اس نے خوفزدہ ہوکر ہمایوں کو دیکھا تھا۔

''ہاں میں۔'' ہمایوں نے اسے دیکھ کر اطراف میں دیکھا تھا۔

''تو تم یہاں چھپی بیٹھی تھی۔'' گھر کو اس نے حقارت بھری نگاہوں سے دیکھا۔

''نکل جاؤ یہاں سے...... دفع ہوجاؤ۔''

لالہ رخ نے بمشکل خود کو سنبھالتے نفرت سے کہا جواباً وہ قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔

''اتنی آسانی سے اب نہیں نکلوں گا، اب تم دیکھو میں کیا کیا کرتا ہوں۔'' بڑی مکروہ ہنسی تھی اس کی، لالہ رخ کے چہرے پر ایک دم تکلیف کی کیفیت پیدا ہوئی تھی۔

''بہت چھپ لیا تم نے تمہارا یہ چوہے بلی والا کھیل ختم۔ ایک عرصے سے تمہیں تلاش کررہا تھا آخر کار تمہیں ڈھونڈ ہی لیا۔''

''خدا کا واسطہ ہے جان چھوڑ دو میری، سب کچھ چھوڑ کر آ گئی تھی میں سب کچھ تم لوگوں کے حوالے کرکے اب کیوں میرا پیچھا کررہے ہو۔''

''چھوڑ تو آئی تھی لیکن اصل کاغذات تم ساتھ لائی تھیں، تمہارا کیا بھروسہ تم کب ہمارے خلاف اٹھ کھڑی ہو ہم سارے کام پرا پر کرتے ہیں اپنے لیے کوئی رسک نہیں چھوڑتے۔''

''تو اب کیا چاہتے ہو۔''

''اصل کاغذات ہمارے حوالے کردو۔''

''میرے پاس کوئی کاغذات نہیں ہیں۔''

''قربان جاؤں تمہاری اس حسین صورت پر، تم نے کہا اور میں نے مان لیا یہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔'' لالہ رخ نے لب بھینچ لیے تھے۔

''آرام سے اصل کاغذات میرے حوالے کردو ورنہ۔'' وہ نفرت سے چیخا اور لالہ رخ کو بازو سے تھام کر خود سے قریب کیا تھا۔ لالہ رخ کی ایک چیخ نکلی تھی۔

''چھوڑو مجھے...... چھوڑو۔'' وہ چیخ رہی تھی لیکن ہمایوں پر کوئی اثر نہ تھا۔

''ہمایوں پلیز چھوڑ دو میرے پاس کوئی کاغذات نہیں ہیں میں سچ کہہ رہی ہوں۔''

وہ شدت سے گڑگڑا رہی تھی لیکن اس وقت ہمایوں ایک وحشی انسان بنا ہوا تھا جس پر اس کی پکار کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔

''ٹھیک ہے کاغذات نہیں تو ہمارے ساتھ جائے گی۔'' اس نے لالہ رخ کو باہر کی طرف دھکیلنا شروع کردیا لالہ رخ ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہی تھی۔

چند سالہ عیسیٰ ماں کی چیخ و پکار سن کر اٹھ گیا تھا، وہ بھاگ کر باہر آیا لیکن ماں اور ایک اجنبی مرد کو دیکھ کر وہ وہیں سہم کر کھڑا ہوگیا تھا۔

ہمایوں اسے لے کر باہر دروازے کی طرف بڑھا تھا لیکن لالہ رخ نے بچاؤ کی کوئی صورت نہ پا کر ہمایوں کے ہاتھوں پر دانت گاڑھ دیے۔

جیسے ہی ہمایوں کی گرفت ڈھیلی پڑی وہ بھاگی اور ننھے عیسیٰ کو کمرے میں دھکیل کر اس نے دروازہ بند کرکے کنڈی لگائی تھی۔ دروازے کے ساتھ لگی وہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔

ننھا عیسیٰ حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ باہر موجود ہمایوں زور زور سے دروازے کو ٹھوکریں مارتے مغلظات بھی بک رہا تھا اور پھر باہر کچھ شور سنائی دیا شاید افشاں آ گئی تھی۔ ہمایوں اسے دھمکیاں دیتا بھاگ گیا تھا۔

لالہ رخ نے گم صم کھڑے سہمے سے بیٹے کو ایک دم کھینچ کر سینے سے چمٹا لیا تھا۔ کچھ دیر بعد گھر میں افشاں اور دیگر لوگوں کے بولنے کی آوازیں گونجنے لگیں اور پھر دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

''لالہ دروازہ کھولو، میں ہوں افشاں، پلیز دروازہ کھولو۔'' لالہ رخ کے وجود میں گویا زندگی کی لہر سی دوڑ گئی۔ اس نے عیسیٰ کو خود سے جدا کرتے دروازہ کھولا تھا۔

افشاں خالہ بی اور ضیاء پریشان کھڑے تھے، لالہ رخ بے اختیار روتے ہوئے افشاں کے گلے لگی تھی۔

''وہ آیا تھا افشاں، وہ مجھے زبردستی ساتھ لے جانا چاہتا تھا اس نے مجھے ڈھونڈ لیا وہ اب ہمیں نہیں چھوڑے گا، ہمایوں آ گیا افشاں۔''

وہ از حد خوفزدہ ہونے کے ساتھ شدت سے رو رہی تھی، سبھی نے اسے پرسکون ہونے دیا پھر خالہ بی نے پانی لا کر پلایا تھا۔

''جب ہم گھر میں داخل ہوئے تو وہ دروازے کو پیٹ رہا تھا ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ وہ ہمایوں ہوگا وہ تو دھمکیاں دیتا نکل گیا ہمیں دیکھ کر۔'' خالہ بی حیرت سے بتا رہی تھیں۔

''یہ تو بہت برا ہوا...... بہت برا وہ اب پیچھا نہیں چھوڑے گا۔'' افشاں بھی پریشان ہوگئی تھی۔

''ایسے کریمنل شخص کا بس ایک ہی حل ہے پولیس میں رپورٹ کرا دیتے ہیں ایک شخص کے خوف میں بھلا ہم کب تک پابند رہ کر جی سکتے ہیں۔'' ضیاء نے کہا تو افشاں نے اسے دیکھا تھا۔

''کوئی فائدہ نہیں ہوگا ایک بار بابا نے بھی میرے باپ کے خلاف رپورٹ لکھوائی تھی جواباً میرے باپ نے ان پولیس والوں کو ہی خرید کر رپورٹ غائب کرا دی تھی۔ ہمایوں تو پھر میرے باپ سے چھی دو ہاتھ آگے ہے۔''

''کوئی حل تو نکالنا ہوگا، ایسے بھلا کب تک ایک خوف کے عالم میں زندگی گزاری جا سکتی ہے، میں سکندر سے رابطہ کرتا ہوں وہ آتا ہے تو دیکھتے ہیں کیا کرنا ہے۔''

ضیا نے کہا جبکہ لالہ رخ اسی طرح گم صم بیٹھی رہی تھی۔

عیسیٰ ماں کو روتے دیکھ کر خود بھی رونے لگ گیا جسے ضیاء نے اٹھا لیا تھا۔

''ہمارا عیسیٰ تو بہت ہی بہادر بچہ ہے اور بہادر بچے نہیں روتے۔'' وہ پچکارتے ہوئے عیسیٰ کو لے کر باہر نکل گیا تھا۔ جبکہ پیچھے روتی، سسکتی، لالہ رخ کو افشاں نے گلے لگا کر دلاسہ دینے کی کوشش کی تھی۔

۞......☆☆......۞
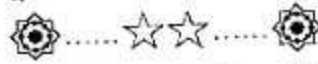
''نفرت محسوس ہو رہی ہے مجھے تم سے۔'' ولید کے الفاظ پر انا ایک دم اپنی جگہ جم سی گئی تھی۔ ولید نے اس کے منہ سے اپنا ہاتھ ہٹا لیا تھا۔

''تم جو کچھ کر چکی ہو اور جو کر رہی ہو، سب سوچ کر دل چاہ رہا ہے کہ تمہیں ایک سیکنڈ میں شوٹ کر دوں۔'' وہ غرایا تھا۔ وہ انا کی طرف عجیب سرد انداز میں دیکھ رہا تھا۔

''بتاؤ کیوں کیا تم نے ایسا، بتاؤ؟'' وہ انا کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر چیخا جبکہ انا از حد خوفزدہ ہو چکی تھی۔ اس نے ولید کو کبھی اس روپ میں نہیں دیکھا تھا۔

ولید کا مہربان، ہمدرد اور دوستانہ رویہ ہمیشہ اس کے سامنے رہا تھا۔ اس وقت وہ ولید کی بجائے کوئی اور ہی شخص

لگ رہا تھا۔
''لیکن تم کیا بتاؤ گی، تمہاری شکی فطرت نے تمہیں کہیں کا نہ چھوڑا، جی چاہ رہا ہے کہ تمہیں تہس نہس کرنے میں ایک سیکنڈ نہ لگاؤں۔'' وہ بول نہیں پھنکار رہا تھا۔ انا نے سختی سے آنکھیں میچ لیں۔
ولید نے اسے دیکھا کچھ کہنا چاہا تھا اس کے لرزتے وجود اور بند آنکھوں کو دیکھ کر نفی میں سر ہلاتے اس نے بہت نفرت سے انا کو دیکھا تھا۔
اس نے لب کھولے اور پھر بھینچ کر انا کو دیوار کی طرف دھکیلتے تیزی سے کمرے سے نکل گیا تھا۔
انا نے ایک دم آنکھیں کھول کر سکتے کی کیفیت میں ولید کو جاتے دیکھا تھا۔ ولید کمرے سے نکلا تو وہ بھی گھٹنوں کے بل زمین پر گر کر سسک اٹھی تھی۔

❂......☆☆......❂
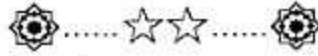
ضیاء نے سکندر کو بلایا اور سکندر چلا آیا تھا، ساری صورت حال سن کر وہ بھی پریشان ہوا تاہم لالہ رخ کی طرح اس نے حوصلہ نہیں ہارا تھا۔
''لالہ رخ نے جتنا بھاگنا تھا بھاگ لیا، وہ شخص اب جو بھی کرے گا میں دیکھ لوں گا، جو زمین جائیداد لالہ رخ کی ہے وہ اسی کی رہے گی وہ کسی کے حوالے نہیں کرے گی یہ میری بیوی ہے اس کی حفاظت اب میری ذمہ داری ہے۔'' سکندر کا انداز حتمی تھا۔
''تو پھر میرا مشورہ مانو پولیس کو رپورٹ لکھوا دو، ایسے لوگوں کا بس یہی حل ہے ہماری کچھ دن بعد کی فلائٹ ہے ہم چلے جائیں گے اور پھر ہمارے بعد تم دونوں کیسے تنہا ان لوگوں سے نبٹوں گے۔'' ضیا نے مشورہ دیا تھا۔
''ہاں میں نے بھی یہی سوچا ہے لیکن اس سے پہلے میں ایک بار ہمایوں سے ضرور ملوں گا۔'' سکندر کا انداز اٹل تھا۔
''نہیں آپ کسی سے نہیں ملیں گے، آپ کو نہیں علم وہ شخص کتنا گھٹیا ہے دولت کے لالچ میں وہ کس حد تک جاسکتا ہے کوئی نہیں جان سکتا۔'' لالہ رخ ایک دم انکاری ہوئی تھی۔ سکندر نے خاموشی سے لالہ رخ کو دیکھا تھا۔
''میں نے سوچ لیا ہے اس کے حوالے سارے کاغذات کردوں گی۔''
''تم ایسا نہیں کرو گی، اس جائیداد پر تمہارا حق ہے وہ شخص کاغذات لے کر بھی خاموش نہیں بیٹھے گا۔ وہ اگر تم تک پہنچا ہے تو کچھ سوچ کر ہی آیا ہوگا، وہ اتنی آسانی سے نہیں ٹلنے والا۔'' سکندر نے آرام و سکون سے لالہ رخ کو سمجھانا چاہا تھا۔
''تم دونوں میرا مشورہ مانو گے۔'' کب کی خاموش بیٹھی افشاں نے کہا سبھی نے اسے دیکھا۔
''تم لوگوں کا گھر تقریباً مکمل ہوچکا ہے، ہر چیز ریڈی ہے تم لوگ ایسا کرو وہاں شفٹ ہوجاؤ، کچھ دن گزرنے دو اگر ہمایوں نے پھر ادھر کا رخ کیا یا پیچھا کیا تو پھر پولیس کی مدد لی جاسکتی ہے۔''
''افشاں بیٹی ٹھیک کہہ رہی ہے، ہمایوں کو نئے گھر کا علم نہیں ہوگا، تم لوگ سہولت سے وہاں رہ سکتے ہو۔'' خالہ بی نے بھی مشورہ دیا تھا۔
سکندر اور لالہ رخ نے سنجیدگی سے سوچنا شروع کردیا تھا۔
ابھی اس گھر میں فرنیچر، کراکری بہت ساری چیزوں کی کمی تھی لیکن اگلے دن وہ لوگ بہت خاموشی سے وہاں شفٹ ہوگئے تھے۔
ضیاء اور افشاں واپسی کی تیاریاں کررہے تھے۔ کچھ دن بعد ان کی فلائٹ تھی۔

نئے گھر میں آئے ان کو دو دن ہوگئے تھے۔ بظاہر سب ٹھیک تھا لیکن نجانے کیوں لالہ رخ کے دل میں عجیب سا خوف بیٹھ گیا تھا سکندر آج کل اسی شہر میں تھا اس نے کچھ ماہ سے کاروبار الگ کرلیا تھا اب وہ خود ہی ایک شہر سے دوسرے شہر مال ڈیلور کرنے جاتا تھا۔

حسب معمول وہ اس صبح گھر سے نکلا کیونکہ آج اسے دوسرے شہر جانا تھا وہ لالہ رخ کو اچھی طرح سمجھا بجھا کر نکلا تھا لالہ رخ اگر نئے گھر میں خوف محسوس کرے تو وہ بچوں کو لے کر خالہ بی کے ہاں چلی جائے سکندر کو اگلے دن واپس آنا تھا۔

لالہ رخ سارا دن گھر کے کاموں میں مصروف رہی تھی۔ دوپہر ڈھلی تو اس کے گھر کے دروازے پر دستک ہوئی۔ وہ یہی سمجھی کہ افشاں یا ضیاء میں سے کوئی ہوگا۔

یہ سوچ کر اس نے دروازہ کھولا لیکن وہاں اجنبی شخص کو دیکھ کر چونک گئی۔

''یہ آپ کے لیے خط ہے۔'' اجنبی نے ایک بند لفافہ اسے تھما کر چلا گیا، لالہ رخ لفافہ پکڑے اندر آ گئی تھی۔

اس نے لفافہ چاک کیا اندر جو تحریر درج تھی وہ پڑھ کر لالہ رخ ایک دم ساکت رہ گئی۔

''تمہارا شوہر ہمارے پاس ہے اگر اس کی زندگی چاہتی ہو تو چپ چاپ بغیر پولیس کو اطلاع کیے اس خط کے آخر میں درج پتے پر پہنچ جاؤ ورنہ رات تک تمہیں اپنے شوہر کی لاش ملے گی اور ہاں تمام کاروبار اور جائیداد کے اصل کاغذات لانا مت بھولنا ورنہ تمہارا شوہر بے قصور مارا جائے گا۔''

ہمایوں

لالہ رخ نے کئی بار خط الٹ پلٹ کر دیکھا۔ خط کے پچھلی طرف ایک ایڈریس لکھا ہوا تھا جو اسی شہر کا تھا۔ سکندر کو ہمایوں کی قید میں سوچ کر ہی لالہ رخ کی جان نکلنے لگی۔ اس نے جلدی جلدی بچوں کو ساتھ لیا اور خالہ بی کی طرف آ گئی۔

افشاں اور ضیاء گھر پر نہ تھے۔ اس نے خالہ کو مختصراً سب بتایا خالہ بی تنہا اکیلی عورت بھلا کیا کرسکتی تھیں وہ اسے کوئی مشورہ بھی نہ دے سکیں۔ اس نے بچوں کو خالہ بی کے حوالے کیا اور خود تمام کاغذات لے کر گھر سے نکل آئی تھی، رابعہ اس کے ساتھ تھی بخار میں پھنکتی رابعہ کو وہ گھر میں نہیں چھوڑ پائی تھی۔

۞......☆☆......۞

مصطفیٰ کو ماں جی نے جب بتایا تو ان کی اپنی حالت بڑی عجیب سی ہو رہی تھی۔ ساری صورتحال جان کر مصطفیٰ کا دماغ ایک دم بھک سے اڑ گیا تھا۔

ایاز کلینک آ کر شہوار کو لے گیا تھا۔

یہ خبر ایسی تھی کہ مصطفیٰ کو لگ رہا تھا جیسے کسی نے اس کے وجود کے ساتھ بم باندھ کر اس کے وجود کے پرخچے اڑا دیے ہوں۔ ماں جی کا برا حال تھا لیکن لائبہ کے سامنے وہ بمشکل خود پر کنٹرول کر رہی تھیں۔ لائبہ سو رہی تھی انہوں نے فوراً مصطفیٰ اور شاہزیب صاحب کو کال کی اور پھر کچھ دیر بعد ہی وہاں پہنچ گئے تھے۔ مصطفیٰ ساری صورت حال جاننے کے بعد گارڈ کی طرف بڑھا تھا۔

گارڈ نے بتایا تھا کہ تین آدمی تھے ایک کار میں آئے تھے ایک نے اس پر گن تان لی اور باقی دو عمارت کی طرف بڑھے تھے۔

''تم نے گاڑی دیکھی تھی۔'' مصطفیٰ بہت ضبط سے گارڈ سے بات کر رہا تھا۔

''یس سر، سفید رنگ کی کرولا کار تھی۔''

''نمبر نوٹ کیا؟''

''جی سر۔''

''نمبر بتاؤ مجھے۔''

مصطفیٰ ایک دم پرجوش ہوا شاہزیب اور عباس بھی آ گئے تھے۔ گارڈ کے بتانے پر مصطفیٰ نے فوراً موبائل پر مختلف جگہوں پر رابطہ کرنا شروع کر دیا۔

''اس نمبر کو نوٹ کرو، جہاں بھی گاڑی دکھائی دے فوراً اریسٹ کرو، کچھ دیر پہلے یہ لوگ یہاں سے نکلے ہیں تقریباً 35 منٹ پہلے۔'' مصطفیٰ کال بند کر کے شاہزیب صاحب کی طرف بڑھا تھا۔

''میں جا رہا ہوں بابا جان دعا کریں، شہوار جہاں کہیں بھی ہو صحیح سلامت ہو اور اس ایاز کو دفعہ میں نہیں چھوڑوں گا۔''

مصطفیٰ مشتعل تھا شاہزیب صاحب نے بڑے ضبط سے بیٹے کو دیکھا۔

''جو بھی قدم اٹھانا سوچ سمجھ کر اٹھانا یہ مت بھولنا کہ تم ایک امانت دار پولیس آفیسر ہو، کوشش کرنا ایاز اریسٹ ہو جائے۔'' مصطفیٰ کے چہرے کے زاویے مزید بگڑے تاہم اس نے کچھ بھی کہنے سے گریز کیا تھا اس وقت وہ جس کیفیت سے گزر رہا تھا، اس کے پیش نظر وہ دنیا کو تہس نہس کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔

وہ کچھ بھی کہے بغیر وہاں سے نکلا تو شاہزیب صاحب نے عباس کو بھی اس کے ساتھ جانے کا اشارہ کیا، عباس بھی فوراً مصطفیٰ کے ساتھ اس کی گاڑی میں جا بیٹھا تھا۔ اگلے دو گھنٹے بڑی تیزی رفتاری سے گزرے۔ مصطفیٰ کا مارے ضبط کے برا حال تھا۔

کہیں سے بھی کوئی سراغ نہیں مل رہا تھا کہ ایاز شہوار کو لے کر کہاں گیا ہے؟ مصطفیٰ پاگلوں کی طرح ہر چیز کا پیچھا کر رہا تھا۔ عباس لحہ بہ لحہ مصطفیٰ کی ڈھارس بندھا رہا تھا۔

''ٹیک اٹ ایزی یار، سب ٹھیک ہو جائے گا، پتا چل جاتا ہے شہوار کا تم بس کول ڈاؤن رہو۔''

''کیسے رہوں، شہوار غائب ہوئی ہے میری بیوی اور وہ اس کرپٹ انسان کے پاس ہے۔ نجانے وہ اس کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔'' مصطفیٰ کے لیے ایسا کچھ تصور کرنا بھی کسی عذاب سے کم نہ تھا۔

''کچھ نہیں ہوگا، بس اچھا سوچو۔''

''سوچنے کی بات ہے ایاز کو کیسے علم ہوا کہ شہوار اس وقت اس کلینک میں ہے۔''

''میں خود یہ سوچ سوچ کر حیران ہوں، شہوار گھر سے نہیں نکل رہی تھی آج کالج گئی اور پھر وہیں سے کلینک، ایاز کو اتنی مکمل معلومات کہاں سے ملی تھیں۔'' عباس کے کہنے پر مصطفیٰ نے بھی کہا تھا۔

''ہو سکتا ہے اس کا کوئی ساتھی مسلسل ہمارا پیچھا کر رہا ہو؟'' عباس نے نکتہ اٹھایا تھا۔

''جو بھی ہے میں اس ایاز کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔'' مصطفیٰ کا انداز اٹل تھا عباس نے محض اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کے تسلی دینا چاہی تھی۔

❁......☆☆......❁

''شہوار میرے پاس ہے میں نے کلینک میں سے اسے اٹھا لیا ہے رستے میں وہ بے ہوش ہو گئی تھی ہوش میں آتی ہے تو دیکھو میں اس کا کیا حشر کرتا ہوں۔'' ایاز نے دریہ کو کال کی تھی اور کامیاب ہو جانے کی اطلاع دی۔

''یو آر بریلینٹ بوائے، مجھے یقین نہیں آ رہا شہوار تمہارے پاس ہے۔'' وہ بہت ایکسائیٹڈ ہو گئی تھی۔

''میں جو ایک بار ٹھان لوں کر کے ہی دم لیتا ہوں۔'' وہ بہت خوش تھا۔
''اب کیا ارادہ ہے؟'' دریہ نے پوچھا۔
''تمہارے لیے میں یہ سب کر رہا ہوں تم اب میری ڈیمانڈ پوری کرو گی۔''
''کیسی ڈیمانڈ؟'' دریہ چونکی تھی۔
''تم کو میں ایک ایڈریس لکھواتا ہوں تمہیں یہاں پہنچا ہوگا۔''
''کیا مطلب...... میں کہیں نہیں آرہی؟'' وہ فوراً بدکی۔
''آنا تو تمہیں پڑے گا' دریہ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ شہوار کو اٹھوانے میں سب سے زیادہ ہاتھ تمہارا رہا ہے، میرے پاس تمہاری ہر کال، ہر میسج کا ریکارڈ موجود ہے۔''
''کہنا کیا چاہتے ہو؟'' دریہ کے تیور فوراً بدلے تھے۔
''صاف اور واضح بات ہے میں اگر تمہاری مدد کر رہا تھا تو بلا مقصد تو نہیں کر رہا تھا تم جوان ہو، حسین ہو شہوار سے تو میری ضد تھی لیکن تم جیسی لڑکی کو کون چھوڑتا ہے اب تمہیں میرے پاس آنا ہوگا ورنہ تم جانتی ہو کہ میں کیا کچھ کر سکتا ہوں۔'' ایاز کے ایک دم پینترا بدلنے پر دریہ حیرت زدہ رہ گئی تھی۔
''میں نہیں آسکتی میں جیسی بھی ہوں لیکن کوئی گھٹیا قسم کی لڑکی نہیں ہوں میں یہ سب مصطفیٰ کے لیے کر رہی تھی، تم مجھے بلیک میل مت کرو۔'' وہ فوراً بھڑک اٹھی۔
''بلیک میل تو تم اب ہو گی اور تم کتنی پاکباز اور شریف زادی ہو میں بھی اچھی طرح جان چکا ہوں، سیدھے سے میرے بتائے ہوئے ایڈریس پر پہنچو ورنہ اگلے آدھے گھنٹے میں تمہارے ڈیئر کزن تک تمہاری تمام چیٹ ریکارڈنگ پہنچ جائے گی۔'' وہ واقعی بلیک میلنگ پر اتر آیا تھا۔
''پلیز ایاز تم ایسا کچھ نہیں کرو گے۔''
''تو پھر تمہیں جیسا کہہ رہا ہوں وہی کرنا پڑے گا۔''
دریہ کے چہرے کے زاویے ایک دم بدلے تھے وہ بالکل گم صم اور خاموش رہ گئی۔
''ایڈریس سینڈ کر رہا ہوں میں جانتا ہوں تمہارے پاس انکار کی کوئی گنجائش نہیں، اگلے آدھے گھنٹے میں تم یہاں نہیں پہنچی تو تمام ریکارڈنگ مصطفیٰ کے پاس ہوگی اور ہاں زیادہ چالاکی دکھانے کی کوشش مت کرنا تم مجھے جانتی نہیں ہو شہوار تو مرے گی ہی لیکن اس کا قتل تم پر ہوگا۔'' وہ کہہ کر کال بند کر چکا تھا۔ دریہ اپنی جگہ ساکت سی رہ گئی تھی۔
وہ جو کچھ دیر پہلے بہت خوش تھی اس وقت اسے لگ رہا تھا کہ جیسے وہ کسی گہری دلدل میں جا گری ہو۔ کچھ دیر بعد اس کے موبائل کی میسج ٹون بجی تھی۔ اس نے دیکھا ایاز کا میسج تھا اس نے ایڈریس سینڈ کیا تھا۔ دریہ کے اندر شدید اضطراب کی کیفیت پیدا ہوئی تھی۔ اس نے ایاز کا نمبر ملایا لیکن وہ بند ملا۔ وہ مزید پریشان ہوگئی تھی۔ اس کے سوچنے سمجھنے کی تمام صلاحیتیں بالکل ختم ہو چکی تھیں۔ وہ بار بار ایاز کا نمبر ملا رہی تھی لیکن اس کا نمبر مسلسل بند جا رہا تھا وہ شدید پریشانی میں کمرے میں ٹہلنے لگی۔ اسے اب اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کیا کر چکی ہے۔ اس نے موبائل پر موجود ایڈریس دیکھا اور پھر ایاز نے کہا تھا کہ اگر وہ آدھے گھنٹے میں وہاں نہ پہنچی تو وہ مصطفیٰ تک تمام ریکارڈنگ پہنچا دے گا۔ یہ سوچ کر دریہ کا رنگ ایک دم بدلا تھا۔
جو گڑھا وہ دوسروں کے لیے کھود رہی تھی اب اسی گڑھے میں خود گر چکی تھی وہ ایاز کو ڈبل کراس کرنا چاہتی تھی لیکن ایاز اسے ڈبل کراس کر گیا۔ اس نے جلدی سے الماری سے اپنا بیگ نکالا۔ اس وقت اپنے حلیے کی پروانہ تھی

اور فوراً باہر نکلی۔ باہر پورچ میں کوئی گاڑی دکھائی نہ دی تو اس نے چیخ کر چوکیدار کو بھلایا تھا۔
''ساری گاڑیاں کدھر ہیں؟''
''سب صاحب لوگ لے جا چکے ہیں۔'' چوکیدار نے مودب انداز میں بتایا دریہ نے خوفزدہ ہوکر اپنا موبائل دیکھا پندرہ منٹ گزر چکے تھے۔
''اچھا گیٹ کھولو، مجھے باہر جانا ہے۔''
''خیریت بی بی..... آپ ٹھہر جائیں میں مالی کو بھیجتا ہوں وہ کوئی سواری لا دیتا ہے۔''
''نہیں میں چلی جاؤں گی، تم گیٹ کھولو۔'' وہ کافی بدتمیزی سے بولی تھی جس پر چوکیدار نے خاموشی سے گیٹ کھول دیا تھا۔
''یہاں سے پی سی او آفس کتنی دور ہے۔'' چوکیدار نے تعجب سے اسے اور پھر اس کے ہاتھ میں موجود ایک بڑے سے ٹچ سسٹم والے موبائل کو دیکھا تھا۔
''یہاں سے بائیں طرف جو سڑک نکلتی ہے وہیں اسی روڈ پر یوٹیلٹی اسٹور ہے اس کے ساتھ پی سی او ہے بی بی صاحبہ۔'' دریہ محض سر ہلا کر تیزی سے باہر نکل گئی تھی۔ چوکیدار نے پریشانی سے اسے جاتے دیکھا اور پھر کندھے اچکا کر گیٹ بند کرکے اندر چلا گیا تھا۔

۞......☆☆......۞

ضیا اور افشاں کسی رشتہ دار سے مل کر لوٹے تو خالہ کہیں جانے کو تیار تھیں ساتھ میں ان کا بیٹا بھا۔
''آپ کہاں جارہی ہیں خالہ بی۔''
''میرے جیٹھ جٹھانی اور اس کے بچے سبھی بس حادثے میں مارے گئے ہیں اس محلے کا ایک لڑکا کچھ دیر پہلے اطلاع دینے آیا تھا اسی جگہ جارہی ہوں تم دونوں کا انتظار تھا۔''
افشاں نے خبر سن کر دل تھام لیا تھا۔ خالہ بی کے ہی سسرالی واحد رشتہ دار تھے اور خالہ بی کے شوہر کی وفات کے بعد انہوں نے سب جائیداد پر قبضہ کرکے گھر سے نکال دیا تھا اور اب قدرت کے کھیل کا لقمہ بن گئے افشاں کا دل کانپ اٹھا تھا۔
''ایک اور اطلاع دینی تھی۔'' خالہ بی نے سبھاؤ سے کہا تو دونوں میاں بیوی نے دھیان دیا۔ ''لالہ رخ کے بچے عیسیٰ اور عائشہ کمرے میں سو رہے ہیں۔''
''اچھا لالہ رخ کب آئی اور کہاں ہے؟'' جواباً خالہ بی نے جو بتایا وہ سب سن کر ضیا اور افشاں ششدر رہ گئے۔
''آہ..... یہ کیا حماقت کی لالہ رخ نے..... خالہ بی آپ نے کیوں جانے دیا، اسے روک لیتیں۔''
''میری تو خود کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ بے چاری شوہر کے لیے ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہی تھی اس کا رونا دیکھا نہیں گیا مجھ سے اس کی ساری بات سن کر روکتی تو بھی وہ چلی جاتی۔'' خالہ کے کہنے پر دونوں پریشان ہوچکے۔
خالہ بی کو دیر ہورہی تھی وہ تو اپنے بیٹے کو لے کر چلی گئیں جبکہ پیچھے وہ دونوں میاں بیوی ان بچوں کو لے کر شدید پریشان تھے۔

۞......☆☆......۞

شہوار کو ہوش آیا تو اپنے سامنے کرسی پر بیٹھے ایاز کو دیکھا تھا۔ اس کے وجود کو شدید جھٹکا لگا تھا۔

اسے یاد آیا کہ پچھلے کچھ گھنٹوں میں اس کے ساتھ کیا کچھ ہو چکا تھا۔ وہ تڑپ رہی تھی چیخ رہی تھی جب ایاز اور اس کے ساتھی نے زبردستی اسے گاڑی میں دھکیل لیا تھا وہاں موجود مہر النساء بیگم کچھ کر سکی تھیں اور نہ ہی کلینک کا گارڈ اور ڈاکٹر۔

وہ گاڑی میں شدید مزاحمت کر رہی تھی جب ایاز نے کوئی چیز اس کے منہ پر رکھی تھی اور پھر اسے کچھ ہوش نہ رہا تھا۔ یقیناً اسے کلوروفارم کے زیر اثر بے ہوش کر دیا گیا تھا اور اب اسے ہوش آیا تھا۔

''ویلکم ٹو مائی پیلس مائی ڈیئر شہوار مصطفیٰ۔'' ایاز خباثت سے مسکراتے اس کی طرف بڑھنے لگا۔ شہوار بے اختیار پیچھے ہٹی تھی کلینک میں اس کے وجود پر چادر تھی جواب کہیں نہ تھی۔ وہ بے اختیار اپنے وجود میں سمٹ گئی۔

''کیوں لائے ہو تم مجھے یہاں؟'' وہ ایک دم رو پڑی تھی۔

''تمہاری طرف بہت سے حساب نکلتے ہیں سو چا مل بیٹھ کر کلیئر کریں گے لیکن اس سے پہلے تمہیں کچھ سبق بھی سکھانا ہے۔'' وہ اس کی طرف بڑھا تھا اس نے اپنا ہاتھ بڑھا کر شہوار کا ہاتھ تھامنا چاہا لیکن شہوار ایک دم اس کا ہاتھ جھٹک کر پیچھے سرکی تھی۔

''تم غلط کر رہے ہو، مصطفیٰ تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔'' وہ نفرت سے بولی جواباً ایاز نے قہقہہ لگایا تھا۔

''ہاہاہاہا..... تمہارا وہ نام نہاد شوہر۔'' شہوار نے خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''تم پچھلے تین گھنٹوں سے ہماری تحویل میں ہو تمہارا شوہر کچھ نہیں کر سکا۔ بھوکے کتوں کی طرح سارے شہر میں اس کے سپاہی میری بو سونگھتے پھر رہے ہیں لیکن کسی کو میرا سراغ تک نہیں مل پا رہا۔'' وہ فتح کے نشے سے چور تھا۔ شہوار کو لگ رہا تھا کہ جیسے ہر لمحہ اس پر قیامت بن کر گزر رہا ہے۔

''پلیز مجھے جانے دو ایاز۔'' اگلے ہی پل وہ جیسے ڈھے سی گئی تھی ایک دم سسک کر ایاز کو دیکھتے کہا تھا۔

''اتنی مشکلوں سے حاصل کیا ہے اتنی جلدی جانے دوں۔'' وہ خباثت سے مسکرا دیا۔

وہ شہوار کی طرف بڑھا اور شہوار پیچھے ہوتے دیوار کے ساتھ جا لگی تھی۔

''دیکھو تمہیں اللہ کا واسطہ مجھے جانے دو پلیز۔''

وہ رو رہی تھی جبکہ اس کی بے باک ناپاک نگاہیں اس کے وجود کا طواف کر رہی تھیں۔

''تم تو میری سوچوں سے بھی بڑھ کر خوب صورت ہو یار۔''

قریب آ کر اس کے چہرے پر جھک کر ایاز نے کہا تو شہوار نے ایک دم چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا تھا۔

''اتنی جلدی ہمت تو نہیں ہارنے دوں گا تمہیں۔'' اس نے سرد لہجے میں کہتے زبردستی شہوار کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

''یہی ہاتھ تھا نا جو تم نے مجھ پر اٹھایا تھا۔'' وہ سرد نگاہوں سے شہوار کے ہاتھ کو دیکھ رہا تھا۔

اگلا لمحہ شہوار کے لیے عجیب خوفزدگی لیے ہوئے تھا۔ ایاز نے کھینچ کر شہوار کے منہ پر تھپڑ مارا تھا۔ شہوار کی چیخ بے اختیار تھی۔

''بلڈی بچ تم نے اپنے اس پولیس آفیسر کے ذریعے مجھے بڑا نقصان پہنچایا ہے اب ایک ایک زخم کا بدلہ لوں گا، زندہ نہیں چھوڑوں گا تمہیں تمہارے اس خوب صورت وجود کے پرخچے نہ اڑا دیے تو میرا نام ایاز نہیں۔'' وہ پھنکار رہا تھا اور دونوں ہاتھوں سے شہوار کو پیٹ رہا تھا۔ شہوار شدید مزاحمت کر رہی تھی لیکن کمرے کی چار دیواری میں بچاؤ کا کوئی رستہ نہ تھا اور پھر ایاز کے پاؤں کی ٹھوکر نجانے اس کے وجود پر کس رخ سے لگی تھی شہوار کو لگا کہ جیسے اس کے وجود میں کسی نے آگ بھڑکا دی ہو۔ وہ بے اختیار چیخ مار کر منہ کے بل زمین پر گری تھی۔

۞......☆☆......۞

لالہ رخ جب وہاں پہنچی تو دوپہر ڈھل چکی تھی وہ شہر سے باہر نئی آباد کی گئی کالونی تھی کم از کم اسے وہاں پہنچنے میں دو گھنٹے لگے تھے رابعہ کا بخار اور شدت اختیار کر گیا اور لالہ رخ اس کی حالت رو رو کر ابتر ہو چکی تھی۔

''مجھے اندازہ تھا کہ تم ضرور آؤ گی۔'' ہمایوں اسے دیکھ کر بڑے بےہودہ انداز میں ہنسا تھا۔

''سکندر کہاں ہے؟'' وہ نفرت سے بولی تھی۔

''اتنی جلدی کیا ہے ابھی بیٹھو پہلی بار خود سے چل کر میرے پاس آئی ہو کچھ تواضع خدمت کرنے دو پھر بات کرتے ہیں۔''

''میں کسی خدمت کے لیے نہیں آئی، تم بتاؤ سکندر کہاں ہے؟'' وہ چیخی تھی رابعہ اس کے کندھے سے لگی ہوئی تھی ماں کی چیخ سن کر وہ ایک دم رونے لگی۔

''چلو آؤ ملواتا ہوں تمہیں تمہارے شوہر سے۔'' وہ اسے لے کر ایک کمرے کی طرف بڑھا وہاں زمین پر زخمی حالت میں پڑے سکندر کو دیکھ کر لالہ رخ کی چیخیں نکل گئیں۔ اس نے کمبل میں لپٹی روتی سسکتی رابعہ کو ایک دم زمین پر لٹا کر سکندر کو دیکھا تھا۔ ہمایوں دروازے پر کھڑا مسکرا رہا تھا۔

''دیکھ لو، اچھی طرح تسلی کر لو تمہارا شوہر ہی ہے نا یہ۔'' لالہ رخ نے سکندر کو ہلایا جلایا مگر وہ بےہوش تھا۔

''کتنے ظالم اور سفاک انسان ہو تم، کیا بگاڑا ہے میں نے تمہارا، کیوں آسیب کی طرح ہماری زندگیوں میں گھس آئے ہو۔'' ہمایوں نے اسے سنجیدگی سے دیکھا تھا۔

''یہ شخص صرف اور صرف تمہاری وجہ سے اس حالت کو پہنچا ہے۔'' وہ اس کی بات پر سسکتے ہوئے سکندر کی طرف جھکی تھی۔

''سکندر آنکھیں کھولیں، پلیز سکندر۔'' لیکن سکندر کے وجود میں کوئی جنبش تک نہیں ہوئی تھی۔

''کیا کیا ہے اس کے ساتھ بتاؤ'' اس نے خوف زدہ ہو کر ہمایوں کو دیکھا تھا۔

''زندہ ہے ابھی لیکن تب تک زندہ ہے جب تک تم چاہو گی تم جائیداد کے تمام کاغذات میرے حوالے کرو اور ہم اس کو چھوڑ دیں گے۔'' لالہ رخ نے بہت نفرت سے اسے دیکھا اور پھر بیگ کھول کر تمام کاغذات ہمایوں کے منہ پر دے مارے۔

''یہ لو...... لیکن خدارا میرے شوہر کو چھوڑ دو، میں منت کرتی ہوں تمہاری مجھے یہ دولت، جائیداد کچھ بھی نہیں چاہیے سب لے لو لیکن پلیز میرے شوہر کو چھوڑ دو۔'' وہ اس کے سامنے روتے روتے سسکنے لگی۔ زمین پر لیٹی رابعہ رو رو کر خاموش ہو گئی تھی۔

ہمایوں نے تمام کاغذات اچھی طرح چیک کیے اور پھر ایک دم مسکرا دیا تھا۔ اس کے چہرے پر کامیابی کی مسکراہٹ تھی۔ اس نے کسی کو آواز دی وہاں ایک اور مرد چلا آیا۔

''اس کو ساتھ والے کمرے میں لے جاؤ۔''

ہمایوں نے اس آدمی کو اشارہ کیا جب ہی وہ لالہ رخ کی طرف بڑھا تھا لالہ رخ چیخی چلائی لیکن سب بےسود تھا وہ شخص اس کو دھکیل کر ایک اور کمرے میں لے آیا اور پھر اسے اندر دھکیل کر باہر سے دروازہ بند کر کے چلا گیا جبکہ لالہ رخ دونوں ہاتھوں سے زور زور سے دروازہ پیٹتے نڈھال سی ہو کر زمین پر گر گئی تھی۔

۞......☆☆......۞

مصطفیٰ کے نمبر پر کسی انجانے نمبر سے ایک کال آئی تھی اور اس کال میں کچھ کہا گیا تھا۔ وہ سن کر مصطفیٰ ایک دم ساکت ہوا اور پھر فوراً مختلف جگہوں پر نمبرز ملاتے سب کو ایک جگہ پہنچنے کا کہتے خود بھی گاڑی میں آ بیٹھا عباس ساتھ تھا۔

''کہاں جارہے ہیں ہم؟''

''ایاز کا پتا لگا ہے۔'' عباس حیران ہوا۔

''کیسے؟''

''وہاں چل کر پتا چل جائے گا، اگر رپورٹ سچی ہوئی تو سمجھیں ایاز کو اب مجھ سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔'' عباس خاموش رہا۔ مصطفیٰ نے بہت غیر محتاط انداز میں گاڑی چلائی تھی۔

اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اڑ کر اس جگہ پہنچ جائے عباس نے شاہزیب صاحب کو بتادیا تھا۔ وہ بھی مصطفیٰ کے بتائے گئے مقام پر پہنچنے کا کہہ کر فوراً روانہ ہوئے تھے۔

مصطفیٰ جب تک وہاں پہنچا تھا اس علاقے کے نزدیک ترین پولیس بھی اس جگہ پہنچ چکی تھی۔ مصطفیٰ فوراً گاڑی سے نکل کر ساتھیوں کو ہدایت دیتے خود عمارت کی طرف بڑھا تھا۔

☆☆

شہوار منہ کے بل گری تو ایاز کے ہاتھ رک گئے شہوار کے منہ سے بے اختیار چیخیں نکل رہی تھیں۔ وہ پیٹ کو تھامے دہری ہوئی جارہی تھی۔ وہ شہوار کو جان سے ماردینا چاہتا تھا لیکن ابھی اتنی جلدی نہیں اسے دریہ نے بتایا تھا کہ شہوار حاملہ ہے اور اس وقت شہوار کی جو حالت تھی ایک پل کو ایاز رک گیا تھا۔

وہ شہوار کو تڑسا تڑسا کر مارنا چاہتا تھا لیکن اسے لگ رہا تھا کہ جذباتیت میں وہ بہت بڑی غلطی کرچکا ہے۔ اسے ابھی شہوار پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے تھا اور اگر اٹھایا بھی تھا تو کم از کم اس بری طرح زدوکوب نہیں کرنا چاہیے تھا۔

جنونیت اور جذباتیت کا طوفان اترا تو اسے لگا وہ بری طرح شہوار کو نقصان پہنچا گیا ہے۔

درد سے چیختی کراہتی شہوار پر ایک نگاہ ڈالتے اس نے ایک طرف ٹیبل پر رکھا اپنا موبائل اٹھایا تھا۔

دریہ کو کال کرنے کے بعد وہ موبائل بند کرچکا تھا، اس نے موبائل جیسے ہی آن کیا اس کے ساتھی کی کال آنا شروع ہوگئی۔ اس نے فوراً کال پک کی تھی۔

''موبائل کیوں بند کیا ہوا ہے؟'' کال ریسیو ہوتے ہی وہ چیخا تھا۔

''کیوں؟'' درد سے بے حال ہوکر ایک طرف لڑھکتی شہوار کو دیکھ کر اس نے برہمی سے کہا تھا۔

''ہمارے اس ٹھکانے پر پولیس کی ریڈ ہوئی ہے سبھی کو گرفتار کرلیا گیا ہے میں بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگا ہوں، تم بھی کسی طرح نکلو یہاں سے۔''

''کیسے ہوگئی ریڈ؟'' وہ چیخا تھا۔

''پتا نہیں، ہمارے کسی ساتھی نے مخبری کی ہے جیسے بھی ہو پچھلے دروازے سے نکلو ورنہ پولیس اندر داخل ہوگئی تو تمہارے لیے بھاگنا مشکل ہوجائے گا۔'' اس کے ساتھ ہی کال منقطع ہوگئی۔

ایاز نے ایک نگاہ بے حس و حرکت ایک طرف گری ہوئی شہوار پر ڈالی اور ایک دراز سے پسٹل نکال کر اس نے باہر جھانکا تھا۔

باہر سے شور ہنگامے کی آوازیں آرہی تھیں پولیس عمارت میں داخل ہوچکی تھی۔ ایاز نے بہت تلخی سے شہوار کو

دیکھا اور پھر پسٹل کی نالی کا رخ اس کی طرف کیا۔ شہوار اب اس کے کسی کام کی نہیں رہی تھی۔
وہ جو دل میں ٹھان چکا تھا وہ اب نہیں ہوسکتا تھا لیکن دل میں کوئی حسرت بھی نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ بھاگنے کے لیے اس کے پاس بس یہی کچھ پل تھے۔
اس نے پسٹل کا ٹریگر دبایا لیکن گولی نہیں چلی، اس نے دو تین بار یہ عمل دہرایا تھا اور ایک دم زچ ہوکر اس نے پسٹل چیک کیا تو چونکا پسٹل خالی تھا یہ بھلا کیسے ہوسکتا تھا کلینک جانے سے پہلے اس نے خود پسٹل لوڈ کیا تھا۔ اس نے بغور دیکھا اس کا پسٹل اس کے ساتھیوں کے پسٹل سے بدل چکا تھا۔ ایاز کے اندر شدید جنونیت کی لہر اٹھی تھی۔
اس نے پاؤں کی ٹھوکر زور سے شہوار کے وجود پر لگائی اور پھر فوراً باہر بھاگا۔ اس کے پاس اب یہاں سے بھاگنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ وہ جیسے ہی باہر نکلا باہر کی طرف سے کچھ پولیس کے افراد بھاگ کر اندر آتے دکھائی دیے جن میں سب سے آگے مصطفیٰ تھا۔ ایاز کے اوسان ایک دم خطا ہوئے تھے وہ فوراً مخالف سمت بھاگا تھا۔
''رک جاؤ ایاز ورنہ مارے جاؤ گے۔'' مصطفیٰ چیخا لیکن ایاز نہیں رکا تھا۔ اس نے کمرے میں گھس کر دروازہ بند کرلیا اور پھر اس نے الماری سے کچھ بلٹس نکال کر پسٹل لوڈ کی تھی۔ اب یہ کمرہ اس کی پناہ گزیں تھا اور وہ ان گولیوں کے سہارے ہی مصطفیٰ اور اس کے سپاہیوں سے بچ سکتا تھا۔
مصطفیٰ اسے بار بار وارن کررہا تھا مصطفیٰ کے ساتھ پولیس کی بہت بھاری نفری تھی۔ وہ تمام لوگ ارد گرد پھیل گئے تھے۔ امجد خان بھی اپنی نفری کے ساتھ پہنچ چکا تھا۔
''تم ایاز کو کور کرو میں شہور کو ڈھونڈتا ہوں یاد رہے یہ شخص بچ کر نہ جانے پائے۔'' مصطفیٰ نے امجد خان کو کہا اور پھر مختلف کمرے چیک کرنے لگ گیا اس کے ساتھ دو ساتھی تھے اور پھر اسے ایک کمرے میں زمین پر بری حالت میں اوندھے منہ گری ہوئی شہوار مل گئی تھی۔ مصطفیٰ دیوانہ وار شہوار کی طرف لپکا تھا۔
''شہوار...... شہوار۔'' اس نے اسے سیدھا کیا لیکن شہوار کی حالت دیکھ کر ایک دم اوسان خطا ہوگئے۔ شہوار کے منہ سے خون بہہ رہا تھا۔ اس کی حالت بہت ہی نازک تھی۔
مصطفیٰ نے بے اختیار اس کی نبض چیک کی تو وہ بہت رک رک کر چل رہی تھی۔ مصطفیٰ کا دل بند ہونے لگا۔
''ڈرائیور کو کہو گاڑی ریڈی رکھے ہری اپ۔''
مصطفیٰ نے چیخ کر کہا اس کا ایک ساتھی باہر بھاگا دوسرے نے فوراً ایک طرف پڑی ہوئی چادر مصطفیٰ کو تھمائی۔ مصطفیٰ نے شہوار پر چادر ڈالی تھی اور فوراً اٹھایا تھا۔
مصطفیٰ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ابھی ایاز کو شوٹ کردے وہ لب بھینچ کر باہر نکلا تھا۔
باہر امجد خان اور پولیس کی نفری محتاط انداز میں ایاز جس کمرے میں بند تھا اس کا گھیراؤ کیے ہوئے تھی۔
''امجد خان خیال رکھنا ایاز بچ کر نہ جائے۔'' امجد خان کے قریب سے گزرتے مصطفیٰ ایک پل کو رکا تھا۔
''آپ فکر نہ کریں اب یہ کہیں نہیں بھاگ سکتا۔'' امجد خان نے تسلی دی تو مصطفیٰ فوراً باہر نکلا عباس بھائی مصطفیٰ کو دیکھ کر فوراً قریب آئے تھے حفظ ماتقدم کے طور پر مصطفیٰ نے ان کو باہر ہی رکنے پر مجبور کردیا تھا۔
''کیا ہوا شہوار ٹھیک تو ہے نا؟''
مصطفیٰ نے لب بھینچ رکھے تھے۔ اس نے فوراً شہوار کو گاڑی میں ڈالا تھا۔
ایک طرف عباس بھائی بھی آبیٹھے تھے۔ ان کو اسپتال پہنچنے میں کچھ وقت لگا۔ عباس رستے میں ہی شاہزیب صاحب کو کال کرچکا وہ بھی اسپتال پہنچ گئے تھے۔

شہوار کی خراب طبیعت تھی ڈاکٹرز فوراً اسے ایمرجنسی میں لے گئے مصطفیٰ امجد خان سے رابطہ رکھے ہوئے تھا۔ ایاز ابھی تک کمرے میں بند تھا وہ امجد خان اور ساتھیوں پر وقفے وقفے سے فائرنگ کر رہا تھا یہ لوگ بھی جوابی فائرنگ کر رہے تھے۔

ان لوگوں نے بہت خاموشی سے اس جگہ پر ریڈ کیا تھا اور جو آدمی جہاں تھا اسے وہیں جالیا نجانے ایاز کو کیسے خبر ہوگئی۔

کچھ دیر بعد ڈاکٹر نے آ کر مصطفیٰ کو جو خبر سنائی تھی وہ سن کر مصطفیٰ ایک دم ساکت رہ گیا عباس بھائی اور شاہزیب صاحب نے بے اختیار مصطفیٰ کے کندھوں پر ہاتھ رکھا تھا۔

ڈاکٹر اطلاع دے کر چلی گئی اور مصطفیٰ یہ سن کر ساکت کھڑا رہ گیا۔ شاہزیب صاحب کے اشارہ کرنے پر مصطفیٰ کو عباس نے کندھے سے تھام کر ایک طرف رکھی کرسیوں میں سے ایک پر بٹھایا تھا۔

مصطفیٰ لاکھ مضبوط سہی لیکن بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں کہ وہاں انسان بالکل بے بس ہوجاتا ہے اور اس وقت مصطفیٰ کے اندر کچھ ایسی ہی کیفیت پیدا ہوگئی تھی تبھی مصطفیٰ کے موبائل پر کال آئی تھی۔ مصطفیٰ نے خالی نظروں سے موبائل کو دیکھا تھا۔

عباس اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا اس نے اس کے ہاتھ سے موبائل لے کر شاہزیب صاحب کو تھما دیا۔

امجد خان کی کال تھی شاہزیب نے ایک افسردہ سی نگاہ سر جھکائے لب بھینچے وجود پر ڈالی اور کال ریسیو کرلی تھی۔

''ہاں امجد خان کیا بات ہے؟'' جواباً امجد خان نے جو خبر سنائی شاہزیب صاحب سن کر بالکل گم صم ہوگئے تھے۔

''ایاز ان کاؤنٹر میں مارا گیا ہے اس نے ہمارے تین آدمیوں کو زخمی کیا ہے۔ اس پر فائر کرنا ہماری مجبوری تھی ہم نے یہ ساری جگہ اپنی حراست میں لے لی ہے اب یہاں کی تلاشی لے رہے ہیں کچھ دیر میں ڈیڈ باڈی اسپتال پہنچا رہے ہیں۔'' شاہزیب صاحب نے از حد افسردگی سے کال بند کردی۔

❀......☆☆......❀

رات گزرتی گئی اگلا دن بہت عجیب سا تھا۔ افشاں اور ضیا کا وہ سارا دن بہت پریشانی میں گزرا تھا۔ عائشہ کو لالہ رخ خود فیڈ کراتی تھی کچھ گھنٹے گزرنے کے بعد ہی اس نے رونا چلانا شروع کردیا تھا اور ڈبے کا دودھ بس برائے نام پی رہی تھی۔ بہن کو روتے دیکھ کر اور ماں باپ کو غیر موجود پا کر عیسیٰ بھی رونے لگا۔ وہ سارا دن دونوں میاں بیوی کا بہت برا گزرا تھا۔

خالہ بی جیٹھ کے ہاں تھیں وہ سارا دن بہت کشمکش میں سکندر اور لالہ رخ کا انتظار کرتے گزر گیا لیکن وہ تھے کہ ان کا کوئی پتا ہی نہیں چل رہا تھا۔

عیسیٰ بار بار اپنے گھر جانے کی ضد کر رہا تھا وہ دونوں میاں بیوی بچوں سمیت سکندر کے نئے گھر میں آگئے تھے لالہ رخ جاتے وقت خالہ بی کو گھر کی چابیاں دے گئی تھی۔ اسی لیے وہ لوگ اپنے گھر کو تالا لگا کر یہاں آگئے۔

کچھ وقت مزید گزرا تو بچوں نے رونا شروع کردیا اب تو روشی بھی عیسیٰ کے ساتھ مل کر گلا پھاڑ کر رو رہی تھی، افشاں کے لیے بیک وقت اتنے بچوں کو سنبھالنا بہت مشکل تھا۔ ضیا مسلسل ساتھ تھا لیکن جوں جوں وقت گزر رہا تھا دونوں کی تشویش اور پریشانی بڑھتی جارہی تھی۔

لالہ رخ کی کم عقلی پر رہ رہ کر غصہ بھی آرہا تھا کم از کم وہ جہاں جارہی تھی وہاں کا ایڈریس تو خالہ بی کو بتا کر جاسکتی تھی۔ اب وہ لوگ سوائے انتظار کرنے کے اور کچھ نہیں کرسکتے تھے۔ ان کے پاس اور کوئی چارہ بھی نہ تھا۔

لالہ رخ ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہی تھی جوں جوں وقت گزر رہا تھا اس کی حالت بد سے بدتر ہوتی گئی۔
دوپہر میں ہمایوں آ گیا اس نے مزید کچھ کاغذات پر اس کے دستخط اور انگوٹھے کے نشان لیے دستخط کرتے ہی وہ ہمایوں کے سامنے ہاتھ جوڑ کر رو پڑی تھی۔
"پلیز مجھے جانے دو، میرے بچوں کا میرے بغیر نجانے کیا حال ہوگا، پلیز مجھے سکندر اور میری بچی کے پاس لے جاؤ۔"
"اتنا کچھ میں نے اس لیے نہیں کیا کہ تم سکھ اور چین سے زندگی گزارو تمہارے نانا کو تمہارے باپ نے مارا تھا اور تمہاری ماں اپنی بیماری میں چل بسی لیکن تمہارا باپ تمہارے بھاگنے کے بعد بہت اونچا اڑنے لگا تھا اور پھر میں نے اسے بھی مار ڈالا، اب تمہارے شوہر اور بچوں کو ماروں گا ایک ایک کر کے سب کو آگ لگا دوں گا اور تم ساری عمر اس قید خانے میں سسکتی رہنا، تمہیں رہا نہیں کروں گا اتنی مشکل سے تو تم ہاتھ آئی ہو تمہارے اس وجود سے کچھ ہمیں بھی فائدہ ہو۔" وہ کمینگی سے مسکرایا تھا۔
وہ سانپ سے توقع کر رہی تھی کہ وہ اسے ڈسے گا نہیں بھلا کب اپنی فطرت سے باز آتا ہے۔
باپ کا خوفناک انجام سن کر وہ اور شدت سے رو دی۔
وہ اور بھی بکواس کر رہا تھا نجانے کیا کیا کہہ رہا تھا۔ لالہ رخ تک تو بس ہمایوں کے ان الفاظ پر ہی جم سی گئی تھی۔
"آج رات میرے بندے تیرے شوہر اور بچی کو لے جا کر مار ڈالیں گے اور پھر نہر میں بہا دیں گے اور تو ساری عمر میری قید میں میرے ساتھ زندگی گزارنا۔" وہ بکواس کر کے چلا گیا تھا اور تب سے لالہ رخ تڑپ رہی تھی۔ نجانے یہ شخص اب کیا کرنے والا تھا۔
جیسے ہی شام کی تاریکی پھیلی لالہ رخ کے اندر خوف کے سائے امڈ کر آنے لگے۔ وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہی تھی لیکن اللہ کے سوا وہاں اس کی فریاد سننے والا کوئی نہ تھا۔

❁......☆☆......❁

سکندر کی حالت از حد بگڑی ہوئی تھی مار مار کر سکندر کے وجود کو زخمی کر دیا گیا جبکہ ایک طرف کمبل میں لپٹی روتی رابعہ بخار سے نڈھال اب نیم غنودگی میں تھی۔ ہمایوں ادھر آیا تھا اس کے ساتھ اس کے تین چار آدمی تھے۔
"لے جاؤ اسے اور اس بچی کو جیسا کہا ہے بالکل ویسا ہی کرنا ہوگا غلطی کا کوئی امکان نہ رہے ورنہ تم سب جانتے ہو کہ میں تم لوگوں کا کیا حال کر سکتا ہوں۔" اس کے آدمیوں نے فوراً سر ہلا دیا تھا۔
انہوں نے زخمی، نڈھال نیم بے ہوش سکندر کو زمین سے اٹھایا تھا ایک نے رابعہ کو اٹھا لیا وہ لوگ اسے لے کر چلے گئے تو ہمایوں کسی اور آدمی کے ساتھ باہر نکل گیا تھا۔ پورے ایک گھنٹے بعد اس کے آدمی واپس آ گئے تھے۔
انہوں نے سکندر اور اس کی بچی کو مار کر نہر میں پھینک دیا تھا ہمایوں کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔ اب اس کا اگلا قدم لالہ رخ اور اس کے باقی رہ جانے والے بچے تھے۔ اس نے لالہ رخ کو کسی اور پرانی عمارت میں منتقل کر دیا کیونکہ یہاں پولیس کا خطرہ ہو سکتا تھا وہ یہ سب کرنے کے بعد بہت مطمئن۔

❁......☆☆......❁

ولید بہت غصے سے گھر سے نکلا تھا۔ باہر نکل کر اس نے ایک کال ملائی تھی۔ بابا نے اسے نیا موبائل لے دیا تھا۔
"مجھے تم سے ملنا ہے۔" کال پک ہوتے ہی ولید نے بہت سنجیدگی سے کہا تھا۔
"ارے زہے نصیب۔ ولید صاحب ہم سے ملنے کی خواہش کریں کہاں ملنا ہے۔"

''جہاں تم کہو میں آجاتا ہوں۔'' ولید نے کہا تھا دوسری طرف ایک دم ایکسائٹڈ ہوتے اس نے جگہ کا نام بتایا تھا۔
ولید نے موبائل بند کر کے چند پل سوچا اور پھر مین روڈ کی طرف آ نکلا وہاں سے اس نے ایک رکشہ لیا اور پھر کچھ دیر بعد وہ مطلوبہ جگہ پر آ گیا تھا۔
یہ ایک کلب تھا ہائی سوسائٹی کے آزاد خیال لوگوں کی ایک کریم یہاں موجود تھی۔ شام کا وقت تھا وہ ایک طرف بیٹھ کر انتظار کرنے لگا اور ایک گھنٹے کے انتظار کے بعد اسے وہ آتی دکھائی دی تھی۔
''کاشفہ عبدالقیوم۔'' اسے دیکھ کر ولید کے اندر شدید طغیانی سی بلند ہوگئی۔ وہ سرد نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا ہال میں داخل ہوتے ہی اس نے اطراف میں دیکھا تھا اور پھر ولید کو دیکھ کر اس کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔ وہ جدید تراش خراش والے زرق برق لباس میں ملبوس اس وقت یہاں موجود تمام لڑکیوں میں بہت نمایاں تھی۔
تقریباً وہاں موجود ہر شخص پلٹ پلٹ کر اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ چلتے ہوئے ولید کے پاس آرکی تھی۔
''ہائے ولید۔'' ولید نے محض سر ہلایا تھا وہ کرسی کھینچ کر ٹک گئی تھی۔
''آج تم نے مجھے کال کی خود بلایا، مجھے لگا جیسے میری قسمت ہی جاگ اٹھی ہے۔'' اس نے کہا ولید نے بہت سنجیدگی سے اسے دیکھا تھا۔
''کیسے ہو؟'' وہ مزید پوچھ رہی تھی۔
ولید نے کھا جانے والی نگاہوں سے اسے گھورا اور پھر اپنی سیٹ سے کھڑا ہوگیا تھا۔
''کیا ہوا؟'' کاشفہ کو چند سیکنڈ لگے تھے ولید کے تیور سمجھنے میں۔ اس سے پہلے کہ وہ ولید کے تیوروں کو سمجھتے کچھ کہتی ولید کا ہاتھ اٹھا تھا۔ اس نے کھینچ کر ایک تھپڑ کاشفہ کے منہ پر مارا تھا۔ کاشفہ تو ہل کر رہ گئی تھی۔
''ولید۔'' اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ولید ایسی کوئی حرکت کر سکتا ہے ولید کے تھپڑ کی آواز اتنی شدید تھی کہ وہاں موجود ہر شخص نے پلٹ کر ان دونوں کو دیکھا تھا۔
''تم انتہائی گھٹیا لڑکی ہو تمہیں جرأت کیسے ہوئی انا کو ورغلانے اور ذہنی ٹارچر کرنے کی تم اسے زبردستی اپنے ساتھ لے گئی غلط تحریر لکھوائی اور پھر اسے بلیک میل کرتی رہی ہاؤ ڈیئر یو۔'' وہ حلق کے بل چیخا تھا۔
کاشفہ تو ایک دم ساکت سی ہوگئی۔ وہ پہلی بار ولید کا ایسا کوئی ری ایکشن دیکھ رہی تھی۔
''میں چاہوں تو ابھی اور اسی وقت تمہیں پولیس کے حوالے کردوں۔'' کاشفہ کے چہرے پر عجیب سی کیفیت پیدا ہوئی تھی۔
''میں تم سے محبت کرتی ہوں ولید اور میں نے یہ سب کچھ تمہاری محبت میں کیا تھا۔''
''شٹ اپ۔'' ولید نے اس کی بات کاٹ دی۔
''تم جیسی لڑکی کیا جانے کہ محبت کسے کہتے ہیں۔ اپنا کردار دیکھو اور اپنا بیک گراؤنڈ۔ کیا ہو تم اور کیا ہے تمہاری حیثیت اور تمہارا وہ باپ جو دوسروں کے حق چھین کر دولت جمع کرتا رہا جس نے کسی بھی جائز ناجائز کی کبھی پروا نہیں کی۔ میں تمہاری طرف محض اس لیے بڑھا تھا کہ مجھے تمہارے باپ تک پہنچنا تھا اور تم نے وہ گھٹیا کھیل کھیلا کہ میرا دل کر رہا ہے کہ تمہیں کھڑے کھڑے شوٹ کردوں۔'' ولید کے اندر شدید غبار تھا جو اب امڈ امڈ کر باہر آ رہا تھا۔ اردگرد کے لوگ ان کو دیکھ رہے تھے اور ولید کسی کی پروا نہ تھی۔ کلب کا عملہ بھی وہاں آ گیا تھا۔
''پلیز سر آپ ہمارے کلب کا ماحول خراب کر رہے ہیں ہم کسی پر آپ کو اس طرح چلانے اور تشدد کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔'' وہ شاید منیجر تھا۔ ولید نے کاشفہ سے نظر ہٹا کر اسے دیکھا تھا۔

''میں چاہوں تو ایک کال کر کے تمہارے اس نام نہاد کلب کا دیوالیہ نکلوا سکتا ہوں گیٹ لاسٹ۔'' منیجر نے ایک دم پریشان ہو کر ارد گرد دیکھا تھا۔

''بی ہیو یور سر۔ میں پولیس کو کال کر سکتا ہوں ہمارے کلب میں یہ سب نہیں چلتا۔''

''تمہارے کلب میں جو چلتا ہے اس کی ڈیٹیل تمہیں دوں تو تم ایک پل بھی یہاں نظر نہ آؤ، یہ ہمارا آپس کا معاملہ ہے اگر تم نے انٹرفیئر کیا تو میں خود پولیس کو کال کرلوں گا۔'' ولید کے الفاظ پر منیجر مزید پریشان ہوا تھا۔ ولید نے منیجر سے نظر ہٹا کر کاشفہ کو دیکھا تھا۔

''تم نے مجھے میری فیملی اور انا کو جتنا نقصان پہنچانا تھا پہنچالیا اب اگر تم نے انا کو کوئی دھمکی دی یا بلیک میل کیا یا کوئی اوچھی حرکت کی تو تم نہیں جانتی کہ تمہارا کیا حشر کر سکتا ہوں میں، میں تم جیسی لڑکی پر ایک نظر ڈالنا تو دور کی بات اس پر لعنت بھیجنے کے قابل بھی نہیں سمجھتا اور یہ اچھی طرح ذہن نشین کرلو جتنا تم نے مجھے نقصان پہنچانا تھا پہنچالیا اب انا کی طرف ایک غلط نگاہ بھی ڈالی تو تمہیں پولیس کے حوالے کروادوں گا، مائنڈ اٹ۔'' اسے کہتے ایک تلخ نگاہ منیجر اور اردگرد موجود لوگوں پر ڈالتے وہ وہاں سے تیزی سے نکل آیا تھا اور پیچھے کاشفہ گم صم کھڑے ولید کو جاتا دیکھتی رہی۔

۞......☆☆......۞

لالہ رخ کو جس جگہ لایا گیا تھا وہ بالکل ویران سی حویلی تھی جس میں صرف چند کمرے تھے۔

وہ غم سے نڈھال سسک رہی تھی جب کمرے کا دروازہ کھلا۔ ایک ادھیڑ عمر عورت کھانے کی ٹرے لیے چلی آئی تھی۔

''کھانا کھالو بی بی۔'' خانہ بدوشوں کا سا لہجہ تھا لالہ رخ نے اسے دیکھا اور پھر سر جھکا لیا وہ عورت اسے دیکھتی رہی اور پھر دروازے تک گئی، اس نے اردگرد دیکھا تھا اور پھر لالہ رخ کے پاس آئی تھی۔

جھک کر وہ ٹرے میں سے کھانے کے برتن نکال کر لالہ رخ کے سامنے زمین پر رکھنے لگ گئی تھی۔

''میں کچھ دن پہلے یہاں کام پر لگی ہوں میں نے باہر آدمیوں کو کہتے سنا کہ وہ تیرے آدمی اور تیری بچی کو مار کر نہر میں ڈال آئے ہیں اور اب وہ لوگ تیرے باقی بچوں کو ماردیں گے۔'' بہت دھیمی آواز میں وہ کہہ رہی تھی، اس کا لہجہ ایسا تھا کہ لالہ رخ بمشکل سن سکی تھی کچھ الفاظ کی سمجھ آئی تھی اور کچھ کی نہیں اور جن کی سمجھ آئی تھی وہ ایسے تھے کہ اس کے بدن سے روح نکال سکتے تھے۔

''انہوں نے مارڈالا سکندر اور میری رابعہ کو۔'' وہ بلک بلک کر رو دی تھی۔

''وہ تجھے کل تک یہاں رکھیں گے اور پھر کہیں اور دوسرے شہر لے جائیں گے۔'' اس عورت نے مزید کہا تو لالہ رخ کی گریہ ایک دم بند ہوگئی۔

''پلیز میری مدد کرو۔ مجھے یہاں سے نکالو میرے بچوں تک پہنچا دو ورنہ وہ میرے بچوں کو بھی مار ڈالیں گے۔'' وہ سسک سسک کر روتے اس عورت کی منت کر رہی تھی۔

''میں خود بے بس ہوں بی بی! تیری مدد کیسے کر سکتی ہوں بس تجھ پر ترس آرہا ہے۔''

''پلیز تم مجھے یہاں سے نکال دو، پلیز۔'' وہ رو رہی تھی تبھی چوکیدار ادھر آ گیا تھا۔

''کیا بات ہے کیوں چلا رہی ہے تو۔'' وہ بولا تو وہ عورت ایک دم سیدھی ہو کر خالی ٹرے لے کر چلی گئی دروازہ پھر سے بند ہوگیا۔ لالہ رخ شدت سے رونے لگی تھی۔

سکندر اور اپنی بچی رابعہ کا دکھ اسے جان سے مار دینے کو کافی تھا وہ بلک بلک کر رو رہی تھی تبھی اسے کوئی شور سنائی دیا۔ پہلے وہ اپنا وہم بھی اور پھر جب دو تین بار وہ آواز سنائی دی تو لالہ رخ کے کان کھڑے ہوگئے۔

اس نے اندھیرے کمرے کے اطراف میں دیکھا اور پھر ٹھٹک گئی وہاں موجود واحد کھڑکی کے پٹ بج رہے تھے۔ وہ فوراً اٹھ کر وہاں تک گئی کھڑکی کھولی تو دوسری طرف وہی عورت تھی اور درمیان میں سلاخوں کے آگے لوہے کی جالی تھی۔

''بی بی میں نے اپنے مرد سے بات کی ہے ہم تو خانہ بدوش ہیں ہمارا کیا ہے تُو رات کو تیار رہنا ہم تجھے یہاں سے نکالیں گے۔'' لالہ رخ کو لگا کہ جیسے اس کے اندر زندگی کی کرن جاگ اٹھی ہو۔ وہ عورت کہہ کر چلی گئی لالہ رخ نے پھر کھڑکی بند کردی تھی وہ اب شدت سے اس عورت کی منتظر تھی اور پھر رات گیارہ بجے کے قریب کمرے کا دروازہ کھلا تھا لالہ رخ ایک دم چوکنا ہوگئی۔ وہ عورت تھی ہاتھ میں لالٹین لیے ہوئے تھی اور ساتھ میں کوئی مرد تھا۔

''بی بی جلدی آ ؤ وہ سب سو رہے ہیں ابھی تجھے نکلنا ہے یہاں سے۔'' دھیمی آواز میں اس نے کہا تھا اور لالہ رخ فوراً وہاں سے اٹھی اور بجلی کی سی تیزی سے ان دونوں کے ساتھ وہ اس عمارت سے نکل آئی تھی۔

''مجھے اپنے بچوں کے پاس جانا ہے پلیز مجھے میرے بچوں کے پاس لے جاؤ'' وہ پھر رونے لگ گئی تھی۔

''بی بی کچھ دیر رک جا اور ہمارے ساتھ چل حالات دیکھ کر تجھے تیرے بچوں تک پہنچا دیں گے۔'' اس عورت نے کہا تھا وہ مجبوراً خاموش ہوگئی اور پھر ان کے ساتھ آ گئی تھی وہ لوگ تیار بیٹھے تھے انہوں نے کچھ سامان ایک گدھا گاڑی پر لادا تھا اور اسے ساتھ لیے کسی اور طرف چل دیے تھے۔

ہمایوں کو فوراً اطلاع ملی تھی۔ لالہ رخ بھاگ گئی ہے وہ اسی وقت اپنے گھر سے نکلا تھا۔
''وہ کیسے بھاگ گئی۔'' وہ اپنے آدمیوں پر گرج رہا تھا اور وہ سب خاموش تھے۔
''وہ اپنے گھر گئی ہوگی جاؤ اور اس کے بچوں کے ساتھ اس پورے گھر کو آگ لگا دو، ایک ثبوت بھی نہ بچے ورنہ تم سب کو ایک ایک کر کے مار ڈالوں گا۔'' دولت اور نشے کی ہوس نے ہمایوں کو پاگل بنا دیا تھا۔
اس کے ساتھی چلے گئے اور وہ شدت سے ان کی واپسی کا انتظار کرنے لگ گیا تھا۔

❁......☆☆......❁
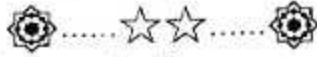
شاہزیب صاحب مہر النساء بیگم کو صرف اتنا بتایا تھا کہ شہوار کو بازیاب کرالیا گیا ہے مزید کچھ نہیں بتایا تھا۔
شہوار کی حالت اب خطرے سے باہر تھی اسے روم میں شفٹ کر دیا گیا تھا تاہم وہ ابھی تک بے ہوش تھی۔
شہوار کی حالت دیکھ دیکھ کر مصطفیٰ کے اندر شدید غم و غصے کے طوفان اٹھ رہے تھے اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ساری دنیا کو تہس نہس کر ڈالے۔ وہ شاہزیب صاحب کو بتا کر آفس آ گیا تھا۔ اس نے امجد خان کو بلایا تھا۔
ایاز کی ڈیڈ باڈی پوسٹ مارٹم کے لیے گئی ہوئی تھی۔ جائے وقوعہ کی ساری رپورٹ لے کر مصطفیٰ نے امجد خان کو چند ہدایات دی تھیں۔
''میں ایک جگہ جا رہا ہوں تب تک آپ یہ ساری کارروائی مکمل کر کے واپس آ جائیں۔'' مصطفیٰ امجد خان کو کہہ کر اپنی گاڑی لے کر نکل آیا تھا۔ اس نے مختلف جگہ فون کیے اور پھر کچھ دیر بعد وہ ایک گھر کے سامنے گاڑی روک رہا تھا۔
پرانا سا گھر، گھر والوں کی مالی حیثیت ظاہر کر رہا تھا لیکن مصطفیٰ لب بھینچے گاڑی سے نکلا تھا۔ اس نے گھر کے دروازے پر دستک دی تھی اور پھر وہاں سے ایک بچہ نکلا تھا۔ رات کی تاریکی میں وہ مصطفیٰ کو پہچان نہیں پایا تھا۔
''جی کون؟'' بچہ پوچھ رہا تھا تبھی اندر سے کسی اور خاتون کی آواز سنائی دی تھی۔
''امجد کون ہے؟''
وہ مانوس سی آواز مصطفیٰ کے کانوں میں پڑی تو مصطفیٰ کی رگیں تن گئی تھیں۔
تبھی ایک جانا پہچانا سا چہرہ اس لڑکے کے پیچھے دروازے کے قریب آ رکا تھا۔
''کون ہے...... تم مصطفیٰ۔'' آنے والا اسے دیکھ کر ایک دم ساکت ہو گیا تھا۔

❁......☆☆......❁

افشاں اور ضیا بہت پریشان تھے رات کے بارہ بج رہے تھے لیکن بچے تھے کہ آرام ہی نہیں کر رہے تھے افشاں ان کو سنبھال سنبھال کر تھک گئی تھی۔
عیسیٰ ماں باپ کے پاس جانے کی ضد کر رہا تھا۔
ضیاء اسے لے کر باہر نکلنے لگے تو رشی بھی رونے لگ گئی تھی۔
''میں ان کو آئس کریم کھلاتا ہوں تم دروازہ اچھی طرح بند کر کے رہنا میں کچھ دیر میں آ جاتا ہوں۔'' ضیا عیسیٰ کی بار بار ضد پر دونوں بچوں کو لے کر نکل گیا تھا اس کے جانے کے بعد افشاں نے دروازے بند کر لیے تھا عائشہ کو دوائی کھلا کر اس نے سلا دیا تھا وہ بہت پرسکون تھی۔ کچھ دیر بعد دروازے کے باہر عجیب سی آوازیں آنے لگیں تو افشاں خوفزدہ ہو گئی وہ ننھی عائشہ کو بازو میں لیے باہر کھڑکی کی طرف آئی تھی۔
باہر کان لگا کر کچھ سننے کی کوشش کی تھوڑی سی کھڑکی کھول کر دیکھا تو وہاں صحن میں کچھ سائے چلتے پھرتے نظر آ رہے تھے اور ان کی ہلکی ہلکی سی سرگوشیاں۔

''چاروں طرف پیٹرول چھڑک دیا ہے وہ بھاگ کر آئی ہے تو یقیناً اندر ہی ہوگی۔ بس گھر کو آگ لگا دو۔ وہ بچوں سمیت جل کر مر کھپ جائے گی۔'' آوازیں تین چار تھیں افشاں کا دل ایک دم کانپا تھا۔
وہ چند منٹ اور سانس روکے کھڑی رہی اور پھر آوازیں بلند ہونا شروع ہوگئی تھیں یہ نئی کالونی تھی دور دور بنے چند ایک گھر ابھی کچھ زیر تعمیر تھے اور جو بن چکے تھے اس میں کہیں کہیں اور دور آبادی تھی۔ افشاں نے کھڑکی بند کی تھی۔
وہ باہر کے دروازے تک آئی تھی، تھوڑا سا دروازہ کھولا کہ سامنے کوئی بھی نہ تھا۔ وہ باہر نکلی اور پھر اندھا دھند بھاگی تھی۔
''دیکھو وہ بھاگ گئی ہے۔ پکڑو اسے جلدی کرو۔'' کوئی افشاں کے پیچھے چیخا تھا افشاں کے قدموں میں تیزی آگئی تھی۔ کئی قدموں کی چاپ اس کے تعاقب میں تھی اور بھاگتے بھاگتے وہ ایک گھر کے سامنے بنے درخت کے عقب میں موجود گھنی باڑ میں چھپ گئی تھی۔ وہ بھاگتے قدم اس سے آگے چلے گئے تھے۔ ننھی عائشہ اس افتاد سے بے خبر گہری نیند میں میڈیسن کے زیر اثر سو رہی تھی۔ وہ بھاگتے قدم واپس آئے تھے۔
''وہ عورت یہیں سے کہیں نکلی ہے۔'' اسی مقام پر آ کر ایک نے کہا تھا۔
''کچھ کرو اگر ہمایوں صاحب کو پتا چل گیا کہ وہ عورت یہاں سے بھی بھاگ گئی ہے تو وہ ہمیں جان سے مار ڈالیں گے۔'' ایک اور چلایا تھا۔
وہ لوگ آپس میں مشورہ کرنے لگ گئے کہ اب کیا کریں افشاں دم سادھے کھڑی تھی تبھی ایک آدمی دور سے بھاگتا ہوا آیا تھا۔
''وہ عورت بچوں کو لے کر گھر میں داخل ہوئی ہے جلدی آؤ۔'' افشاں چونک گئی تھی۔ یعنی لالہ رخ واپس آگئی تھی لیکن یہ بچے کون تھے، یہ لوگ کس کی بات کر رہے تھے۔ وہ چاروں واپس بھاگ گئے تھے۔
کچھ دیر بعد افشاں وہاں سے نکلی تھی اور پھر ڈرتے ڈرتے وہ واپس گھر کی طرف گئی تھی نجانے کیا چیز اسے واپس اس جانب دھکیل رہی تھی۔ اندر سے عورت کے چیخنے کی آوازیں آرہی تھیں ساتھ بچے رو رہے تھے چلا رہے تھے کچھ کہہ رہے تھے لیکن شور میں کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا اور پھر افشاں نے جو دیکھا اس کی آنکھیں پھٹ گئی تھیں۔ ایک آدمی نے گھر کو چاروں طرف سے آگ لگا دی تھی۔
آگ ایک دم بھڑکی تھی اور پھر شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے تھے افشاں کو لگا کہ وہ ابھی بے ہوش ہو کر یہیں گر جائے گی وہ بے اختیار پیچھے ہٹی تھی۔
نجانے کون سی قوت تھی جو اسے بھگا رہی تھی وہ اندھا دھند بھاگتی رہی تھی، وہ ذیلی سڑکوں سے نکل کر بڑی سڑک پر آگئی لیکن اس کی رفتار پھر بھی کم نہ ہوئی وہاں اکا دکا گاڑیاں آ جا رہی تھیں۔
اسے لگ رہا تھا کہ وہ لوگ اس کے تعاقب میں ہیں وہ اسے اور عائشہ کو جھپٹ کر واپس آگ میں دھکیل دیں گے۔ تبھی اندھا دھند بھاگتے وہ بہت زور سے مخالف سمت سے آتی ایک تیز رفتار گاڑی سے ٹکرائی تھی۔
عائشہ اس کے بازو سے نکل کر کہیں دور جا گری تھی گاڑی اسے کچل کر آگے جا کر بے اختیار رکی تھی۔

❁......☆☆......❁
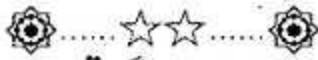
سجاد بھائی لائبہ کے پاس تھے ماں جی شہوار کے پاس آگئی تھیں شاہزیب صاحب سے ساری بات سن کر وہ رو دی تھیں۔
''اس بد بخت نے کس قدر بڑا نقصان پہنچایا ہے ہمارے بچوں کو۔'' وہ شدت سے رو دی تھیں۔

”وہ مرچکا ہے اب اس کا ذکر مت کریں اللہ نے ہماری بچی کی زندگی بچالی ہے۔ ہمارے لیے بس یہی کافی ہے۔“ شاہزیب صاحب نے بیگم کو دلاسہ دیا تھا۔

وہ آنکھیں صاف کرتیں کمرے میں چلی گئی تھیں۔ شہوار سورہی تھی ڈاکٹرز نے اسے سکون بخش انجکشن لگادیا۔ وہ خود پر بیتنے والی اس افتاد سے بے خبر تھی۔ مہرالنساء نے بہت ضبط سے شہوار کے وجود کو دیکھا۔ اس کا بھرا بھرا وجود اس وقت خالی تھا۔ ان کو اپنا کلیجہ منہ کو آتا محسوس ہوا تو انہوں نے دوپٹہ منہ پر رکھ لیا، شہوار کو جب علم ہوگا تو نجانے دکھ کی کیا کیفیت ہوگی اور مصطفیٰ وہ بھی موجود نہ تھا نجانے کہاں چلا گیا تھا؟

وہ سمجھ سکتی تھیں کہ اس وقت مصطفیٰ دکھ کی کس کیفیت میں ہوگا۔

انہوں نے اپنی آنکھوں کو صاف کرتے شہوار کی جھک کر پیشانی چومی تھی اور پھر ان کی آنکھیں نم ہونے لگی۔

❁......☆☆......❁

ضیا بچوں کو لے کر واپس آیا تو دیکھ کر ٹھٹک گیا تھا۔ گھر آگ کے شعلوں کی نذر تھا۔ وہ دیکھ کر ساکت ہوا ساتھ ہی اس کے دل کی دھڑکن ایک دم رکی تھی۔ روشی سو چکی تھی وہ اس کے کندھے سے لگی ہوئی تھی اور عیسیٰ ضیا کی انگلی تھامے چل رہا تھا۔

ضیا کو گھر سے نکلے صرف ایک گھنٹہ ہوا تھا اور اتنا کچھ ہوچکا تھا عیسیٰ آگ کو دیکھ کر رونے لگ گیا تھا۔

ضیا نے اور دور گھروں میں موجود چند ایک مکینوں کو جگایا تھا لیکن سب بے کار تھا آگ کی شدت بہت تیز تھی۔ وہ کسی بھی طرح قابو میں نہیں آرہی تھی۔ اب اکا دکا لوگ بھی جمع ہونا شروع ہوگئے تھے۔ جوں جوں وقت گزر رہا تھا سفیدی پھیل رہی تھی فائر بریگیڈ والے آگ بجھا رہے تھے اور پھر جب آگ بجھی تو گھر تباہ ہوچکا تھا۔

”میری افشاں اندر تھی۔“ ضیا اندر جانا چاہتا تھا لیکن پولیس کسی کو بھی اندر نہیں جانے نہیں دے رہی تھی۔

اور پھر گھر کی باقیات میں سے ایک خاتون اور بچیوں کے ساتھ ایک لڑکے کی مسخ شدہ جلی ہوئی لاش برآمد ہوئی تھی۔

ایک بچی عائشہ کی عمر کی تھی اور ایک روشی اور بچہ عیسیٰ کی عمر کا تھا جبکہ عورت افشاں کی عمر کی تھی۔ ان بچوں اور عورت کو دیکھ کر ضیا ساکت ہوگیا تھا۔ اگر یہ عورت افشاں تھی اور ننھی بچی عائشہ تھی تو باقی بچے کون تھے؟ چاروں لاشیں اس قدر جل چکی تھیں کہ ان کی پہچان ممکن ہی نہ تھی ان لاشوں کو پوسٹ مارٹم کے لیے بھیج دیا گیا تھا وہ سارا دن بیت چکا تھا علاقے میں خوف وہراس پھیلا ہوا تھا۔ ضیا اپنے رشتے داروں کے ہاں آ گیا تھا دونوں بچے وہی لوگ سنبھال رہے تھے خالہ بی کا بھی کوئی اتا پتا نہ تھا اس نے امریکہ اطلاع کردی تھی صبوحی اور وقار کا برا حال تھا۔

اور پھر دن پر دن گزرتے رہے ضیا کی فلائٹ کی تاریخ گزر گئی پوسٹ مارٹم کی رپورٹ عجیب سی تھی۔

جس سے کچھ بھی اندازہ نہ ہوسکا بس اس بات کا علم ہوا تھا کہ سب کو باندھ کر تیل چھڑک کر آگ لگائی گئی تھی۔

لاشیں اس قابل نہ تھیں کہ ان کو بہت دن تک رکھا جاتا اور جلد ان کو دفنا دیا گیا۔ ضیا کو پولیس نے صرف تسلی دی اور فائل بند ہوگئی وہ پولیس اسٹیشن کے چکر لگاتا رہا اور کہیں کوئی سراغ نہ ملا۔

دوسری طرف امریکہ میں جس کے پاس سکندر کی کچھ دکانیں تھیں وہ شخص ہیر پھیر کررہا تھا وقار کا اس سے جھگڑا ہوا تو اس نے وقار کو اندر کروادیا تھا۔ صبوحی کا دیارِ غیر میں اور تھا ہی کون؟

اس کی بری حالت تھی بچوں کا ساتھ اور غیر ملک وہ بالکل بے بس تھی۔ مجبوراً ضیا کو واپس جانا پڑا وہ عیسیٰ کو یہاں تنہا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ اس نے عیسیٰ کے کاغذات تیار کرائے اور پہلی بار اس نے ایک غیر قانونی کام کیا تھا اس نے عیسیٰ کا نام بدل کر اس کو اپنا بیٹا شو کرتے جعلی کاغذات بنوائے تھے اور پھر عیسیٰ اور روشی کو لے کر افشاں کے بغیر ہی

اسے واپس امریکہ جانا پڑا تھا۔ قانونی چارہ جوئی کے بعد وقار تو باہر آ گیا تھا لیکن ضیاء کا اس آدمی سے پھر جھگڑا ہو گیا تھا اور اس بار جھگڑا بہت شدید نوعیت کا تھا۔

جواباً گولی چلی اور ضیا سے وہ آدمی شدید زخمی ہوا تھا لوگ اسے اسپتال لے گئے اور ضیا بھاگ گیا جاتے جاتے وقار کو نئے ٹھکانے کا بتا دیا تھا۔

صبوحی اور وقار کو بھی وہ جگہ بحالت مجبوری اسی وقت چھوڑنا پڑی تھی وہ چاروں بچوں کو لے کر ضیا کی بنائی گئی جگہ پر پہنچ گئے وہ سب بالکل خالی ہاتھ تھے۔

وہاں کچھ عرصہ رہے تھے اور پھر ان لوگوں نے خاموشی سے وہ شہر چھوڑ دیا اور پھر وہاں زندگی ایک نئے انداز میں شروع ہو گئی تھی جس میں ان تھک محنت اور جدوجہد شامل تھی، سب کچھ دوبارہ حاصل کرنے کے لیے ایک لمبا چوڑا سفر طے کیا تھا۔

⊛......☆☆......⊛

وہ لوگ اپنے اپنے کمروں میں تھے کاشفہ آج شام کے بعد جب گھر آئی تو اس کی حالت بڑی عجیب سی تھی وہ کمرے میں چلی گئی تھی اور پھر کمرے کی چیزیں توڑنے لگی، شور سن کر وہ دونوں کمروں سے نکلی تھیں۔ مام کمرے کی حالت دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔

''یہ کیا کر رہی ہو تم؟''

''میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی، اس بلیڈی نے میرے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔'' وہ چیخ رہی تھی جو چیز ہاتھ لگتی پھینکتی جا رہی تھی۔ عادلہ بھی وہاں آ گئی تھی۔

''کس نے دھوکہ دیا؟''

''اس بلیڈی انا نے، اس نے سب کچھ ولید کو بتا دیا، میں اب اسے نہیں چھوڑوں گی، میں اسے شوٹ کر دوں گی، آئی ول کل ہر۔'' وہ چیخ چلا رہی تھی عادلہ نے ناسمجھی سے ماں کو دیکھا تھا۔

''آرام وسکون سے بیٹھو، اچھا لو یہ پانی پیو۔'' مام نے اسے سنبھالنا چاہا تھا گلاس میں پانی ڈال کر دیا۔ اس نے ہاتھ مار کر گلاس توڑ دیا تھا۔

''وہ نفرت کرتا ہے مجھ سے اس نے پبلک کے سامنے میری انسلٹ کی مجھے تھپڑ مارا کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گی میں۔'' وہ ڈیپریشن کی آخری حد پر تھی۔

عادلہ نے اسے دیکھا اور پھر بیڈ کے پاس آ کر اس نے درازیں کھنگالی تھیں۔ کاشفہ اس وقت ڈرنک کیے ہوئے تھی اسے کچھ بھی سمجھانا بے سود تھا۔ عادلہ نے دراز میں کچھ پلز نکالی تھیں اور کمرے سے نکل گئی تھی دوبارہ وہ گلاس میں پانی لیے اندر آئی تھی۔

کاشفہ زمین پر بیٹھی ہوئی تھی اور مام اسے سمجھا رہی تھیں اور وہ مسلسل سر نفی میں ہلا رہی تھی، اس کی آنکھوں میں عجیب سی کیفیت تھی۔

''یہ پلز لے لو۔'' عادلہ نے سختی سے کہا تھا۔ کاشفہ نے بہن کو گھورا اور اسے دھکیلنے کی کوشش کی تھی۔ عادلہ نے اس کے پاس بیٹھ کر زبردستی اس کے منہ میں پلز ڈال کر اس کے منہ سے گلاس لگا دیا تھا۔ کچھ پانی اس نے پیا تھا اور کچھ اس کے کپڑوں پر گرا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ پرسکون تھی اسے نیند آنا شروع ہو گئی تھی وہ سو گئی تو دونوں اسے بستر پر لٹا کر کمرے سے نکل آئی تھیں۔

''کاشفہ کا یہ پاگل پن اور جنونیت دن بدن بڑھتا ہی جارہا ہے۔'' عادلہ نے تشویش سے کہا تھا۔
''مجھے تو ڈر لگنے لگا ہے کہ کہیں یہ بھی ایاز کی روش پر نہ چلنے لگ جائے نجانے وہ کہاں ہے کئی دن ہو گئے ہیں اس کی کوئی خیر خبر نہیں اور تمہارے ڈیڈ ہیں وہ بھی نجانے کہاں ہیں کوئی رابطہ نہیں کوئی اطلاع نہیں۔'' عادلہ نے خاموشی سے ماں کو دیکھا تھا۔

عبدالقیوم ملک سے باہر بھاگ چکا تھا اور ایاز نجانے کہاں ٹھکانہ بنائے ہوئے تھا اور عبدالقیوم نے باہر جانے کے بعد کوئی رابطہ نہیں رکھا تھا۔

جب دولت ناجائز ذرائع سے کمائی جائے تو اس کے یہی نتائج نکلتے ہیں جو آج یہ پورا خاندان بھگت رہا تھا۔
عادلہ مام کے پاس بیٹھ کر ان کی دلجوئی کررہی تھی جب ان کے گھر کا فون بجا تھا۔

اس نے کال ریسیو کی اور دوسری طرف سے جو بتایا گیا تھا وہ سنتے ہی عادلہ کے اوسان خطا ہو گئے۔ اس کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا تھا۔

''مام......'' وہ چیخنے لگ گئی تھی۔
''ماما ایاز......ایاز......'' الفاظ اس کے ہونٹوں سے ادا نہیں ہورہے تھے
''کیا ہوا ایاز کو؟'' وہ بہت گھبرا گئی تھیں۔
''مام ایاز پولیس ان کاؤنٹر میں مارا گیا ہے۔ ایاز کے دوست کی کال تھی اسے بھی کسی نے ابھی اطلاع دی ہے۔'' وہ بتا کر چیخ چیخ کر رونے لگ گئی اور مام وہ بے حس وحرکت عادلہ کو دیکھے جارہی تھیں۔

ان کی کیفیت ایسی تھی کہ جیسے اس خبر نے ان کو بہت زیادہ شاک پہنچایا ہو۔
عادلہ شدت سے رورہی تھی اور مام بے یقین نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں تبھی گھبرایا ہوا پریشان سا چوکیدار فوراً اندر داخل ہوا تھا۔

''بیگم صاحبہ باہر پولیس آئی ہے' سارے گھر کو گھیرے میں لے رکھا ہے اور اندر داخل ہونا چاہتی ہے۔'' یہ دوسرا جھٹکا تھا۔ روتی ہوئی عادلہ نے حیرانی سے اسے دیکھا تھا۔ چوکیدار نے ایک دو پل عادلہ اور بیگم صاحبہ کے حکم کا انتظار کیا تھا۔ دونوں گم صم تھیں عادلہ کو تو کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیا کرے اور پھر کچھ دیر پولیس کی نفری ان کے گھر میں داخل ہورہی تھی۔

ان ماں بیٹی کو لیڈی پولیس نے ایک طرف بٹھا لیا تھا اور خود کمروں کی تلاشی لینے لگے۔ ایک کمرے سے نیند میں جھولتی کاشفہ کو بھی دو لیڈی پولیس کانسٹیبل پکڑ کر باہر لے آئی تھیں۔

جن کو کاشفہ گالی گلوچ کے ساتھ ساتھ مغلظات بک رہی تھی۔ کاشفہ کو لا کر انہوں نے اس کی ماں کے ساتھ صوفے پر بٹھا دیا تھا۔

ان کے گھر میں ہر کمرے میں، ہر جگہ پولیس کے آدمی دندناتے پھر رہے تھے اور عادلہ تھی کہ حیرت سے آنکھوں میں نمی لیے ان کو دیکھ رہی تھی۔

☆☆......☆☆......☆☆

مصطفیٰ تابندہ کو اپنے سامنے دیکھ کر ضبط سے ہونٹ دانت تلے دبا گیا تھا اور تابندہ بی ان کی تو وہ حالت تھی کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

''مصطفیٰ تم۔'' انہوں نے سہارے کے لیے دروازے کا پٹ تھاما تھا۔

''ہاں میں۔'' مصطفیٰ کا انداز طنزیہ تھا۔ کچھ دیر بعد مصطفیٰ تابندہ بی کے ساتھ ان کے گھر کے ایک کمرے میں موجود تھا۔ گھر پرانی طرز کا تھا چند کمرے تھے لکڑی کی چھتیں اور بوسیدہ دیواریں تھیں۔

''اس وقت کسی بھی سوال وجواب کا میرے پاس کوئی وقت نہیں۔'' تابندہ بی مصطفیٰ کے سامنے مجرموں کے سے انداز میں بیٹھی ہوئی تھیں جبکہ مصطفیٰ کا انداز بے لچک تھا۔

''شہوار کی طبیعت بہت خراب ہے وہ اسپتال میں ہے آپ کو میرے ساتھ ابھی چلنا ہوگا۔'' دوٹوک لہجے میں کہا تھا۔ تابندہ نے از حد پریشانی سے مصطفیٰ کی صورت دیکھی تھی۔

''کیا ہوا شہوار کو؟'' انہوں نے بے تابی سے پوچھا تھا۔

''میرے ساتھ چلیے آپ کو خود علم ہو جائے گا۔'' مصطفیٰ بے لچک انداز میں کہہ کر کھڑا ہو گیا تھا جواباً تابندہ بی کو بھی کھڑا ہونا پڑا تھا۔ انہوں نے کچھ کہنا چاہا پھر لب بھینچ لیے۔

''میں آتی ہوں۔'' وہ نم لہجے میں کہہ کر چلی گئی تھیں اور کچھ دیر بعد لباس بدل کر چادر اور پرس لے کر لوٹی تھیں۔

ساجدہ اور بچے حیرت سے سب دیکھ رہے تھے۔ تابندہ خالہ بی کے پاس گئی تھیں۔ انہیں تسلی دی تھی کہ وہ جلد آجائیں گی وہ کچھ دیر کے لیے شہوار کے پاس جارہی ہیں۔ ان سب کو تسلی دلاسے دے کر وہ مصطفیٰ کے ساتھ اس کی گاڑی میں آبیٹھی تھیں۔ مصطفیٰ بہت سنجیدگی سے ڈرائیو کررہا تھا۔ اس نے ایک دو بار کسی سے فون پر بات کی تھی۔

''ہاں امجد کیا پوزیشن ہے، تم لوگ گھر کو حراست میں رکھو عبدالقیوم کو واپس لانے کے لیے یہ سب بہت ضروری ہے اور ہاں ان تینوں خواتین پر کڑی نگاہ رکھنی ہے گھر سے باہر نہیں نکلنے دینا۔'' کال بند کر کے وہ پھر گاڑی ڈرائیو کررہا تھا۔ تابندہ بی گاہے بگاہے مصطفیٰ کے سپاٹ تاثرات دیکھ رہی تھیں۔ ان کے اندر اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ مصطفیٰ کو مخاطب کر پاتیں۔ وہ کچھ دیر یونہی الجھن اور کشمکش میں بیٹھی رہی تھیں اور پھر انہوں نے ایک گہرا سانس خارج کرتے سیٹ سے سر ٹکا کر آنکھیں بند کرلی تھیں۔ ان کی آنکھوں سے نمی گالوں پر بہنے لگی تو مصطفیٰ نے سنجیدگی سے انہیں دیکھا تھا۔

اس نے کچھ کہنا چاہا پھر لب بھینچ لیے تھے۔

کافی دیر بعد مصطفیٰ نے گاڑی اسپتال کے احاطے میں روکی تو تابندہ نے آنکھیں کھولی تھیں۔ مصطفیٰ نے دیکھا ان کی آنکھیں بے حد سرخ تھیں۔ ماضی سے حال تک کا سفر طے کرتے کرتے ساری سرخی جیسے ان کی آنکھوں میں سمٹ آئی تھی۔

کاش وہ بتا سکتیں کہ انہوں نے کیا کچھ برداشت کیا تھا۔ کیا کچھ سہا تھا۔ وہ خاموشی سے اتری تھیں۔ مصطفیٰ گاڑی پارک کر کے ان کے ساتھ چلتا ہوا اندر کی طرف بڑھا تھا کافی بڑا اسپتال تھا مختلف راہداریوں سے گزرتے وہ جب روم میں داخل ہوئے تو وہاں موجود لوگوں کو دیکھ کر تابندہ ایک دم ساکت ہوگئی تھیں، وہ سب بھی ان کو دیکھ کر چونک گئے تھے۔

''تابندہ......'' مہرالنساء بیگم پکاری تھیں وہ اٹھ کر تابندہ کی طرف آئی تھیں۔ انہوں نے تابندہ بی کو گلے لگایا تھا اور تابندہ بی ان کے گلے لگ کر یوں روئی تھیں گویا برسوں سے بچھڑا کسی اپنے سے مل کر روتا ہو۔

عباس اور شاہزیب بھی وہیں تھے وہ بھی حیرت زدہ تھے۔ یہ ایک دم اچانک مصطفیٰ کے ہمراہ تابندہ بی کہاں سے آگئی تھیں۔

''کیا ہوا میری بچی کو؟''

تابندہ بی نے مہرالنساء بیگم سے جدا ہوکران کو دیکھا تو وہ نظریں جھکا گئی تھیں۔ تابندہ بی عباس کے کندھے پر ہاتھ رکھے شاہزیب کوسلام کرتے شہوار کی طرف بڑھی تھیں۔ وہ ابھی بھی انجکشن کے زیراثر تھی۔

''شہوار......'' انہوں نے محبت سے شہوار کے چہرے پر ہاتھ رکھا تھا۔

''ڈاکٹر کہہ رہے تھے کہ اسے صبح تک ہوش آئے گا۔'' انہوں نے سوالیہ نظروں سے مصطفیٰ پھر مہرالنساء بیگم کو دیکھا تو انہوں نے بتایا تھا۔

شاہزیب صاحب عباس اور مصطفیٰ کو لے کر کمرے سے نکل گئے تھے۔ تابندہ بی نے پھر مہرالنساء سے پوچھا تھا جواباً انہوں نے ساری کہانی کہہ سنائی تھی۔ شہوار کا مس کیرج ہوا تھا اتنا بڑا صدمہ تھا۔ تابندہ بی کا دل غم سے پھٹنے لگا۔ انہوں نے بہت محبت اور توجہ سے شہوار کو پالا تھا۔ کبھی کوئی تکلیف نہ آنے دی تھی اور اب جب یہ خوشی مل رہی تھی تو کیسے وہ خوشی اس سے دور ہوگئی تھی۔

وہ رات ان سب کے لیے بہت اذیت ناک تھی۔

ماں جی نے عائشہ اور صبا کو کال کردی تھی، اگلی صبح صبح دونوں بہنیں آ گئی تھیں عائشہ تو ادھر ہی رہی تھی جبکہ صبا لائبہ کے پاس چلی گئی تھی صبح کے وقت شہوار کی نیند ٹوٹی تھی۔ وہ تابندہ کو دیکھ کر ساکت رہ گئی تھی۔

''امی......'' تابندہ بی نے اس کے ہاتھ کو محبت سے چوم لیا تھا۔ شہوار حیرت سے ماں کو دیکھ رہی تھی۔ اس وقت

اس کے ذہن میں کوئی اور خیال کوئی تصور نہ تھا۔
''امی آپ......؟''
''ہاں میری جان میں ہوں۔'' وہ پھر رو دی تھیں اور پہلی بار شہوار کے ذہن کو کچھ کلک ہوا تھا۔ اس نے چونک کر اطراف میں دیکھا۔ کمرے میں مہر النساء بیگم بھی تھیں لیکن کمرہ کوئی اور تھا۔ ایک دم اس کے ذہن میں کوئی جھماکا ہوا تھا۔ لائبہ کے ہاں بیٹے کی ولادت ہوئی تھی وہ کلینک میں تھی جب ایاز اور اس کے ساتھی اچانک وہاں آ دھمکے تھے اور انہوں نے اس کو دبوچ لیا تھا اور اسے زبردستی ساتھ لے گئے تھے اس نے مزاحمت کرنا چاہی تھی لیکن ایاز نے اسے بے ہوش کر دیا تھا اور پھر جب اسے ہوش آیا تھا تب وہ ایاز کے پاس تھی۔
ایاز نے اسے درندوں کی طرح پیٹنا شروع کر دیا تھا اور درد سے نڈھال ہوتے وہ زمین پر گری تھی اس کے اندر اٹھنے والے درد نے اسے بہت جلد ہواس سے بیگانہ کر دیا تھا۔ شہوار چونکی تھی۔ اس نے اطراف میں دیکھا اور پھر خود پر جھکی تابندہ کو۔
''مجھے کیا ہوا ہے؟'' وہ پریشان ہو چکی تھی۔ تابندہ بی نے نگاہ چرا کر مہر النساء کو دیکھا وہ بھی فوراً قریب آئی تھیں۔
''کچھ نہیں ہوا، بس تمہاری طبیعت کچھ خراب تھی تو اسپتال لے آئے تھے۔'' مہر النساء بیگم نے اسے ٹالنا چاہا لیکن شہوار کے چہرے کی کیفیت نہ بدلی تھی۔ اسے ڈرپ لگی ہوئی تھی اس نے اٹھنے کی کوشش کرنا چاہی تو مہر النساء بیگم نے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے اٹھنے سے منع کر دیا تھا۔
''سب ٹھیک ہے ٹینشن نہ لو۔'' شہوار نے خوفزدہ نظروں سے انہیں دیکھا انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔
''ایاز کے ٹھکانے پر مصطفیٰ نے ریڈ کیا تھا ایاز مارا گیا ہے اب سب ٹھیک ہے۔'' مہر النساء بیگم نے بتایا تو شہوار کے چہرے کی کیفیت بدلی تھی۔ اس نے آہستگی سے اپنا بایاں ہاتھ اٹھایا اور اپنے پیٹ پر رکھا تھا وہ کچھ محسوس کرنا چاہ رہی تھی لیکن کچھ سمجھ نہ آ رہی تھی پھر ایک دم اس کے چہرے کی کیفیت بدلنا شروع ہو گئی تھی۔
''دیکھو تابندہ بھی اب آ گئی ہے یہ اب کہیں نہیں جائیں گی۔'' اس بدلتی کیفیت کو دیکھتے مہر النساء بیگم نے کہا تھا۔ ساتھ تابندہ بوا کو دیکھا تو انہوں نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔
جبکہ شہوار ہر چیز سے بے نیاز ایک دم پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع ہو گئی تھی۔
مہر النساء بیگم اور تابندہ بی کے تو ہاتھ پاؤں پھولنے لگے تھے۔
''میں مصطفیٰ کو بھیجتی ہوں۔'' مہر النساء بیگم نے گھبرا کر کہا اور پھر وہ باہر چلی گئی تھیں۔ تابندہ بی شہوار کو سنبھال رہی تھیں لیکن شہوار کا رونا تھا کہ کم ہی نہیں ہو رہا تھا۔ چند سیکنڈ بعد مصطفیٰ تیزی سے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ تابندہ بی مصطفیٰ کو آتے دیکھ کر خود کمرے سے نکل گئی تھیں۔
''شہوار۔'' مصطفیٰ نے شہوار کو تھام لیا تھا۔ شہوار مصطفیٰ کے ساتھ لگ کر شدت سے روئی تھی۔ مصطفیٰ نے کچھ نہیں کہا تھا بس اسے اپنے اندر کا غبار نکالنے دیا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ اس وقت کس کیفیت سے گزر رہی ہوگی اور رو رو کر وہ تھک گئی تو مصطفیٰ سے الگ ہو کر وہ تکیے پر سر رکھ کر آنکھوں پر بازو رکھ کر لیٹ گئی تھی۔
مصطفیٰ نے اسے خاموشی سے لیٹنے دیا تھا وہ خود بھی ابھی اس سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔
کچھ دیر بعد مہر النساء بیگم اور تابندہ بی کے ساتھ ڈاکٹر بھی آ گئی تھیں۔ ڈاکٹر نے شہوار کو چیک کیا تھا۔ شہوار محض خاموش رہی تھی اس نے بس سر ہلایا تھا۔ مہر النساء بیگم اور تابندہ بی کو اس کی خاموشی سے عجیب سی وحشت ہونے لگی

تھی۔ مصطفیٰ باہر آیا تو مہر النساء بیگم بھی آ گئی تھیں۔

''شہوار اس قدر خاموش کیوں ہے، بات کیوں نہیں کررہی''

''اتنے بڑے حادثے سے وہ گزری ہے ایسے میں ایسی کیفیت ہوجانا بہت فطری سی بات ہے آپ اسے فی الحال اس کے حال پر چھوڑ دیں یہ زخم ایسا ہے کہ ایک دم نڈھال نہیں ہونے والا بہت وقت لگتا ہے۔'' مصطفیٰ کا خود ضبط سے برا حال تھا مہر النساء بیگم نے خاموشی اور افسردگی سے اسے دیکھا تھا اور وہ اپنی بات کہہ کر آگے بڑھ گیا تو مہر النساء بیگم نے بہت افسردگی اور رنجیدگی سے دوبارہ کمرے کی طرف قدم بڑھائے تھے۔

☆☆
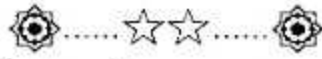
ولید آج روٹین کے خلاف صبح جلد بیدار ہوا تھا۔ وہ تیار ہوکر ناشتے کی ٹیبل پر آیا تو وہاں سبھی موجود تھے بشمول انا وقار کے۔ انا کو دیکھ کر ولید کے تیور بدلے تھے۔ جبکہ باقی سب اسے اچھی طرح تیار دیکھ کر حیران ہوئے تھے۔

''کہاں کی تیاری ہے؟'' جیسے ہی وہ نارمل انداز میں کرسی گھسیٹ کر بیٹھا تو احسن نے پوچھا تھا۔

''میں جبری چھٹیوں اور بیڈ ریسٹ سے تنگ آچکا ہوں اس لیے آج سے میں آفس جاؤں گا۔'' کمال بے نیازی سے اس نے کہا تھا جبکہ سب نے گھورا تھا۔

انا ولید کے آجانے سے شدید ڈسٹرب ہوگئی تھی۔ وہ اخبار دیکھ رہی تھی ولید کے آنے پر مکمل طور پر اخبار میں سر دے دیا تھا۔

''اتنی جلدی کیا ہے، ابھی تمہارا ٹریٹمنٹ چل رہا ہے مکمل طور پر صحت یاب ہوجاؤ تو پھر چلے جانا۔'' ضیا صاحب نے کہا تو ولید نے سنجیدگی سے باپ کو دیکھا تھا۔

''میں تنگ آچکا ہوں اس سے زیادہ فارغ گھر میں نہیں رہ سکتا اس لیے میں ضرور آفس جاؤں گا۔'' قطعی انداز تھا۔

''اوکے، ایز یو وش لیکن ڈرائیور ساتھ ہوگا تم خود گاڑی ڈرائیو نہیں کرو گے۔'' وقار صاحب نے مسکرا کر رضا مندی دے دی تھی وہ مسکرایا تھا ایک اخبار پڑھتے انا چونکی تھی۔

''اوہ نو۔'' اس کی آواز اس قدر بے اختیار تھی کہ سب نے اسے دیکھا تھا۔

''کیا ہوا؟'' اس کے بائیں طرف بیٹھی روشی نے پوچھا۔

انا نے اخبار چہرے سے ہٹایا تھا وہ کوئی خبر پڑھ رہی تھی، جوں جوں پڑھتی جارہی تھی اس کے چہرے پر تشویش کی کیفیت پیدا ہوتی جارہی تھی۔

''کوئی خاص خبر ہے کیا؟''

روشی نے پھر پوچھا تو اس نے بہت دکھ سے اسے دیکھا اور خاموشی سے اس کا موبائل اٹھا کر تیزی سے وہاں سے چلی گئی تھی۔

''اسے کیا ہوا؟'' صبوحی بیگم نے حیرت سے دیکھا تھا۔ روشی نے خاموشی سے اخبار تھام لیا وہ وہی خبر پڑھنے لگ گئی تھی جو کچھ دیر پہلے انا پڑھ رہی تھی۔

''شہر کے مشہور بزنس مین عبدالقیوم کا بیٹا ایاز عبدالقیوم گزشتہ رات پولیس ان کاؤنٹر میں مارا گیا لاش پوسٹ مارٹم کے لیے اسپتال منتقل کردی گئی ہے۔'' اس نے باآواز بلند خبر پڑھی تھی' ولید بھی چونکا تھا۔ اس نے تیزی سے روشی سے اخبار لے لیا تھا۔

باقی کی جو تفصیلات تھیں اس کو پڑھتے ہی ولید ایک دم ساکت ہوا تھا۔ روشی اٹھ کر انا کے پیچھے آئی تھی وہ تیزی

سے کوئی نمبر ملا رہی تھی لیکن دوسری طرف کوئی کال پک نہیں کر رہا تھا۔

''مصطفیٰ بھائی کے نمبر پر کال کرلو میرے موبائل میں وہ سیو ہے۔'' روشی نے کہا تو اس نے دوبارہ نمبر ڈائل کیا تھا اور پھر کچھ دیر بعد کال پک کرلی گئی تھی۔

''وعلیکم السلام کیسی ہیں؟'' دوسری طرف مصطفیٰ بہت سنجیدہ تھا۔

''میں نے ابھی نیوز پیپرز دیکھا ہے آئی کانٹ بیلوائٹ ایاز مر گیا اور شہوار وہ ٹھیک ہے نا؟''

''ہاں شہوار ٹھیک ہے۔'' مصطفیٰ کا انداز سنجیدہ تھا۔

''کون سے اسپتال میں ہیں آپ لوگ میں ابھی پہنچتی ہوں؟''

اس نے پوچھا تو جواباً مصطفیٰ نے ایڈریس سمجھا دیا تھا۔ وہ کال بند کرتے ہی کمرے کی طرف بھاگی تھی بیگ اور چادر لے کر وہ باہر آئی تو وہاں روشی اور صبوحی بھی جانے کو تیار تھیں شاید ولید بھی مصطفیٰ سے بات کر چکا تھا سو اب سب کو علم ہو چکا تھا۔

وہ چاروں ولید کے ہمراہ ہی اسپتال آئی تھیں ولید بہت خاموش تھا جبکہ انا گم صم مصطفیٰ سے مل کر سلام دعا کر کے کمرے کی طرف بڑھی تھیں تبھی اور دیگر لوگ کمرے سے نکلتی تابندہ بی کو دیکھ کر صبوحی بیگم کا پورا وجود ہل گیا تھا۔

''افشاں بھابی......''

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

تمہارے ذہن میں جو بھی ہے صاف صاف کہو
منافقت کا نشاں ہے اگر مگر کرنا
میرے مزاج کا اس میں کوئی قصور نہیں
تیرے سلوک نے لہجہ بدل دیا میرا

''ابریشمینہ جی! ایک کپ چائے مل جائے گی؟'' وہاج لیپ ٹاپ سے نظریں ہٹا کر التجائیہ انداز میں گویا تھا۔ بچوں کے دھلے کپڑے تہہ کرتے ابریشمینہ نے اس فرمائش پر تیکھی چتونوں سے وہاج شافع کو دیکھا۔

''الٰہی خیر! ایسے کیوں دیکھ رہی ہو میں نے کون سا خودکش بمبار بننے کا کہہ دیا۔'' ڈرنے کی ایکٹنگ کرتے وہ مسکراتے لبوں سے چھیڑ رہا تھا۔ مسکراہٹ نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔

''وہ ہی کہہ دیں تاکہ مجھے تو سکون آئے ایک ہی بار مرجاؤں پل پل مرنے سے تو بہتر ہے۔'' تہہ کیے ہوئے کپڑے نیچے پھینکتے آگ بگولہ ہوگئی۔ ''وہاج نے سنجیدگی سے بگڑے تیور دیکھے رسانیت سے پوچھا۔

''کیا ہوا موڈ کیوں خراب ہے؟''

''پوچھ تو آپ ایسے رہے ہیں جیسے کچھ پتا نہ ہو۔ ہزار بار بتا چکی ہوں کہ بور ہوگئی ہوں میں اس لگی بندھی زندگی سے۔'' لہجے میں زمانے بھر کی بے زاری تھی بلاوجہ آنسو بھی آنے لگے۔ لیپ ٹاپ سائیڈ پر رکھ کر وہ اس کے ہاتھ تھام کر قریب ہوگیا' سمجھ گیا تھا آج پھر بے زاری کا دورہ پڑا ہے۔

''کیا کروں' بولو علاوہ جاب کی فرمائش کے۔'' وہاج شافع سمجھ دار اور نرم دل انسان تھا۔ اس کی خواہش تھی ابریشمینہ ہمہ وقت ہنستی مسکراتی رہے جب وہ اس روپ میں سامنے آتی تھی تو وہ اسے چیئر اپ کرنے میں ناکام ہوجاتا تھا' وہ خاموشی سے آنسو بہانے لگی وہاج کے چہرے پر مزید سنجیدگی آگئی۔

''تم پاگل ہوگئی ہو کتنی بار سمجھایا ہے۔'' وہ لب چبانے لگا۔

''ٹھیک ہے کرلو جاب! میں گھر بیٹھ جاتا ہوں' بچوں کی

دیکھ بھال میں کرلوں گا۔'' نہ چاہتے ہوئے بھی وہ تلخ ہوگیا۔
''بچے ڈے کیئر......''
''قطعاً نہیں' میں اپنے بچوں کو تمہاری فضول سی خواہش پہ ڈے کیئر جیسے تجربے کی بھینٹ نہیں چڑھا سکتا۔ تم خود غرضی کا عالمی ریکارڈ بنا سکتی ہو میں نہیں۔'' بات کاٹ کر قطعی لہجے میں کہا' روتی شکل پر دل پسیج گیا تو نرمی سے ہاتھوں پر دباؤ ڈال کر سمجھانے لگا۔
''کتنی بار سمجھایا ہے' جاب کا بھوت سر سے اتار دو۔ بچے ابھی بہت چھوٹے ہیں۔ زونائشہ تو ابھی ایک سال کی ہے' سفیان پانچ سال کا ہے تم خود سوچو کیسے رہ پائیں گے بچے تمہارے بغیر خصوصاً زونی......''
''تو میں نے ماسٹرز کرنے میں جتنی محنت کی اس کا کیا فائدہ ہو رہا ہے مجھے' طرح طرح کے کورسز میں نے اس لیے کیے تھے کہ صبح سے رات دو کمروں کے اپارٹمنٹ میں دیواروں سے سر ٹکرا کے گزار دوں۔ وہاج شافع! تم تنگ نظری کا شکار ہو' تم جانتے تھے میں کیا ہوں' کیسی ہوں پھر کیوں مجھ سے شادی کی؟ پسند کر لیتے کوئی ان پڑھ گنوار جو صبح وشام چاکری کرتی تمہاری اور رکھوالی کرتی تمہارے گھر کی۔'' وہ بھڑک کر تمیز ہی بھول گئی' وہ تاسف بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ جھٹکے سے ہاتھ چھڑا کر دور ہوگئی' ایک سالہ زونائشہ ننھے ننھے قدموں سے اس تک آئی تو اسے بھی دھتکار دیا۔
''ہٹو پرے' سنبھالو اپنی اولاد کو صرف میری ذمہ داری نہیں ہیں یہ۔'' ننھی زونائشہ کو بُری طرح پکڑ کر وہاج کی طرف کیا۔
''انسان بنو!'' بیٹی کے ساتھ ایسا سلوک دیکھ کر چپ نہ رہ سکا' روتی ہوئی زونائشہ کو گود میں اٹھا لیا۔
''اگر تم سے محبت نہ کی ہوتی اور تم میری ہٹ دھرمی کی وجہ سے میری بیوی نہ بنی ہوتیں تو جاہل مردوں کی طرح دھنک کے رکھ دیتا تمہیں' دوبارہ ایسی حرکت مت کرنا۔'' وہاج کی برداشت جواب دے گئی تھی۔
زونی کو اٹھا کر باہر چلا گیا' موقع کی مناسبت سے یہی بہتر حل تھا ورنہ بات بڑھ جاتی۔ اس کا غصہ شدید ہوتا تھا مگر تھوڑی دیر کے لیے یا شاید ابریشمینہ کے معاملے میں ہی وہ حد سے زیادہ نرم واقع ہوا تھا۔ اس کی زبان درازی' بدتمیزی کو درگزر کر دیا کرتا تھا۔ گھر پر اس کی اجارہ داری تھی' گروسری سے لے کر ہر چھوٹی بڑی شے اس کی پسند سے آتی تھی' اس پر وہ شیر ہوگئی تھی۔
کچھ مزاج بھی حاکمانہ تھا' جو کہتی وہاج بجا لاتا نتیجتاً دن بہ دن اس کے اندر ہٹ دھرمی بڑھتی جا رہی تھی۔ آج اتوار تھا' ماسی کی چھٹی اور ایک دن کی صفائی ستھرائی اسے چراغ پا کر دیتی تھی۔

❁......❁......❁

وہ کوئی سونے کا چمچ لے کر پیدا ہونے والوں میں سے نہ تھی' متوسط طبقے سے تعلق رکھتی تھی۔ گھر میں چھوٹی تھی سو سب نے ہمیشہ لاڈ اٹھائے تھے جس کی وجہ سے من مانی کی عادت پڑ گئی تھی۔ چھوٹی ہونے کی وجہ سے اس نے بڑے بہن بھائی کے تجربے سے بہت سیکھا تھا۔ بہنوں کو جب میاں کے دستِ نگر دیکھتی تو اسے اچھا نہیں لگتا تھا۔ اس کے خیال میں عورت کو خود مختار ہونا چاہیے تھا' ٹکے ٹکے کے لیے میاں کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلانا چاہیے۔
تعلیم کے بعد اس نے بینک میں جاب کر لی تھی' وہاج سے پہلی ملاقات بینک میں ہی ہوئی وہ اپنی سیلری کیش کرانے آیا تھا۔ رسمی کارروائی کے بعد وہ بھول بھی گئی مگر وہاج نہ بھول پایا۔
لنچ کے لیے ابریشمینہ اور اس کی بیسٹ فرینڈ قریبی ریزورٹ آئی تھی۔ وہاج شافع کا آفس بھی قریب ہی تھا' وہ بھی اکثر وہیں لنچ کرتا تھا اتفاق تھا وہ اس سے پہلے نوٹس نہ کر پایا تھا۔ پہلی نظر میں ہی وہ اس کے حواس پر سوار ہوگئی تھی اتنی جلدی دوبارہ دیکھ کر وہ سیدھا ان کی طرف آیا' کرسی گھسیٹ کر مقابل بیٹھ گیا۔
وہ دونوں گپ شپ میں بُری طرح مگن سنگاپورین رائس انجوائے کر رہی تھیں۔ فورک ابریشمینہ کے ہاتھ

سے چھوٹ گیا' مقابل بیٹھے شخص کو اس بدتمیزی پر سخت سست سنانے کے لیے لب وا ہوئے۔

''اس غیر مہذبانہ حرکت پر معافی چاہتا ہوں' قصہ مختصر میں اپنی فیملی کو آپ کے گھر بھیجنا چاہتا ہوں۔ آپ اپنا ایڈریس بتانا پسند کریں گی؟'' اتنا بولڈ اور دوٹوک سوال..... اس کے نیم وا لب ساکت رہ گئے' تحیر سے بڑی بڑی آنکھیں مزید کشادہ ہوگئیں۔ ساتھ بیٹھی رائمہ کو اچھو لگ گیا' کولڈ ڈرنک کا سپ لے کر اس نے بے ساختہ تالی بجائی۔

''آفرین ہے اے اکیسویں صدی کے مجنوں! بہت اعلیٰ ڈائیلاگ بولا ہے آپ نے۔'' وہ ہنستے ہوئے سراہ رہی تھی' ابریشمینہ غصے سے لال دونوں کو گھور رہی تھی۔

''آپ حواس میں ہیں؟ فلرٹ کا نیا تجربہ ڈھونڈا ہے؟'' آواز دبا کر بولی تاکہ آس پاس کے لوگ متوجہ نہ ہوں۔

''فلرٹ کرنے والا کبھی اپنی فیملی کو انوالو نہیں کرتا میم! بجائے اس کے کہ میں آپ کا تعارف حاصل کروں' اظہار کروں۔ آپ سیٹ ہوجائیں تو ڈیٹ پر لے جاؤں' سوری میں اس طرح کے لڑکوں میں سے نہیں ہوں۔ پہلی نظر میں آپ اچھی لگیں' اندر گھنٹی بجی جس نے سگنل دیا کہ آپ میرے لیے بنائی گئی ہیں سو آپ سے ایڈریس کا طالب ہوں تاکہ باعزت طریقے سے آپ کی فیملی سے رابطہ کرسکوں۔''

''واہ واہ.....'' رائمہ نے ایک بار پھر سراہا' وہ مسکرادیا۔ ''پہلا بندہ دیکھا ہے جو نام' سیل نمبر' فیس بک' واٹس اپ کے بجائے ایڈریس پوچھ رہا تھا' قابل تعریف ہیں آپ۔'' رائمہ تعریف میں مگن تھی۔

''آپ شادی کے خواہش مند ہیں' ہوسکتا ہے یہ شادی شدہ ہو؟'' رائمہ نے ٹٹولنا چاہا۔

''اگر ایسا ہوتا تو میرے اندر گھنٹی نہ بجتی۔'' شوخ مسکراہٹ کے ساتھ پُر اعتبار تھا۔ بلو جینز' اسکائی بلو شرٹ میں خوبرو لگ رہا تھا۔

''اٹھو چلو۔'' پرس سے پیسے نکالتی اسے اٹھنے کو کہنے لگی۔

''دیکھیں آپ نخریلی ہیروئن کی طرح بلاوجہ فلمی سین کری ایٹ کررہی ہیں کہ میں آپ کے پیچھے خوار ہوکر ایڈریس نکالوں۔'' تیور سے جان گیا تھا وہ اسے لوز کریکٹر سمجھ رہی ہے۔

''ول یو پلیز شٹ اپ' مجھے رتی برابر آپ جیسوں پر بھروسہ نہیں' فی زمانہ فرضی ماں باپ بنانا مشکل کام نہیں۔ ہوسکتا ہے آپ کسی گینگ کے ممبر ہوں۔''

''یا اللہ۔'' وہ ہنسنا شروع ہوگیا۔ ''کتنا منفی سوچتی ہیں؟'' اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔

''آپ آخری پرنس نہیں ہیں' جسے ایڈریس نہ دیا تو میں والدین کے گھر بیٹھی بوڑھی ہوجاؤں گی۔''

''آپ کے خیالات بجا ہیں' لڑکیوں کو یوں ہی کیئر فل رہنا چاہیے۔ یہ میرا کارڈ ہے یہاں قریب ہی میرا آفس ہے' یہاں جاب کرتے مجھے چار سال ہوگئے ہیں۔ کبھی تشریف لائیں اور میرا کریکٹر سرٹیفکیٹ حاصل کرلیں' مجھے برا نہیں لگے گا۔'' والٹ سے کارڈ نکال کر بڑھایا' غصہ بھری نظر ڈال کر وہ پلٹ گئی۔ وہاج خاموشی سے نیلے دوپٹے کو دیکھتا رہا۔

''میں مدد کروں؟'' رائمہ نے اپنی خدمت پیش کی۔

''ضرور۔'' اس نے کارڈ تھمایا۔

''ابریشمینہ بہت نائس لڑکی ہے' آپ اسے سوٹ کریں گے۔ آپ کے آفس سے رابطہ کرکے میں ضرور آپ کو ابریشمینہ کا ایڈریس دے دوں گی۔'' رائمہ کو حقیقتاً وہ اچھا لگا تھا' اس کی سچائی صاف گوئی بھا گئی تھی۔

''آپ دونوں ایک دوسرے کو ڈیز رو کرتے ہیں اس لیے اپنی خدمت پیش کررہی ہوں' بچپن کی فرینڈز ہیں ہم۔ ایک دوسرے کے ہر مزاج سے واقف' آپ یہ نہ سوچیے گا کہ ہیروئن کا پتا صاف کرکے خود ہیروئن بننا چاہ رہی ہوں۔'' رائمہ نے اپنی پوزیشن کلیئر کی۔

''ڈونٹ وری' بندے کی پہچان ہے مجھے۔'' وہ مشکور تھا ورنہ جو تاثر وہ دے گئی تھی اس پر امید نہ تھی کہ وہ اسے سیریس بھی لے گی۔

''ابریشمینہ نام ہے ان کا؟'' وہ معصومیت سے پوچھ رہا تھا' رائمہ کا ہنستے ہنستے بُرا حال تھا۔

''کس سیارے سے تعلق ہے بھائی تمہارا' نام تک پتا نہیں اور رشتہ بھیجنے کی بات کررہے ہو۔'' وہ بھی مسکرادیا۔

''نام کیا ہے' انسان کا لباس جب شخصیت سحرانگیز ہو تو لباس ٹاٹ کا ہی کیوں نہ ہو کوئی فرق نہیں پڑتا۔''

''اوہو فلسفہ بھی بولتے ہیں ویل سیڈ! میں چلوں ورنہ بہت سنائے گی مجھے۔'' رائمہ سراہتے ہوئے پرس اٹھا کر چل دی۔

❀.......❀.......❀

''ویسے یار! وہاج شافع بہت اچھا بندہ ہے۔'' رائمہ اس کے کاؤنٹر تک آئی۔

''کون وہاج شافع؟'' وہ کنزیومر کا اکاؤنٹ فارم کی تفصیلات سسٹم پر سیو کررہی تھی۔ سارا دھیان اسکرین کی طرف تھا' رائمہ نے چائے کا مگ اس کے سامنے رکھ دیا اور اپنا مگ لے کر نیازی صاحب کی خالی چیئر پر بیٹھ گئی وہ نماز کے لیے گئے ہوئے تھے۔

''تمہارا مجنوں!''

''اس طرح کی بکواس کرنی ہے تو برائے مہربانی آپ اپنے کاؤنٹر پر جاسکتی ہیں۔'' گردن موڑ کر رائمہ کو راہ دکھائی' تقریباً روز ہی رائمہ اس کا ذکر لے بیٹھتی تھی وہ پہلو تہی کررہی تھی۔ رائمہ کی زبانی ہی اس کا نام پتا چلا تھا۔ ملٹی نیشنل کمپنی میں اچھی پوسٹ پر تھا' پانچ بہن بھائی میں چوتھا نمبر تھا یہ ساری معلومات اسے رائمہ نے پہنچائی تھی۔

''آؤٹ ڈور کا نوید ہے نا' میں نے اس سے بھی معلومات نکلوائی ہیں وہ وہاج کو جانتا ہے۔ میں اس کے ساتھ گئی تھی وہاج کے آفس' بندہ فراڈ نہیں ہے بلکہ اس نے سنجیدگی سے مجھے اپنے گھر کا ایڈریس بھی دیا ہے کہ میں مزید تسلی کرلوں۔'' رائمہ نے مشن کی تفصیل گوش گزار کیں' وہ اسکرین سے نظریں ہٹا کر گھورنے لگی۔

''تمہیں کس نے کہا ہے مدر ٹریسا بننے کو؟''

''بھئی ہم تو اسی مقولے پر جیتے ہیں کر بھلا ہو بھلا۔'' رائمہ نے چائے ختم کی۔

''لنچ کا کیا پلان ہے؟'' وہ جاننا چاہتی تھی۔ اس دن کے بعد سے وہ لنچ کے لیے باہر نہیں گئی تھی۔

''آرڈر کردو۔'' وہ دوبارہ کام میں لگ گئی۔

''یہاں مزا نہیں آتا باہر چلتے ہیں۔'' پیپر ویٹ گھماتے نظریں جمائے بیٹھی تھی۔

''تمہیں جانا ہے جاؤ' میرا موڈ نہیں ہے۔''

''وہاج شافع کے خوف سے کب تک باہر نہیں جاؤ گی۔'' رائمہ وہاج سے متعلق اس کے خیالات بدلنا چاہتی تھی۔

''مجھے اس طرح کے لوگوں پر ذرہ برابر بھروسہ نہیں ہے' باہر نہ جانے کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں کوئی سین کری ایٹ کرنا نہیں چاہتی۔ یہاں میری عزت ہے میں اپنے متعلق لوگوں کو بکواس کرنے کا موقع نہیں دینا چاہتی۔'' وہ بہت ریزرو اور سلجھی طبیعت کی حامل تھی۔ ہر دم امیج کے متعلق سوچتی تھی اس نے آج تک عبایا نہیں لیا تھا' حجاب نہیں کرتی تھی مگر تین گز کا دوپٹا سلیقے سے لیتی تھی۔ جدید تراش خراش' دھاگوں اور نگوں سے مزین فٹنگ عبایا سے اس کی نارمل فٹنگ شرٹ ہزار درجہ بہتر تھی۔ کالج لائف میں رائمہ کو عبایا کا بھوت چڑھا تو اس نے اسے بھی کنونس کیا۔

''میں حجاب نہیں لوں گی کیونکہ حجاب' عبایا لے کر بندے کو یہ احساس ہوتا ہے کہ مجھے کون دیکھ رہا ہے' کون پہچانے گا جو دل چاہے کروں۔ چہرہ کھلا رہتا ہے تو مجھے احساس ہوتا ہے کہ ہزاروں لوگ مجھے پہچانیں گے۔ میں غیر اخلاقی سرگرمی نہ کروں' عبایا کو ہم نے صرف مجبوری بنایا ہوا ہے' بازار جانا ہے' ہسپتال جانا ہے کپڑے ڈھنگ کے نہیں تو عبایا کا سہارا لے لو۔ ہاں جہاں کپڑوں کی نمائش ہو' شادی یا کوئی تقریب ہو وہاں بے حجاب' بے پردہ دعوت گناہ دو۔ کم سے کم میں ایسی دہری شخصیت کی نہیں بن سکتی۔ میں یہ نہیں کہہ رہی کہ

کبھی پردہ نہیں کروں گی اللہ مجھے توفیق دے کہ میں شرعی پردہ کروں جو موقع کی مناسبت سے نہیں ہر نامحرم سے ہو، پردہ کے نام پہ ڈھکوسلہ نہ ہو۔'' اس نے مفصل تقریر جھاڑی، رائمہ کے دل کو اس کی بات لگی اس کے ان ہی خیالات کو مدنظر رکھے رائمہ وہاج کی فیور کررہی تھی۔

''ناحق بے چارے کے لیے منفی سوچ رہی ہو وہ کوئی سڑک چھاپ لوفر نہیں ہے جو مکھی کی طرح تمہیں دیکھتے ہی بھنبھناتے قریب آجائے گا۔ ڈیسنٹ بندہ ہے، تمہیں سوٹ کرتا ہے میں جلد ہی آؤں گی گھر آنٹی سے بات کرنے انہوں نے ہاں کردی تو وہاج کو ایڈریس دے دوں گی۔'' رائمہ بات کی پکی تھی۔

''تمہیں کیا کمیشن دے رہا ہے جو روز وکالت کرنے کھڑی ہوجاتی ہو۔'' چڑ گئی۔

''تمہیں کیا ساری زندگی اماں ابا کے گھر ڈیرا ڈالے رہنا ہے یہری پر پھر آتے ہیں وہاج کے پرپوزل کو بھی نارمل لو۔'' رائمہ کے ہاتھ نچا نچا کر بولنے پر اسے ہنسی آگئی۔

❀.......❀.......❀

سندس آپی آئی ہوئی تھیں، ایک سال ہوا تھا ان کی شادی کو ان دنوں وہ امید سے تھیں۔ زردی اور تھکاوٹ چہرے سے عیاں تھی، احوال پوچھنے کی دیر تھی وہ دکھڑا رونے لگیں۔

''کیا بتاؤں، جب سے شادی ہوئی ہے ایک دن سکون کا نہ ملا۔ ساس سسر کی خدمت کرتے رہو، جٹھانیوں، دیورانیوں کے منہ کے بگڑتے زاویے دیکھتے رہو۔ نندوں کی دعوت کرکر کے گھس گئی ہوں، حالت نہیں دیکھ رہی ہو میری۔'' انہوں نے ہمدردی بٹورنی چاہی۔

''آپ اویس بھائی سے کہیں وہ الگ گھر لے لیں، آپ کے لیے۔'' اسے بہن پر ترس آنے لگا، سندس تمسخر سے ہنسی۔

''اویس کون سا مل اونر کی اولاد ہے، چند ہزار کی تنخواہ میں الگ ہوکر کہاں گزارا ہوگا۔ ابھی دیور، جیٹھ اور اویس کی کمائی میں گزارا نہیں ہوپاتا۔ سسر کی پنشن بھی کھپ جاتی ہے میری ساس کی ہمت ہے جو گھر چلاتی ہیں۔ درجن بھر تو بچے ہیں گھر میں، ایک وقت میں تین کلو آٹا گوندھ کر روٹی پکاتی ہوں۔''

''اُف......'' سندس کی منظر کشی پر اسے جھرجھری آگئی۔

''آپ اپنا تو خیال رکھیں، زردی مائل رنگت ہوگئی ہے۔'' وہ متفکر تھی۔

''کیا بولوں یار! یہاں تو روز مرغی، مچھلی کھاتی تھی وہاں ہفتے میں ایک دن گوشت پکتا ہے باقی کے دن گھاس پھوس کھاتے رہو۔'' سندس کچھ زیادہ نالاں نظر آرہی تھی۔

''میاں کی کم مائیگی کا ڈھول نہیں پیٹتے، سبزی ویسے بھی صحت کے لیے بہت اچھی ہے، صابر بنو۔ آج اویس کے حالات اچھے نہیں تو کیا ہوا کل ہوجائیں گے۔ کھانے پینے کے علاوہ بھی زندگی ہے رہ گئی سسرالیوں کی خدمت کی بات، کام تو تم یہاں بھی کرتی تھیں۔ تمہارے والد بھی کوئی مل اونر پیدا نہیں ہوئے تھے، فرق یہ ہے کہ کسی کے مسائل کم کسی کے زیادہ ہوتے ہیں۔ اویس کی کامیابیوں کے لیے دعا کیا کرو، یوں ڈھنڈورا پیٹ کر اسے تماشہ نہ بناؤ۔'' قدسیہ بیگم بھی آگئی تھیں، انہوں نے سندس کی ساری باتیں سن لی تھیں۔

''لیکن امی! آپی کی صحت......؟'' سندس چپکی رہ گئی، ابریشمینہ نے بہن کی سائیڈ لینے کی کوشش کی۔ ''یہ وقتی کیفیت ہے تخلیق کا عمل آسان نہیں ہے خیر سے جب اس کی اولاد ہوجائے گی تو سب روپ رنگ ٹھیک ہوجائے گا۔'' وہ چپ ہوگئی، سندس اپنی جگہ چور بن گئی، صبح ہی قدسیہ بیگم نے اسے قناعت صبر و شکر کا درس دیا تھا جب یہ تمام باتیں اس نے ان سے کی تھیں۔

''اچھی بیوی کا پتا غربت میں ہی چلتا ہے، آج اس وقت کو خوش اسلوبی سے گزار لوگی تو کل شوہر تمہارے گن گائے گا۔'' قدسیہ بیگم بول رہی تھیں۔

''جب مردوں کی اوقات نہیں ہوتی ہے اچھا

کھلانے، پہنانے اور گھمانے کی تو وہ شادی ہی کیوں کرتے ہیں؟'' ابریشمینہ کو غصہ تھا جس کا اس نے اظہار بھی کردیا، اٹھ کر اندر چلی گئی۔ قدسیہ بیگم نے سندس کو سخت نظروں سے دیکھا۔

''تم لوگوں کو اللہ جانے کب عقل آئے گی، پتا نہیں میری پرورش میں کیا کسر رہ گئی۔'' قدسیہ بیگم صابر شاکر خاتون تھیں، زر، زمین کی ہوس سے کوسوں دور تھیں۔ اولاد ان کے برعکس تھی۔

''اپنے حالات کا رونا رو رو کر تم بہنوں نے اسے مردوں سے متنفر کردیا ہے، جانے اپنی شادی شدہ زندگی میں وہ کیا کرے گی۔''

''جب میں بیاہ کر آئی تو تمہارے ابا کے پاس اپنا گھر نہیں تھا۔ میری سسرال بھی لمبی چوڑی تھی۔ نندوں، دیور، جیٹھوں کی خدمت بہن بھائی سمجھ کر کرتی تھی۔ اس لیے نہ کبھی جھنجلاہٹ ہوئی نہ لڑائی، سب کی شادی ہوگئی تو ساس نے الگ کردیا کہ سب اپنا اپنا دیکھو۔ تمہارے ابا کی آمدنی قلیل تھی، میں نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ سلائی کڑھائی کی، زیادہ پڑھی لکھی نہیں تھی مگر قرآن شریف پڑھا تھا، بچوں، عورتوں کو قرآن پڑھانے لگی جو آمدنی ہوجاتی تھی اسے گھر پر خرچ کرنے لگی، کچھ پس انداز رکھتی۔ تھوڑی رقم ہوگئی تو تمہارے ابا کو دے دی کہ کوئی اپنا کام کریں، انہیں مردوں کے کپڑے سینے میں کمال حاصل تھا انہوں نے اپنی مشین لگالی۔ دن رات کام کرنے لگے، میں بھی ان کا ہاتھ بٹانے لگی، ہم نے دوسری مشین لے لی۔ وہ میں چلاتی تھی، اسی دوران تم لوگوں کی پیدائش بھی عمل میں آتی رہی۔

روحان اسکول جانے لگا تو اپنی کتنی ہی ضرورتوں کو ہم نے پس پشت ڈال دیا، ہم نے یہ ہی سوچا تھا بھلے کچھ بھی ہو بچوں کو اچھی تعلیم دینی ہے اور دیکھ لو ماشاء اللہ وہ دبئی میں اپنا کاروبار کررہا ہے۔ تم بہنوں نے ماسٹرز کیا جو خاندان میں ایک مثال ہے۔

جو سفر ہم نے ایک مشین سے شروع کیا تھا آج وہ فیکٹری کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ سب ٹھیک ہوجاتا ہے بس صبر و تحمل سے یہ وقت گزار لو۔'' قدسیہ بیگم بیٹی کی زودرنجی کم کرنا چاہ رہی تھیں، اس لیے حالات دہرائے، خاطر خواہ اثر بھی ہوا۔

''میں شرمندہ ہوں، کوشش کروں گی آئندہ آپ کو شکایت نہ ہو۔'' سندس کے دل کو ان کی بات لگی۔

''اویس تمہارا خیال رکھتا ہے نا؟'' وہ ممتا کے ہاتھوں مجبور تھیں۔

''جی اویس بہت خیال رکھتے ہیں، گھر میں سبزی پکی ہو تو باہر سے کھانا لاکر دیتے ہیں۔'' سچائی بیان کرنے لگی۔

''بس پھر اور کیا چاہیے، احساس کرنے والا شوہر خیال رکھے تو دولت مند شوہر سے بہتر ہے جو بیوی کی طرف دیکھتے بھی نہیں۔ پیسے دے کر سمجھتے ہیں ان کی ذمہ داری پوری ہوگئی۔'' قدسیہ بیگم سمجھ دار خاتون تھیں، انہوں نے زندگی کو اس کے اصل رنگ کے ساتھ جانچا اور پرکھا تھا۔

❀ ✿ ❀

اتوار کا دن تھا، سندس تو رکی ہوئی تھی باقی چاروں بھی آگئیں تو گھر میں رونق ہوگئی۔ وہ چھ بہنیں تھیں، ان کا ایک بھائی روحان تھا جو بہنوں سے بڑا تھا۔ پچھلے آٹھ سال سے دبئی میں بزنس کررہا تھا، اس نے شادی نہیں کی تھی۔ وہ پہلے بہنوں کے فرض سے سبکدوش ہونا چاہتا تھا، اب صرف ابریشمینہ رہ گئی تھی۔

وہ سب دوپہر کے کھانے کی تیاری میں لگی ہوئی تھیں، رائمہ کی آمد ہوئی۔ ابریشمینہ کے لب بھینچ گئے وہ جان گئی رائمہ کس مقصد سے آئی ہے۔

''بہت صحیح وقت پر آئی ہوں، سب موجود ہیں۔'' وہ چہک کر لاؤنج میں بیٹھ گئی، بچپن سے آنا جانا تھا۔

''شرمین آپی کیا پکارہی ہیں، قسم سے آپ کے ہاتھ کے دہی چکن بہت یاد آتے ہیں۔''

''یہ تو ہے ہی ازلی بھوکی۔'' ابریشمینہ نے چڑایا۔

"ارے ایسے تو نہ بولو میں بنادیتی ہوں۔" شرمین نے ہامی بھرلی۔

"جیو رائمہ! میرا بھی دل چاہ رہا تھا دہی چکن کھانے کو۔" ماہ جبیں نے ندیدا پن دکھایا۔

"ازلی کام چور خود بھی کچن میں آ کر کچھ پکا کر کھلا دیا کرو ہر بار آپی ہی پکاتی ہیں۔" ماہ جبیں سے چھوٹی کہکشاں نے شرمندہ کرنا چاہا۔

"لیکن کہکشاں یار! سوچنے کی بات ہے یہ کیا پکا کر کھلائیں گی؟ جلے کباب، گیلی بریانی......؟" سندس نے بھی ماہ جبیں کی ٹانگ کھینچی، اس نے کشن سندس کے دے مارا۔

"اب نہیں جلتے میرے کھانے نہ خراب ہوتے ہیں یوں ہی بدنام کررکھا ہے۔" ماہ جبیں کھسیا کر بولی۔

"ہاں سارے تجربے ہم پہ جو کیے ہیں خرم بھائی کو تو ہمیں دعائیں دینی چاہیے۔" ابریشمینہ بھی میدان میں آئی۔

"امی......" ماہ جبیں نے سپورٹ کے لیے قدسیہ بیگم کو پکارا سب کو اس پر ترس آ گیا۔ رحمان صاحب بھی پُرتکلف لنچ میں شامل تھے پھر دوست کی طرف نکل گئے۔

"اگر تم نے وہاج سے متعلق کوئی بکواس کی تو جان سے ماردوں گی۔" چائے نکالتی ابریشمینہ رائمہ کو وارن کررہی تھی۔

"سوری مائے ڈیئر! میں تمہاری ایک نہیں سنوں گی، میں آئی ہی اس مقصد سے ہوں وہاج سے وعدہ کیا ہے کہ آج اسے فائنل جواب دوں گی۔" رائمہ نے ہری جھنڈی دکھائی۔

"چمچہ گیری کوئی تم سے سیکھے۔" بلبلاگئی۔

"کون، کس کی چمچہ گیری کررہا ہے بھئی؟" کہکشاں بیٹے کا فیڈر دھونے آئی تھی۔

"باہر چلیں، گرما گرم چائے کے ساتھ گرما گرم نیوز بریک کرنے والی ہوں۔" رائمہ نے چہک کر آتش شوق کو بھڑکایا۔

"اف جلدی بولو مجھ سے سسپنس ہضم نہیں ہورہا۔" فیڈر رکھ کر کہکشاں اس کے سر ہوگئی۔

"فالومی۔" رائمہ چائے کی ٹرے اٹھا کر باہر نکلنے لگی، کہکشاں بھی ساتھ ہولی۔

"آپی فیڈر......"

"ارے رہنے دو بعد میں......" اس کے اتاولے پن پر سر ہلا کر وہ فیڈر دھونے لگی۔ رائمہ جو بات کرنے والی تھی اس پر وہ سب کے سامنے جاتے گھبراہٹ کا شکار تھی، کہیں سب یہ نہ سمجھیں وہاج سے روابط ہیں اور میں نے رائمہ کو کہا ہے یہ سب کرنے کو...... وہ اپنے امیج کو لے کر اتنی سنجیدہ تھی کہ ایسا سوچنے سے خود کو روک نہ پائی۔ اندر سب اپنے تھے اور ایسے تھے جو اس کے جھوٹ کو بھی سچ مانتے، کشمالہ کی چیخ اسے کچن تک سنائی دے رہی تھی وہ بھی لاؤنج کی طرف آ گئی۔

"مائے گاڈ! شینا واقعی ایسا ہی ہوا تھا جیسا رائمہ کہہ رہی ہے۔ پہلی نظر میں پرپوز...... واؤ کیا بندہ ہے۔ امی جلدی بلائیں ان لوگوں کو مجھے وہاج سے ملنے کا بہت اشتیاق ہورہا ہے۔" کشمالہ بہت ایکسائیٹڈ ہورہی تھی وہ سندس کے پاس بیٹھ گئی۔

"اسے تو رہنے دیں یہ تو ڈر کے مارے باہر ہی نہیں نکل رہی ہے۔" رائمہ مسلسل چڑا رہی تھی۔

"امی آپ کا کیا کہنا ہے؟" شرمین نے قدسیہ بیگم کی خاموشی پر سوال کیا۔

"بلا لیتے ہیں ان کی فیملی کو جہاں بہت سے رشتے آتے ہیں ایک یہ بھی صحیح۔" سب سر ہلانے لگے۔

❀......❀......❀

وہاج شافع دو بھائی اور چار بہنیں تھیں، بڑی دو بہنوں کی شادی ہوچکی تھی بڑا بھائی شادی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس سے چھوٹی دو بہنیں تھیں جن کے رشتوں کی تلاش جاری تھی۔ رائمہ کے گرین سگنل کے بعد اس نے گھر میں شادی کی بات کی تو سب کو سانپ سونگھ گیا ماں اور بہنوں کے منہ بن گئے۔

"بڑی جلدی ہے پہلے بڑے بھائی کی تو ہولینے

دو۔'' بڑی بہن نے ناگواری کا اظہار کیا۔
''بھائی کو کسی نے روکا نہیں ہے ان کا ابھی ارادہ نہیں ہے تو کوئی زبردستی ان کی شادی تو نہیں کراسکتا جب میں کرنا چاہ رہا ہوں تو پھر یہ ناگواری کیوں؟'' وہ اپنی بات کا پکا تھا۔
''پہلے بہنوں کی ہو لینے دیتے۔'' دوسری بہن بھی میدان میں کودی کل تک جو بہنیں اس کے واری صدقے جاتی تھیں آج صرف شادی کے ذکر سے ان کے اصل چہرے سامنے آگئے تھے۔ سچ ہے اپنوں کے ساتھ وقت کا پتا نہیں چلتا مگر وقت کے ساتھ اپنوں کا پتا ضرور چل جاتا ہے' وہاج بھی سمجھ گیا تھا۔
''میری شادی سے بہنوں کی شادی کا کیا تعلق؟ شادی کے بعد میرا بہنوں سے رشتہ ختم تو نہیں ہوگا یا پھر میری بیوی کی خواہش ہوگی ان کی شادی نہ ہو ہماری چاکری کرتی رہیں'' ان کی خود غرضی پر غصہ آ گیا۔
ماں بہنیں دل کی باتیں وہاج کی زبانی سن کر چور سی ہوگئیں' اس کی بہنیں روایتی نندیں تھیں جن سے بھابی نام کی مخلوق ہضم نہیں ہوتی۔
اب اس نے سوچا تو اس پر کھلا' دونوں شادی شدہ بہنیں ہفتے میں دو دن تو یہاں گزارتی تھیں بمع میاں اور بچوں کے۔ چھوٹی بہنیں بھی روز ان کے گھر کچھ نہ کچھ پکا کر بھیجتی تھیں سلطنت میں کسی اور کی آمد قبول نہیں تھی۔
''اس لڑکی کے ساتھ گھومتے پھرتے بھی رہے ہو؟'' کافی دیر سے خاموش ماں نے لب کشائی کی تو وہ چراغ پا ہوگیا۔
''آپ میری طبیعت سے آگاہ ہیں پھر ایسا سوال' میں نے سنجیدگی سے گوش گزار کیا ہے جہاں وہ بینکر ہے ہماری کمپنی کی اکاؤنٹس ہیں پہلی بار ملاقات ہوئی تھی میں نے ایڈریس مانگا مگر اس نے نہیں دیا۔ اس کی دوست نے بہت ساتھ دیا اور آپ......'' اسے کردار کشی اچھی نہیں لگی۔
''جاب کرنے والی لڑکیاں ہوتی بڑی چلتر ہیں۔''
چھوٹی بہن نمرا نے لب کشائی کی۔
''شٹ اپ نمرا!'' دہاڑا تو چیکی رہ گئی' اس کے غصے سے جان نکلتی تھی۔
''اگر ابریشمینہ کی کسی نے بے عزتی کی تو مجھ سے رشتہ ختم سمجھیں۔'' کمرے میں طائرانہ نگاہ ڈالی۔
''ہمارے گھر میں سب کی لو میرج ہوئی ہے' سب کے منگیتر کچن میں گھسے رہتے تھے تب آپ نے اعتراض نہ کیا۔ آج آپ کو بہت برا لگ رہا ہے۔ داماد بیٹے کے آگے دم ہلائے تو بہت اچھا لگتا ہے' بیٹا بہو کی طرفداری بھی کرے تو غلام کہلاتا ہے۔ بہت ڈپلومیٹ سوچ ہے آپ لوگوں کی...... خیر اس سنڈے آپ لوگ جارہے ہیں ابریشمینہ کے گھر' ہاں کرکے ہی آئیں گے۔ کسی نے لب کشائی کی یا ان لوگوں کی ذرا بھی بے عزتی کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔'' اپنی بات پوری کرکے وہ رکا نہیں کمرے سے نکل گیا' پیچھے ماں اور بہنیں کافی دیر تک بولتی رہیں۔
''ایسی کیا توپ چیز ہے جو آپے سے باہر ہورہا ہے۔'' نرگس کو اس کا انداز ہضم نہیں ہو پارہا تھا۔
''یہ بڑا بھائی نہیں وہاج شافع ہے ذرا گڑبڑ کی تو گھر میں طوفان آئے گا۔'' تنزیلہ نے کسی پلان سے باز رہنے کا سندیسہ دیا۔
''وہاج شافع بہت اچھا بھائی تھا' بڑا بھائی ابرار لیے دیئے انداز میں رہتا تھا۔ بہن بھائی سب وہاج کے عادی تھے' پک اینڈ ڈراپ کی ذمہ داری اٹھالیتا تھا۔ ان کی آمد پر آئس کریم' فالودہ بچوں کی فرمائش پوری کرنا معمول کا حصہ تھا مگر اب جو روپ تھا وہ یکسر مختلف تھا۔ وہ خود غرضی سے سوچ رہی تھیں ماں بہنوں کی خواہش تھی وہاج ابھی شادی نہ کرے اسے اس اقدام سے روکنے کے لیے انہوں نے حیات صاحب اور ابرار کو بھی شامل کیا۔
''مجھے ابھی شادی نہیں کرنی جو کچھ آپ لوگوں نے میرے ساتھ کیا' وہاج کے ساتھ نہ دہرائیں۔ آپ

لوگوں کو کیا اعتراض ہے؟'' ابرار نے الٹا انہیں آئینہ دکھایا' حیات صاحب بھی ہم نوا تھے۔ وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گئیں۔

❀.......❀.......❀

وہاج کی والدہ اور بہنیں آئی بیٹھی تھیں' ابریشمینہ انہیں پسند آئی تھی ان کے ساتھ پھل اور مٹھائی کے ٹوکرے دیکھ کر قدسیہ بیگم کچھ پریشان ہوگئی تھیں۔

''ہماری طرف سے رشتہ پکا سمجھیں۔'' سلطانہ بیگم نے ہزار کے کئی نوٹ ابریشمینہ کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔

''پہلی بار میں یہ......'' قدسیہ بیگم ہچکچائیں۔

''ہمیں آپ کی بیٹی بہت پسند آئی ہے' کل بھی یہ کام ہونا ہے آج ہی سہی۔'' سلطانہ بیگم لہجے میں چاشنی گھول کر بول رہی تھیں ویسے بھی انہیں ابریشمینہ اور اس کی فیملی پسند آئی تھی۔

''پیسے والی ہے' گھر تو شاندار ہے۔'' نرگس نمرا کے کان میں گھسی ہوئی تھی۔ وہاج کو دیکھنے کا مرحلہ بھی طے ہوا' سب کو جوڑی بہت پسند آئی۔

❀.......❀.......❀

آج ان کی منگنی تھی' تقریب ابریشمینہ کے گھر میں تھی۔ وہاج اور اس کی فیملی چند عزیزوں کے ساتھ آچکے تھے۔

''جان چھوڑ دو میری اور کتنا پینٹ کرو گی؟'' بجی سنوری ابریشمینہ نے رائمہ کو پیچھے دھکیلا۔

''دیکھو تو ذرا میرے اسٹروکس نے کتنا حسین بنادیا ہے۔'' رائمہ نے شیشے کی طرف اشارہ کیا' وہ بے حد حسین لگ رہی تھی۔

''تم نے بارات کی دلہن بنادیا' اتنا میک اپ میں نے زندگی میں نہیں کیا' لپ اسٹک لائٹ کرنے کے لیے اس نے ٹشو اٹھایا۔

''خبردار جو کوئی کاریگری کی۔'' ٹشو چھین کر رائمہ نے وارن کیا' کہکشاں اور کشمالہ چلی آئیں۔

''ماشاء اللہ بہت حسین لگ رہی ہو' رائمہ تم بینک میں کیا کررہی ہو پارلر چلاؤ یار!'' کشمالہ نے تعریف کی تو وہ اترانے لگی۔

ڈیزائنر کے وائٹ سوٹ میں وہ پری ہی لگ رہی تھی سب وہاج کو داد دے رہے تھے سوٹ دیکھ کر سب نے منہ بنایا تھا۔

''وائٹ کون پہنتا ہے منگنی میں' پنک کلر چلتا ہے۔'' تینوں نے ناک منہ چڑھایا تھا' انہیں یہ بھی کھل رہا تھا ساری شاپنگ وہ خود کررہا تھا۔

''یہ ہی سوچ تو بدلنی ہے' رنگ انسانوں سے ہیں وقت وحالات اور مواقع سے نہیں۔''

آج ابریشمینہ کا روپ دیکھ کر سب سراہ رہے تھے' وائٹ ہی کرتا پاجامہ وہاج نے بھی زیب تن کیا تھا۔ یہ ان کی دوسری باضابطہ ملاقات تھی۔ ریزوٹ کے بعد آج وہ اس کے روبرو تھی۔ بینک میں سامنا ہوا تھا مگر فارمل' نہ وہاج نے چھچھور پن دکھایا نہ اسے شکایت کا موقع ملا۔

''کیوں محترمہ اب تو آپ کو بھروسہ ہوگیا نہ مجھ پر' میں کسی گینگ کا رکن نہیں ہوں؟'' رنگ پہنا کر شوخی سے پوچھ رہا تھا' اس کی مسکراہٹ بے ساختہ تھی۔

''اندازہ نہیں تھا سفید رنگ آپ پر اس قدر بھی اچھا لگ سکتا ہے۔'' سرگوشی پر اس کا سر جھکتا چلا جارہا تھا۔

''کشمالہ آپی نے آپ کا نمبر دے دیا ہے' اجازت ہو تو بندہ کال کرسکتا ہے؟'' وہ شرارتی ہورہا تھا۔

''اجازت ہے۔'' اس نے دھیرے سے کہا تھا۔

ابریشمینہ پرسکون تھی جو کچھ اس نے کہا' باعزت طریقے سے پورا کیا تھا۔ وہاج کی ثابت قدمی نے اسے معترف کردیا تھا۔ چاہے جانا کسے برا لگتا ہے اور جب کوئی اصرار سے زندگی میں شامل کرنا چاہے تو کوئی کیوں انکار کرے۔

❀.......❀.......❀

نکاح کی تقریب سادہ تھی' رخصتی سال بعد تھی۔ وہاج شافع تیز رفتار آندھی کی طرح اس کی زندگی میں آیا تھا اس کی پسند نہ پسند وہاج کو ازبر ہوگئی تھی۔ ابریشمینہ کے

لیے آئے دن تحفے خرید کر گفٹ کرتا رہتا' خود سے زیادہ اس کے لیے فکر مند رہتا۔

رخصتی کے لیے ایک سال کا وقت لیا تھا' اپنی فیملی کے رویے کو دیکھ کر اس نے یہ ٹائم پریڈ سیٹ کیا تھا' وہ شادی کے بعد الگ رہنا چاہتا تھا اس نے گھر والوں کو اپنے خیالات سے آگاہ بھی کردیا تھا۔

''میں چین سے زندگی گزارنا چاہتا ہوں' آپ لوگوں کے خیالات شینا کے بارے میں جان چکا ہوں' بیوی بننے سے پہلے اس کی عزت مجھ پر فرض ہے۔ میں اسے آپ لوگوں کے طعنے تشنوں سے دور رکھنا چاہتا ہوں' آپ لوگوں کے قریب ہی رہوں گا جب دل چاہے ہمارے گھر آجائیں۔ ہم بھی آئیں گے یہاں رہ کر میں چکی کے دو پاٹوں میں پس کر اپنی زندگی روز روز کی تو تو میں میں سے جہنم نہیں بنانا چاہتا۔ شادی صرف اس لیے نہیں کی جاتی کہ لڑکی کا امتحان لیا جائے' کم از کم میں ایسا نہیں کروں گا۔ آپ لوگ میری ذمہ داری ہیں جتنا میں ابھی کررہا ہوں اتنا بعد میں بھی کرتا رہوں گا۔''

ماں کے چراغ پا ہونے پر رسانیت سے سب کے سامنے گوش گزار کیا۔

ابرار سراہتی نظروں سے دیکھ رہا تھا' بہت پہلے اسے ایک لڑکی سے محبت ہوئی تھی وہ کرسچن تھی۔ ماں بہنوں نے سنا تو وہ لتے لیے کہ اس کی محبت اندر کہیں دفن ہوگئی۔ اس لڑکی کی شادی ہوگئی مگر وہ آج تک دل کے مزار پر چادر چڑھا رہا تھا' ایسے میں وہاج کی باتیں اور فیصلہ اسے اچھا لگ رہا تھا۔ قوت فیصلہ کی جو کمی اس میں تھی اس سے مالا مال تھا جس کی اسے خوشی تھی۔

❀ ❀ ❀

ایک سال پلک جھپکتے گزر گیا' وہ رخصت ہوکر دو کمروں کے اپارٹمنٹ میں آگئی' گھر کرائے کا تھا۔ وہاج شافع نے کوئی بہت لمبے چوڑے ڈائیلاگ نہیں جھاڑے تھے۔ خواب نہیں دکھائے تھے مگر اس سے کہیں زیادہ اس کا خیال رکھا تھا۔ ہر کام اس کی پسند ناپسند کو مدنظر رکھ کر کرنا' کہتے ہیں شادی کے بعد لڑکی کو سسرال اور میاں کے رنگ میں رنگنا پڑتا ہے۔

ابریشمینہ کی خوش قسمتی تھی کہ وہاج اس کے رنگ میں رنگ رہا تھا۔ سسرالیوں سے ملاقات ہوتی رہتی تھی سب ہی محبت سے ملتے تھے یا پھر دکھاوا کرتے تھے۔

شادی کو سال بھی نہیں ہوا تھا کہ سفیان کی آمد ہوئی' دونوں کی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا۔ وہاج کے آفس جانے کے بعد سارا دن سفیان کے ساتھ گزرتا۔ اس کی سہولت کے لیے ماسی کا انتظام بھی تھا' کوکنگ کرکے وہ فارغ رہتی تھی۔

رفتہ رفتہ اس کی فطرت میں چڑچڑاہٹ آنے لگی وہ خود کو قیدی تصور کرنے لگی۔ سفیان چھوٹا تھا جس کی وجہ سے وہ زیادہ تر گھر میں ہی رہتی تھی۔ سنڈے کو وہاج اسے گھمانے پھرانے اور ڈنر کے لیے لے جاتا تھا' اکیلے کہیں جا نہیں سکتی تھی کہ سفیان کو گود میں اٹھا کر کہیں جانا مشکل مرحلہ تھا۔

کھانا پینا' سونا بچے کی دیکھ بھال اس کی ذمہ داری تھی۔ وہاج اپنے زیادہ تر کام خود کرتا تھا' احساس تھا وہ سارا دن سفیان کے ساتھ مصروف رہتی ہے۔ ابریشمینہ جس نے تیز رفتار زندگی گزاری تھی' اسے یہ ٹھہراؤ بہت کھل رہا تھا بوریت بے زاری دیمک کی طرح چاٹ رہی تھی۔

وہاج ایک مخصوص رقم خرچ کے لیے دیتا تھا جو صرف اس کے لیے ہوتا تھا۔ وہ کوئی سوال نہیں کرتا تھا کہ کہاں خرچ کیے۔ ساری ضروریات' خواہشات بن کہے پوری ہورہی تھیں لیکن انسان کسی حال میں خوش نہ رہنے والی مخلوق کا نام ہے۔ ابریشمینہ اپنی زندگی کو ایکٹو کرنے کے لیے کوشاں تھی' آئے دن بوریت کا رونا روتی' جیسے تیسے تین سال گزرے سفیان اسکول جانے لگا۔

❀ ❀ ❀

اس دن وہاج نے اسے اپنا ایک میل سیو کرنے کو کہا' لیپ ٹاپ یوز کرتے اسے احساس ہوا جیسے اسے اس کی

الف ب بھی یاد نہیں خود پر حیرت کرتے وہاج سے پوچھا اس کی ہنسی بے ساختہ تھی اور ابریشمینہ جس نے فصاحت و بلاغت کو اپنی لونڈی سمجھ کر زندگی گزاری تھی اس لمحے خود پر کیڑے مکوڑے رینگتے محسوس کررہی تھی۔

''خود کرلیں' مجھے یہ یاد ہے کہ کڑاہی میں مرچ کتنی ڈلے گی' سفیان کا ڈائپر کب چینج کرنا ہے۔'' لیپ ٹاپ دھکیل کر وہ تلخ لہجے میں کہہ کر کمرے سے نکل گئی' وہاج اس کے پیچھے گیا وہ لاؤنج کے صوفے پر بیٹھی تھی۔ آنکھوں میں آنسو بھی آ گئے' وہاج اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔

''سوری! میری ہنسی سے شاید تم سمجھیں کہ میں تمہارا مذاق اڑا رہا ہوں۔ تم جو فاسٹس فنگر کہلاتی تھیں وہ کی بھول گئی؟ اس سوچ پر ہنسی نکل گئی' سوری......!'' بھیگی پلکوں کو دیکھتے ہاتھ جوڑ دیئے۔

''کیسے نہ بھولوں...... چار سال سے ہانڈی' روٹی' میکہ سسرال' میاں' بچہ ان کے علاوہ میری زندگی میں ہے ہی کیا' قلم بھی اس وقت اٹھاتی ہوں جب گھر کا راشن منگوانا ہوتا ہے۔ کبھی کبھی تو کچھ حروف کے ہجے کرکے لکھنا پڑتا ہے' جیسے میں کوئی جاہل ان پڑھ ہوں۔'' لہجہ روہانسا تھا۔ اپنے ہاتھوں سے اس نے بہت اونچے سنگھاسن پر اپنا بُت رکھا تھا' بُت پر پڑتا دراڑ اسے تڑپا رہا تھا۔

''میری پاگل بیوی! یہ وقتی فیز ہے' ان دنوں تم زیادہ سوشل نہیں ہو اس لیے اس طرح سوچ رہی ہوں۔'' وہاج اسے اس سوچ سے باز رکھنا چاہتا تھا۔ وہ خود ترسی میں مبتلا ہورہی تھی' میں کیا تھی' کیا ہوگئی ہوں جیسے میزائل سے دور رکھنا چاہتا تھا۔

''بس میں نے سوچ لیا میں جاب کروں گی۔'' اس نے اپنا فیصلہ سنا دیا' اس وقت وہ خود غرضی کی انتہا پر تھی نہ اسے اپنی آسودہ زندگی سے خوشی تھی نہ تین سالہ سفیان کا احساس۔ اسکول سے آنے کے بعد وہ کس کے پاس رہے گا وغیرہ وغیرہ۔

❀......❀......❀

ایک بار پھر جنت اس کے قدموں تلے آنے والی تھی' وہ تو سنتے ہی رونے لگی۔ وہاج مجرم بنا کٹہرے میں کھڑا تھا' وہ اسے بُرا بھلا سنا رہی تھی۔ اس کی زود رنجی پر وہاج نے آنے والی زندگی کا فیصلہ اس پر چھوڑ دیا۔

قدسیہ بیگم نے فون پر بہت باتیں سنائیں' یہ شاید ان کی ڈانٹ کا اثر تھا یا کچھ خوف الٰہی باقی تھا جو وہ اس زندگی کو ختم کرنے سے باز رہی۔ ایک ایک دن گن کر گزارنے کے بعد حسین پری کو دیکھ کے اسے اپنی سوچ پر ندامت ہونے لگی۔

وہاج بیٹی کی صورت دیکھ کر اس کا احسان مند ہوگیا' وہ حتی المقدور اس کا خیال رکھتا مگر ابریشمینہ ان لوگوں میں سے تھی جو خوشی کے ہر روپ میں دکھ کے پہلو نکال لاتے ہیں۔

''اُف پھر تین سال پابند رہوں۔'' ایک تھکی ہوئی آہ تھی جس پر قدسیہ بیگم نے ملامت کی۔ زونائشہ کے بعد وہ مزید چڑچڑی ہوگئی تھی۔ سارا دن ان کے ساتھ ہلکان ہوتی اور وہاج کے آتے ہی اس پر چڑھ دوڑتی۔

❀......❀......❀

آج کا معرکہ بھی روٹین کی بات تھی وہ خود آگاہ تھی کہ بچے ابھی چھوٹے ہیں۔ یہ نہیں تھا کہ اسے بچوں سے محبت نہ تھی۔ وہ ان کے بغیر رہ نہیں پاتی تھی' سفیان کے اسکول جانے کے بعد وہ بار بار گھڑی کی اور دیکھتی۔ بچے نظر سے اوجھل ہوتے تو جان پر بن جاتی' اپنی خوشی' ذات کو قربان کرکے رشتوں کی آبیاری کی جاتی ہے۔ اپنی ذات کو فراموش کرنا پڑتا ہے جو وہ کر نہیں پارہی تھی' وہاج پر گھر کی ذمہ داری بڑھ گئی تھی۔

زونائشہ کے بعد اخراجات میں اضافہ ہوا تھا' اس کی ایک بہن کی شادی بھی ہوگئی تھی۔ ان سب کو مینج کرنے کے لیے اس نے پارٹ ٹائم جاب بھی کرلی تھی مگر اسے اس کی تھکن کا احساس نہ تھا۔

لاک کھول کر زونی کو گود میں اٹھائے وہ گھر میں

داخل ہوا‘ وہ منہ سجائے بیٹھی تھی۔ سفیان سو رہا تھا‘ بھوک شدید لگ رہی تھی مگر اس نے غصے میں کچھ پکایا نہیں تھا‘ وہاج نے زونی کو اس کے پاس بٹھایا۔

’’تمہاری پسندیدہ ڈش لے کر آیا ہوں‘ بہت بھوک لگ رہی ہے۔ کھانا لگا رہا ہوں‘ ایک منٹ میں آجاؤ ورنہ.....‘‘

’’ورنہ کیا.....؟‘‘ بھنویں اچکا کر بولی۔

’’ہم آپ کے غلام ہیں‘ آنسو بہا کے رہ جائیں گے اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔‘‘ وہ مسکراتے ہوئے گویا تھا۔ ایسا ہی تھا وہ بڑے سے بڑے جھگڑے کے بعد یوں ہو جاتا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو‘ اس جیسے شوہر پر اسے نازاں ہونا چاہیے تھا۔

’’شینا مجھے احساس ہے کہ تم جیسی ایکٹو لڑکی سات سال سے لگی بندھی زندگی گزار رہی ہے۔ میں دقیانوسی مردوں میں سے نہیں ہوں جو تمہاری قابلیت پر جلوں‘ جاب نہ کرنے دینے کی وجہ بچے ہیں جو ماں کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ دوسرے آج کل کے حالات میں مرد سڑکوں پر محفوظ نہیں تو عورت کے کیا ہی کہنے۔‘‘ رات وہ اسے نرم لفظوں میں سمجھا رہا تھا۔

’’تو کیا ساری عورتیں گھر بیٹھ گئی ہیں؟‘‘ وہ سمجھنے والوں میں سے نہ تھی۔

’’بے شک نہیں بیٹھیں لیکن دو فیصد شوق سے اور اٹھانوے فیصد ضرورت کے تحت نکلتی ہیں کہ زندہ رہنے کے لیے انسانوں کے جنگل اور وحشت زدہ سڑکوں پر نکلنا ان کی مجبوری ہے۔ میں نے تمہیں کس چیز کی کمی دی ہے جو تمہیں جاب کی ضد ہوگئی ہے؟‘‘ وہ محبت سے رام کرنا چاہتا تھا۔

’’میرے اندر کچھ کرنے کا عزم ہے‘ مجھے اپنا آپ ضائع ہوتا پسند نہیں آرہا۔‘‘ وہ سچائی سے گویا تھی۔ بہت پہلے اس پر کھل گیا تھا اب وہ کسی کے ماتحت رہ کر کام نہیں کرسکتی اس کے مزاج میں جو تحکم آگیا تھا وہ کسی کی چاکری نہیں کرسکتی تھی۔

’’تم خود کو مصروف رکھا کرو‘ کوئی کورس کرلو چند گھنٹوں کے لیے زونی کو امی کے پاس چھوڑ دو اور بھی کئی حل ہیں بوریت دور کرنے کے لیے۔‘‘ وہ اسے سمجھا رہا تھا۔

’’گروسری لے آیا کرو میں بچوں کو دیکھ لوں گا۔‘‘ وہ ہر آپشن دے رہا تھا جس سے وہ خود کو قیدی محسوس نہ کرے۔ وہ بے دلی سے کروٹ بدل گئی شاید وہ خود کو بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ وہ کیا چاہتی ہے۔

❁.....❁.....❁

گروسری کے لیے وہ رائمہ کو ساتھ چلنے کا کہہ کر تیار ہوچکی تھی‘ بچوں کو بخوشی وہاج نے سنبھال لیا تھا۔ رائمہ کی مس کال آئی تو گروسری کی لسٹ اور سیل فون پرس میں ڈال کر وہ زونی کی طرف متوجہ ہوئی۔

’’بچوں کی بالکل فکر نہ کرنا‘ رائمہ کے ساتھ اسی طرح انجوائے کرنا جیسے پہلے کرتی تھیں۔‘‘ وہاج اسے بھرپور نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ تیار ہو کر وہ پہلے جیسی لگ رہی تھی‘ ورنہ گھر میں تو اس کا حلیہ ماسی کو بھی مات دیتا تھا۔

’’اچھی لگ رہی ہو‘ گھر میں بھی اسی طرح رہا کرو۔‘‘ وہاج اسے دروازے تک چھوڑنے آیا‘ ایک لمحے کو اسے احساس ہوا کہ وہ وہاج کے ساتھ بہت زیادتی کر جاتی ہے۔

’’اپنے لیے لان کے سوٹ یاد سے لے لینا۔‘‘ وہ مسلسل ہدایت کر رہا تھا۔

’’اوکے۔‘‘ وہ مسکرا کر سیڑھیاں اترنے لگی‘ رائمہ ڈرائیونگ سیٹ پر براجمان تھی بلیک سوٹ میں اسٹائلش گلاسز چڑھائے بلیک ہی کار میں براجمان رائمہ کو دیکھ کر اسے پھر خود ترسی کا دورہ پڑنے لگا۔

’’میں بھی جاب کرتی تو آج میرے پاس بھی کار ہوتی‘ پھٹ پھٹی سے جان چھوٹتی۔‘‘

’’کیا حال ہے محترمہ؟‘‘ رائمہ اسے دیکھتے ہی کھل گئی۔

’’کار تمہاری ہے؟‘‘

''ہاں یار! حالات کی وجہ سے رکشہ، ٹیکسی کے لیے خوار ہوکر تھک گئی تھی۔ ڈاؤن پے منٹ پر جو لی تھی کار وہ تو دہشت گردی کی نذر ہوگئی اس دن کا احوال نہ پوچھو آناً فاناً شہر کو آگ لگ جاتی ہے اور لپیٹ میں ہم جیسے لوگوں کی املاک کو نشانہ بننا پڑتا ہے۔ اُف آج بھی سوچوں تو رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں جب چند نقاب پوش نے چلتی سڑک پر کار رکوا کر مجھے اترنے کو کہا اور میرے سامنے میری کار پر پیٹرول چھڑک کر آگ لگادی۔ میں تو سن کھڑی رہ گئی، چند ایک نے میری طرف بھی معنی خیز اشارہ کیا مگر اللہ ساتھ تھا تو آج میں تمہارے سامنے ہوں۔ یقین کرو اب تو دل کانپنے لگتا ہے، سڑکوں پر نکلنے کے خیال سے تم نے اچھا کیا جو شادی کرکے گرہستی میں کھوگئی ہو۔ اب ہر کسی کو تو وہاج شافع جیسا بندہ نہیں ملتا نا۔'' رائمہ آپ بیتی سناتے ہوئے شوخ ہوگئی، وہ ابھی تک اس پر رشک کررہی تھی۔

''کیسا ہے تمہارا مجنوں؟ بالکل سچ بتانا، میاں بن کر بدل تو نہیں گیا؟'' ڈرائیو کرتے رائمہ کی زبان مسلسل چل رہی تھی اسے وہاج کا والہانہ انداز یاد آنے لگا۔

''نہیں وہ دن بہ دن کیئرنگ لونگ ہوتا جارہا ہے۔'' اس نے سچائی بیان کی۔ ''تم بھی کرلو شادی۔''

''شادی کے لیے لڑکے کی ضرورت ہوتی ہے وہی نہیں مل رہا۔ جو پرپوزل آتے ہیں ان کی ڈیمانڈ ہوتی ہے کماؤ لڑکی چاہیے تاکہ وہ بیٹھ کر کھائیں اور میں شادی کے بعد بھی محنت کرتی رہوں، باہر بھی جان کھپاؤں، گھر آکر کھانا بھی پکاؤں اور سب کی خدمت بھی کروں۔

میں نے صاف کہہ دیا شادی کے بعد جاب نہیں کروں گی، شروع سے محنت کی ہے، گھر کو سپورٹ کیا ہے جن اپنوں کے لیے سب کیا انہوں نے پیسے کی مشین سمجھ لیا ہے۔ یقین کرو امی نے دو تین اچھے رشتے خود منع کردیئے کہ گھر میں پیسوں کی ضرورت ہے اور میں نے شادی کرلی تو ان کا گھر کیسے چلے گا۔ بہن بھائیوں کو بھی تب وقت آتی ہے جب لون چاہیے ہوتا ہے۔''

رائمہ کافی دنوں بعد کھل کر گفتگو کررہی تھی، رشک بھری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی، مال آچکا تھا۔ سڑک پر رش تھا، رائمہ کار پارک کرنے لگی، ابریشمینہ اتر کر سائیڈ میں کھڑی رائمہ کا انتظار کررہی تھی۔

آناً فاناً دو لڑکے بائیک پر اس کے قریب آئے، اس کا پرس ایک جھٹکے میں لے کر چلے گئے۔ وہ سن ہوتے دماغ سے سب دیکھ کر چیخ بھی نہ سکی، رائمہ نے چیخنا شروع کردیا۔ وہ بھی یہ منظر دیکھ چکی تھی مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بائیک کب کی جاچکی تھی لوگ ان کی طرف متوجہ ہوئے پھر اپنے اپنے کام میں لگ گئے یہ تو شہر کراچی میں معمول کی روٹین تھی۔

''تم نے بھی پاکستانی ہونے کا شرف حاصل کرلیا۔'' رائمہ افسردگی سے گویا ہوئی، بُرا بھلا کہنے لگی۔ ابریشمینہ کے آنسو نکل آئے، سات آٹھ سالوں میں اتنا چینج آگیا تھا۔ کس بے فکری سے وہ کالج، یونیورسٹی جاتی تھی، جاب کی تھی اور اب، وہاج اسے سمجھاتا تھا مگر اسے سمجھ نہیں آتی تھی۔

''کیا کچھ تھا پرس میں؟'' رائمہ استفسار کررہی تھی۔

''سیل فون، پینتیس ہزار رقم۔'' روندھی آواز میں بولی۔

''چچ چچ...... کیش تو میں لائی نہیں، اے ٹی ایم کارڈ ہے آؤ تم گروسری لے لو۔'' رائمہ اسے اندر لے کر چلنے لگی، وہ انکاری تھی اس کا دل نہیں تھا اپنی چاردیواری یاد آرہی تھی مگر رائمہ کے اصرار پر چل دی۔

''تمہارے ساتھ پہلی بار ہوا ہے تب ہی زیادہ فیل کررہی ہو، ریلیکس ہوکر خریداری کرو۔ قدر کرو وہاج کی جس نے تمہیں گرد آلود زمانے سے چھپا کر رکھا ہے، ہر موسم کی سختی سے بچا کر رکھا ہے۔'' رائمہ مسلسل گویا تھی۔

❁ ❁ ❁

ابریشمینہ کے متفکر چہرے کو وہاج نے حیرانی سے دیکھتے دروازہ کھولا تھا۔ بلڈنگ کا چوکیدار گروسری اٹھائے ابریشمینہ کی ہیلپ کرنے آیا تھا اکثر و بیشتر وہ

خان کی مالی مدد کرتا رہتا تھا' بدلے میں خان بل بھر آتا تھا' وہاج کی غیر موجودگی میں ابریشیمنہ کو کسی چیز کی ضرورت پڑ جاتی' مہمان آجاتے تو خان اس کے بڑے کام آتا تھا۔ بدلے میں وہاج اس کا خیال کرتا تھا' خوش اسلوبی سے معاملہ چل رہا تھا۔

''شکریہ خان!'' سامان اندر رکھ کر وہاج نے شکریہ کے ساتھ دروازہ بند کیا۔

''رائمہ کو اوپر لے آتیں' چائے ہی پلا دیتیں۔'' وہاج اس کے پاس آیا' دونوں بچے سو رہے تھے۔ وہ زونائشہ کے سر پر ہاتھ پھیر رہی تھی' تین گھنٹے دور رہی تھی مگر جس طرح پل پل زونی یاد آ رہی تھی اس نے اسے بے قرار کر دیا تھا۔

''بہت نخرے کر کے سوئی ہے' فیڈر ختم کر دیا پورا۔'' وہ اسے رپورٹ دے رہا تھا۔

''بہت چپ ہو' سب ٹھیک ہے؟'' وہ فکرمندی سے دیکھ رہا تھا۔

''میں ٹھیک ہوں مگر سارے پیسے چلے گئے۔ میرا سیل فون' گروسری کے پیسے رائمہ نے دیئے ہیں میں منع کر رہی تھی۔'' وہ ڈسٹرب تھی۔

''صدقہ گیا تمہارا اور میرے بچوں کا' رائمہ کے پیسے تم کل ہی لوٹا دینا۔'' وہ جانتا تھا پینتیس ہزار کی رقم معمولی نہیں تھی بجٹ بری طرح متاثر ہونا تھا۔

''یہ چھوٹی رقم نہیں ہے وہاج!'' وہ بول پڑی۔

''مٹی ڈالو جو چلا گیا اس کے بارے میں مت سوچو۔'' وہاج اسے چیئر اپ کر رہا تھا۔

''سفیان تو ڈنر کی ضد کر رہا تھا' کھا کر سویا ہے۔ چٹورا کتنا ہے پورا مسالا ڈلوایا' مما اسپائسی بناتی ہیں کی رٹ لگا رکھی تھی۔'' وہاج بچوں کی باتیں کر رہا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی صرف اس کا دھیان بٹا رہا تھا اگر اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو موردِ الزام ضرور ٹھہراتا۔

''وہاج میری وجہ سے......؟''

''ایسی کوئی بات نہیں تمہاری جگہ میرے ساتھ بھی یہ حادثہ ہو سکتا تھا۔ تم کیوں سوار کر رہی ہو؟ ہو سکے تو چائے بنا لو' بچوں نے تھکایا نہ ہوتا تو میں بنا دیتا۔ بریانی لا کر رکھی ہے تمہارے لیے' لیتی آنا۔ توبہ کتنا تنگ کرتے ہیں دونوں چند گھنٹوں میں تارے نظر آ گئے' آفرین ہے تم پر......'' وہاج مسلسل بول رہا تھا وہ ہلکی پھلکی ہو کر چائے بنانے لگی۔

❁......❁......❁

''رائمہ میں مکمل خوش ہونا چاہتی ہوں' مجھے احساس ہے سراسر میری غلطی ہے ہر بار خود کو سمجھاتی ہوں۔ شوہر' بچوں' گھر کو میری ضرورت ہے مگر ہر دوسرے دن بے زاری کا دورہ سا پڑ جاتا ہے اور میں وہاج سے لڑنے لگتی ہوں۔'' رائمہ آئی بیٹھی تھی اس نے آف کیا تھا' سارا دن شینا کے گھر گزارنے کا ارادہ تھا۔ اس نے اپنی پریشانی بتائی' اپنے مزاج سے خود عاجز آ گئی تھی۔

اس واقعہ کے بعد سے یہ ہوا تھا کہ اس نے جاب کی بات دل سے نکال دی تھی' اسے وقت کی ڈگر کا بخوبی احساس ہو گیا تھا۔

''تم ناشکری نہ بنو' دیکھ لیا نا کیا ہو رہا ہے سڑکوں پر مجھ جیسی لڑکیوں سے پوچھو جنہیں مجبوراً آگ کا دریا روز پار کرنا پڑتا ہے۔ تم تو آئیڈیل زندگی جی رہی ہو' محبت' خیال رکھنے والا شوہر' دو بچے ہر عورت کا یہی خواب ہوتا ہے۔

وہاج نے ساس' نندوں کے معرکے سے دور رکھا ہے تمہیں' عورتیں الگ گھر کی رٹ لگائے بوڑھی ہو جاتی ہیں۔ وہاج نے خود یہ قدم اٹھایا تمہارے لیے تاکہ تم روز کی کل کل سے بچی رہو۔ وہ ساری سختیاں خود اٹھا رہا ہے' سفیان کو روز اسکول چھوڑنا پھر آفس سے واپس آ کر سفیان کو گھر ڈراپ کرنا حالانکہ روٹ الگ ہے۔

وہ چاہتا تو بڑی آسانی سے یہ ذمہ داری تمہارے سر ڈال دیتا اور عورتیں کرتی ہیں۔ چھوٹے بچے کو گود میں اٹھائے بڑے بچے کو پک کرنے جاتی ہیں۔ تم خوش نصیب ہو کوئی ٹینشن نہیں ہے۔ بچے بھی کل بڑے ہو کر

اپنی زندگی میں مصروف ہو جائیں گے اس وقت انہیں تمہاری پوری توجہ کی ضرورت ہے ان کی چھوٹی چھوٹی شرارتوں کو انجوائے کرو اچھی یادیں بناؤ۔

جن عورتوں کی جاب مجبوری ہے ساس یا ماں کو بچہ سونپ کر وہ گلٹ کے ساتھ زندگی جی رہی ہیں۔ آفس میں ہوں تو گھر کی طرف دھیان' بچہ کیسا ہے؟ کیا کھایا' میاں بیمار ہے' تیمارداری کون کررہا ہے۔ گھر جاؤ تو آفس کا گلٹ کہ کام پورا نہیں ہوا۔ چکی کے دو پاٹوں میں پس کر بے چاری کی زندگی کے اہم پل مس ہو جاتے ہیں۔ بچوں کی شرارتیں' باتیں کچھ ان کے پاس نہیں ہوگا' بچے بھی دور ہو جاتے ہیں میاں الگ ناخوش جب کہ زیادتی عورت کے ساتھ ہو رہی ہے مگر قصوروار اسے ہی ٹھہرایا جاتا ہے۔'' بچے کھیل رہے تھے' رائمہ کی باتیں سنتے وہ ان پر نظریں جمائے بیٹھی تھی۔ دروازے پر دستک ہوئی اس نے اٹھ کر کھولا۔

''شکر ہے تمہاری صورت تو نظر آئی۔'' ماسی کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا۔ ''یہ پروین ہے بہت اچھا کام کرتی ہے دو ماہ سے چھٹی پر تھی پریگنسی کی وجہ سے۔'' شبینا رائمہ کو اس کے متعلق بتا رہی تھی پروین کی غیر موجودگی میں اس کی ساس کام کے لیے آتی تھی۔

''کیسا ہے تمہارا بے بی؟'' رائمہ مسکرا کر دریافت کر رہی تھی۔

''وہ مر گیا۔'' بے تاثر لہجے میں بولی۔ چائے کا کپ اس کے ہاتھ میں لرز گیا۔

''یاالٰہی! کتنے دن کا تھا؟ کیا ہوا تھا اسے؟'' وہ نوزائیدہ کی موت کا سن کر تڑپ گئی۔ اس کی ساس نے بھی لاعلم رکھا تھا' ورنہ وہ روز ہی پوچھتی تھی وہ ابھی دن ہیں کہتی رہتی تھی۔

''دو دن کا تھا' بہت سارا زہر دے کر مار دیا اور کچرے میں پھینک دیا۔

''رائمہ باجی! آپ اپنی دوست اور میری باجی کو سمجھاؤ نہ بہت لڑتی ہے وہاج بھائی سے' ہیرا میاں ہے ان کا۔'' پروین صدقے جا رہی تھی اور ابریشمینہ کی نظریں اوپر نہیں اٹھ رہی تھیں۔

❁......❁......❁

اسے عقل آ گئی تھی' اپنی خامیاں دور کرنے کے لیے اس نے اپنا محاسبہ کیا۔ وہ بالکل ویسی ہی رہنا چاہتی تھی جیسا وہاج دیکھنے کا طالب تھا۔ اس کے ریڈ کلر کا سوٹ پہنا' لائٹ سا میک اپ بھی کیا۔ بچے تو صاف ستھرے رہتے ہی تھے مزید دل سے انہیں سنوارنے لگی۔

''ماما ہم کہاں جا رہے ہیں؟'' سفیان پوچھ رہا تھا۔

''ڈیڈی آ جائیں پھر ہم آئس کریم کھانے جائیں گے۔'' اس نے بچوں کو بہلایا۔

''اؤواؤ..... کب آئیں گے ڈیڈی؟'' خوشی کا اظہار کرتے سفیان کو اس نے خود سے لگا کر پیار کیا۔ ریڈ فراک میں زونائشہ بھی ننھے ننھے قدم اٹھا کر پیار میں حصہ لینے آ گئی اس نے اسے گود میں بٹھا لیا۔ وہاج بہت ایکسائٹڈ گھر میں داخل ہوا۔

''تم لوگ تیار ہو' ویری گڈ' جلدی سے گھر لاک کر کے نیچے آ جاؤ میں بچوں کو ساتھ لے کر جا رہا ہوں۔'' انہیں دیکھتے ہی کہا' زونی کو گود میں اٹھا کر سفیان کا ہاتھ پکڑ کر تیار تھا۔

''کہاں جانا ہے بتائیں تو؟'' پیچھے وہ کہتی رہ گئی مگر وہ جا چکا تھا۔ دوپٹا سلیقے سے لے کر چپلیں بدل کر گھر لاک کر کے وہ نیچے آ گئی' بچوں کو بائیک پر بٹھائے وہ منتظر تھا۔

''کہاں جا رہے ہیں وہاج بتائیں تو۔'' وہ اس کی خوشی کی بابت جاننا چاہ رہی تھی۔

''چلو تو بتاتا ہوں۔'' زونی کو اس کی گود میں دے کر بائیک اسٹارٹ کی' بائیک دو تین گلیوں کے بعد رک گئی' وہاج نے اترنے کا اشارہ کیا۔

''یہاں کیوں؟'' اجنبی گلی میں کھڑی پوچھ رہی تھی' وہاج زونی کو اس سے لے کر آگے چلتا ایک بلڈنگ میں گھس گیا' اس نے تقلید کی فرسٹ فلور پر وہاج رک گیا۔

''یہاں کون رہتا ہے؟''
''بیوی بہت بے صبری ہو' سوال پر سوال...... لو چابی اور گیٹ کھولو اپنے گھر کا۔'' وہاج نے چابی بڑھائی۔
''اپنا گھر؟'' حیرت سے دہرایا۔
''اب کھولو بھی۔'' اصرار پر اس نے لاک کھولا۔ تین کمروں کا اپارٹمنٹ تھا' بہت اسٹائلش بنا ہوا تھا۔
''شادی کی ساتویں سالگرہ پر میری پیاری سی بیوی کو میری طرف سے تحفہ۔'' وہاج نثار ہونے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ سفیان ہر کمرے میں بھاگ رہا تھا' زونی پیچھے تھی۔
''بہت دنوں سے بات چل رہی تھی' آنز کو دبئ شفٹ ہونا تھا۔ کافی ڈسکاؤنٹ میں مل گیا گھر۔ آؤ تمہیں کچن اور گھر دکھاؤں۔'' اس نے پورا گھر دکھایا' امریکن کچن' باتھ روم' بچے بھی خوش ہو رہے تھے۔
''لاؤنج میں صوفہ رکھ دیں گے' ایک بیڈ روم ہمارا' دوسرا بچوں کا اور ایک پرسنلی تمہارا اس میں تم جو چاہو کرو' ٹیوشن اکیڈمی کھولو' پارلر' بوتیک' ڈے کیئر جو تمہارا دل چاہے۔ میں ہر طرح سپورٹ کروں گا۔ گھر میں مصروفیت کی وجہ سے بچے بھی تمہارے پاس رہیں گے اور تم بھی گھر اور باہر میں گھن چکر نہیں بنو گی۔'' وہاج اسے آخری اور قدرے بڑا کمرہ دکھا رہا تھا جس کا دروازہ باہر سے بھی تھا۔
''یہ اپارٹمنٹ میں تمہارے نام پر ٹرانسفر کروں گا تاکہ لڑائی میں تم کہہ سکو نکل جاؤ میرے گھر سے۔'' وہ ہنس رہا تھا۔ وہ مزید معترف ہوگئی' آنسو بے ساختہ نکل آئے۔ وہ اس کی خوشی کے لیے اس حد تک سوچتا تھا اور وہ ہمیشہ اسے تنگ کرتی رہتی تھی اس نے ساتھ لگالیا۔
''میری پگلی! رونے کی کیا بات ہے' روز اول سے کوشش میں تھا کہ اپنی چھت کر کے تمہیں بھی مصروف رہنے کا بہانہ کردوں تاکہ تمہاری ذات جو مائنس ہو رہی ہے وہ نہ ہو۔ بس تھوڑا وقت لگ گیا' تمہاری خوشی اولین ترجیح ہے' تم خوش رہو گی تو بچے خوش رہیں گے اور تم سب کو دیکھ کر مجھے تھکن کا احساس نہ ہوگا اب خدارا پھر جاب کی ڈیمانڈ نہ کرنا۔ تم اور بچے مجھے بے حد عزیز ہو' میں بے رحم دنیا کے حوالے تم لوگوں کو نہیں کرسکتا' تم بہت معصوم ہو۔'' وہاج ہولے ہولے بول رہا تھا' ابریشمینہ کے اندر تک سکون پھیل گیا۔
زندگی بہت حسین ہے بس اس نے ہی آج اس کی رعنائیوں اور خوب صورتی کو محسوس کیا تھا۔
''ماما آپ نے کہا تھا ہم آئس کریم کھانے جائیں گے' ڈیڈ کے ساتھ' یہاں آئس کریم ملے گی؟'' سفیان کا معصومانہ سوال ان کے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر گیا۔
''یہ آپ کا گھر ہے میری جان! اب سے ہم یہاں رہیں گے۔'' وہاج بتارہا تھا۔
''اوواؤ......'' سفیان اپنے مخصوص انداز میں خوشی کا اظہار کررہا تھا۔ واپسی میں آئس کریم کھاتے وہ بہت خوش تھی' آئس کریم کی ٹھنڈک اور مٹھاس اس کی زندگی میں گھل گئی تھی۔
''وہاج! آپ بہت اچھے ہیں' میں آج تک کے رویے پر شرمندہ ہوں' مجھے معاف کردیں۔'' وہ صدق دل سے گویا تھی' وہاج کے لیے حیرانگی کا باعث تھا۔
اس نے آج تک معافی نہیں مانگی تھی' ہر لڑائی کے بعد وہ ہی سوری کرتا تھا خواہ غلطی کسی کی بھی ہو۔
''ڈیئر وائف! یوں سرعام جذباتی نہ ہوا کرو۔'' اس کی شوخی پر ابریشمینہ کی مسکراہٹ بے ساختہ تھی' اس نے چمچہ بھر کر آئس کریم وہاج کے منہ میں ٹھونس دی۔

تمام شب جہاں جلتا ہے اک اداس دیا
ہوا کی راہ میں اک ایسا گھر بھی آتا ہے
وہ مجھ کو ٹوٹ کر چاہے گا چھوڑ جائے گا
مجھے خبر تھی اسے یہ ہنر بھی آتا ہے

گھر میں داخل ہو کر اس نے سکون کا سانس لیا۔ زیر تعمیر سڑکوں کی وجہ سے آج وین ڈرائیور نے طویل راستہ اختیار کیا تھا۔ تھکن اور بھوک سے اس کا برا حال تھا۔ بیگ لاؤنج کے صوفے پر ڈال کر وہ کچن میں آ گئی۔ جہاں سے عظمیٰ کی آواز آ رہی تھی وہ پروین کو کچھ ہدایت دے رہی تھیں۔

"مما! کھانا تیار نہیں ہوا؟" اس نے سلام کے بعد منہ بنا کر پوچھا کیونکہ عظمیٰ شامی کباب بنا رہی تھیں۔

"کھانا تیار ہے بیٹا، تم منہ ہاتھ دھو لو میں نکال دیتی ہوں۔" عظمیٰ نے اسے پیار سے دیکھا۔

"تو پھر یہ سب کس لیے......؟" اس نے شامی کبابوں کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ تو رات کے کھانے کے لیے تیار کر رہی ہوں۔ آیان نے کسی کو انوائٹ کیا ہے۔" انہوں نے مسکراہٹ دبائی، جانتی تھیں کہ وہ آیان کے دوستوں کی آمد سے چڑتی تھی۔

"اوہو پھر سے۔" وہ منہ بناتی ہوئی کچن سے باہر چلی گئی، جبکہ عظمیٰ اس کے لیے کھانا گرم کرنے لگیں۔ وہ بی

ایس سی پارٹ ون کی اسٹوڈنٹ تھی مگر اب تک عظمیٰ نے اسے ہتھیلی کا چھالا بنا کر رکھا تھا۔ کھانا کھانے کے دوران اسے خیال آیا تو پوچھنے لگی۔

''آیان بھائی نے آج کسے انوائٹ کیا ہے؟''

''ہمارے نئے پڑوسی وہی برابر والے گرین ہاؤس میں آنے والا نوجوان' وہی جس کے بارے میں تم نے بتایا تھا کہ اس کی گرین آئیز ہیں۔'' عظمیٰ کا انداز کچھ جتاتا ہوا تھا۔

''ممانہ تو میں نے اسے دیکھا ہے نہ ہی یہ میرے الفاظ ہیں۔ فروا نے اسے ٹیرس پر دیکھا تھا اور اسی نے مجھے بتایا تھا۔'' اس نے نروٹھے پن سے بتایا۔ ''اچھا تم نے نہیں دیکھا تو چلو آج دیکھ لینا۔'' عظمیٰ کے چہرے پر اس کی بات سن کر اطمینان کی لہر پھیل گئی تھی۔

''مما آیان بھائی اب تک آئے نہیں۔'' اسے خیال آیا۔

''نہیں' آج وہ یونیورسٹی سے تمہارے بابا جان کے آفس چلا جائے گا۔'' عظمیٰ کھانا ختم کر کے برتن سمیٹنے لگیں۔ رات کو وہ ٹی وی دیکھ رہی تھی اسی وقت آیان کے ساتھ وہ لاؤنج میں داخل ہوا تھا۔

''السلام علیکم!'' بھاری خوب صورت آواز پر اس نے گردن موڑی' وہ بابا جانی سے مصافحہ کر رہا تھا۔

''بابا جانی یہ فراد مصطفیٰ ہے' فراد یہ میرے بابا جانی ہیں اور ان سے ملو یہ میری مما ہیں۔'' فراد مصطفیٰ اب عظمیٰ کے آگے سر جھکا رہا تھا۔ ازبیہ کو ماننا پڑا کہ فروا نے اس کی جتنی تعریف کی تھی وہ اس کے لائق تھا۔ وہ بے حد سحر انگیز شخصیت کا مالک تھا۔ کشادہ پیشانی کے نیچے اس کی گہری سمندر جیسی آنکھیں تھیں جن میں دیکھنے والا کچھ دیر کے لیے تو ضرور خود کو بھول جاتا۔ یہ ازبیہ نے سوچا تھا۔ اس کی کھڑی ناک دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ وہ تھوڑا سا مغرور ہے عنابی لبوں پر دھیمی سی مسکراہٹ اس کی شان میں اضافہ کر رہی تھی۔ وہ ڈارک براؤن کوٹ پینٹ میں ملبوس تھا' جسے دیکھ کر لگتا تھا کہ وہ آفس سے سیدھا ادھر ہی آیا تھا۔ عظمیٰ کچن میں چلی گئیں تو وہ بھی لاؤنج سے باہر نکل آئی۔

اس کی پشت کو دیکھتے ہوئے فراد مصطفیٰ نے کچھ سوچا تھا۔ ٹیبل پر کھانا کھاتے ہوئے آیان کو خیال آیا کہ اس نے فراد سے ازبیہ کا تعارف تو کروایا ہی نہیں۔

''فراد ان سے ملو یہ ازبیہ ہیں مائی کزن......ازبیہ جو خاموشی سے اپنی پلیٹ میں چاول ڈال رہی تھی' زایان کے چٹکی لینے پر اس نے جل کر فراد مصطفیٰ کو سلام کیا جس کا جواب اس نے سر کی جنبش سے دیا تھا۔ ازبیہ غصے سے زایان کو گھور رہی تھی جو مزے سے شامی کبابوں سے انصاف کر رہا تھا۔

''کیا بات ہے بھئی آج ہماری پرنسز کا مزاج کچھ برہم لگ رہا ہے۔'' ابراہیم حیدر کو ازبیہ کی سنجیدگی نے چونکایا۔ سب نے ہی ازبیہ کو دیکھا تھا جس کے چہرے پر سنجیدگی طاری تھی۔

''بس بابا جانی' مجھے لگ رہا ہے کہ میرا دانہ پانی یہاں سے اٹھ چکا ہے۔'' وہ اب بھی زایان کو دیکھ رہی تھی۔ ازبیہ کی بات پر عظمیٰ کو نوالہ حلق میں اٹکتا محسوس ہوا تھا۔ انہوں نے فوری پانی کے گلاس کی جانب ہاتھ بڑھایا تھا۔ زایان کو بھی اپنی شامت سامنے نظر آرہی تھی۔

''کیا ہوا بھئی......'' ابراہیم نے استفسار کیا جبکہ آیان مسکرا رہا تھا' اسے سلسلہ معلوم تھا۔

''بابا جانی اس زایان کے بچے نے مجھے چیٹ کیا ہے۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مجھے شاپنگ پر لے جائے گا۔ مجھے فروا کی برتھ ڈے کے لیے گفٹ لینا تھا اور یہ دھوکے باز اپنے دوستوں کے ساتھ آؤٹنگ پر چلا گیا اور میں نے پوری شام اس کے انتظار میں گزار دی۔'' اس نے اپنا مقدمہ ابراہیم صاحب کے گوش گزار کیا' اس کی بات کے اختتام پر عظمیٰ کا رکا ہوا سانس بحال ہوا تھا اور عظمیٰ نے سالن کا ڈونگا فراد مصطفیٰ کی جانب بڑھایا تھا جسے اس نے شکریہ کہہ کر تھام لیا تھا۔

''کیوں بھئی صاحبزادے یہ میں کیا سن رہا ہوں۔'' ابراہیم حیدر نے اب زایان کی جانب رخ کیا جو کھسیاہٹ کا شکار لگ رہا تھا۔

"بابا جانی! میں بھول گیا تھا۔ لیکن غلطی بیا کی بھی ہے اس کا فرض تھا کہ مجھے یاد کرواتی لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔" اس نے صفائی دی۔

"اوکے تو پھر اب تمہاری سزا یہ ہے کہ تم کل بیا کو شاپنگ پر لے جاؤ گے اور آئس کریم بھی کھلاؤ گے۔"

ابراہیم حیدر نے فیصلہ صادر کیا جسے چاروناچار زایان کو ماننا ہی تھا۔ البتہ اس کا منہ بن گیا کیونکہ کل اس کا کرکٹ میچ تھا۔ وہ ایک کلب کے ساتھ کھیلتا تھا دوسرے دن اسے ازبیہ کو شاپنگ بھی کروانی پڑی اور آئس کریم کھلانے کے بعد اس کی گلوخلاصی ہوئی۔

"مما! میں چند روز کے لیے شوبی چاچو کی طرف چلی جاؤں۔" اس نے محتاط لہجے میں پوچھا۔

"کیوں بیا خیریت تو ہے تم کیوں وہاں جانا چاہتی ہو۔" الماری سیٹ کرتے ہوئے عظمیٰ کے ہاتھ تھم گئے۔

"مجھے دادا کی یاد آرہی ہے۔ میں واپسی میں انہیں بھی ساتھ لے کر آؤں گی۔" اس نے اصل بات بتائی۔

"ٹھیک ہے میں آیان کو کہہ دوں گی تمہیں چھوڑ آئے گا۔" عظمیٰ نے بوجھل دل کے ساتھ کہا' اتنے سال گزرنے کے باوجود بھی ان کے دل سے اسے کھونے کا خوف دور نہیں ہوا تھا۔

"نہیں مما میں کل کالج سے ہی فروا کے ساتھ چلی جاؤں گی۔ آپ آیان بھائی کے ہاتھ میرا ضروری سامان شام میں بھیج دیجیے گا۔ میں بیگ تیار کرکے جاؤں گی۔" اس نے ان کی کمر میں بازو حمائل کیے تو عظمیٰ نے اس کی پیشانی چوم لی۔

"جاؤ ذرا کچن میں دیکھو پروین نے تمہارے بابا کو کافی بنا کر دی یا نہیں۔" عظمیٰ نے کہا تو وہ سر ہلاتی ہوئی کمرے سے باہر نکل آئی۔

صبح اس کا ٹیسٹ تھا اور وہ عادتاً ٹیرس پر ٹہلتے ہوئے رٹا لگا رہی تھی۔ اسے محسوس ہوا کہ شاید کوئی اسے دیکھ رہا ہو۔ اس نے کتاب پر سے نظر ہٹائی اور بے اختیار گرین ہاؤس کے ٹیرس کی جانب دیکھا جہاں ایک لائٹ روشن تھی۔ نیم اندھیرے میں چیئر پر بیٹھا ہوا شخص غالباً فراد مصطفیٰ ہی تھا۔ موسیقی کی دھیمی آواز سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ گانے سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ کچھ دیر اس کی جانب دیکھنے سے ازبیہ کو یقین ہوگیا کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے۔ البتہ اس کا چہرہ نظر نہیں آرہا تھا لیکن اب وہ چیئر سے اٹھ رہا تھا' ازبیہ چونکی تھی کیونکہ وہ فاصلہ کم کرتے ہوئے ریلنگ کی جانب بڑھ رہا تھا۔ ازبیہ کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات چھانے لگے۔ وہ ریلنگ پر دونوں ہاتھ ٹکا کر کھڑا ہو چکا تھا۔ اب اس کا چہرہ بھی واضح نظر آرہا تھا۔ اس کی گہری سمندر جیسی آنکھیں ازبیہ پر ٹکی ہوئی تھیں۔

"ہیلو ازبیہ ہاؤ آر یو؟" وہ خوشدلی سے مخاطب تھا۔ پچھلی ملاقات سے بالکل مختلف نظر آرہا تھا۔

"آئی ایم فائن......" ازبیہ نے روکھے لہجے میں جواب دیا اور واپس پلٹ کر سیڑھیوں کی جانب بڑھنے لگی۔ (ڈھونگی اس دن سب گھر والوں کے سامنے کس قدر مہذب بن رہا تھا۔ اب اکیلی لڑکی کو دیکھ کر فری ہونے کی کوشش کر رہا ہے۔)

"ارے...... سنیے تو......" وہ پکارتا ہی رہ گیا۔ جبکہ ازبیہ کان لپیٹ کر سیڑھیاں اتر آئی۔ کالج میں اس نے فروا کو بتایا کہ آج وہ اس کے ساتھ گھر چلے گی تو فروا خوشی سے اچھل پڑی۔

"واؤ پھر تو مزا آئے گا۔" یہ فروا شعیب تھی' جو اس سے ڈیڑھ سال چھوٹی ہونے کے ساتھ اور اس کی سوتیلی بہن بھی تھی۔

"تائی مما مان گئیں تمہیں بھیجنے کے لیے۔"

"منالیا میں نے انہیں' میں نے کہا کہ مجھے دادا کی یاد آرہی ہے اور یہ تو سچ ہے۔" پھر کالج کی چھٹی کے وقت وہ فروا کے ساتھ شعیب منزل آگئی۔ دادا اسے دیکھ کر نہال ہوگئیں' فائزہ آنٹی نے بھی خوش دلی سے اس کا استقبال کیا تھا۔

"دادا آپ تو اپنی ازبیہ کو بھول ہی گئیں۔" وہ ان کے گلے کا ہار بن گئی تھی۔

"میں بھلا اپنی بچی کو بھول سکتی ہوں۔" دوا نے اس کی پیشانی چوم لی۔
"تو پھر آپ آئی کیوں نہیں۔ اب میں آپ کو اپنے ساتھ لے کر ہی جاؤں گی۔" دوا اس کی محبت پر مسکرائی رہیں۔ شام کو شوبی چاچو آئے تو وہ بھی اسے دیکھ کر ٹھٹک گئے۔ ایک جھجک ایک ان دیکھی دیوار دونوں کے درمیان حائل تھی۔ اس کے سلام کا جواب دے کر انہوں نے اس سے خیریت پوچھی تھی۔ نہ ان کے انداز میں کوئی جوش تھا نہ بے قراری یوں بھی وہ تو اسے اول روز سے ہی بڑے بھائی کو سونپ چکے تھے۔ انہیں نئی زندگی بھی تو شروع کرنی تھی۔ ازبیہ کی زندگی میں کچھ اہم تھا تو اس کے بابا جانی اور اس کی مما تھیں۔ ان دونوں نے ازبیہ کے لیے اپنی محبت کو کبھی کم نہیں ہونے دیا تھا بلکہ وہ دونوں ازبیہ سے آیان اور زایان سے زیادہ ہی محبت کرتے تھے تو پھر کیوں وہ کسی ملال کو نزدیک آنے دیتی۔ البتہ اسے اس عورت سے نفرت تھی جس نے اسے جنم دیا تھا لیکن اپنی پہلی اولاد کو دنیا میں لانے کے بعد نہ تو اس نے اس نوزائیدہ بچی کو دیکھا تھا نہ ہی اس کی بھوک مٹانے کی کوشش کی تھی۔ بچی کے رونے کی آواز نے بھی اس کے دل کو نرم نہیں کیا تھا۔ ازبیہ کی خواہش تھی کہ زندگی میں کبھی بھی وہ عورت اس کے سامنے نہ آئے اور یہی خواہش عظمیٰ کی بھی تھی۔
"فروا! میں تمہیں بتانا ہی بھول گئی کہ وہ گرین ہاؤس والا ہینڈسم ہے وہ آیان بھائی کا دوست ہے آیان بھائی نے اسے ڈنر پر انوائیٹ بھی کیا تھا۔" اس نے منہ پر سے کمبل ہٹا کر فروا کو اطلاع دی جو رات کے اس پہر اپنے سامنے میگزین پھیلائے بیٹھی تھی۔
"رئیلی! کب آیا تھا وہ۔" فروا نے میگزین ایک طرف رکھ کر اسے دیکھا' ازبیہ کو اس کی بے قراری تاؤ دلا گئی۔ "پرسوں آیا تھا وہ' اور تم اس قدر دلچسپی کیوں لے رہی ہو۔ کہیں تم سیریس تو نہیں ہو اگر ایسا ہے تو بتا دو۔ میں آیان بھائی کے لیے دوسری لڑکی ڈھونڈ لوں گی۔" اس نے اپنی بھڑاس نکالی۔ فروا کی قل قل کرتی ہنسی نے اسے اور خاک کر دیا۔
"یار وہ مجھے ویوہان ڈی سینا جیسا لگا تھا پہلی نظر میں' ویوہان ڈی سینا کی میں کتنی بڑی فین ہوں یہ تو تم جانتی ہی ہو۔" فروا نے بے شرمی سے اسے آنکھ ماری۔
"ویسے کیا نام ہے اس کا۔" فروا نے پوچھا۔
"فراد مصطفیٰ!" ازبیہ نے بتایا۔ اسے یاد آیا کہ فروا ٹھیک کہہ رہی تھی اس کے سیل فون کے ٹائٹل پر بھی ویوہان ڈی سینا بڑے کروفر سے براجمان تھا۔ فروا کی وارڈ روب میں بھی اس کے پوسٹر لگے ہوئے تھے۔ ازبیہ نے مطمئن ہوتے ہوئے کمبل دوبارہ اوڑھ لیا۔ آج باہر شدید ٹھنڈ تھی اور وہ ٹھہری سدا کی نازک مزاج۔
آج سنڈے تھا۔ سنی بھی گھر پر موجود تھا اور ویڈیو گیم کھیلنے میں مصروف تھا۔ فائزہ کچن میں موجود شعیب کی پسند کا لنچ تیار کر رہی تھیں۔ شعیب حیدر خود اماں کے پاس بیٹھے باتیں کر رہے تھے اور وہ دونوں بری طرح بور ہو رہی تھیں۔ سنی گاہے بہ گاہے ان کے چہروں پر نظریں ڈالتا جا رہا تھا۔ فائزہ نے لنچ تیار ہونے کی اطلاع دی تو وہ دونوں ٹیبل پر کھانا لگانے کے لیے کھڑی ہو گئیں۔ شام میں وہ دونوں سنی کے ساتھ گھر سے باہر نکل آئیں۔ ان کا رخ آئسکریم پارلر کی جانب تھا۔
"کاش میں آپ دونوں سے بڑا ہوتا۔" اس نے لہجے میں حیرت سموئی۔
"تو کیا ہوتا؟" ازبیہ نے حیرت سے پوچھا۔ وہ تینوں سڑک کے کنارے چل رہے تھے۔ سڑک پر گاڑیوں کی آمدورفت معمول سے ذرا کم تھی۔ وہ تینوں ہر چیز سے بے نیاز اپنی باتوں میں مگن تھے۔
"تو یہ ہوتا کہ اب تک میری شادی ہو چکی ہوتی اور ہمارے ساتھ تمہاری بھابی بھی ہوتی۔" سنی کا لہجہ بدستور تھا' جبکہ فروا نے بنا کسی لحاظ کے اس کے کندھے پر دھموکا جڑا تھا۔ ازبیہ نے ہنسنے پر اکتفا کیا تھا۔
"شرم کرو' ابھی تمہیں کالج میں داخل ہوئے جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں اور جناب شوق تو دیکھو۔" فروا نے لتاڑا۔

”آپی یار میں نوکری تھوڑی مانگ رہا ہوں جس کے لیے ڈگری ضروری ہے۔“ اس نے منہ بسورا جبکہ ازبیہ کی ہنسی تھمنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ تینوں ہنستے مسکراتے مطلوبہ مقام تک آ پہنچے تھے۔ باہر رکھی کرسیوں پر بیٹھ کر تینوں نے اپنے من پسند فلیورز آرڈر کیے۔ آئسکریم کھا کر جب وہ تینوں لوٹے تو شام ڈھل چکی تھی اور اندھیرا اپنے پر پھیلا چکا تھا۔ دوسرے روز شام کو آیان انہیں لینے آ گیا۔ سو وہ اور دادا واپس ابراہیم لاج آ گئیں۔ دن اپنی رفتار سے گزر رہے تھے۔ ان ہی دنوں عظمیٰ کے بھائی کے گھر بیٹی کی شادی کا سلسلہ چلا تو عظمیٰ اور آیان سکھر چلے گئے۔ ماموں نے ازبیہ کو بھی بصد اصرار بلایا تھا مگر اس نے پریکٹیکل کی وجہ سے معذرت کر لی تھی۔ زایان آج کل سارا سارا دن میچ کی پریکٹس کرتا تھا پروین بھی جا چکی تھی۔ گھر میں وہ اور دادا ہی موجود تھیں۔ دادا عصر کی نماز کے بعد تسبیح کیا کرتی۔ اس لیے وہ اپنا چائے کا مگ لے کر بہت دنوں کے بعد ٹیرس پر آ گئی۔ جب سے فراد مصطفیٰ نے ٹیرس پر کھڑے ہو کر اس سے بے تکلف ہونے کی کوشش کی تھی اس نے ٹیرس پر آنا کم کر دیا تھا۔ چائے کے سپ لیتے ہوئے وہ سڑک پر سے گزرتی ہوئی گاڑیوں کو دیکھنے لگی۔

”ہیلو ازبیہ!“ دائیں جانب سے آنے والی آواز نے اسے بری طرح چونکایا۔ اس کی چائے کا مگ چھلکا ساتھ ہی وہ بے اختیار دو قدم پیچھے ہو کر دائیں جانب دیکھنے پر مجبور ہوئی تھی۔ جہاں آج پھر فراد مصطفیٰ آنکھوں میں شوق کے کئی جہاں بسائے اسے تک رہا تھا۔

”فرمایئے کیا کہنا ہے آپ کو؟“ گرم چائے کے کچھ قطرے اس کے پیر کو جلا گئے۔ بے اختیار ہی اس کا لہجہ کھردرا ہو گیا تھا۔

”اوہ سوری میرا خیال ہے کہ آپ کا پیر جل گیا ہے۔“ اس کے چہرے پر یکلخت فکرمندی کے تاثرات نظر آئے تھے۔

”آپ سے مطلب، حد ہو گئی ہے میں اپنے گھر میں بھی لگتا ہے کہ پابند ہو گئی ہوں۔ پرابلم کیا ہے آپ کو۔“

اس نے ساری کھولن فراد پر نکالی جو اس کے الفاظ سن کر سناٹے میں آ گیا تھا۔ اتفاق تھا کہ وہ اس وقت ٹیرس پر موجود تھا اور وہ نجانے کیا سمجھ رہی تھی۔

”اوکے...... سوری آئندہ آپ کو کوئی شکایت نہیں ہوگی۔“ وہ بے حد مہذب لہجے میں معذرت کرتے ہوئے پلٹا اور سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا۔ البتہ اس کے چہرے پر پھیلتی مایوسی نے ایک پل کو ازبیہ کو شرمندہ کر دیا مگر دوسرے ہی لمحے اس نے سر جھٹکا اور خود بھی سیڑھیاں اترتی ہوئی لاؤنج میں آ گئی۔ ٹی وی آن کر کے آواز بڑھا دی تھی۔ رہ رہ کر اسے ندامت کا احساس ہو رہا تھا۔ اسے فراد مصطفیٰ کے ساتھ اتنا ناروا برتاؤ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ ہو سکتا ہے وہ کوئی ضروری بات کرنا چاہتا ہو۔ فراد مصطفیٰ کے خیال کو جھٹک کر اس نے چائے ختم کی جو کہ بالکل ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ اس نے کچن میں جا کر مگ دھو کر رکھا اور دادا کے کمرے کی جانب قدم بڑھانے لگی۔ ایکدم ہی اس کا دل بہت گھبرانے لگا وہ دادا کے کمرے میں داخل ہو گئی۔ سامنے نظر آنے والا منظر اس کے حواس گم کرنے کو کافی تھا۔ دادا جو کہ صوفے پر بیٹھی ہوئی تھیں، ان کا سر ایک جانب ڈھلکا ہوا تھا۔ آنکھیں بند تھیں اور چہرے پر شدید تکلیف کے آثار تھے۔ وہ سرعت سے ان کے قریب آئی، ان کا چہرہ پسینے سے تر تھا۔ اس نے ان کا چہرہ تھپتھپایا۔

”دادا آپ ٹھیک تو ہیں۔“ اسے فوری طور پر یہی خیال آیا کہ دادا کو جلد از جلد ہسپتال لے جانا ازحد ضروری ہے۔ اس نے موبائل ڈھونڈ کر زایان کا نمبر ملایا۔ مگر وہ کال ریسیو نہیں کر رہا تھا۔ بابا جان بھی بزنس ٹور پر ملک سے باہر تھے۔ اس نے کچھ سوچا اور دوڑتے ہوئے گھر سے باہر نکل آئی۔ دادا کو ہسپتال لے جانے کے لیے اسے کسی کی مدد کی ضرورت تھی۔ چند لمحوں کے بعد وہ گرین ہاؤس کی ڈور بیل بجا رہی تھی۔ کچھ لمحوں کے بعد فراد مصطفیٰ اس کی نظروں کے سامنے کھڑا تھا۔ ازبیہ کو اپنے سامنے دیکھ کر اس کے چہرے کے تاثرات ناقابل فہم ہو گئے تھے۔

”دادا کی طبیعت اچانک بہت خراب ہو گئی ہے، انہیں

ہسپتال لے کر جانا ہے اور گھر میں کوئی نہیں ہے۔'' اس کے آنسو پلکوں کی باڑھ توڑ کر گالوں پر پھسلتے جارہے تھے۔

''اوکے ڈونٹ وری آپ چلیں میں گاڑی کے کرآتا ہوں۔'' وہ واپس مڑ گیا۔ پھر اس نے ہی دادا کو اٹھا کر گاڑی میں منتقل کیا تھا۔ ہسپتال میں دادا کو فوری ٹریٹمنٹ دیا گیا۔ ازبیہ بہتی آنکھوں کے ساتھ مسلسل زایان کا نمبر ملا رہی تھی جو کہ بند آرہا تھا۔ ایکدم سے شوبی چاچو کا خیال آیا اور زندگی میں پہلی بار اس نے اپنے سیل فون سے شعیب حیدر کا نمبر ملایا تھا۔ شوبی چاچو صورت حال کا ادراک ہوتے ہی بیس منٹ میں ہسپتال پہنچ گئے۔

''پلیز ازبیہ رونا بند کیجیے اور دعا مانگیں ان شاء اللہ دادا کو کچھ نہیں ہوگا۔'' اسے اپنے قریب سے آواز آئی۔

''آئی ایم سوری۔ مجھے آپ کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ میں نے آپ کے ساتھ بہت بدتمیزی کی ہے۔'' اس نے شرمندہ لہجے میں کہا۔

''مجھے برا نہیں لگا البتہ میرے دل میں آپ کی عزت کئی گنا بڑھ گئی ہے۔'' اس نے رسان سے کہا۔

''ڈاکٹرز کیا کہتے ہیں دادا ٹھیک تو ہو جائیں گی نہ۔''

''دادا کو معمولی اٹیک ہوا ہے میری ڈاکٹر سے بات ہوئی ہے۔'' شعیب چاچو کے آنے پر وہ ان کے گلے لگ گئی۔ وہ خود بھی اماں کے لیے بے حد پریشان دکھائی دے رہے تھے۔ ازبیہ نے انہیں بتایا کہ وہ فراد کی مدد سے دادا کو ہسپتال لانے میں کامیاب ہوئی ہے۔ ازبیہ کو دلاسا دینے کے بعد وہ فراد سے اماں کی طبیعت کے بارے میں پوچھنے لگے۔ شعیب کے آنے کے کچھ دیر کے بعد فراد مصطفیٰ واپس چلا گیا۔ دادا کو روم میں شفٹ کیا جاچکا تھا۔ زایان بھی خبر ملتے ہی آ گیا تھا۔ ڈاکٹرز کے مطابق دادا کی طبیعت سنبھل گئی تھی۔ فائزہ آنٹی اور زایان ہسپتال میں رک گئے تھے جبکہ ازبیہ کو شعیب اپنے ساتھ گھر لے آئے تھے۔ آیان اور عظمیٰ کو بھی مطلع کیا جاچکا تھا۔ دوسرے دن فراد مصطفیٰ ہسپتال دادا کی خیریت معلوم کرنے کے لیے۔ جس وقت وہ آیا تھا اس وقت ازبیہ اور فروا وہاں موجود تھیں

اور دادا سے بات کرنے کے ساتھ ساتھ فروا انہیں سیب کاٹ کر کھلا رہی تھی۔ وہ کچھ دیر بیٹھا دادا سے حال احوال پوچھتا رہا پھر جانے کے لیے اٹھ گیا۔ اسے آفس جانا تھا۔ جاتے جاتے وہ رکا اور ازبیہ سے مخاطب ہوا۔ ''آیان کب تک آئے گا۔''

''آج رات کو پہنچ جائیں گے۔''

''اوکے پھر میں چلتا ہوں۔ اگر کسی قسم کی ضرورت ہو تو مجھے انفارم کردیجیے گا۔'' اس نے کہا تو ازبیہ نے سر ہلا دیا۔

دو روز بعد دادا کو ڈسچارج کردیا گیا تھا۔ آیان اور عظمیٰ بھی آچکے تھے۔ ابراہیم حیدر کو چونکہ دادا نے خود کاروباری دورہ ملتوی کرنے سے روک دیا تھا سو وہ اب تک واپس نہیں آئے تھے۔ البتہ دن میں دو مرتبہ ٹیلی فون پر اماں کی خیریت دریافت کرتے تھے۔ اور اب تو دادا کے بہانے فراد بھی روزانہ شام کو چلا آتا تھا۔ گھر میں سب سے اس کی بے تکلفی ہوگئی تھی۔ اس کی فیملی بیرون ملک مقیم تھی جبکہ اسے بچپن سے ہی پاکستان میں رہنے کا شوق تھا۔ اب اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے بعد اس نے یہاں لیدر گڈز کا کاروبار شروع کیا تھا۔ اس کے پاس ایم بی اے کی ڈگری تھی۔ فروا جو آج کل ابراہیم لاج میں ٹھہری ہوئی تھی وہ ازبیہ کو یہ یقین دلانے کے پورے جتن کررہی تھی کہ فراد مصطفیٰ دراصل اس میں انٹرسٹڈ ہے۔ جبکہ ازبیہ کو اس کی بات پر بالکل بھی یقین نہیں تھا۔ گھر میں ہلچل سی مچ گئی تھی جب عظمیٰ نے آیان کی شادی کا ذکر چھیڑا اور آیان نے واشگاف الفاظ میں فروا کا نام لے دیا اور عظمیٰ کی راتوں کی نیند اڑادی۔ وہ تو اس کے لیے ازبیہ کا سوچ کر بیٹھی تھیں۔ ازبیہ کو خود سے دور کرنے کا سوچ کر ہی ان کا کلیجہ کٹنے لگتا تھا۔ تب ہی رات کو وہ ابراہیم صاحب کے سامنے رو پڑیں۔

''ریلیکس بیگم! آیان بھی آپ کا بیٹا ہے آپ کو اس کی خوشی کا خیال رکھنا چاہیے۔''

''ازبیہ کو بھی تو میں نے اتنے نازوں سے پالا ہے۔ میں نے اسے جنم نہیں دیا تو کیا ہوا ابراہیم آپ تو جانتے

ہیں کہ جب وہ میری گود میں آئی تھی تو اسے دنیا میں آئے چند گھنٹے ہوئے تھے۔ اسے دودھ کا پہلا قطرہ میں نے اپنے ہاتھوں سے دیا تھا۔ زایان اس وقت ایک سال کا تھا اور اماں کی خواہش تھی کہ میں زایان کے ساتھ ساتھ ازبیہ کو بھی اپنا دودھ پلاؤں مگر میں نے ایسا اس لیے نہیں کیا کہ میں ازبیہ کو ہمیشہ کے لیے اپنے پاس رکھ سکوں۔ آیان یا زایان کی دلہن بنا کر۔'' عظمیٰ نے افسردہ لہجے میں کہا۔

''تو پھر اچھی امید رکھیں۔ شاید زایان مان جائے۔ مناسب وقت کا انتظار کریں۔'' انہوں نے تسلی دی لیکن عظمیٰ ناامید لگ رہی تھیں۔

''زایان سے تو کوئی اچھی امید نہیں ہے' دونوں میں ہر وقت ٹھنی رہتی ہے۔'' عظمیٰ نے کہا اور تکیہ درست کر کے سونے لیٹ گئیں۔ اور پھر ابراہیم حیدر اور عظمیٰ نے ددا کے ساتھ شعیب سے فروا کے لیے دست سوال دراز کیا تو شعیب حیران رہ گئے۔ ان کا خیال تھا کہ بھابی آیان کی شادی ازبیہ سے کریں گی۔ مگر اب فروا کا رشتہ آیا تھا تو وہ کیونکر انکار کرتے۔ بڑے بھائی نے ازبیہ کی بہترین پرورش کر کے ان پر جو احسان کیا تھا' اس کا بدلہ وہ کبھی چکا نہیں سکتے تھے۔ دونوں گھروں میں منگنی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ تب ہی آرڈر آئے کہ آیان کی فرم اسے دو سال کے لیے کوریا بھیج رہی ہے۔ ددا نے حکم جاری کر دیا کہ اب منگنی کی جگہ آیان اور فروا کا نکاح پڑھایا جائے گا اور جیسے ہی آیان فروا کے کاغذات بنوالے گا فروا کو بھی آیان کے پاس بھیج دیا جائے گا تاکہ آیان کو پردیس میں پریشانی نہ اٹھانا پڑے۔ تقریب کا انتظام شعیب حیدر کے گھر پر تھا۔ انہوں نے وسیع و عریض لان میں خوب صورت اسٹیج بنوایا تھا۔ ابراہیم لاج میں روانگی کی تیاریاں تقریباً مکمل تھیں۔ ددا آج فروا کی طرف سے شریک ہو رہی تھیں سو وہ کل ہی شعیب حیدر کے ساتھ جا چکی تھیں۔ اس وقت بھی تمام لڑکیاں بمعہ ازبیہ کے بڑے کمرے میں تیار ہو رہی تھیں اور ان کی تیاری ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

''ازبا پلیز میرا آئی شیڈ ذرا ٹھیک کر دو۔'' یہ زروہ تھی عظمیٰ کی بھانجی اور مخاطب بڑے ماموں کی بیٹی تھی جس نے شوقیہ بیوٹیشن کا کورس کیا تھا۔

''یار ذرا میں مومنہ کی فرنچ بنا دوں پھر تمہاری طرف ہی آ رہی ہوں۔''

''پلیز اب تم لوگ جلدی کرو۔ زایان دو مرتبہ آ چکا ہے' بابا جانی غصہ کر رہے ہیں۔ چاچو کی طرف سے بھی فون آ چکا ہے۔ وہ لوگ ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔'' ازبیہ جو کہ ریڈ کلر کی فراک پاجامہ میں لشکارے مار رہی تھی' اس نے تمام کزنز کو صورت حال سے آگاہ کیا تو ان میں ہڑبونگ مچ گئی کہ کہیں انکل انہیں چھوڑ کر ہی نہ چلے جائیں۔ اور پھر جب وہ تمام لوگ بمعہ دولہا کے شعیب چاچو کے گھر پہنچے تو تازہ گلاب کی پتیوں سے ان کا استقبال کیا گیا تھا۔ فراد مصطفیٰ آج آیان کے ساتھ ہی تھا۔ گرے شیروانی میں آیان خوب سج رہا تھا۔ بلیک ڈیزائنر سوٹ میں فراد بھی غضب ڈھا رہا تھا اور وہ زروہ ہی تھی جو دل و جان سے فراد مصطفیٰ پر فدا ہو چکی تھی یہ جانے بنا کہ فراد مصطفیٰ کسی اور کو حاصل کرنا چاہتا ہے اور آج تو وہ اس دشمن جاں سے کچھ کہنا بھی چاہتا تھا اور پھر اسے موقع بھی مل گیا۔ آیان اور فروا کا فوٹو سیشن ہو رہا تھا جب اسے تیزی سے اندرونی حصے کی جانب جاتی ازبیہ نظر آئی تھی۔ اسی وقت وہ بنا کچھ سوچے اس کے پیچھے اندر آ گیا۔ ازبیہ کسی سے فون پر بات کر رہی تھی۔ گفتگو ختم ہوتے ہی اس نے ریسیور رکھا اور جیسے ہی مڑی تو خود سے کچھ فاصلے پر فراد مصطفیٰ کو دیکھ کر اس کے اندر ایک انجانا سا احساس جاگا۔ اس نے باہر جانے کے لیے قدم آگے بڑھائے تو فراد نے اپنا دایاں ہاتھ پھیلا کر اس کا راستہ مسدود کر دیا۔

''مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔'' ازبیہ کے چہرے پر نظر آنے والی گھبراہٹ سے محظوظ ہوتے ہوئے اس نے کہا۔

''ہم پھر کبھی بات کر لیں۔'' ازبیہ نے کترا کر کہا۔

''نہیں آج اور ابھی مجھے تم سے کہنا ہے کہ تم بہت خوب صورت لگ رہی ہو۔ اتنی کہ مجھے لگتا ہے کہ چاند نے بھی ستاروں سے سرگوشیاں کی ہوں گی کہ تمہاری خوب صورتی

کے آگے اس کی چمک ماند پڑ گئی ہے اور یہ بھی کہنا ہے کہ میں تمہیں اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا ہوں اور یہ بھی کہ تمہیں اعتراض ہو تب بھی تم سے ہی شادی کروں گا۔ تو کیا میں اپنے مام ڈیڈ سے کہہ دوں کہ حیدر انکل سے تمام معاملات طے کرلیں۔'' وہ ایک تسلسل سے بولتا جا رہا تھا اور اس کا ایک ایک لفظ ازبیہ کے کانوں میں رس گھول رہا تھا۔ جبکہ ازبیہ کو بلانے کے لیے آنے والی زروہ نے بھی فراد کا ایک ایک لفظ سنا تھا اور اسے لگا تھا کہ جیسے اس کے اندر ہجر کا جنگل اگ آیا ہو۔ وہ ازبیہ کو بنا کچھ کہے ہی الٹے قدموں باہر نکل گئی۔

''جب آپ سب کچھ طے کر ہی چکے ہیں تو پھر اب مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟'' ازبیہ کا چہرہ گلابی ہو گیا تھا۔

''تمہاری ہاں کا منتظر ہوں۔'' فراد کی آنکھوں کی چمک اس وقت کئی گنا بڑھ گئی تھی۔

''میری ہاں تو میرے بابا جانی کی رضامندی سے مشروط ہے۔'' وہ مسکرائی تھی۔

''اوکے، تو پھر میں ڈیڈ سے بات کرتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ حیدر انکل کو مجھے اپنی فرزندی میں لینے پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔'' وہ پراعتماد لہجے میں گویا ہوا تھا۔ اس کا یہ اعتماد بے جا بھی نہیں تھا۔ مصطفیٰ حسن سے اسکائپ پر بات چیت کے بعد ابراہیم حیدر ان سے بہت متاثر دکھائی دے رہے تھے پھر فراد مصطفیٰ تو ان کے سامنے ہی تھا۔ اس کا کردار، اخلاق، اس کی تعلیمی قابلیت، شکل وصورت کچھ بھی تو رد کرنے کے قابل نہیں تھا۔ آیان اور زایان کا ووٹ تو تھا ہی فراد کے حق میں۔ دادا کو وہ اول روز سے ہی اچھا لگتا تھا۔ عظمیٰ کو تامل تھا اور وجہ یہی تھی کہ وہ ازبیہ کو خود سے دور کرنا نہیں چاہتی تھیں لیکن جب سب راضی تھے بشمول ازبیہ کے تو انہیں بھی ماننا پڑا۔ البتہ ابراہیم حیدر نے شعیب کو بلوا کر ان کا عندیہ بھی جان لیا تھا۔ وہ بھی فراد سے متاثر تھے سو انکار کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ مصطفیٰ حسن اور ان کی بیگم ثنا مصطفیٰ کے آتے ہی بقیہ معاملات طے کیے جانے لگے مگر عین ایک ہفتہ پہلے فراد نے یہ کہہ کر سب کو الجھن میں ڈال دیا کہ وہ منگنی کی بجائے نکاح کا خواہش مند ہے۔ رخصتی بے شک ازبیہ کی تعلیم مکمل ہونے پر کی جائے۔ سو اس کی خواہش کو مقدم جانتے ہوئے ابراہیم حیدر کو بھی لگا کہ وہ ٹھیک ہی کہہ رہا ہے۔ یوں نکاح کی تیاری ہونے لگی۔ ثناء مصطفیٰ نکاح کے جوڑے کی خریداری کے لیے ازبیہ کو لے جانا چاہتی تھیں لیکن فراد نے کہا کہ ازبیہ کی ساری شاپنگ وہ اپنی پسند سے کرے گا۔ اس لیے ثناء کو ازبیہ کی خریداری کے لیے فراد کو اپنے ساتھ لے جانا پڑا' بوتل گرین کلر کا اسٹائلش جوڑا اسے پسند آیا تھا۔ جس کی شرٹ کے علاوہ دوپٹے پر بھی اسٹون کا نفیس کام بنا ہوا تھا جس کی چمک آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی۔ وہ تصور کر رہا تھا کہ ازبیہ اس لباس میں دلہن بنی کس قدر دلکش لگے گی اور یہ تصور ہی اسے سرشار کر رہا تھا۔

♥●♥......●......♥●♥

''خیریت تو ہے آپ کن سوچوں میں گم ہیں۔'' ابراہیم حیدر کی آواز سن کر وہ چونکی تھیں۔

''ایک الجھن ہے' آپ کو نہیں لگتا کہ ثناء بھابی کو ہم نے پہلے بھی کہیں دیکھا ہے۔'' عظمیٰ نے کہا۔

''نہیں مجھے تو ایسا کچھ بھی محسوس نہیں ہوا اور پھر ایسا کس طرح ہوسکتا ہے' مصطفیٰ بھائی گزشتہ تیس سالوں سے آسٹریلیا میں مقیم ہیں پھر ہمارا اور ان کا کیا واسطہ البتہ بعض چہرے ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں دیکھ کر گمان ہوتا ہے کہ جیسے ہم انہیں پہلے بھی کہیں دیکھ چکے ہیں۔'' ابراہیم حیدر نے رسان سے سمجھایا تو وہ سر ہلانے لگیں' جیسے ان کی بات سے متفق ہوں۔ ابراہیم لاج کے وسیع وعریض لان میں نکاح کی تقریب کا انتظام کیا گیا تھا اسٹیج کو مختلف انواع واقسام کے پھولوں سے سجایا گیا تھا' فراد اپنی فیملی کے ساتھ آچکا تھا۔ نیوی بلیو شلوار سوٹ میں اس کا وجیہہ سراپا نمایاں نظر آرہا تھا۔ ازبیہ کو جب اسٹیج پر لایا گیا تو فراد مصطفیٰ کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی جیسے وہ اپنے کسی عظیم مقصد میں کامیاب ہو گیا ہو۔ آج ازبیہ کو فراد کی شوخ نظروں سے شرم محسوس ہو رہی تھی۔ اس کے کہنے پر عظمیٰ اسے کمرے

میں چھوڑ گئیں لیکن کچھ ہی وقت گزرا تھا کہ فروا اور زایان کی معیت میں فراد مصطفیٰ اس کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ بوکھلا کر صوفے سے کھڑی ہوگئی۔

"فراد تم سے چند باتیں کرنا چاہتا ہے بیا۔" فروا بھی اس کے پیچھے باہر نکلنے لگی تو وہ بول پڑی۔ "فروا تم تو رکو۔"

"بیا! میں باہر دروازے کے پاس کھڑی ہوں تم فراد بھائی کی بات سن لو۔" وہ اپنی بات کہہ کر چلتی بنی اور ازبیہ نظریں جھکا کر اپنی جگہ ساکت کھڑی رہ گئی۔ اپنے چہرے پر فراد کی گہری نظروں کی تپش اسے نروس کررہی تھی۔

"بیا بیٹھ جاؤ مجھے کوئی جلدی نہیں ہے۔" وہ اطمینان سے کہتا ہوا صوفے پر بیٹھ گیا اور اس کا اطمینان رخصت ہوگیا۔

"فراد پلیز آپ جائیں، سب کیا سوچیں گے۔" وہ بے حد گھبرا رہی تھی۔ سارا اعتماد رخصت ہوگیا تھا۔

"یہی سوچیں گے کہ دلہا اپنی دلہن سے راز و نیاز کررہا ہے۔" فراد کا اطمینان بدستور تھا۔

"نہیں پلیز فراد۔"

"بیٹھو تم، مجھے تمہیں کچھ بتانا ہے۔" اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کی کلائی تھامی اور اسے خود سے کچھ فاصلے پر صوفے پر بٹھالیا۔ فراد کا لمس اسے گنگ کرگیا۔

"میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں بیا۔ اگر تم اتنی خوب صورت نہ ہوتیں تب بھی میں تم سے ہی شادی کرتا۔ پتا ہے کیوں؟" وہ اپنی آنکھیں اس پر ٹکائے پوچھ رہا تھا۔ اس نے نفی میں سرہلا دیا۔ البتہ وہ اس کی بات سن کر حیران ہوئی تھی۔

"کیوں کہ پھپو ایسا چاہتی تھیں، کہ میں تم سے ہی شادی کروں اور میں پھپو کی کوئی بات ٹال نہیں سکتا۔" ازبیہ آنکھوں میں ڈھیروں الجھن لیے اسے دیکھ رہی تھی۔

"مجھے ایسا لگتا ہے کہ پھپو نے تمہیں میرے لیے چن کر مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ تم اگر میری زندگی میں نہ آئی ہوتیں تو شاید میری زندگی میں اتنے رنگ ہرگز نہ ہوتے۔"

"کہاں ہیں آپ کی پھپو؟ اور وہ مجھے کیسے جانتی ہیں؟" اس کے دل کے نہاں خانے میں خوف کا احساس جاگا تھا جیسے کچھ غلط ہونے جارہا ہو۔

"پھپو آسٹریلیا میں سیٹل ہیں جب وہ پاکستان آکر تم سے ملیں گی تب وہ تمہارے ہر سوال کا جواب خود تمہیں دیں گی۔" اس کی آنکھوں میں جذبوں کا ٹھاٹیں مارتا سمندر موجزن تھا۔ وہ کتنی ہی دیر تک اپنی پھپو کی باتیں کرتا رہا تھا وہ اپنی پھپو کا لاڈلا تھا۔

"تم کیا سوچنے لگ گئیں ڈیئر۔" اس کی مسلسل خاموشی نے فراد مصطفیٰ کو چونکا دیا۔ ازبیہ نے نفی میں سرہلایا۔

"ازبیہ آئی رئیلی لو یو تمہارا وجود میری خوشیوں کا ضامن ہے۔" دھیمے لہجے میں اقرار کرتا وہ اچھا لگ رہا تھا۔

"فراد بھائی ٹائم ختم آپ باہر آجایئے آپ کے کزنز بھی آپ کو ڈھونڈتے ہوئے ادھر ہی آرہے ہیں۔" فروا نے دروازہ کھول کر اندر قدم رکھا تو فراد اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور پھر جاتے جاتے رکا۔

"ازبیہ مجھ سے کبھی بھی بدگمان مت ہونا بلیو می میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔" گھمبیر لہجے میں اپنی بات کہہ کر وہ تیز قدموں سے چلتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ ازبیہ کے چہرے کی سنجیدگی اور فراد کے لفظوں کی گھمبیرتا کو محسوس کرکے ایک پل کو فروا کا دل دہل گیا۔ مگر دوسرے ہی پل اس نے موقع کی نزاکت کا خیال کرکے خود کو سنبھالا اور ازبیہ سے مخاطب ہوئی۔

"تمہارے کھانے کے لیے کچھ لاؤں؟"

"نہیں ابھی نہیں، میں کپڑے بدل کر کچھ دیر آرام کرنا چاہتی ہوں۔" اس کا سپاٹ لہجہ فروا کو بے چین کرگیا۔ وہ بیا کو وارڈروب سے سادہ سوٹ نکالتے ہوئے دیکھنے لگی۔ انداز میں تفکر نمایاں تھا۔ تقریب کے اختتام پر فروا نے اس کی خاموشی کی وجہ پوچھی، لیکن اس نے تھکن کا بہانہ کرکے ٹال دیا۔ لیکن وہ اندر سے بری طرح سہم گئی تھی۔ اس کا دل اشارہ کررہا تھا کہ وہ سخت خسارہ اٹھانے والی تھی۔

یہ سچ تھا کہ اس کے دل میں فراد مصطفیٰ کی محبت کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن ساتھ ہی فراد کی باتوں نے اسے بے چین کردیا تھا۔ رات دیر تک کروٹے بدلنے کے ساتھ وہ فراد مصطفیٰ کی باتوں کو سوچتی ہوئی سوئی تھی۔ آیان کی دوپہر کی فلائیٹ تھی۔ ناشتے کے بعد وہ سب گھر سے ایئرپورٹ کے لیے نکلے تھے۔ ازبیہ نے خود پر طاری سنجیدگی کا خول اتار پھینکا تھا۔ آیان کو رخصت کرتے سے عظمیٰ کے آنسوان کا چہرہ بھگور ہے تھے۔ زایان اور ازبیہ انہیں بہلانے لگے۔ واپسی میں انہوں نے فروا اور سنی کو شعیب منزل ڈراپ کردیا تھا۔ فراد کسی وجہ سے آیان کو سی آف کرنے کے لیے نہیں آسکا تھا' اس نے کال کرکے معذرت کرلی تھی۔ دوسرے دن فراد چلا آیا۔ اس کا سامنا سب سے پہلے عظمیٰ سے ہی ہوا تھا۔ سلام کے بعد اس نے اپنی آمد کا مقصد بتایا۔

''آنٹی میں اسلام آباد جارہا ہوں' ایک ہفتے کے بعد واپسی ہوگی سوچا کہ جانے سے پہلے ازبیہ سے مل لوں۔'' شائستہ لہجے میں بولتا وہ عظمیٰ کو بہت اچھا لگا۔

''وہ اپنے روم میں ہی ہے۔ تم وہیں اس سے مل لو۔ میں چائے بھجواتی ہوں۔''

''نہیں آنٹی نو فارمیلٹیز' اسلام آباد سے لوٹوں گا تو آپ کے ہاتھ کا بنا کھانا کھانے آؤں گا۔'' وہ مسکرا کر کہتا ہوا ازبیہ کے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ جہاں پروین پہلے ہی فراد کے آنے کی اطلاع دے چکی تھی۔ ازبیہ اپنا حلیہ درست کرکے کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکلنے لگی تھی جب ہی فراد اندر داخل ہوا۔

♥●♥......●......●♥●♥

''چلو ٹیرس پر چلتے ہیں۔'' فراد نے قدم آگے بڑھائے تو ازبیہ اس کے ساتھ ہولی۔

''میں ایک کام سے اسلام آباد جارہا ہوں۔''

''انکل آنٹی بھی ساتھ جارہے ہیں؟'' ازبیہ نے دریافت کیا۔

''نہیں وہ لوگ دوروز بعد اسلام آباد جائیں گے۔ ڈیڈ کے کزن کے بیٹے کی شادی ہے اسی سلسلے میں جانا ہے۔ ڈیڈ اور مما اسلام آباد سے ہی آسٹریلیا کی فلائٹ لیں گے۔ میں کچھ لمحے تمہارے ساتھ بتانا چاہتا تھا۔ اس لیے آیا ہوں مجھے ایسا لگتا ہے کہ تم خوش نہیں ہو۔'' اس نے اپنے خدشے کا اظہار کیا۔ جسے سن کروہ لب بھینچ گئی۔ پھر اس نے لب کشائی کی۔

''پتا نہیں' میں کچھ طے نہیں کرپارہی۔'' اس کا انداز مبہم تھا۔

''تم شاید یہ سن کر ہرٹ ہوگئیں کہ میں نے تم سے نکاح اس لیے کیا ہے کہ پھپو نے تمہیں منتخب کیا تھا۔ بٹ بلیومی بیا' اگر تم ان کا انتخاب نہیں ہوتیں تب بھی میں تم سے ہی شادی کرتا۔ میں پہلی نظر میں ہی تمہارا اسیر ہوگیا تھا۔'' وہ دھیرے دھیرے بتارہا تھا۔ ازبیہ کے لیے تو فراد کی پھپو کی ذات ایک معمہ تھی اور جب تک یہ معمہ حل نہیں ہوجاتا اسے سکون نہیں آنا تھا۔

ازبیہ اور فروا سنجیدگی سے پڑھائی میں جت گئی تھیں۔ فراد اسلام آباد سے لوٹ آیا تھا اور وہ تقریباً روزانہ ہی ازبیہ سے ملنے کے بہانے چلا آتا تھا۔ وقت اپنی رفتار سے گزر رہا تھا۔ ان کے فائنل اگزامز کی ڈیٹ شیٹ آگئی تھی۔ نیچے لاؤنج میں زایان کے دوست آئے بیٹھے تھے' جس کی وجہ سے گھر کے ماحول میں ہلچل سی مچی ہوئی تھی۔ سو وہ ٹیرس پر چلی آئی۔ اس وقت وہ عجیب وغریب سے حلیے میں رٹا لگارہی تھی۔ تب ہی اچانک ٹیرس کی بتی گل ہوگئی۔

''ارے یہ کیا ہوا؟'' اسے اندھیرے میں اپنی ہی آواز سنائی دی۔ آسمان پر چاند نہ ہونے کی وجہ سے ٹیرس پر گھپ اندھیرا ہوگیا تھا۔ اس نے سوچا کہ پروین کو آواز لگا کر لائٹ چیک کرنے کا کہے پھر سوچا کہ نیچے ہی چلنا چاہیے۔ تب ہی اسے اپنے نزدیک دوسرے وجود کی آہٹ سنائی دی تو اس کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ آنے والا اس کے نزدیک تھا۔

''کک.....کون ہے؟'' اس نے کانپتی آواز میں پوچھا۔

"ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔" فراد نے اپنے سیل فون کی ٹارچ روشن کردی تھی۔

ازبیہ کے ہونٹوں سے ایک طویل سانس برآمد ہوا۔اس سے کچھ فاصلے پر کھڑا فراد مصطفیٰ اپنے بائیں ہاتھ میں سیل فون تھامے اور دایاں ہاتھ ازبیہ کی جانب بڑھایا ہوا تھا۔

"یہ....." ازبیہ نے بکے تھامتے ہوئے مختلف رنگوں کے پھولوں کو دیکھا انداز میں حیرت نمایاں تھی۔

"میری طرف سے ایک تحفہ اور بھی ہے۔" اس نے اتنا کہہ کر ہاتھ بلند کر کے تالی بجائی' جس کے چند سیکنڈ کے بعد ٹیرس کی لائٹ روشن ہوگئی' ازبیہ نے گردن موڑ کر سیڑھیوں کی جانب دیکھا لیکن اسے کوئی نظر نہیں آیا فراد نے اپنے جیکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک مخملی کیس نکالا اور اسے کھول کر اس میں سے ایک خوب صورت گولڈ کا بریسلیٹ برآمد کیا جس کے درمیان میں زمرد جڑے ہوئے تھے' فراد نے دوسرے ہاتھ سے ازبیہ کی کلائی تھام کر وہ بریسلیٹ اس کی زینت بنادیا۔ وہ سحرزدہ سی ان لمحوں کے فسوں میں جکڑی ہوئی تھی۔اس طرح تو پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ فراد اس کا ہاتھ تھامے اسے نیچے لے آیا جہاں زایان کے علاوہ فروا اور سنی بھی موجود تھے۔ درمیان میں میز پر ڈھیروں گلاب کی سرخ پتیوں کے درمیان کیک رکھا ہوا تھا' یہ تجربہ اس کے لیے بالکل نیا اور انوکھا تھا۔ بابا جان کو کیک کاٹ کر سالگرہ منانا پسند نہیں تھا سو ان کے گھر میں سالگرہ پر کیک نہیں کاٹا جاتا تھا۔البتہ ایک دوسرے کو تحائف دیئے جاتے اور کھانے پر اہتمام بھی کیا جاتا تھا' دادا کے علاوہ وہ بابا جان اور مما بھی اپنے اپنے کمروں میں سونے کے لیے جاچکے تھے۔ زایان آئسکریم لایا تھا۔ سرد موسم میں آئس کریم کے متوالے جھوم اٹھے تھے۔ رات کے دو بجے انہیں وقت گزرنے کا خیال آیا تھا۔تب فراد بھی سب کو خدا حافظ کہتا ہوا چلا گیا۔ دوسرے روز دوپہر کے وقت اس کے سیل فون پر فراد کی کال آئی جسے اس نے مسکراتے ہوئے پک کیا تھا۔

"ہیلو ہنی میں گھر پر ہوں' تمہارے لیے ایک سرپرائز ہے تم فوراً آجاؤ۔" اس نے فون بند کردیا' ازبیہ حیران ہوئی کہ کون سا سرپرائز دینا رہ گیا ہے۔ اس نے اپنے حلیے پر نظر ڈالی لیمن کلر کا سوٹ اس پر بھلا لگ رہا تھا۔ اس نے لیئرز کٹ بالوں میں برش پھیرا اور دوپٹہ ٹھیک کرتی ہوئی کمرے سے باہر آگئی۔ اس نے پروین کو اپنے جانے کا بتایا کہ وہ مما کو بتادے اور خود گیٹ سے باہر نکل آئی۔ لاؤنج میں داخل ہو کر اس نے اردگرد طائرانہ نظر دوڑائی تھی کہ اسے فراد کے بولنے کی آواز آئی وہ کسی سے باتیں کرتا ہوا ایک کمرے سے باہر نکلا اس کے پیچھے ایک عورت بھی تھی جس نے سر جھکایا ہوا تھا۔ اس نے بلیو جینز اور آسمانی کرتا پہن رکھا تھا۔

"ارے بیا تم آگئیں۔" فراد کی نظر اس پر پڑی تو وہ چہکا' جبکہ ازبیہ اس عورت کو دیکھ رہی تھی۔

"ازبیہ یہ میری پھپھو ہیں۔" وہ بتا رہا تھا جبکہ ازبیہ کو لگ رہا تھا کہ جیسے آسمان اس کے سر پر پھٹ پڑا ہو۔ جو چہرہ اس کی نظروں کے سامنے تھا وہ اپنی زندگی میں کبھی بھی اس چہرے کو دیکھنے کی خواہش مند نہیں تھی۔ فراد کی پھپھو اپنی آنکھوں میں بے تابی سمیٹے اسے دیکھ رہی تھیں مگر ہچکچا رہی تھیں' اس کی جانب قدم بڑھانا چاہ رہی تھیں مگر جھجک حائل تھی۔ ایسے میں ازبیہ چاہتی تھی کہ اسے کوئی ایسا اسم یاد آجائے کہ وہ اس منظر سے یکلخت غائب ہوجائے۔ اس طرح کہ وہ پھر ساری عمر اسے ڈھونڈتی رہے تب بھی اسے ڈھونڈ نہ پائے۔

"ازبیہ تم جانتی ہو نہیں۔" ایسے میں فراد کی آواز نے سناٹے کو توڑا۔

"ہاں فراد مصطفیٰ یہ وہ عورت ہے جس سے میں نے نفرت کی ہے' کیونکہ جب مجھے ان کی ضرورت تھی تب انہوں نے مجھے خود سے دور کردیا تھا' نہ تو میری بھوک نے ان کے قدم روکے نہ ہی میری ناتوانی نے انہیں کمزور کیا۔ ایک پل کو انہیں میرا خیال نہیں آیا۔ اب ان کو مجھ سے بھی ہرگز کوئی امید نہیں رکھنی چاہیے۔ کیونکہ میرے دل میں ان

کے لیے بالکل بھی جگہ نہیں ہے۔" اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئی تھیں جبکہ فراد مصطفیٰ اپنی جگہ ششدر کھڑا تھا۔ شاید اسے ازبیہ سے اتنے شدید ردعمل کی توقع نہیں تھی۔ جبکہ سبین انعام جس کے بارے میں یہ گفتگو ہورہی تھی‘ وہ اپنی جگہ پر اس طرح ساکت و جامد کھڑی تھیں جیسے زمین نے ان کے قدموں کو جکڑ لیا ہو‘ لیکن ازبیہ کا آخری فقرہ سنتے ہی جیسے انہیں بجلی کے ننگے تار نے چھولیا ہو‘ انہوں نے قدم آگے بڑھاتے ہوئے درمیانی فاصلہ کم کرنا چاہا۔

"نہیں ازبیہ تم میرے ساتھ ایسا نہیں کرسکتیں۔" وہ جیسے جیسے ازبیہ کی جانب بڑھ رہی تھیں ازبیہ الٹے قدموں پیچھے سرک رہی تھی۔

"میں تمہارے لیے بہت تڑپی ہوں‘ میں نے اپنے جرم کی بہت کڑی سزا پائی ہے۔ خدارا مجھے معاف کردو۔ ایک بار میرے سینے سے آکر لگ جاؤ‘ میری ممتا کی پیاس بجھادو۔ میں تمہیں اپنی آغوش میں بھرنا چاہتی ہوں۔ مجھے مایوس مت کرو۔" وہ اس کی جانب بڑھ رہی تھیں۔

"وہیں رک جایئے‘ میں آپ کی یہ خواہش بھی پوری نہیں کرسکتی۔" اس نے چیخ کر کہا اور پھر بھاگتی ہوئی باہر نکل گئی۔ جبکہ سبین اکرام جو بہت امیدیں اپنے دامن میں باندھ کر لائی تھیں پھوپھو ایک دم تہی دامن ہوگئی ہوں۔ وہ لاؤنج کے ایک صوفے پر ہارے ہوئے انداز میں ٹک گئیں۔ فراد جیسے ایک ٹرانس سے باہر نکلا تھا۔ ایک نظر اس نے دروازے کو دیکھا جہاں سے وہ گزر کر گئی تھی‘ پھر اس نے پھپھو کو دیکھا اور خود ان کے قریب صوفے پر بیٹھ کر اس نے انہیں اپنے بازو کے گھیرے میں لے لیا۔

"پھپھو ڈونٹ وری۔ وہ مان جائے گی۔" اس نے انہیں دلاسا دیا تو سبین انعام نے اپنا سر نفی میں ہلایا۔

"نہیں فراد وہ نہیں مانے گی‘ میں نے اس کی آنکھوں میں اپنے لیے نفرت دیکھی ہے اور پھر میں ہوں ہی اسی لائق میں نے اپنی ضد پوری کرنے کے لیے اپنی اولاد کو خود سے دور کردیا۔ نتیجہ تمہارے سامنے ہے‘ میرے ہاتھ خالی ہیں‘ کچھ بھی تو نہیں ہے میرے پاس۔ میں نے شعیب کی محبت کی قدر نہیں کی‘ میں نے اس کا دل توڑ دیا‘ اپنی اولاد کو اس کے ہر جائز حق سے محروم کردیا۔ سزا تو مجھے ملنی ہی تھی۔"

وہ خود کلامی کے انداز میں بول رہی تھیں۔ ان کا انداز بتا رہا تھا کہ اس وقت کوئی بھی تسلی ان کی تکلیف کا مداوا نہیں کرسکتی۔ فراد تاسف سے انہیں دیکھتا رہ گیا۔ ازبیہ بھاگتی ہوئی گھر کے اندر داخل ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو تیزی سے بہہ رہے تھے۔ عظمیٰ پر نظر پڑتے ہی وہ چلائی تھی۔

"مما..... مما وہ واپس آگئیں ہیں۔" وہ عظمیٰ کے سینے سے لگ کر رونے لگی تھی۔ اس کی حالت دیکھ کر عظمیٰ کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

"کیا ہوا تمہیں؟ کون واپس آگئی کچھ بتاؤ تو سہی۔"

"مما..... وہ سبین اکرام واپس آگئی ہیں۔" اس نے کہا اور ان کے بازوؤں میں جھول گئی۔ عظمیٰ کی چیخ نکل گئی۔

"پروین‘ زایان کو بلاؤ‘ بیا کو کیا ہوگیا ہے؟" عظمیٰ کی آواز سنتے ہی کچن سے نکلتی پروین زایان کے کمرے کی طرف بھاگی تھی۔

❤●●❤......●......❤●●❤

شعیب حیدر تعلیم سے فراغت کے بعد دوستوں کے ساتھ ناردرن ایریاز کی طرف گئے تھے‘ وہاں ان کی ملاقات سبین اکرام سے ہوئی تھی۔ سبین کی حسن و ذہانت نے بہت جلد شعیب کو اپنا اسیر کرلیا۔ سبین مری میں اپنی دادی کے پاس ٹھہری ہوئی تھی۔ اس کے والدین کا انتقال ہوگیا تھا اور وہ اپنے بھائی کی فیملی کے ساتھ آسٹریلیا میں رہائش پذیر تھی۔ بہت جلد دونوں نے شادی کا فیصلہ کرلیا۔ شعیب جب کراچی واپس آئے تو سبین ان کے ہمراہ تھی۔ سبین کو وہ اپنی فیملی سے ملوانا چاہتے تھے‘ اماں سمیت سب کو سبین پسند آئی تھی۔ شعیب‘ اماں اور بھائی بھابی کو لے کر سبین کی دادی کے پاس رشتے کی بات کرنے گئے تھے۔ سبین کی رضامندی پہلے ہی تھی۔ دادی کو بھی اعتراض نہیں تھا سو دونوں جانب شادی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ شادی کے کچھ عرصے بعد ہی محبت کا خمار اترا تو سبین کو موجودہ زندگی سے شکایات پیدا ہونے لگیں۔ اس کا بدلتا ہوا مزاج

شعیب اور دیگر لوگوں کے لیے پریشانی کا باعث بن رہا تھا۔ اماں اور عظمٰی کی بھرپور کوشش تھی کہ سبین خوش رہے کیونکہ ڈاکٹر کا بھی یہی مشورہ تھا' شادی کے دو ماہ بعد ہی اس نے خوشخبری سنائی تھی۔ آیان اور زایان بھی یہ جان کر خوش تھے کہ چاچی بے بی لے کر آئیں گی۔ ناخوش تھی تو بس سبین۔ اسے نہ تو پاکستان کا ماحول بھاتا تھا' نہ موسم' ایک دن اس نے شعیب سے دل کی بات کہہ دی۔ وہ واپس آسٹریلیا جانا چاہتی تھی۔ اور یہ بھی کہ وہ اتنی جلدی بچے کی ذمہ داری نہیں اٹھانا چاہتی۔ شعیب کا غم و غصے سے برا حال تھا۔ اس رات دونوں میں پہلی مرتبہ جھگڑا ہوا اور پھر یہ معمول بن گیا۔ سبین ابارشن کروانا چاہتی تھی۔ اور اس کی خواہش تھی کہ شعیب اس کے ساتھ آسٹریلیا میں چل کر رہیں لیکن شعیب کو سبین کی کسی بات سے اتفاق نہیں تھا اور پھر خزاں کی ایک زرد شام سبین نے ایک بے حد پیاری سی بچی کو جنم دیا اور جب نرس نے سبین کو بچی کا چہرہ دکھانا چاہا تو سبین نے منہ پھیر لیا۔ اس نے بچی کو دودھ پلانے سے بھی منع کردیا۔ عظمٰی نے تاسف سے سبین کو دیکھتے ہوئے بچی کو نرس کے ہاتھوں سے لے لیا۔ دوسرے روز سبین ہسپتال سے چلی گئی جاتے ہوئے وہ شعیب سے کہہ گئی تھی کہ شعیب ان کے مری والے ایڈریس پر طلاق کے کاغذات بھجوا دے۔ سبین کے اس اقدام سے پورا گھرانہ غمزدہ تھا اور پھر عظمٰی اور ابراہیم حیدر نے بچی کی ذمہ داری اٹھالی۔ بیٹی کی ماں بننا عظمٰی کی دیرینہ خواہش تھی۔ زایان کی پیدائش پر پیچیدگی کے باعث وہ اپنی اس خواہش کی تکمیل نہیں کرسکتی تھیں۔ شعیب نے سبین کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے طلاق کے کاغذات بھجوا دیئے اور خود کو اس قدر مصروف کرلیا کہ حاجرہ بیگم ان کی صورت دیکھنے کے لیے ترس جاتی تھیں۔ اور پھر اس مسئلے کا حل انہوں نے یہ نکالا کہ شعیب کی شادی اپنی خالہ زاد بہن کی بیٹی سے طے کردی۔ شعیب تھوڑی سی ردوقدح کے بعد راضی ہوگئے۔ فائزہ بہت اچھے اخلاق کی مالک تعلیم یافتہ لڑکی تھی۔ اس نے دنوں میں ہی سب کے دل میں گھر کرلیا۔ وقت اپنی رفتار سے آگے بڑھنے لگا۔

فائزہ نے فروا اور سنی کو جنم دے کر شعیب کو پھر سے جینا سکھا دیا۔ بچے جب بڑے ہونے لگے تو شعیب نے الگ گھر بنوالیا' جس پر دادا نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ البتہ شعیب اکثر خود کو ازبیہ کا مجرم سمجھتے تھے' کیونکہ نہ تو انہوں نے اسے باپ کا پیار دیا نہ ہی اس کے لاڈ اٹھائے تھے مگر پھر بھی وہ مطمئن تھے کہ ان کے بھائی اور بھابی نے ازبیہ کو نہ صرف بھرپور پیار دیا تھا بلکہ اس کی بہترین پرورش بھی کی تھی۔

❤●❤.....●.....❤●❤

جب اسے ہوش آیا تو سب اس کے گرد کھڑے تھے۔ سب کے چہروں پر پریشانی نمایاں تھی۔

''تم ٹھیک ہو بیٹا۔'' ابراہیم حیدر نے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا تو وہ سسک اٹھی۔

''بابا وہ واپس آگئی ہیں۔'' اس نے پھر سے وہی بات دہرائی۔

''تم نے اسے کہاں دیکھا اور پہچانا کیسے؟'' ابراہیم حیدر نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''بابا وہ فراد کی پھپھو ہیں' میں نے اپنے گھر کے اسٹور روم میں ان کی شعیب چاچو کے ساتھ تصویر دیکھی تھی۔ میں ان سے نفرت کرتی ہوں آپ کچھ کریں بابا میں دوبارہ ان کا سامنا نہیں کرنا چاہتی۔'' وہ ان کے سینے میں منہ چھپا کر رونے لگی۔ ابراہیم حیدر کو لگا کہ جیسے ان کے دل پر منوں بوجھ آگرا ہو۔ عظمٰی اس انکشاف کو سن کر سکتے میں آگئی تھیں۔ جبکہ زایان کی پلکیں بھی نم ہوگئی تھیں۔

''ڈونٹ وری بیا کچھ نہیں ہوگا بیٹا' مجھ پر ٹرسٹ کرو اور رونا بند کرو۔ آپ چند روز کے لیے شعیب کی طرف چلی جاؤ۔ زایان آپ کو چھوڑ آئے گا۔'' پھر وہ عظمٰی سے مخاطب ہوئے۔

''بیا! کو فریش جوس پلاؤ اور شام کو اسے زایان کے ساتھ شعیب کی طرف بھیج دینا۔ اماں بھی وہیں ہیں اس کا دل بہل جائے گا۔'' وہ اتنا کہہ کر ازبیہ کا سر تھپکتے ہوئے کمرے سے باہر چلے گئے۔ عظمٰی کچن میں چلی گئیں جبکہ

زایان باتوں سے اس کا دل بہلانے لگا۔ جبکہ اندر سے خود اس کا دل بھی دکھی تھا۔ شام کو زایان اسے شعیب کے گھر لے آیا جہاں سب اس کے منتظر تھے۔ سب ہی کے چہرے بجھے بجھے سے تھے۔ ابراہیم حیدر انہیں حقیقت سے آگاہ کرچکے تھے۔ وہ وہاں بھی دادا کے گلے میں باہنیں ڈال کر رو پڑی۔ دادا کو اسے سنبھالنا مشکل ہوگیا۔ بمشکل فائزہ نے اسے چپ کروایا۔ شعیب اپنی روٹین سے ہٹ کر رات کے کھانے کے بعد اسے واک پر لے گئے۔ انہیں انکار نہیں تھا کہ دل کے ایک چھوٹے سے کونے پر سبین اکرام اب تک قابض تھی۔ ازبیہ کی اداسی ان کے دل کا بوجھ بڑھا رہی تھی۔

♥●♥......●......♥●♥

''آپ خاموش کیوں ہیں' فراد کو بلوا کر پوچھیں نہ کہ اس نے ہم سب سے یہ حقیقت کیوں چھپائی۔ ہماری بیا کا قصور کیا ہے۔'' عظمیٰ دلگرفتہ لہجے میں شوہر سے مخاطب تھیں۔

''عظمیٰ میں فراد سے رابطے کی کوشش کرچکا ہوں' اس کا فون بند آرہا ہے۔ گھر پر بھی وہ موجود نہیں ہے' پورچ میں اس کی گاڑی نظر نہیں آرہی۔'' ابراہیم خود فکر مند تھے۔ آج دو روز ہوگئے تھے۔ فراد کا کچھ پتا نہیں تھا۔ نہ ہی سبین کی کوئی خبر تھی۔ ابراہیم اس حقیقت سے لاعلم تھے کہ وہ ازبیہ سے ملنے شعیب حیدر کے گھر جا پہنچا تھا۔ سنی نے اس کی آمد کی اطلاع ازبیہ کو دی تو اس نے فراد سے ملنے سے انکار کردیا۔ مجبوراً وہ مایوس لوٹ گیا تھا۔ فروا کو جب پتا چلا تو اس نے ازبیہ کو آڑے ہاتھوں لیا۔

''تم نے اس سے ملنے سے انکار کیوں کیا۔ سن تو لیتی کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔''

''مجھے اس کی کوئی بات نہیں سننی' وہ دھوکے باز ہے' اس نے جانتے بوجھتے میری زندگی برباد کرنی چاہی ہے۔'' ازبیہ نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

''ازبیہ وہ تم سے محبت کرتا ہے' تمہیں اس کی محبت نظر نہیں آئی۔'' فروا جذباتی ہورہی تھی۔

''فروا پلیز میں اس موضوع پر مزید کوئی بات نہیں کرنا چاہتی اگر تم نے مجھے مزید تنگ کیا تو میں گھر چلی جاؤں گی۔'' وہ بہت روڈ ہورہی تھی۔ فروا اس کے لیے پریشان تھی۔ اسے اپنی بہن کی خوشیاں عزیز تھیں۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی بہن کو اپنی محبت قربان کرنی پڑے۔ وہ مزید کچھ کہے بغیر کمرے سے باہر نکل آئی۔ دادا تسبیح کررہی تھیں' وہ ان کے پاس آگئی۔ دادا نے تسبیح مکمل کرکے اس کے چہرے پر پھونک ماری۔ اور پھر پوچھا۔

''اداس کیوں لگ رہی ہو' آیان کا فون نہیں آیا کیا؟''

''آیان کا فون تو صبح ہی آگیا تھا۔ میں تو بیا کی وجہ سے پریشان ہوں۔ فراد بھائی اس سے ملنے آئے تھے۔ لیکن اس نے ملنے سے انکار کردیا۔''

''ہاں تمہاری ماں مجھے بتا کرگئی ہے۔ میں تمہیں بھی یہی کہوں گی کہ بیا کو خود سے فیصلہ کرنے دو۔ فراد نے غلطی کی ہے اسے ہمیں یہ بات پہلے ہی بتادینی چاہیے تھی کہ وہ سبین کا بھتیجا ہے۔ یہ بات نہ اس نے ہمیں بتائی نہ ہی اس کے والدین نے ذکر کیا۔'' دادا نے بات ختم کرکے دوبارہ تسبیح شروع کردی جبکہ فروا کچھ سوچنے لگی۔

♥●♥......●......♥●♥

سبین اکرام کا بلڈ پریشر شوٹ کرگیا تھا۔ وہ انہیں لے کر اسپتال بھاگا تھا۔ ان کی طبیعت سنبھلتے ہی اس نے اپنے دوست ہادی اور اس کی بہن کو پھپھو کے پاس چھوڑا اور خود شعیب حیدر کے گھر چلا آیا۔ ابراہیم لاج کے ملازم سے اسے معلوم ہوگیا تھا کہ ازبیہ' شعیب حیدر کی طرف جاچکی ہے' لیکن یہاں آکر بھی وہ نامراد ٹھہرا۔ ازبیہ نے اس سے ملنے سے انکار کردیا تھا۔ وہ بری طرح ذہنی انتشار کا شکار تھا۔ پھپھو کی طبیعت کی وجہ سے نہ تو وہ سویا نہ ہی اس نے کچھ کھایا پیا تھا۔ کسی کو کچھ جواب نہ دینا پڑے اس لیے اس نے اپنا سیل نمبر بھی بند رکھا تھا۔ موقع ملنے پر اس نے سوچا کہ ازبیہ سے جاکر ملے لیکن اس نے ملنے سے انکار کردیا تھا۔ یہ سب تو اس کے گمان سے باہر کی باتیں تھیں۔ اس کا خیال تھا کہ ازبیہ پھپھو سے مل کر خوش

ہو جائے گی اُسے کیا خبر تھی کہ وہ ان سے نفرت کرتی تھی۔ وہ خود تو اس بات سے بھی بے خبر تھا کہ ازبیہ دراصل پھپو کی بیٹی ہے۔ یہ بات اسے پھپو کے پاکستان آنے سے ایک روز پہلے پتا چلی تھی۔ ورنہ وہ تو یہی سمجھتا تھا کہ چونکہ پھپھو پاکستان آتی رہتی ہیں تو انہوں نے ازبیہ کو کہیں دیکھ رکھا ہوگا۔ اور اسے فراد کے لیے پسند کرلیا تھا۔ فراد نے الجھے ہوئے ذہن اور دل کے ساتھ گاڑی کا رخ ہسپتال کی جانب موڑ لیا۔

♥●♥.......●.......♥●♥

''اتنی چپ چپ کیوں رہنے لگی ہو بیٹا؟'' دادا کو اس کی خاموشی سے ہول آنے لگا تھا۔

''کیا بات کروں دادا' بولنے کا دل ہی نہیں چاہتا۔'' وہ اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں کچھ کھوج رہی تھی۔ شام کو ابراہیم اور عظمیٰ اس سے ملنے کے لیے آئے تھے۔ ابراہیم حیدر نے اسے کہا کہ اب وہ گھر چلے لیکن اس نے انکار کردیا کہ وہ مزید کچھ دن ادھر ہی ٹھہرے گی۔ کچھ دیر پہلے ہی وہ لوگ گئے تھے۔

''بیٹا بات اتنی بڑی بھی نہیں ہے جس طرح تم نے اسے خود پر حاوی کرلیا ہے۔''

''دادا مجھے اس عورت سے نفرت ہے۔'' اس کی آواز بھرا گئی تھی جسے محسوس کرکے کچھ فاصلے پر بیٹھے شعیب حیدر کا دل تڑپا تھا۔ ان کے ایک غلط فیصلے نے کتنا نقصان کیا تھا۔ کاش وہ سبین سے محبت کرنے کے باوجود اس سے شادی نہ کرتے تو آج ان کی بیٹی کو ان کی غلطی کا خمیازہ نہ بھرنا پڑتا۔

''وہ ہمیشہ کے لیے نہیں آئی ہے کچھ عرصے کے بعد وہ واپس چلی جائے گی۔'' دادا نے حقیقت بتائی۔

''دادا وہ فراد کی پھھو ہیں۔ میں کسی ایسے شخص سے تعلق نہیں رکھنا چاہتی جو ان کی زندگی میں شامل ہو۔'' اس نے گویا اپنا مسئلہ بتایا۔ اس کی بات سن کر شعیب حیدر اپنی جگہ سے اٹھ کر ان دونوں کے نزدیک آگئے۔

''بیٹا ایک مرتبہ پھر تسلی سے سوچ لو جلد بازی کرکے کہیں خود کا نقصان نہ کرلو۔'' شعیب حیدر کا نرم لہجہ ایک مرتبہ پھر اس کی پلکوں کو نم کر گیا۔ ان دنوں وہ کس قدر آنسو بہانے لگی تھی۔ شعیب حیدر سے کوئی ملنے آ گیا تو وہ تاسف سے ازبیہ کو دیکھتے ہوئے بے دلی سے ڈرائنگ روم کی جانب بڑھ گئے۔

♥●♥.......●.......♥●♥

سبین ہاسپٹل سے ڈسچارج ہوتے ہی اس کے ساتھ گھر آنے کے بجائے اپنی کزن کے گھر چلی گئیں۔ اس نے بہت کوشش کی کہ وہ اس کے ساتھ چلیں مگر انہوں نے انکار کردیا۔

''فراد میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے تمہیں اپنی محبت کو کھونا پڑے' میں طبیعت بہتر ہوتے ہی واپس چلی جاؤں گی۔''

''پھپو! آپ مایوس مت ہوں۔''

''نہیں پلیز مجھے کوئی جھوٹی تسلی مت دو۔'' انہوں نے اس کی بات کاٹ دی۔

''پھپو میں اسے سمجھانے کی کوشش کروں گا۔''

''فراد وہ نہیں مانے گی' میں نے اس کی آنکھوں میں اپنے لیے نفرت دیکھی ہے۔ میں اس نفرت کا سامنا نہیں کرسکتی۔ پلیز مجھے روکنے کی کوشش مت کرو۔'' ان کا لہجہ رندھا ہوا تھا۔ فراد نے خاموشی ہی میں عافیت جانی۔ ازبیہ تو اس سے بھی نالاں تھی پھر وہ کس طرح پھپو کی وکالت کرتا۔ دوسرے روز وہ ابراہیم حیدر سے ملنے چلا آیا۔ انہوں نے اسے عزت سے بٹھا کر چائے کا پوچھا لیکن اس نے سہولت سے انکار کردیا۔

''انکل' میں ازبیہ سے ملنا چاہتا ہوں' مگر وہ ہے کہ مسلسل انکاری ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ بھی مجھے ہی قصوروار سمجھتے ہیں۔'' اس نے توقف کیا' اور ابراہیم حیدر کی جانب دیکھا' وہ متوجہ تھے۔

''بلیومی! میں اس بات سے لاعلم تھا کہ وہ پھھو کی اپنی بیٹی ہے۔ انکل مجھے آپ کی ہیلپ کی ضرورت ہے۔'' اس نے ملتجی لہجے میں کہا۔ اسی پل ابراہیم حیدر کے دل نے

گواہی دی کہ فراد مصطفیٰ ان کی بیٹی کے لیے بہترین انتخاب ہے۔ اسے صرف اس لیے رد کیا جائے کہ وہ سبین کا بھتیجا ہے اس کے ساتھ زیادتی ہوگی۔

''میرا خیال ہے فراد تم اسے وقت دو سنبھلنے کے لیے۔ فی الحال اس سے ملنے کی کوشش بھی مت کرو۔ جب وہ واپس ادھر آجائے تب تم اس سے ملنا اور اس کی ناراضگی دور کرنے کی کوشش کرنا۔ ان شاء اللہ سب بہتر ہوگا۔'' ابراہیم حیدر نے اس کا کندھا تھپتھپایا تو وہ بجھے دل سے مسکرادیا مگر وہ اس دل کا کیا کرتا جو ازبیہ سے ملنے کے لیے مچل رہا تھا۔

دو روز تک وہ اپنے دل کو بہلاتا رہا اور پھر تیسرے دن اس نے زایان سے بہانہ گھڑا کہ اس کی گاڑی خراب ہوگئی ہے اسے زایان کے گھر کی گاڑی کی ضرورت ہے۔ زایان کو بھلا کیا اعتراض ہوتا' اس نے چابیاں فراد کی ہتھیلی پر لاکر رکھ دیں۔ اور فراد مصطفیٰ کالج کی چھٹی کے وقت ازبیہ کے کالج جا پہنچا۔

♥●●♥......●......♥●●♥

''آپ نے اسے امید دلائی ہی کیوں۔ آپ بھول گئے کہ وہ سبین کا بھتیجا ہے اس نے ہمیں ٹریپ کیا ہے۔'' عظمیٰ کا مزاج حد درجہ برہم تھا۔

''عظمیٰ اگر وہ سبین کا کچھ لگتا ہے تو اس میں اس کا کیا قصور ہے وہ بتا رہا تھا کہ اسے نکاح کے بعد معلوم ہوا ہے کہ ازبیہ اور سبین کے درمیان کیا رشتہ ہے۔ میں نے اس کی آنکھوں میں سچائی دیکھی ہے' وہ ہماری بیٹی سے بہت محبت کرتا ہے۔ اس کی محبت نے ہی مجھے اس کا ساتھ دینے پر مجبور کیا ہے۔ نصیب سے ہی ایسی محبت ملتی ہے اور میں اپنی بیٹی کی خوش نصیبی کو بدنصیبی میں بدلتے دیکھنا نہیں چاہتا۔ ازبیہ کم عمر ہے' جذباتی ہے' جذبات میں آکر وہ غلط فیصلہ کرنا چاہتی ہے تم جانتی ہو کہ سبین پاکستان میں زیادہ عرصہ نہیں رکے گی' اسے واپس جانا ہے۔'' ابراہیم حیدر نے تحمل سے انہیں صورتحال سے آگاہ کیا۔

''وہ مجھ سے میری بیٹی کو چھین لے گی۔'' عظمیٰ کا لہجہ رندھا ہوا تھا۔

''ایسا کچھ نہیں ہوگا عظمیٰ تم اس خوف کو دل سے نکال دو۔'' انہوں نے بیوی کے گرد بازو پھیلا کر انہیں اپنے حصار میں لیا تو عظمیٰ نے ان کے کندھے پر سر رکھ دیا۔

♥●●♥......●......♥●●♥

کالج سے باہر نکل کر اس نے سامنے نظر ڈالی تو بلیک گاڑی دیکھ کر اس کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ جانتی تھی کہ عظمیٰ زیادہ دن اس سے دور نہیں رہ سکیں گی اور بالآخر انہوں نے زایان کو اسے لینے بھیج ہی دیا۔ اس نے خوشگوار موڈ کے ساتھ گاڑی کے فرنٹ ڈور سے اندر قدم رکھا اور بیٹھنے کے بعد دروازہ بند کرتے ہوئے زایان کی طرف مسکرا کر دیکھا مگر دوسرے ہی پل بھک سے اس کا دماغ اڑ گیا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر زایان کی جگہ فراد مصطفیٰ کو بیٹھے دیکھ کر اس نے مڑ کر دروازہ کھولنا چاہا مگر ناکام رہی۔ فراد خودکار سسٹم کے تحت دروازہ لاک کرکے گاڑی اسٹارٹ کرچکا تھا۔

''گاڑی روکیے۔'' وہ حلق کے بل چلائی تھی۔ سارے موڈ کا بیڑہ غرق ہوگیا تھا۔ دوسری جانب کچھ اثر نہیں ہوا۔

''مجھے آپ کے ساتھ کہیں نہیں جانا گاڑی روکیے پلیز۔''

''مجھے تم سے ایک بات کرنی ہے جب میری بات مکمل ہوجائے گی تو گاڑی بھی رک جائے گی۔'' وہ بے حد سکون کے ساتھ بولا تھا۔ نظریں ونڈ اسکرین پر مرکوز تھیں۔ اور گاڑی کشادہ سڑک پر رواں دواں تھی۔

''لیکن میں آپ کی کوئی بات سننا نہیں چاہتی۔'' اس نے پھر احتجاج کیا۔ ''یہ آپ مجھے کہاں لے جارہے ہیں۔'' شہر سے باہر جانے والی سڑک کو دیکھ کر وہ چونکی تھی۔ اور اس کے اندر خطرے کی گھنٹی بج اٹھی۔

''فارم ہاؤس لے جارہا ہوں۔'' سنجیدگی کے ساتھ جواب آیا۔

''میری مرضی کے بغیر آپ مجھے کہیں نہیں لے جاسکتے۔'' اس نے دوٹوک لہجے میں کہا۔

''تم سے تمہاری مرضی نہیں پوچھی میں نے۔'' اس نے بھی رکھائی کا مظاہرہ کیا۔

''فراد آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟'' اب کہ اس نے پسپائی اختیار کی۔

''تمہیں چاہتا ہوں۔'' اس نے ازبیہ کا روپ نظروں میں سمو کر کہا۔

آپ کو جو بات کہنی ہے میں سننے کے لیے تیار ہوں مگر میں کسی فارم ہاؤس نہیں جاؤں گی۔'' وہ ایکدم روہانسی ہوگئی۔ آنکھیں لبالب پانیوں سے بھر گئیں۔ اس کی بھیگی آنکھیں دیکھ کر وہ ساری اکڑ بھول گیا۔ گاڑی اس نے سنسان سڑک کے کنارے پر روک دی اور پورا ازبیہ کی جانب گھوم گیا۔

''کیوں کر رہی ہو تم اس طرح' میں تم سے ملنے آتا ہوں تو تم ملنے سے انکار کردیتی ہو۔ مجھ سے بھاگ رہی ہو آخر کیوں؟'' وہ جواب طلب کر رہا تھا۔

''کیونکہ اب مجھے آپ کی حقیقت معلوم ہوگئی ہے۔ آپ نے مجھے دھوکہ دیا' مجھ سے چھپایا کہ اس عورت سے آپ کا گہرا اور مضبوط رشتہ ہے۔'' وہ چیخ کر بولی۔

''میں نے کوئی دھوکا نہیں دیا نہ ہی کچھ چھپایا ہے۔ پھپو نے تمہیں میرے لیے پسند کیا تھا۔ اب مجھے کیا معلوم تھا کہ تم دونوں کے درمیان کوئی رشتہ بھی ہے۔ پھپو پاکستان آتی رہتی ہیں' میں نے سوچا کہ انہوں نے تمہیں کہیں دیکھ رکھا ہوگا' نہ انہوں نے مزید کچھ بتایا نہ ہی میں نے کچھ پوچھا۔ یہ سچائی مجھ پر بہت بعد میں کھلی کہ تم سبین پھپو کی بیٹی ہو۔ اب بتاؤ کہ میں کہاں قصوروار ہوں۔ تم مجھے کس لیے سزا دے رہی ہو۔'' اس نے دلگیر لہجے میں کہا۔ اس کے لہجے کی سچائی کو پاکر ازبیہ کچھ دیر کے لیے خاموش ہوگئی۔

''ٹھیک ہے میں مان لیتی ہوں کہ آپ قصوروار نہیں ہیں لیکن میں سبین اکرام یا ان سے تعلق رکھنے والے کسی فرد سے کوئی واسطہ نہیں رکھنا چاہتی۔'' اس نے کہہ دیا۔

''ازبیہ تم نہیں جانتی ہو کہ پھپو بہت سزا پاچکی ہیں۔ انہوں نے دوسری شادی کی تھی پر انہیں دوبارہ اولاد کی نعمت حاصل نہیں ہوسکی۔ نتیجے میں ان کے شوہر نے انہیں ڈائیورس دے دی۔ ساری زندگی وہ تمہارے لیے تڑپتی رہی ہیں۔ میں تمہیں ان سے ملنے کے لیے مجبور نہیں کروں گا نہ ہی زندگی میں کبھی کسی بھی بات کے لیے پریشرائز کروں گا' پلیز بیا تم میری سزا تو ختم کرو۔'' اس کا لہجہ گھمبیر ہوگیا تھا۔

''میں آپ کے ساتھ مزید کوئی تعلق رکھنا ہی نہیں چاہتی۔ یوں سمجھ لیں کہ میرا دل اور اس کے جذبات منجمد ہوگئے ہیں۔ برف جم چکی ہے میرے جذبوں پر' بہتر ہے کہ آپ مجھے طلاق دے دیں۔'' اس نے دل پر پتھر رکھ کر کہہ دیا۔

''شٹ اپ بکواس بند کرو۔'' وہ دھاڑا' دل تو چاہا کہ ایک تھپڑ کھینچ مارے' دوسری طرف ازبیہ اس کی دھاڑ سے سہم گئی تھی۔

''آج تو کہہ دیا تم نے مگر آئندہ یہ الفاظ تمہاری زبان سے نہ نکلیں۔ تم میری بیوہ تو بن سکتی ہو' مگر میرا نام اپنے نام سے جدا نہیں کرسکتیں۔ اس سے پہلے کہ تم اپنے عزائم میں کامیابی حاصل کرو میں اپنے آپ کو ختم کردوں گا سو بہتر ہے کہ آئندہ ایسا سوچنا بھی مت۔'' وہ سرد لہجے میں کہہ کر غضبناک موڈ کے ساتھ گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا۔ واپسی کے سفر میں دونوں ہی خاموش تھے۔ ابراہیم ولا کے گیٹ کے پاس اس نے گاڑی روک دی' ازبیہ بنا کچھ کہے گاڑی سے اتر کر سیاہ گیٹ پار کرگئی۔ فراد مصطفیٰ اسے اس وقت تک دیکھتا رہا جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہیں ہوگئی پھر اس نے گاڑی آگے بڑھادی۔

♥♥●●●.......●.......●●♥♥

وہ کمرے میں اضطرابی کیفیت میں چکرا رہی تھی۔ یہی سب تو وہ چاہتی تھی' اب جب کہ سب کچھ اس کی حسب منشاء ہوچکا تھا تو اسے سکون کیوں نہیں مل رہا تھا۔ نیند کیوں نہیں آرہی تھی' اسے زایان نے بتایا تھا کہ فراد مصطفیٰ گھر بند کرکے کہیں جاچکا ہے اور سبین اکرام بھی واپس آسٹریلیا لوٹ گئی ہیں' ابراہیم حیدر نے اس سے پوچھا تھا کہ کیا اس کی ملاقات فراد سے ہوئی تھی۔ تب اس نے انہیں فراد سے

ملاقات کا تمام احوال کہہ سنایا۔ جسے سن کر وہ خاموش ہو گئے تھے' عظمیٰ نے تو دل تھام لیا تھا۔ فراد نے ابراہیم حیدر سے بھی کوئی رابطہ نہیں رکھا تھا۔ کچھ عرصے کے بعد آیان نے فراد کو اپنے پاس بلوا لیا۔ سو وہ بھی پردیس کی ہو گئی' ازبیہ نے ایم ایس سی میں ایڈمیشن لے لیا۔ ایک روز چپکے سے دادا نے آنکھیں بند کر لیں۔ پیچھے سب آنسو بہاتے رہ گئے ماہ وہ سال تیزی سے گزر رہے تھے اسے اکثر فراد مصطفیٰ کی یاد ستاتی تھی۔ رہ رہ کر شرمساری بھی دل کا احاطہ کرتی تھی۔ فراد تو بے قصور تھا پھر اس نے فراد کو کیوں سزا دی' ابراہیم حیدر اس کی دلی کیفیت کو سمجھ رہے تھے' ایک روز انہوں اسے بلوا بھیجا۔

''جی بابا!'' وہ ان کے کمرے میں چلی آئی۔ جہاں وہ کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے۔ جو انہوں نے ایک طرف رکھ دی' وہ ان کے پیروں کے نزدیک بیٹھ گئی۔ عظمیٰ الماری میں کچھ ڈھونڈ رہی تھیں۔

''بیٹا تم سے ضروری بات کرنی تھی۔'' ابراہیم حیدر نے نرم لہجے میں کہا۔ عظمیٰ کی سماعت بھی باپ بیٹی کی جانب متوجہ ہو گئی۔

''فراد نے کوئی رابطہ کیا تم سے؟'' ابراہیم نے توقف کے بعد پوچھا۔ ازبیہ نے ایک نظر انہیں دیکھا پھر نفی میں سر ہلا دیا۔

''پھر کیا سوچا ہے تم نے' کب تک اس طرح رہو گی۔ سہیل صاحب اپنے بیٹے کے لیے کہہ رہے تھے' ان کا خیال ہے کہ تم...... فراد سے خلع لے لو تو وہ عدیل کی شادی تم سے کر دیں گے۔'' ابراہیم حیدر نے دوست کے خیالات بتائے جسے سن کر اس نے چپ سادھ لی۔ ابراہیم کچھ دیر تک اس کے جھکے ہوئے سر کو دیکھتے رہے' عظمیٰ نے بھی الماری سے سر نکال کر اسے دیکھا جو کہیں کھوئی ہوئی لگ رہی تھی۔

''ازبیہ میں کچھ پوچھ رہا ہوں۔''

''بابا! وہ میں...... فراد سے علیحدگی نہیں چاہتی ہوں۔'' اس کا سر مزید جھک گیا۔

''بیٹا ہمارے نزدیک تمہاری خوشی اہم ہے۔'' عظمیٰ نے اس کے نزدیک آ کر اس کا سر اپنے سینے سے لگا لیا۔

''مگر مما وہ تو نجانے کہاں چلا گیا ہے؟'' اس کے لہجے میں یاسیت گھلی ہوئی تھی۔

''ہم اسے ڈھونڈ لیں گے ڈونٹ وری بیا۔'' ابراہیم حیدر نے اس کی ہمت بندھائی۔

''بابا! میں اس کی پھپھو کو معاف کرنے کی ہمت نہیں رکھتی ہوں۔ نہ ہی میں ان سے کوئی تعلق رکھوں گی۔'' اس نے سر اٹھا کر دوٹوک انداز اختیار کیا تو وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔

''ازبیہ اس نے تمہیں جنم دیا تھا۔ چند ایک مرتبہ ملنے میں تمہیں اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔'' عظمیٰ نے اسے رسان سے سمجھایا تو ابراہیم حیدر نے ایک سکون بھرا سانس لیا۔

''مما! قطع تعلق انہوں نے کیا تھا۔ وہ مجھے آپ لوگوں کے پاس چھوڑ کر گئی تھیں۔'' ازبیہ نے ہلکا سا احتجاج کیا۔

''تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو' پر یہ بھی تو دیکھو کہ وہ اپنی غلطی مان کر تم سے ملنے آئی تھی۔ تم سے معافی مانگی اس نے' تمہیں معاف کر دینا چاہیے۔'' عظمیٰ نے مزید کہا تو اس نے طویل سانس لیا۔

''کوشش کروں گی کہ میرے دل میں ان کے لیے گنجائش پیدا ہو جائے مگر وقت لگے گا۔'' وہ بھرائے ہوئے لہجے میں بولی اور پھر اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ ابراہیم حیدر اور عظمیٰ بھی اپنی اپنی سوچوں میں ڈوب گئے۔

ابراہیم حیدر نے فراد مصطفیٰ کا پتا لگانے کی کوشش کی' مگر اس کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ ملک چھوڑ کر باہر چلا گیا ہے۔ ابراہیم حیدر اس کی گمشدگی سے پریشان تھے۔ پریشان تو ازبیہ بھی تھی مگر اس نے ظاہر نہیں کیا تھا۔

عظمیٰ کے بھانجے کی شادی طے پا گئی تھی۔ سو عظمیٰ کی بہن سلمیٰ اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر کراچی آ گئی تھیں تاکہ شادی کی شاپنگ کر سکیں۔ ان کی رہائش حیدرآباد میں تھی۔ سلمیٰ کا بیٹا معاذ بہت خوش مزاج اور باتونی تھا۔ زایان سے تو

اس کی گاڑھی چھنتی تھی۔ دن بھر دونوں بہنیں بازاروں میں گھومتی کبھی زایان ڈرائیور بنتا تو کبھی معاذ کی شامت آتی۔ وہ اکثر بڑبڑاتا کہ شادی بڑے بھائی کی ہے اور وہ تو مزے کررہے ہیں اور سزا ہمیں بھگتنی پڑرہی ہے۔ عباد ایک کورس کے سلسلے میں کوریا گیا ہوا تھا۔ شادی سے ایک ہفتے پہلے اس کی واپسی تھی۔ اس روز دونوں بہنیں بازار کے لیے نکل رہی تھیں کہ فائزہ آگئیں۔ مارکیٹ جانا بھی ضروری تھا۔ عظمیٰ نے ازبیہ سے کہا کہ وہ معاذ کے ساتھ بازار چلی جائے تاکہ کام مکمل ہوجائے۔ ازبیہ نے کچھ سوچا اور پھر جانے کے لیے تیار ہوگئی۔ راستے میں معاذ اپنی منگیتر کے قصیدے پڑھتا رہا۔ جو اس کی تایازاد بھی تھی۔

''لگتا ہے آپ کو سویرا بھابھی کی بہت یاد آرہی ہے۔'' ازبیہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں! بیٹا یہ پہلا موقع ہے کہ میں نے سویرا کو دس روز سے نہیں دیکھا ہے۔ جب ہم یہاں آرہے تھے تو وہ اپنی دوست کی شادی میں شریک ہونے کی غرض سے گاؤں گئی ہوئی تھی۔'' معاذ نے بتایا۔ وہ دونوں درزی سے کپڑے لینے کے بعد جیولرز شاپ میں آگئے تھے۔

''بیا! میرا خیال ہے نکال کر چیک کرلو ٹھیک تو ہے۔'' معاذ نے کہا تو اس نے کیس میں سے چیزیں نکال لیں۔ اسی وقت معاذ کا موبائل جلترنگ بجانے لگا تو وہ معذرت کرکے شاپ سے باہر چلا گیا۔ ازبیہ نے اسے مسکرا کر دیکھا۔ وہ سمجھ گئی تھی سویرا کی کال ہوگی۔ وہ ٹیکا اونچا کرکے دیکھنے لگی۔ بہت خوب صورت ڈیزائن تھا جو کہ عظمیٰ نے منتخب کیا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر خوش ہورہی تھی یکایک اسے محسوس ہوا کہ وہ کسی نظروں کی زد میں ہے۔ لیکن اسے کوئی بھی شخص ایسا نظر نہیں آیا جو اس کی جانب متوجہ ہوتا۔ چند منٹوں تک اس نے معاذ کا انتظار کیا۔ مگر جب وہ واپس نہ آیا تو ازبیہ نے جیولری کا کیس اپنے شولڈر بیگ میں ڈالا اور شاپ سے باہر نکل آئی اور معاذ کو ڈھونڈنے لگی۔ تب ہی کسی نے اس کی کلائی جکڑی تھی اور اسے اپنے ساتھ لے کرایک جانب چلنے لگا۔ اس کا رخ کار پارکنگ کی جانب تھا۔ چند ایک نے اس منظر کو حیرانی اور افسوس سے دیکھا مگر اس نفسانفسی کے دور میں کون پرائے پھڈے میں ٹانگ اڑاتا ہے۔ سو کسی نے بھی بڑھ کر اس شخص کو روکنے کی کوشش نہیں کی۔ اس نے اپنی گاڑی کا دروازہ کھول کر اسے اگلی سیٹ پر دھکیلا اور دروازہ بند کرکے خود پھرتی سے آکر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی اور ازبیہ حیدر تو جیسے مسمرائز ہوگئی تھی اور جب سحر ٹوٹا تو وہ بڑبڑائی تھی۔

''یہ..... یہ سب کیا ہے فراد مصطفیٰ؟''

''اب یہ بھی تمہیں میں بتاؤں' کہا تھا کہ میرے سوا کوئی اور تمہاری زندگی میں شامل نہیں ہوگا۔ تمہارے نام کے ساتھ میرا نام ہی جڑا رہے گا اور تم نے میری بات کو چنداں اہمیت نہ دی اور نئے راستوں کا انتخاب کرلیا۔'' فراد نے ایک نظر اسے دیکھا۔

''میں نے کوئی نیا راستہ نہیں چنا۔ اپنی غلط فہمی دور کرلیں۔ منہ چھپا کر تو آپ بیٹھ گئے تھے۔'' وہ فراد کے الزام پر چیخ پڑی۔

''مطلب یہ زیور اور وہ لڑکا؟''

''وہ میرا کزن ہے اور یہ سب اس کی بھابھی کا ہے۔'' ازبیہ کی آنکھیں بھیگنے کو تھیں۔

''اوہ..... تم کیا کہہ رہی تھیں کہ تم نے مجھے ڈھونڈا تھا۔'' اس نے ونڈ اسکرین سے نظر ہٹا کر اس دشمن جاں کو دیکھا جس کی وجہ سے وہ دو سالوں سے تنہائی کا عذاب بھگت رہا تھا۔

''تو پھر کیا کرتے۔ آپ تو نہ اپنا پتا دے کر گئے تھے نہ ہی آپ کی کوئی خبر تھی۔'' اس کے لہجے میں ناراضگی کا عنصر حاوی تھا۔

''جب تم مجھ سے کوئی واسطہ ہی نہیں رکھنا چاہتی تھیں تو میں بتا کر کیوں جاتا۔ میں آسٹریلیا چلا گیا تھا' آج صبح ہی لوٹا ہوں۔ کچن کا کچھ ضروری سامان خریدنا تھا۔ سو اسی لیے میں یہاں آیا تھا اور تمہیں اس لڑکے کے ساتھ دیکھ کر میرا دماغ گھوم گیا۔''

''مما نے مجھے معاذ کے ساتھ بھیجا تھا' وہ بیچارہ مجھے

ڈھونڈ رہا ہوگا۔‘‘

’’بہت پروا ہے تمہیں اس بیچارے کی اور میرا کیا جو دو سالوں سے تمہاری ضد کی سزا بھگت رہا ہوں۔‘‘ وہ ازبیہ کی زبان سے معاذ کے لیے بیچارہ کا لقب سن کر بھڑک گیا۔

’’فراد مصطفیٰ سزا آپ نے اکیلے نہیں کاٹی ہے میں نے بھی تو ہر پل ہر آہٹ پر آپ کا گمان کیا اور پھر مایوس ہوئی۔ آپ نے پلٹ کر دیکھا ہی نہیں۔‘‘ اس نے گلہ کیا' جسے سن کر فراد کی روح تک میں سکون سرایت کر گیا تھا۔

’’میں نے چاہا تھا کہ تم سے رابطہ رکھوں لیکن معلوم ہوا کہ تم میرا ذکر بھی سننا نہیں چاہتی ہو تو بس میں نے خود کو روک لیا۔ اپنی محبت کی تذلیل مجھے گوارہ نہیں تھی۔ اب بھی پھپو کے مجبور کرنے پر آیا ہوں۔‘‘ اس نے اتنا کہہ کر لب بھینچ لیے۔ ازبیہ نے انتظار کیا کہ وہ مزید کچھ کہے گا مگر وہ خاموش رہا۔

’’آپ کچھ کہہ رہے تھے۔‘‘ ازبیہ جاننا چاہتی تھی کہ وہ کیا کہنا چاہ رہا تھا۔

’’پھپو کو بلڈ کینسر ہے' ازبیہ وہ بھی لاسٹ اسٹیج کا۔ وہ مرنے سے پہلے ایک بار اپنی بیٹی سے ملنا چاہتی ہیں۔ اور انہوں نے مجھے بھیجا ہے کہ میں پاکستان جا کر ان کی بیٹی کو لے آؤں۔ جانے کیوں انہیں یقین ہے کہ اب ان کی بیٹی انکار نہیں کرے گی۔‘‘ ازبیہ آنکھوں میں تاسف لیے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ اس کو پیدا کرنے والی کو اتنی دردناک موت ملنے والی ہے۔

’’کب جانا ہے؟‘‘ اس نے فراد سے پوچھا تو اسے محسوس ہوا کہ اس کی آواز بھیگ گئی ہے۔ اور فراد کو حیرت نے گھیر لیا تھا۔ اسے یقین نہیں تھا کہ وہ آسانی سے راضی ہو جائے گی۔

’’اسی ہفتے کیونکہ پھپو کے پاس وقت نہیں ہے۔ ازبیہ پلیز' اب تو انہیں معاف کردو۔‘‘ گاڑی رک چکی تھی۔ اور فراد مصطفیٰ ملتجیانہ لہجے میں کہہ رہا تھا اور اس نے بھیگی آنکھوں کے ساتھ سر ہلایا اور کھڑکی سے باہر دیکھا تو پتا چلا کہ گاڑی ابراہیم لاج کے گیٹ کے پاس کھڑی ہے۔

’’فراد اندر چلیں مما آپ سے مل کر اور آپ کی واپسی کا جان کر بہت خوش ہوں گی۔‘‘

فراد اس کے کہنے پر گاڑی سے باہر آ گیا اور دونوں نے گیٹ کی جانب قدم بڑھا دیئے تھے۔ جہاں اس وقت بھی عظمیٰ مصلے پر بیٹھی اپنی بیٹی کی خوشیوں کے لیے دعا گو تھیں اور آج ان کی دعا نے قبولیت کا درجہ پا لیا تھا۔

ایک ہفتے بعد ازبیہ اور فراد آسٹریلیا کے لیے فلائی کر گئے جہاں ایک نجی ہسپتال میں سبین زیر علاج تھیں۔ ازبیہ کو دیکھ کر ان کی مردہ ہوتی آنکھوں میں زندگی کی چمک دوڑ گئی تھی۔ ازبیہ کو انہیں پہچاننے میں مشکل ہوئی تھی۔ ان کی زرد رنگت اور دھنسی ہوئی آنکھیں' لاغر وجود کے ساتھ وہ زندگی کی آخری سانسیں گن رہی تھیں۔ شاید انہیں ازبیہ کا ہی انتظار تھا' دو روز بعد علی الصبح ان کا انتقال ہو گیا۔ ازبیہ نے پاکستان میں ابراہیم حیدر کو اطلاع کردی تھی۔ مرنے سے پہلے سبین نے ازبیہ سے معافی مانگی تھی' ازبیہ نے تہہ دل سے انہیں معاف کر دیا تھا۔

ایک ماہ بعد وہ دونوں عمرے کی ادائیگی کے لیے سعودی عرب روانہ ہو گئے تھے۔ ازبیہ پر یہ حقیقت عیاں ہو چکی تھی کہ فراد مصطفیٰ اس کے ساتھ مخلص تھا سو اس نے بھی گزرے وقت کی تلخیاں بھلا دی تھیں۔ نئی زندگی کی شروعات وہ اپنے رب کی خوشنودی سے کرنا چاہتی تھی۔

❁

شب ہجر کی پہلی بارش
نازیہ کنول نازی
READING
Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

قسط نمبر 9

اس کی باتوں کو بھلا دیں یہ ممکن ہی نہیں ہے
اس نے جو بھی کہا، رونما ہونے کو ہے
اس کے چہرے کی اداسی سے ہی ظاہر ہے محسن
جیسے وہ ایک بار پھر مجھ سے جدا ہونے کو ہے!

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

سدید کی والدہ کو دیکھ کر کرنل شیر علی رنجیدہ ہوگئے تھے وہ سدید سے اس کی والدہ کے حوالے سے بات کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ بھاگ جانے کی دھمکی دے کر بات ہی ختم کر دیتا ہے۔
سعدیہ آفندی نے اپنے والدین کی مرضی کے بغیر ایک غریب آدمی سے شادی کر لی تھی وہ سعدیہ کی محبت میں اور اسے خوش رکھنے کی کوشش میں تین نوکریاں کر رہا تھا کہ ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں وفات پا جاتا ہے۔ سعدیہ سدید علوی کو لے کر والدین کے گھر واپس آجاتی ہیں اس کے والد بزنس ڈیل میں سعدیہ کی شادی اپنے دوست کے بیٹے سے کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے سدید گھر چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔ شروع میں یہ بات سعدیہ آفندی سے چھپائی جاتی ہے لیکن جب انہیں اس بات کی خبر ہوتی ہے تو وہ صدمے سے بے حال ہو جاتی ہیں۔
شہزاد صیام کے والد کی رحلت کا سن کر در مکنون کو اپنی باتوں سے قائل کرتے اسے صیام کے گھر لے آتی ہے جہاں در مکنون اس کے گھریلو حالات دیکھ کر اپنے رویہ پر شرمندہ ہوتی ہے۔ شہزاد صیام کی بہن عشرت اور بیٹے کو اپنے ساتھ شہر لے آتی ہے وہ عشرت کے بیمار بیٹے کا علاج کروانا چاہتی ہے۔
پرہیان مارتھا کے ساتھ زاویار کے دوست ایک کے گھر جاتی ہے اور زاویار کا پوچھتی ہے جس پر ایک زاویار کے متعلق جھوٹ بول کر ٹال دیتا ہے۔ وہیں پرہیان اور مارتھا کی وطن کے حوالے سے تلخ کلامی بھی ہو جاتی ہے۔
مارتھا انیل کی حرکتوں کی وجہ سے پرہیان کو اپنے ساتھ رکھنے کو تیار نہیں ہے اس لیے پرہیان ایلی کے گھر چلی آئی تھی۔ ایلی کے والدہ انڈین ہیں اور برطانیہ میں رہتے ہوئے انہوں نے وہاں کا طور طریقہ اپنا لیا لیکن ایلی ان کے ساتھ نہیں رہتا بلکہ وہ اپنی آپا کے ساتھ رہتا ہے ایلی پرہیان سے لندن آنے کی وجہ پوچھتا ہے جسے وہ چھپا گئی تھی۔

(اب آگے پڑھیے)

❁ ❁ ❁

سنو ہمدم کبھی ہم مسکراتے تھے
ہمارا دیکھ کر چہرہ چمن میں پھول کھلتے تھے
پرندے گیت گاتے تھے
ہوائیں خوشبوؤں میں بھیگی ہر سو گنگناتی تھیں
تیرے قصے سناتی تھیں

سنو ہمدم......

ہمیں بھی ناز تھا اپنی محبت پر اداؤں پر

بہت مسرور تھے جاناں، کبھی اپنی وفاؤں پر

مگر......

ہمیں معلوم ہی کب تھا؟

کہ اک دم رُت جو بدلے گی نگاہیں بھیگ جائیں گی

دسمبر کی حسیں راتیں ہمارا دل دکھائیں گی

سمندر کے کنارے جو بنائے تھے کبھی ہم نے

گھروندے ٹوٹ جائیں گے

میرے ہاتھوں سے تیرے ہاتھ پل میں چھوٹ جائیں گے

سبھی بیتے ہوئے لمحے بہت ہی یاد آئیں گے

ہمیں معلوم ہی کب تھا یہ دولت کی ہوس تم کو

ہر اک وعدہ بھلا دے گی

تمہاری ایک دم یوں بے رخی پتھر بنا دے گی

ہمیں معلوم ہی کب تھا؟

کبھی اب سوچنے بیٹھیں تو اکثر یاد آتا ہے

کسی کو ہم بھی چاہتے تھے، کبھی ہم مسکراتے تھے

❁......❁......❁

کپواڑہ وادی کشمیر کا ایک خوب صورت سرحدی علاقہ ہے، پاکستانی سرحد کا ایک طویل حصہ اس علاقے کے گرد گھومتا ہے۔ پُر کیف وادیوں، گھنے جنگلوں اور خوب صورت ندی نالوں والے اس جنت نظیر علاقے کے لوگ بے حد محنتی، ملنسار اور مہمان نواز ہیں۔

آزاد کشمیر رجمنٹ سے آگے سدید علوی کا اگلا پڑاؤ کپواڑہ ہی تھا، سردیاں شروع ہوچکی تھیں۔ کشمیر کے بلند و بالا پہاڑوں پر برف باری کا آغاز ہوچکا تھا تاہم میدانی علاقوں کا موسم ابھی خشک تھا۔

وادیٔ کشمیر میں سردیوں کے موسم میں خوب برف باری ہوتی ہے، پہاڑوں پر جمی کئی کئی فٹ برف گرمیوں میں پگھلنا شروع ہوتی ہے تو اس پانی سے کشمیر کے کھیت کھلیان سیراب ہوتے ہیں۔

اسی پانی کی بدولت وادیٔ کشمیر کے جھرنوں اور نغمہ خواں آبشاروں کا حسن برقرار رہتا ہے، کشمیر کی جنت نظیر وادی میں یہ موسم نہایت دلکش ہوتا ہے۔

درختوں کی ٹہنیوں پر جمی برف کی تہیں عجیب منظر پیش کرتی ہیں۔ کشمیری بچے اپنے گھروں کے صحن میں برف جسے کشمیری زبان میں (شین) کہا جاتا ہے کے مجسمے بنا کر خوب کھیلتے ہیں۔

اکثر یہ معصوم ننھے فرشتے برف کے گولوں سے امریکی اور بھارتی صدر اور وزیراعظم کی مجسمے بنا کر انہیں جوتے مارتے ہیں اور ان سے اپنی نفرت کا کھلم کھلا اظہار کرتے ہیں۔ میدانی علاقوں میں جہاں برف باری سے خوب صورتی اور دلکشی کا سماں بندھ جاتا ہے وہیں پہاڑی علاقوں میں یہ موسم موت کی وادی کا منظر پیش کرتا ہے۔

کشمیر میں کچھ ایسی فلک بوس چوٹیاں بھی ہیں جہاں سارا سال برف نہیں پگھلتی' سدید کے سفر کا غاز بھی انہی فلک بوس چوٹیوں کے درمیان سے ہوا تھا۔

ماہ ستمبر کے آخری دن تھے' کپواڑہ کی برف سے ڈھکی چوٹیوں پر مسلسل سفر نے اس کے خوب صورت پاؤں جلا ڈالے تھے۔

سردیوں کے موسم میں' برف کا یہ سفر نہایت تکلیف دہ ہوتا ہے کیونکہ آگ کا جلا اتنا تکلیف دہ نہیں ہوتا جتنا برف کا جلا تکلیف دہ ہوتا ہے۔ انجان پہاڑی رستوں پر اس کی رہنمائی کے لیے ایک گائیڈر جاسوس اس کے ساتھ تھا جسے شاید وہاں کے تمام دشوار گزار رستوں سے مکمل آگاہی تھی مگر پھر بھی وہ تھک گیا تھا۔ سردی اور بھوک سے نڈھال اس کا جسم اپنی منزل کی طرف گامزن تھا کہ اچانک سامنے نظر آتے برساتی نالے کو دیکھ کر اس کی تھکن مزید بڑھ گئی۔

وہ اس علاقے میں پہلی بار آیا تھا تبھی اسے وہاں کے موسموں اور رستوں سے آگاہی نہیں تھی۔ سفید برف کے گالوں نے قرب وجوار کی ہر شے کو ڈھک رکھا تھا۔ دور دور تک سوائے برف کے اور کوئی چیز دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

نالے میں اس قدر طغیانی تھی کہ اس وقت اسے پار کرنا گویا خودکشی کے مترادف تھا مگر پھر بھی انہیں وہ نالہ پار کرنا تھا۔ برف کے اس بیابان میں رک کر کسی کی مدد کا انتظار کرنا لاحاصل تھا تبھی اپنے گائیڈر کی رہنمائی میں اللہ کا نام لے کر اس نے اس برساتی نالے کے ساتھ ساتھ سفر کرنا شروع کر دیا تھا۔

دور تک نالے کے کنارے چلنے کے بعد ایک جگہ' جہاں نالہ نسبتاً کم چوڑا تھا وہاں ایک درخت کٹ کر یوں نالے کے اوپر گرا ہوا تھا جیسے پُل ہو۔ تاہم درخت کی اوپر جمی برف کی تہوں پر بہت زیادہ پھسلن تھی جس کی وجہ سے نالے میں گرنے کے امکانات زیادہ تھے۔

گائیڈر نے ہاتھ سے برف صاف کر کے آگے بڑھنے کا راستہ واضح کیا تو سدید کی ہمت بھی بڑھ گئی نالے کے اس پار ایک بھولا بھٹکا قافلہ جیسے انہی کا منتظر تھا۔

❀.........❀.........❀

اس رات حویلی میں بہت رونق تھی۔ مہندی کی تقریب نے برقی قمقموں سے جگمگاتی حویلی کی رونق کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ صمید حسن کوشش کے باوجود حویلی نہیں آسکا تھا کیونکہ اس کی بیرون ملک میٹنگ تھی' مریرا کو دکھ تو ہوا تھا مگر اس نے صمید پر ظاہر نہیں ہونے دیا۔

عمر عباس نے اس روز وائٹ لٹھے کا سوٹ زیب تن کیا تھا جبکہ مریرہ نے وائٹ اینڈ یلو کنٹراس میں شموز کا سوٹ پہن رکھا تھا جس کے گلے اور دامن پر ہاتھ کا بہت خوب صورت کام کیا گیا تھا۔

بے جی کی فرمائش پر اس نے پراندہ بھی ڈال لیا جو بے حد خوب صورت لگ رہا تھا۔ عمر نے صمید کے نہ آنے پر اس کا خوب ریکارڈ لگایا تھا مگر وہ ہنس کر ٹال گئی۔ مہندی کی تقریب جاری تھی' شگفتہ اور قمر دونوں کے الگ الگ فنکشن رکھے گئے تھے۔ قمر کا فنکشن باہر مردانے میں تھا جبکہ شگفتہ کی مہندی کا فنکشن حویلی کے اندر ہی رکھا گیا تھا۔ مہندی کی اس تقریب میں خضر عباس اور نظر عباس کی سالی شادو بھی آئی تھی' وہی شادو جس کی نسبت بے جی نے عمر عباس کے ساتھ طے کر رکھی تھی مگر وہ راضی نہیں تھا۔ مریرہ نے دیکھا وہ پوری تقریب میں بے حد اداس تھا شاید تبھی وہ اس کے قریب آئی تھی۔

''شادو۔'' اس کی پکار پر وہ پلٹی تھی اور قدرے حیران نگاہوں سے اس نے مریرہ کو دیکھا۔

''مجھے مریرہ کہتے ہیں' عمر کی بچپن کی دوست ہوں۔ بے جی یا بھابی نے ذکر کیا ہوگا۔'' شادو کے حیران نگاہوں سے دیکھنے پر اس نے مسکراتے ہوئے اپنا تعارف کروایا تو وہ بولی۔

''جی ہاں' بجو نے بتایا تھا آپ کا۔''
''گڈ' مجھے عمر نے آپ کا بتایا کہ آپ ان کی منگیتر ہیں' اس سے پہلے میں صرف آپ کے نام سے آشنا تھی۔ مجھے لگتا تھا شاید آپ کوئی سیدھی سادی سی دیہی خاتون ہوں گی' مگر آپ تو کافی سلجھی ہوئی پڑھی لکھی لڑکی لگ رہی ہیں۔''
''ہوں' ابھی پچھلے سال نفسیات میں ایم اے کیا ہے میں نے۔''
''ویری گڈ' شادی کے بارے میں کیا سوچا آپ نے؟''
''کچھ نہیں۔'' مریرا نے دیکھا اس کے سوال پر سامنے کھڑی اس لڑکی کی آنکھوں میں ہلکا سا پانی آیا تھا۔
''عمر اس شادی کے لیے تیار نہیں ہے' اس نے صاف لفظوں میں مکمل سچائی کے ساتھ مجھ سے اور میرے والدین سے معذرت کرلی ہے۔''
''وہاٹ...... مگر کیوں؟''
''کسی اور سے محبت کرتا ہے وہ اس لیے۔''
''یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟'' مریرہ کو لگا جیسے شادو نے اس کی سماعتوں میں دھماکہ کیا ہو۔ اس کی آنکھیں حیرانی کی شدت سے پھیل گئی' شادو نے نظریں چرالیں۔
''یہی سچ ہے' میں جانتی ہوں وہ خوش نصیب کون ہے مگر یہ حقیقت ہے کہ عمر عباس میرا ابھی نہیں ہوسکتا۔''
''نہیں پلیز ایسا مت کہو' میں جانتی ہوں تم اس سے بہت محبت کرتی ہو۔ بچپن میں سارے گاؤں کی لڑکیاں تمہیں اس کا نام لے کر پاگل بناتی رہی ہیں۔ تم اتنی جلدی کیسے اس کی ذات سے دستبردار ہوسکتی ہو؟''
''میں دستبردار ہوچکی ہوں وہ میرا پاگل پن تھا۔ اب مجھے بچپن کی کوئی بات یاد نہیں' بہتر ہے آپ بھی یہ قصہ یہی ختم کردیں پلیز۔'' شادو کی آنکھوں میں اس وقت اتنا کرب تھا کہ مریرہ کو اپنا دل کٹتا ہوا محسوس ہوا پھر اس سے پہلے کہ وہ شاہدہ عرف شادو سے مزید کچھ کہتی اسے عمر نے آواز دے کر پکارلیا۔ قدرے سن حواس کے ساتھ وہ سست روی سے قدم اٹھاتی اس کی طرف آئی تھی۔
''بے جی کہاں ہیں؟'' اس کے قریب آنے پر عمر نے اس سے پوچھا تو' مریرا نے نفی میں سر ہلا دیا۔
''پتا نہیں' میں نے نہیں دیکھا۔''
''تم کچھ پریشان لگ رہی ہو خیریت؟''
''نہیں میں پریشان نہیں ہوں ویسے بھی تمہیں میری فکر میں دبلا ہونے کی ضرورت نہیں۔'' اس کا موڈ بگڑا ہوا تھا' عمر کو ٹینشن ہونے لگی۔
''کیوں...... کیوں ضرورت نہیں' میں نے کیا کیا ہے جو تم اس ٹون میں بات کررہی ہو۔''
''تم نے کچھ نہیں کیا' بس تم شاہدہ عرف شادو سے شادی کررہے ہو وہ بھی فوری۔''
''کیوں' اس ایمرجنسی آرڈر کی وجہ؟''
''کوئی وجہ نہیں' وہ اچھی لڑکی ہے تمہیں اسے اپنانے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔''
''مجھے کیا کرنا چاہیے کیا نہیں یہ میرا درد سر ہے تمہیں خوامخواہ اس مسئلے میں جان کھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔''
''کیوں ضرورت نہیں ہے' کیا میں تمہاری کچھ نہیں لگتی؟''
''ایسی بات نہیں ہے مگر میں شادو سے شادی نہیں کرسکتا۔''
''کیوں نہیں کرسکتے وجہ؟''

"تم وجہ جان کر کیا کرو گی؟"
"وہی جو تم وجہ چھپا کر کر رہے ہو؟"
"تم بے کار کی بحث میں پڑ رہی ہو مریہ اور مجھے بے کار کی بحث پسند نہیں ہے۔"
"بے کار کی بحث نہیں ہے یہ کسی کی زندگی کا معاملہ ہے۔"
"تمہیں کسی کی فکر یا ہمدردی میں دبلا ہونے کی ضرورت نہیں۔" اس بار عمر نے سخت لہجہ اختیار کیا تھا' مریہ کو بے حد دکھ ہوا۔
"تم کس سے بھاگ رہے ہو عمر! میں تمہارا راز جان گئی ہوں۔"
"کیسا راز؟"
"یہی کہ تم کسی سے محبت کرتے ہو اسی لیے شاہدہ سے شادی نہیں کر رہے مگر میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گی' سمجھے تم۔"
"شٹ اپ۔" عمر نے جھنجلا کر کہا تھا اور فوراً باہر کی طرف بڑھ گیا تھا۔
مریہ کتنی دیر وہیں کھڑی چپ چاپ آنسو بہاتی رہی' عمر کا یہ رویہ اس کے لیے حقیقتاً تکلیف دہ تھا۔

❀.......❀.......❀

سکندر علوی کا فون آیا تھا' اس کی بیوی بے حد بیمار تھی۔ دو سال کی چھوٹی سی معصوم بچی کو سنبھالنا ٹائم جاب کے ساتھ ممکن نہیں تھا تبھی اس نے پاکستان کال کر کے رو رو کر کرنل صاحب سے معافی مانگنے کے بعد انہیں اپنے پاس آنے پر راضی کر لیا تھا۔
حویلی میں شادی ختم ہو گئی تھی' کرنل صاحب مریہ کے ساتھ گاؤں سے واپسی کے بعد سیدھے انگلینڈ سدھار گئے۔ اکلوتے بیٹے کی اولاد کو دیکھنے کی خواہش نے انہیں بریرہ کی ناگہانی موت کا دکھ بھلا دیا تھا۔ صمید انتہائی مصروفیت کے باوجود انہیں ائیر پورٹ تک ڈراپ کرنے آیا تھا۔ کرنل صاحب کی انگلینڈ روانگی کے کچھ ہی دن بعد اس نے وہ گھر بھی چھوڑ دیا' جو کرنل صاحب کی ملکیت تھا۔
مریہ اس کے لیے راضی نہیں تھی مگر اس نے اپنی محبت سے مریہ کو راضی کر لیا تھا۔ اس کا آفس جس علاقے میں تھا وہاں سے کرنل صاحب کے گھر کا راستہ بہت دور پڑتا تھا۔ اب تک صرف کرنل صاحب کی وجہ سے وہ مجبوراً وہاں رہ رہا تھا اب جبکہ کرنل صاحب اپنے بیٹے کے پاس چلے گئے تھے اور ان کا ارادہ بھی وہاں طویل قیام کا تھا لہٰذا اس نے پہلی فرصت میں یہ مسئلہ حل کیا تھا۔
مریہ کرنل صاحب کی واپسی تک گھر تبدیل کرنے کے حق میں نہیں تھی تاہم صمید کے اصرار پر اس کی مجبوری کو دیکھتے ہوئے وہ ایک کڑی شرط پر مان گئی تھی' اس کی شادی کو ایک سال ہونے کو آیا تھا مگر ابھی تک اس کی گود خالی تھی۔
صمید تاحال بچوں کے حق میں نہیں تھا مگر مریہ سے کرنل صاحب کا گھر چھڑوانے کے لیے اسے مجبوراً اس کی شرط ماننے کی حامی بھرنی پڑی تھی۔ اس روز وہ آفس سے گھر آیا تو مریہ رات کا کھانا ٹیبل پر لگائے اسی کا انتظار کر رہی تھی۔
"السلام علیکم! آج پھر لیٹ ہو گئے آپ؟"
"ہوں' وعلیکم السلام! نیا نیا بزنس کیا ہے وقت تو دینا پڑے گا۔" وہ فریش ہو کر آ گیا تھا' مریہ نے مکمل توجہ اس پر مرکوز کر دی۔
"تمہیں نہیں لگتا صمید کہ تم نے آج کل کاروبار کو کچھ زیادہ ہی ہوا بنا لیا ہے' ادھر گاؤں میں سب تمہارا پوچھ رہے تھے' تمہیں پتا ہے میں کتنی شرمندہ ہوئی سب کے سامنے ایک تمہارے نہ آنے سے۔"

''کیوں' شرمندہ ہونے کی کیا بات تھی اس میں' تم وہاں موجود تو تھیں۔''
''میری اور بات تھی۔''
''اٹس او کے یار! سکون سے کھانا کھانے دو پلیز' سر میں پہلے ہی بہت درد ہے الٹا تم گھر آتے ہی کلاس لگا کر بیٹھ جاتی ہو۔'' وہ تھکا ہوا تھا یا بے زار...... مریہ اندازہ نہیں لگا سکی تاہم صمید کی بے حسی اور بے پروائی نے اسے ہرٹ ضرور کیا تھا تبھی وہ بنا کھانا کھائے فوری وہاں سے اٹھ گئی تھی۔
صمید نے اسے روکنا چاہا تھا مگر وہ نہیں رکی تو وہ خود بھی کھانے سے ہاتھ کھینچ کر اٹھ کھڑا ہوا' جانے کیوں اس لمحے اس کا اپنا دل بے حد بوجھل ہو رہا تھا۔

❀......❀......❀

مریہ اس سے ناراض ہو کر سو چکی تھی۔ وہ رات دیر تک ٹی وی لاؤنج میں بیٹھا' خالی خالی دماغ کے ساتھ ٹی وی دیکھتا اس کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ کاش وہ اسے بتا سکتا کہ اس رات اپنی تمام تر مصروفیات پس پشت ڈال کر وہ حویلی آیا تھا۔
مہندی کی تقریب اپنے عروج پر تھی' سردی کی وجہ سے اس نے مفلر اپنی گردن کے گرد لپیٹ رکھا تھا۔ تانگے سے اتر کر جس وقت وہ حویلی کے احاطے کے قریب پہنچا اس کی سماعتوں میں پڑنے والے الفاظ نے بے ساختہ اسے ٹھٹک کر رک جانے پر مجبور کر دیا تھا۔
''مریہ...... مریہ...... دنیا صرف ایک مریہ پر ختم نہیں ہے بھاء! شادو اچھی لڑکی ہے' پڑھی لکھی سمجھ دار ہے۔ سب سے بڑی بات وہ تم سے پیار کرتی ہے۔ آج بھی صرف تمہیں دیکھنے کے لیے وہ یہاں اس حویلی میں آئی ہے۔ ماں جی کا بڑا دل ہے اس کے ساتھ' میں ہاتھ جوڑتا ہوں تیرے آگے نہ ستا اسے نکل آ مریہ رحمان کے طلسم سے' سمجھ لے کہ وہ تیری قسمت میں ہی نہیں تھی کیونکہ اگر وہ تیری قسمت میں ہوتی تو کرنل انکل اس کی شادی صمید حسن کے ساتھ کبھی نہ کرتے۔''
''میں کچھ نہیں جانتا قمر! محبت صرف پا لینے کا نام نہیں ہے' آج نہیں تو کل وہ ضرور میری ہو جائے گی کیونکہ میں جانتا ہوں صمید اور اس کی شادی زیادہ دن تک نہیں چل سکتی۔''
''پاگل پن ہے یہ تیرا عمر! اور کچھ نہیں۔''
''پاگل پن ہے تو پاگل پن ہی سہی' میری زندگی میں میرے جیتے جی مریہ کے سوا دوسری کوئی لڑکی کبھی نہیں آ سکتی چاہے وہ شادو ہو یا کوئی اور بہر حال تُو میری فکر چھوڑ اور اپنی تقریب نپٹا' وہاں مردانے میں سب تجھے ڈھونڈتے پھر رہے ہوں گے۔'' عمر عباس نے کہا تھا اور پھر دونوں باتیں کرتے مردانے کی طرف بڑھ گئے۔ صمید اندھیرے میں کھڑا تھا اسے لگا جیسے اس کا دل ایک دم سے خالی ہو گیا ہو۔
عمر عباس کا گزشتہ رویہ اور اکھڑا اکھڑا سا انداز وہ بھولا نہیں تھا' تو کیا اس کے اور مریہ کے بیچ کچھ ایسا تھا جو اس سے چھپا ہوا تھا؟ بھلا عمر عباس اور مریہ رحمان کی کیا کہانی ہو سکتی تھی؟ ان دونوں کے درمیان ایسا کیا تھا جو مریہ اس سے چھپا رہی تھی۔
دماغ ایک دم جیسے آندھیوں کی زد میں آیا تھا' اس وقت بنا کچھ بھی سوچے سمجھے وہ آگے حویلی میں جانے کی بجائے واپس پلٹ گیا تھا۔ اس کا دل ہی نہیں چاہا تھا کہ اس وقت وہ مریہ رحمان یا حویلی کے کسی بھی فرد کا سامنا کرتا تاہم اس نے حویلی کے نمبر پر کال کر کے شادی کی تقریب میں آنے سے معذرت کر لی تھی۔

مریہ رحمان اور صمید حسن کی محبت بھری زندگی میں پہلا گرنے والا بدگمانی کا پتھر یہی تھا مگر مریہ کو اس پتھر کی کبھی خبر نہیں ہوسکی تھی۔

❁......❁......❁

تمہیں کس طرح بھولوں
بتاؤ کوئی نسخہ ہے؟
مجھے تم یہ تو بتلاؤ کہ کیا تم کوئی منظر ہو؟
کہ جس کو دیکھ کر میں اگلے پل میں بھول جاؤں گا
یا تم کوئی کہانی ہو؟
جسے پڑھ کر میں کچھ ہی دیر میں سب بھول جاؤں گا
یا تم کوئی کھلونا ہو؟
کہ جس کے ٹوٹ جانے پر میں اس کو پھینک ڈالوں گا
یا تم کوئی تماشہ ہو؟
جسے کچھ دیر رک کر، دیکھ کر میں اپنی راہ لوں گا
بتاؤ اب کے چپ کیوں ہو؟
کوئی نسخہ تو ہوگا ناں؟ کوئی تعویز بھی ہوگا
کوئی ترکیب تو ہوگی؟ کوئی تجویز ہی دے دو
ارے اب کچھ تو بتلاؤ اگر تم نے کہا ہے کہ
مجھے اب بھول جاؤ تم......
میری جاں بھول جاؤں گا
مگر کیسے یہ بتلا دو
میرے محبوب بس کر دو ہنسی آتی ہے اب مجھ کو
تمہاری ایسی سوچوں پر یہ ان بچکانہ باتوں پر
سنو ایسا نہیں ہوتا
تعلق ٹوٹ جانے پر کوئی بھولا نہیں کرتا
تمہیں جانا ہے تو جاؤ، میں رستے میں پڑا ہوں کیا؟
تمہیں اک لفظ بولا ہو؟ کوئی شکوہ کیا میں نے؟
کوئی آنسو بہایا ہو؟ کوئی دکھڑا سنایا ہو؟
تمہیں رکنے کا بولا ہو؟ کوئی تفصیل مانگی ہو؟
اگر ایسا نہیں کچھ بھی تو پھر تم کیوں بضد ہو کہ
تمہیں میں بھول ہی جاؤں
تمہیں جانا ہے نا؟ جاؤ......
تمہاری یاد ہو، کچھ بھی ہو، تم آزاد ہو، جاؤ

تمہیں اس سے نہیں مطلب......
غلط فہمی تھی یا الفت
یہ میرا دردِ سر ہے' دردِ دل ہے جو بھی، جاؤ
تمہارا کام تھا تم نے محبت کی بہت اچھے
یہ میرا کام ہے میں یاد رکھوں یا بھلا ڈالوں
عجب باتیں ہیں دنیا کی، عجب رسمیں ہیں الفت کی
محبت کر تو لیتے ہیں نبھانا بھول جاتے ہیں
کسی دن چھوڑ جائیں گے بتانا بھول جاتے ہیں
مجھے اب کچھ نہیں سننا' مجھے کچھ بھی نہ بتلاؤ
مجھے تم مشورے مت دو کہ میں نے کیسے جینا ہے
اگر تم بھولنے کا گر مجھے بتلا نہیں سکتے تو پھر کچھ بھی نہ بتلاؤ
چلے جاؤ......
چلے جاؤ......
کبھی نہ لوٹ کر آنے کو تم جاؤ' چلے جاؤ......

درمکنون گھر پر نہیں تھی۔ شہر بانو اور اس کی بیٹی شہرزاد بھی حویلی کے وزٹ کے لیے نکلی ہوئی تھیں۔ مریہ نے آتش دان میں سوکھی لکڑیاں ڈال کر قریب ہی کرسی پر بیٹھتے ہوئے پرانی ڈائری اٹھالی۔

صمید حسن کے ہاتھوں سے لکھی طویل نظم نے اس کا دل بہت شدت سے دھڑکایا تھا' مندمل ہوئے لفظوں میں آج بھی اس کے لمس کی خوشبو تھی۔

کیسا تعلق تھا یہ دو دلوں کا کہ برسوں گزرنے کے باوجود بھی وہ اسے بھلانے میں ناکام رہی تھی۔ ہزار رنجشوں اور عداوتوں کے باوجود وہ شخص آج بھی دل کے سنگھاسن پر پورے طمطراق سے براجمان تھا۔ اس نے ڈائری بند کر کے سینے سے لگائی اور آہستہ سے پلکیں موندلیں۔ گزرے ہوئے لمحوں کے زرد پتے' دھیان کی اجڑی ہوئی حویلی میں پھر سے بے مول ہونے کو تڑپنے لگے تھے۔

❁......❁......❁

نیا گھر بے حد خوب صورت اور کشادہ تھا مگر اس کے باوجود مریہ بہت دنوں تک وہاں ایڈجسٹ نہیں ہوسکی تھی۔ صمید نے شروع کے دنوں میں اسے خاصا وقت دیا تھا پھر آہستہ آہستہ اس کی مصروفیات بڑھتی گئیں تو مریہ نے قرب و جوار کی خواتین سے دوستی گانٹھ لی۔

حمنہ بھی انہی خواتین میں سے ایک تھی' مریہ نے اس کے ساتھ اسکول میں پڑھا تھا۔ مریہ کے گھر کے سامنے والا بنگلہ حمنہ کے بھائیوں کا تھا۔ وہ تین بھائیوں کی اکلوتی' بے حد خوب صورت اور ذہین لڑکی تھی۔ کالج میں لیکچرار کی حیثیت سے سرکاری جاب کرتی تھی۔ چند سال قبل محبت کی شادی میں ناکامی کا تمغہ ماتھے پر سجا کر پیا کے گھر سے واپس بھائیوں کی دہلیز پر آبیٹھی۔

مریہ کو اس کی ناکام ازدواجی زندگی کے بارے میں جان کر بہت افسوس ہوا تھا۔
اس روز موسم قدرے ابر آلود تھا وہ ابھی گھر کی صفائی سے فارغ ہوئی تھی کہ حمنہ چلی آئی۔

''السلام علیکم!''

''وعلیکم السلام! آج کالج نہیں گئیں؟'' اس نے کچن سے ہی حمنہ کو دیکھتے ہوئے پوچھا تھا' جو اَب لاؤنج میں دھرے صوفے پر ٹک چکی تھی۔

''نہیں' آج طبیعت ٹھیک نہیں تھی چھٹی مارلی۔''

''ہوں' چائے پیوگی۔''

''بالکل' دراصل تمہارے ہاتھوں کی مزے دار سی چائے پینے کے لیے ہی تو میں یہاں آئی ہوں۔''

''ہم...... بٹرنگ؟''

''نہیں یار سچ کہہ رہی ہوں۔''

''او کے مان لیا' بچے کیسے ہیں تمہارے؟''

''ٹھیک ہیں' اپنے باپ کی طرف گئے ہوئے ہیں کل سے۔''

''ہوں' اسی لیے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں' ہے ناں؟'' مریہ چائے کی ٹرے اٹھائے قریب آ بیٹھی تھی۔ حمنہ نے نظریں چرالیں۔

''نہیں ایسی بات نہیں ہے' وہ ان کا باپ ہے میں اسے کے بچوں سے ملنے سے روک نہیں سکتی مگر مجھے اس شخص کا اپنے بچوں کو ورغلانا پسند نہیں ہے۔ وہ صرف میری مخالفت اور ضد میں انہیں اس گھر میں لے کر جاتا ہے' جہاں کبھی ان کی ماں کو بے حد ذلیل کرکے نکالا گیا تھا۔ وہاں اس شخص کی دوسری بیوی میرے بچوں کو ایک منٹ بھی اس گھر میں برداشت نہیں کرتی۔''

''ہوں' کیا تم اپنے بچوں کو اس شخص کے ساتھ جانے سے منع کرسکتی ہو؟''

''نہیں' میں ان کے معصوم ذہنوں پر کوئی منفی اثر نہیں ڈالنا چاہتی''

''پھر؟''

''پھر کچھ نہیں' زندگی شاید اسی کا نام ہے۔''

''تم دوسری شادی کیوں نہیں کرلیتیں؟''

''نہیں' میں دوسری شادی کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتی' ایک بار جس ذلت واذیت کا تمغہ گلے میں ڈال چکی ہوں دوبارہ وہی ذلت واذیت برداشت کرنے کی ہمت نہیں ہے مجھ میں۔''

''ضروری نہیں ہے کہ زندگی ہر بار ایک ہی روپ میں سامنے آئے۔ دنیا ابھی اچھے لوگوں سے خالی نہیں ہوئی ہے حمنہ! شاید کہیں کوئی اچھا مرد تمہارا منتظر ہو۔''

''نہیں' دنیا بھلے اچھے لوگوں سے خالی نہ ہوئی ہو مگر مرد کے روپ میں کسی انسان سے اچھائی کی امید رکھنا نری حماقت کے سوا اور کچھ نہیں۔''

''ایسی بات نہیں ہے یار! میرے بابا اور تایا جی بہت اچھے مرد اور ہمسفر ثابت ہوئے ہیں خود میرے شوہر ایک آئیڈیل مرد ہیں۔''

''بس کرو یار! میں پرانے زمانے کی بات نہیں کرتی' اس دور میں یقیناً مردوں میں تھوڑی بہت انسانیت شرم وحیا کے جراثیم پائے جاتے ہوں گے مگر موجودہ دور میں کسی مرد کے بارے میں ایسا دعویٰ کرنا طفل تسلی کے سوا اور کچھ نہیں۔''

''تم غلط سوچ رہی ہو حمنہ! میرے شوہر واقعی ایک مثالی شوہر ہیں۔''

''مگر مجھے یقین نہیں ہے' ہماری بڑی بوڑھیاں کہا کرتی ہیں کہ مرد عورت کے تکیے تلے چھپے ایک سانپ کی مانند ہے۔ جسے زندگی میں جب بھی موقع ملے گا وہ عورت کو ڈسنے سے باز نہیں آئے گا' کبھی تمہاری طرح میں بھی اپنے شوہر پر آنکھیں بند کر کے یقین کرتی تھی۔ شادی کی پہلی رات ہی اس نے مجھے سمجھا دیا تھا کہ میں اس پر زندگی میں کبھی شک نہ کروں ورنہ اسے بہت دکھ ہوگا۔ اسی لیے میں اس پر اعتبار کرتی رہی اس کی بے تحاشا محبت کے خمار میں ڈوبی' خود اپنی ذات کو زہریلے برزخ میں دھنساتی رہی ان دنوں مجھے لگتا تھا اس کی محبت کے سوا دنیا کی ہر چیز بے کار اور بے معنی ہے مگر...... خمار کے بادل چھٹے تو میں نے جانا کہ دنیا کی سب سے بے کار اور بے معنی چیز خود میری اپنی ذات تھی۔'' حمنہ کی آنکھ سے آنسو کا قطرہ ٹوٹ کر گرا تھا۔ مریہ نے اپنے ہاتھ اس کے گود میں دھرے ہاتھوں پر رکھ دیئے۔

''ایسا کیوں ہوا حمنہ! کیا اسے تم سے کوئی شکایت تھی؟''

''نہیں۔'' بائیں ہاتھ کی پشت سے آنسو پونچھتے ہوئے حمنہ نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

''اسے مجھ سے محبت تھی' بے تحاشا محبت۔ میں کہتی دن ہے وہ کہتا دن ہے' میں کہتی رات ہے وہ ایمان لے آتا کہ رات ہے۔ میں کبھی سوچ ہی نہیں سکتی تھی کہ اس کا دل مجھ سے بھر بھی سکتا ہے اس کے دل' اس کے گھر اور اس کی زندگی میں' میری جگہ کوئی دوسری عورت بھی لے سکتی ہے۔ وہ پیار جو صرف میرے لیے تھا وہ بستر جہاں اس کے ساتھ صرف میں سوتی تھی وہ دل جو صرف میرا مسکن تھا' بالکل اچانک کتنی آسانی سے کسی اور نے مجھ سے چھین لیا۔ وہ جسے میرے سوا کچھ اور نظر ہی نہیں آتا تھا' شادی کے صرف پانچ سال بعد اسے میرا وجود ہی نظر آنا بند ہوگیا۔''

''کون تھی وہ دوسری عورت؟''

''آفس کولیگ تھی اس کی' بھائی بھائی کہتی تھی گھر بھی آجاتی تھی اکثر' ڈلیوری کے دنوں میں بھاگ بھاگ کر کام کرتی تھی۔ میں اس کے ارادے سمجھ ہی نہ سکی اور میرا شوہر دو بچوں کا باپ ہونے کے باوجود محبوب بیوی کی موجودگی کے باوجود' ایک روز اس عورت سے نکاح کر کے اسے گھر لے آیا۔ پاؤں تلے سے زمین نکلنا کسے کہتے ہیں اس روز میں نے جانا تھا۔''

''صمید ایسے نہیں ہیں حمنہ!'' مریہ نے اس سے زیادہ شاید خود کو تسلی دی تھی' حمنہ کے لبوں پر زخمی مسکراہٹ بکھر گئی۔

''خدا تمہارا یقین سلامت رکھے مریہ! مگر مرد کا اعتبار نہیں کرنا چاہیے' اب چلتی ہوں' بہت ٹائم ہوگیا ہے۔'' وہ شکستہ سی کھڑی ہوئی تھی۔

مریہ نے وہیں بیٹھے بیٹھے آہستہ سے اثبات میں سر ہلا دیا' اس میں اس وقت اٹھ کر دروازے تک جانے کی ہمت نہیں تھی۔

❀.......❀.......❀

سردی اپنے جوبن پر تھی جب اس نے ہسپتال کے سرد کمرے میں زاویار صمید حسن کو جنم دیا تھا۔ پوری رات درد سے تڑپنے کے بعد اس نے بمشکل ساتھ والی ہمسائی کو آواز دے کر بلایا تھا اور پھر وہی اسے ہسپتال لائی تھی۔

صمید حسن اس رات اطلاع دے کر گھر نہیں آیا تھا' مریہ صمید کے لیے وہ رات اپنی تمام تر خوفناکی واذیت کے ساتھ یادگار بن گئی تھی' جب سے وہ امید سے ہوئی تھی اس کے پاؤں زمین پر نہیں لگتے تھے۔ جس روز سے ڈاکٹر نے اسے ماں بننے کا بتایا تھا وہ ہواؤں میں اڑنے لگی تھی مگر صمید چپ چپ سا رہنے لگا تھا۔

اسے مریہ رحمان کے امید سے ہونے کی کوئی خوشی نہیں ہوئی تھی۔ سمندر پار بیٹھے کرنل شیر علی کے خوش ہونے اور سمجھانے کے باوجود بھی اس نے مریہ کی خوشی میں خوش ہونے کی زحمت نہیں کی تھی مگر مریہ کو پروا نہیں تھی۔

وہ جانتی تھی جب وہ خوب صورت صحت مند بچے کو جنم دے گی، صمید کے سارے خدشات خود بخود دم توڑ جائیں گے۔

اپنی اولاد کو آنکھوں کے سامنے دیکھ کر سب سے زیادہ خوش وہی شخص ہوگا تبھی وہ مصروف ہوگئی تھی۔ کبھی بازار سے بچے کی ضرورت کی تمام چھوٹی چھوٹی چیزیں خریدنے میں ہلکان تو کبھی اپنے ہاتھوں سے اپنے بچے کے لیے سوئٹر بننے اور چھوٹے چھوٹے کپڑے سینے میں بے حال۔

حمنہ حسن اپنے بچے کے لیے اس کی دیوانگی دیکھ دیکھ کر اس کا خوب ریکارڈ لگاتی تھی مگر اسے پروا نہیں تھی، اسے تو بس ہمہ وقت مصروف رہنے کے لیے ایک چھوٹا سا کھلونا چاہیے تھا۔

اس روز بہت دنوں کے بعد ہلکی ہلکی سی دھوپ نکلی تھی، سنڈے کے باعث حمنہ کو کالج سے چھٹی تھی تبھی وہ اس کی طرف چلی آئی تھی۔

مریرہ ابھی ناشتے سے فارغ ہوئی تھی لہٰذا دونوں لاؤنج میں آ بیٹھیں، کچھ دیر اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد حمنہ نے اس سے کہا تھا۔

''میں کل لاہور جارہی ہوں مریرہ! دو تین روز تک واپس آجاؤں گی پلیز تم اپنا خصوصی خیال رکھنا اور ہاں ذرا اپنے شوہر پر بھی نظر رکھنا اس کی سرگرمیاں ٹھیک نہیں ہیں آج کل۔''

''کیا مطلب؟'' مریرہ کا دل بہت شدت سے دھڑکا تھا، حمنہ نے ذرا سا چہرہ پھیرلیا

''کل کالج سے واپسی پر میں نے اسے کسی لڑکی کے ساتھ دیکھا تھا شاید وہ دونوں ہسپتال جارہے تھے۔ میری وین اسپیڈ میں تھی میں زیادہ نہیں دیکھ سکی مگر اتنا ضرور دیکھا تھا کہ صمید کے ساتھ کوئی لڑکی تھی اور وہ دونوں ایک ساتھ گاڑی سے نکل کر ہسپتال کی طرف بڑھ رہے تھے۔'' جیسے سر پر کوئی بھاری ہتھوڑا لگتا ہے مریرہ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا۔

حمنہ اس کی رازدار مخلص سہیلی تھی، وہ اسے بدگمان کرنے کے لیے جھوٹ کا سہارا کبھی نہیں لے سکتی تھی۔ مریرہ کو لگا صمید حسن کی ذات پر اس کے اندھے اعتبار کے آئینے پر ہلکی سی ضرب لگ گئی ہو پھر بھی اس نے اپنا بھرم رکھنے کے لیے کہا تھا۔

''ہوسکتا ہے اس کی کوئی آفس کولیگ ہو؟''

''نہیں، وہ آفس کی لڑکی نہیں تھی گھریلو حلیے میں تھی شاید دونوں آپس میں کوئی بات بھی کررہے تھے۔'' حمنہ نے اس کے ٹوٹے پھوٹے یقین کو جھٹلا دیا تھا، مریرہ کے اندر جیسے دور تک سناٹا پھیل گیا۔

❁.........❁.........❁

اس رات صمید حسن خاصا لیٹ گھر واپس آیا تھا، مریرہ نے دیکھا وہ قدرے تھکا ہوا اور خاموش تھا۔ ہر روز کی طرح اس نے گھر میں داخل ہوتے وقت نہ اسے آواز دی تھی نہ اس کی پیشانی چومی تھی۔ وہ اندر سے گیلی لکڑی کی مانند سلگتی رہی صمید باتھ لے رہا تھا جب اس کے موبائل نمبر پر میسج ٹون بجی۔

مریرہ نے پہلی بار اس کا سیل اٹھا کر چیک کیا تو پہلا ہی پیغام اس کا لہو نچوڑنے کو کافی تھا، کسی نے بہت محبت سے لکھا تھا۔

''میں آپ کی شکر گزار ہوں کہ آج آپ نے میرا اتنا ساتھ دیا، آپ سوچ بھی نہیں سکتے میرے دل میں آپ کا مقام کتنا بلند ہوگیا ہے۔ آج پہلی بار مجھے اپنی کوکھ میں پل رہے بچے سے بے حد محبت محسوس ہورہی ہے، شکریہ بے حد شکریہ۔'' زندہ دیوار میں چن جانا کیا ہوتا ہے اس لمحے کوئی مریرہ صمید سے پوچھتا صرف چند لمحوں میں اس کی آنکھیں

جیسے پتھر کی ہوگئی تھیں۔
اسے لگا شاید وہ زندگی میں اب کبھی اپنے وجود کو حرکت نہیں دے سکے گی' سیل فون واپس اسی جگہ پر اس نے کیسے رکھا کچھ خبر نہیں تھی۔ دماغ میں جیسے آندھیاں چل رہی تھیں۔
نئے بزنس کی آڑ میں صمید حسن اس کے اعتبار کے ساتھ یہ کیسا کھیل کھیل رہا تھا؟ یہ لڑکی کون تھی اور اس کا صمید حسن کے ساتھ کیا تعلق تھا؟
اگر دونوں کے درمیان کوئی غلط رشتہ قائم نہیں تھا تو اب تک صمید حسن نے اس لڑکی اور اس کے کردار کے بارے میں اسے کچھ بتایا کیوں نہیں تھا؟ وہ اس سے کیا چھپا رہا تھا اور کیوں؟ صمید باتھ لے کر آیا تو قدرے فریش تھا' مریہ گم سم سی وہیں بیٹھی رہی۔
''کیا بات ہے آج بڑی چپ چپ بیٹھی ہو؟'' اس نے یوں پوچھا تھا گویا کوئی بات ہی نہ ہو۔ مریہ کے دل پر بڑے کاری ضرب لگی تھی۔
''کچھ نہیں' کھانا لاؤں آپ کے لیے؟''
''نہیں بھوک نہیں ہے آفس میں کھا لیا تھا۔''
''او کے۔'' اس نے زیادہ اصرار نہیں کیا صمید بستر میں گھس گیا۔
''طبیعت تو ٹھیک ہے ناں تمہاری؟''
''ہوں۔''
''پھر مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے جیسے تمہیں کوئی تکلیف ہے؟''
''نہیں' میں ٹھیک ہوں۔'' رخ پھیر کر اس نے اپنے آنسو پیے تھے صمید نے ٹی وی آن کر لیا۔
''بڑے ابو سے بات ہوئی؟''
''نہیں یار! آج سارا دن کام میں اتنا مصروف رہا کہ چاہتے ہوئے بھی وقت نہیں نکال سکا' ویسے کل بات ہوئی تھی وہ بالکل ٹھیک ہیں۔''
''آپ کہاں مصروف رہے سارا دن؟''
''سائٹ پر تھا' ایک غیر ملکی کلائنٹ کے ساتھ اہم میٹنگ بھی تھی بس اسی کام میں سارا دن گزر گیا' تمہیں فون بھی نہ کر سکا۔''
''اٹس او کے۔'' صمید کی وضاحت پر اسے لگا اس کے اندر جلتے اعتبار کے سارے دیپ بجھ گئے ہوں اور اب صرف اندھیرا ہی اندھیرا ہو گھپ اندھیرا......
وہ اٹھی تھی اور اپنے بیڈ روم سے باہر نکل آئی تھی' جانے کیوں اس وقت اس کا دل پھوٹ پھوٹ کر رونے کو چاہ رہا تھا۔
کچن میں آ کر اپنے لیے کافی بناتے ہوئے وہ دل کھول کر روئی تھی۔ اس رات پہلی بار اس نے بریرہ کو بے حد مس کیا تھا' اپنی ماں کی کمی شدت سے محسوس کی تھی۔ کرنل صاحب کے مشفق ہاتھوں کا لمس شدت سے مس کیا تھا۔ پہلی بار صمید اٹھ کر اس کے پیچھے نہیں آیا تھا' پہلی بار وہ پوری رات کچن میں بیٹھی اکیلی بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر روتی رہی تھی۔

❀......❀......❀

اگلے روز اس کی آنکھیں قدرے سوجھی ہوئی تھیں صمید بستر میں ہی تھا جب وہ ناشتا تیار کر کے اسے جگانے چلی آئی۔

''صمید اٹھ جاؤ' میں نے ناشتا تیار کر دیا ہے۔''

''تھوڑی دیر میں اٹھتا ہوں' تم ناشتا کر لو۔'' کمبل کے اندر منہ چھپائے ہی اس نے جواب دیا تھا' مریہ چپ چاپ واپس پلٹ گئی۔

دروازے کے قریب صمید کا سیل چارج پر لگا تھا' مریہ نے سیل اٹھا کر دیکھا وہاں رات والا میسج نہیں تھا جس نے اس کے اندر کی پرسکون دنیا تباہ کی تھی' دل پر ایک اور گھونسا لگا۔

صمید حسن اگر غلط نہیں تھا تو اسے وہ میسج ڈیلیٹ کرنے کی ضرورت نہیں تھی اگر اس نے وہ میسج ڈیلیٹ کیا تھا تو اس کا مطلب تھا کہ وہ اس سے کچھ چھپا رہا تھا۔ اگر چھپا رہا تھا تو یہ کھیل کب سے جاری تھا؟ حمنہ نے کہا تھا مرد کا اعتبار نہیں کرنا چاہیے اگر اس نے اعتبار کیا تھا تو کیا اس سے غلطی ہوئی تھی؟

سوچیں تھیں کہ زہریلے ناگ کی طرح دماغ کو ڈس رہی تھیں۔

صمید تقریباً پون گھنٹے کے بعد ناشتے کی میز پر آیا تھا' مریہ نے جان بوجھ کر خود کو گھر کے کاموں میں الجھائے رکھا۔ وہ اس پر اپنا درد یا کمزوری ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی' تبھی چپ تھی۔

پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ صمید نے اس کی چپ کا نوٹس نہیں لیا تھا' پہلی بار وہ اس کے بغیر رات کا کھانا گھر سے باہر کھا کر آ رہا تھا اور اسے اس پر کوئی شرمندگی نہیں تھی۔

پہلی بار وہ اس کے بغیر اکیلا بستر پرسکون سے سوتا رہا تھا' پہلی بار اسے اس کے بھوکا رہنے یا کھانا کھانے کی کوئی پروا نہیں تھی

کیوں؟

کیا اس کی محبت اتنی ہی کمزور تھی کہ کوئی آتا' صمید کو پاگل بناتا اور اس کے دل سے مریہ رحمان کے عکس کو اکھاڑ کر پھینک ڈالتا۔

کیا واقعی صمید حسن بھی دنیا کے دوسرے روایتی مردوں کی لسٹ میں شامل ہونے جا رہا تھا۔ اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ روئے اور صمید حسن کے سامنے ہاتھ جوڑ کر اس سے التجا کرے کہ پلیز میرے ساتھ بے وفائی مت کرو۔

مگر کیا یہ لازم تھا کہ وہ اپنی بے وفائی کا اعتراف کرے؟ کیا یہ لازم تھا کہ اس کی التجا کے بعد' وہ اس کے آنسوؤں کی لاج رکھتے ہوئے اپنی سرگرمیاں ترک کر دیتا۔ دنیا میں کسی بھی شخص کو اس کی خود ساختہ بے وفائی سے روکنا مشکل ترین کام ہے۔

دانستہ دور جانے والوں پر آنسوؤں کا اثر ہوتا ہے نہ التجاؤں کا' وہ اپنا مان نہیں کھونا چاہتی تھی۔ صمید حسن کی غیر متوقع بے وفائی کے بعد ایک مان ہی تو بچا تھا اس کے پاس یہ بھی کھو دیتی تو پیچھے کیا رہ جانا تھا؟

صمید اس کی سوجھی ہوئی آنکھوں کا نوٹس لیے بغیر ناشتا کر کے آفس چلا گیا تھا۔ پیچھے وہ خالی دل' دماغ اور خالی معدے کے ساتھ بیٹھی چپ چاپ آنسو بہاتی رہی۔ اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ زندگی کبھی اس کے ساتھ ایسا کھیل بھی کھیل سکتی ہے۔

بے شک اس وقت صمید حسن کے بدلے ہوئے رویے کی تکلیف اس کے لیے دنیا کی ہر تکلیف سے بڑھ کر تھی۔

❀.......❀.......❀

حویلی میں شادی اختتام پذیر ہوگئی تھی۔ عمر نے مریرہ کے وہاں سے آنے کے بعد تا حال اس سے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا۔ خضر بھائی اور نظر بھائی کے ساتھ ساتھ ان کی بیگمات بھی اس سے ناراض تھیں۔ بچپن کی منگ کو چھوڑ دینا کوئی معمولی جرم نہیں تھا۔

وہ حویلی چھوڑ کر اپنا زیادہ وقت ڈیرے پر ہی گزارنے لگا' دل کے زخموں کو ہوا لگانے کا کوئی فائدہ بھی نہیں تھا۔ قمر کی بیوی حویلی کے سکون کے لیے کچھ خاص اچھا شگون ثابت نہیں ہوئی تھی' اپنے گرم اور غصیلے مزاج کے سبب اس نے آتے ہی حویلی کے مکینوں کو دن میں تارے دکھانا شروع کر دیئے تھے۔ اظہار صاحب چونکہ شروع سے ہی اپنی بڑی بہن زبیدہ سے دبتے تھے لہٰذا وہ خاموش رہتے' زلیخا بی بی خضر اور نظر کی بیویوں کو صبر کی تلقین کرتیں۔

دوسری طرف وقار صاحب کا بگڑا ہوا سپوت ریاض بھی کھل کر سامنے آ گیا تھا' اپنے اندر کی آگ پر پانی ڈالنے کے لیے اس نے شادی کی پہلی رات ہی معمولی سی بات کا بتنگڑ بنا کر شگفتہ کے منہ پر تھپڑ دے مارا تھا۔

شادی کی پہلی ہی رات اس نے شگفتہ سے کہہ دیا تھا کہ اسے اس کے وجود میں کوئی دلچسپی نہیں۔ اس نے یہ شادی صرف اس کے بھائی قمر سے انتقام لینے کے لیے کی ہے کیونکہ قمر نے اس سے اس کی بچپن کی محبت نورین کو چھینا ہے۔

وہ عزت دار شریف ماں باپ کی بیٹی تھی اس نے آنسوؤں کے ساتھ ساتھ اس بات کو بھی پی لیا۔ اظہار صاحب نے بھائی کے گھر بیٹی دے کر اور بہن کے گھر سے بیٹی لے کر اپنے خونی رشتوں کو مضبوط کرنا چاہا تھا۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ آنے والے وقت میں ان کی یہی خواہش ان کے گلے کا پھندا بن جائے گی۔

قمر اپنی بیوی نورین کے روز کے تماشوں سے زچ ہو چکا تھا مگر باپ کی عزت کے لیے خاموش تھا وہ اگر ڈیرے سے لیٹ ہو جاتا یا حویلی آتے ہی اس سے ملنے کی بجائے بے جی کے پاس بیٹھ جاتا' اس کا موڈ بگڑ جاتا پھر سو سو جتن کر کے اسے منانا پڑتا' رفتہ رفتہ اپنی انہی حرکتوں کے سبب وہ اس کے دل سے اترتی جا رہی تھی۔

ہمہ وقت شوخیوں اور شرارتوں میں گھرا رہنے والا قمر عباس اب زیادہ تر خاموش رہنے لگا تھا' ان کی شادی کو تین ماہ ہونے کو آئے تھے جب نورین کی طبیعت خراب رہنے لگی۔ ڈاکٹر کو چیک اپ کروانے پر پتا چلا کہ اس کی اووری کے اندر رسولی تھی جو گزرتے ہر دن کے ساتھ تیزی سے بڑھتی جا رہی تھی۔

ڈاکٹر کا مشورہ تھا کہ جتنی جلدی اس کا آپریٹ کروا لیا جاتا اتنا ہی بہتر تھا۔ قمر نے اپنے دلی جذبات پر پاؤں رکھ کر صرف اس کی زندگی بچانے کے لیے وہ آپریٹ کروا لیا تھا۔

زبیدہ پھوپو کی بیٹی کی زندگی بچ گئی تھی' وہ خوش تھیں مگر قمر مزید بجھ کر رہ گیا تھا۔ نورین کی ذات میں اس کی رہی سہی دلچسپی بھی ختم ہو چکی تھی مگر اس کے باوجود اس کے نخروں اور طنطنے میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

حویلی کے تمام مکینوں پر اس کی اب بھی ویسے ہی حکمرانی قائم تھی۔ دوسری طرف شگفتہ امید سے تھی۔ دن بھر کولہو کے بیل کی طرح کام میں جتے رہنے کے باعث وہ اپنی صحت کا خیال نہیں رکھ پا رہی تھی اور پرانی حویلی آ کر رہنے کی اجازت اسے نہ سسر دیتا تھا' نہ شوہر۔ نتیجتاً دنوں ہی دنوں میں اس کے گلاب جیسے چہرے کی ہڈیاں نکل آئی تھیں۔

اظہار صاحب اور زلیخا بی بی کا دل بیٹی کا حال دیکھ کر کٹتا تھا مگر وہ خاموش تھے کہ بڑے بھائی کے ساتھ جھگڑا کرنے کی ہمت ان میں نہیں تھی پھر زبیدہ بی بی بھی اب بڑے بھائی وقار ملک کے ساتھ مل گئی تھیں۔ اظہار صاحب کی حویلی میں بیٹی کے مکمل عیش و آرام کے باوجود خوش نہیں تھیں' کسی نہ کسی بات کا بہانہ بنا کر کوئی نہ کوئی طوفان اٹھائے ہی رکھتیں۔

شگفتہ کا پاؤں بھاری ہوئے پانچواں ماہ تھا جب ایک رات اس کے شوہر ریاض نے شراب کے نشے میں دھت اس

سے جھگڑا کرلیا۔ اس کا کہنا تھا کہ اس کے بھائی قمر نے جان بوجھ کر اپنی بیوی نورین کو ایسا آپریٹ کروایا ہے کہ وہ زندگی
میں کبھی ماں نہ بن سکے۔
اگر اس کی محبوبہ ماں بن کر سرخرو نہیں ہوسکتی تھی تو پھر قمر عباس کی بہن کو بھی ماں بننے کا کوئی حق نہیں تھا۔ شگفتہ نے
اس الزام کے جواب میں اپنی طرف سے اپنے بھائی کی صفائی پیش کرنے کی کوشش کی تھی مگر وہ اس کی کوئی بات سننے کو
تیار نہیں تھا۔ اس رات چودھویں کا چاند اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ آسمان پر جگمگا رہا تھا اور نیچے زمین پر ملک وقار
عباس کے بگڑے ہوئے آوارہ سپوت نے بنا کسی انجام کی پروا کیے اپنی سگی چچازاد کزن اور بیوی شگفتہ اظہار ملک کو
سیڑھیوں سے دھکیل کر اس کو ٹھوکروں کی زد پر رکھ لیا تھا۔
نئی حویلی کے در و دیوار میں اس کی چیخیں گونجیں تو بڑے بھائیوں کی بیگمات بھاگ کر آئیں۔ ریاض نشے میں تھا
اسے بھائی پکڑ کر کمرے میں لے گئے' وقار ملک اور ان کی بیوی نے شگفتہ عباس کو الزامات کے کٹہرے میں کھڑا کردیا'
اسے جاہل ان پڑھ گنوار جانے کن القابات سے نواز کر کلیجہ ٹھنڈا کیا گیا۔
شگفتہ رات سے صبح فجر تک درد سے تڑپتی' حویلی کی عورتوں کے دیسی ٹوٹکوں کا شکار بنتی رہی۔ دن چڑھا روشنی پھیلی تو
اس کی حالت بھی مزید بگڑ گئی۔ تبھی وقار ملک صاحب نے اسے شہر کے ہسپتال میں داخل کروانے کی اجازت دی تھی۔
عمر عباس کو جیسے ہی معاملے کی خبر ہوئی وہ فوراً شہر روانہ ہوگیا۔ شگفتہ عباس کا خون فوری آپریشن کے باوجود پانی کی
طرح بہہ رہا تھا۔ عمر اور اس کے گھر والوں کو یہی بتایا گیا کہ وہ سیڑھیوں سے پھسل گئی تھی۔ یہ الگ بات تھی کہ انہیں اس کا
یقین نہیں آیا تھا۔ شگفتہ کو خون لگ رہا تھا عمر نے اپنا خون ٹیسٹ کروا کر دو بوتلیں خون دے دیا مگر پھر بھی اس کی حالت
نہیں سنبھل سکی تھی۔
حویلی کے پچھواڑے میں بننے والی سب سے پہلی آرام گاہ شگفتہ اظہار عباس کی ہی تھی' اس حویلی کی اکلوتی بے حد
لاڈلی بیٹی کی۔ اس حویلی میں اترنے والا سب سے پہلا دکھ یہی تھا۔
قاتل صاف بری الذمہ ہوگئے تھے۔ اظہار ملک اور زلیخا بی بی کے لبوں نے چپ کی بکل مار لی' چاندنی راتوں کے
سحر نے ایک نوخیز جوانی کو مٹی کی سپرد کردیا تھا۔

❀......❀......❀

وہ ایک برفیلی رات تھی' ہر طرف برف ہی برف اور کہر کی دبیز تہہ۔ شب کے تقریباً ڈھائی بجے تھے جب اپنے اندر
کے طوفانوں سے لڑتی وہ کمرے سے نکل آئی تھی۔ باہر گیلری کے کونے میں لگی کھڑکی کے اس پار اتنی ٹھنڈ تھی کہ اسے اپنا
وجود سن ہوتا محسوس ہو رہا تھا مگر پھر بھی وہ وہیں کھڑی رہی تھی۔
تب ہی اسے کچن میں ہلکی پھلکی سی کھٹ پٹ کی آواز سنائی دی تو اس نے ذرا سی گردن موڑ کر دیکھا' ایلی پچھلے ایک
ہفتے سے شہر میں نہیں تھا۔ اس نے نیا نیا بزنس اسٹارٹ کیا تھا لہٰذا یہاں آنے سے لے کر اب تک اس کی ایلی سے ایک
بار بھی کھل کر بات نہیں ہو پائی تھی۔ اس کی آپا البتہ ہسپتال سے گھر شفٹ ہوچکی تھیں اور پریہان کو وہ خاصی پسند آئی
تھیں۔
قدرے فربہی جسم کے ساتھ' گورے چٹے رنگ والی وہ ایک خوب صورت خاتون تھیں۔ پریہان کا وقت وہاں اچھا
پاس ہونے لگا تھا۔ دن کی ٹائمنگ میں اس نے ایک اسٹور پر ملازمت بھی شروع کردی تھی' مگر ایلی کو ابھی اس کی
ملازمت کے بارے میں نہیں پتا تھا۔
اس وقت رات کے ڈھائی بجے وہاں کچن میں ایلی کی آپا نہیں ہوسکتی تھیں کیونکہ وہ معذور تھیں تبھی وہ محتاط قدموں

سے چلتی کچن کی طرف آئی تھی۔ اندر ایلی دھیمے سروں میں کوئی انگلش دھن گنگناتا ہوا بلیک کافی پھینٹ رہا تھا۔ پرہیان کے قدموں کی آہٹ پر اس نے ذرا سی گردن موڑ کر پیچھے دیکھا تھا۔

''تم جاگ رہی ہو پری؟'' اس کی آواز میں تھکاوٹ نمایاں تھی' پرہیان کا سر خود بخود اثبات میں ہل گیا۔

''ہوں' تم کب آئے؟''

''ابھی تھوڑی دیر پہلے' تمہارے کمرے کا دروازہ لاکڈ تھا' میں سمجھا شاید تم سو رہی ہو بہر حال کافی پیو گی؟''

''نہیں شکریہ۔'' وہ چونکہ کافی بنا چکا تھا لہٰذا دل چاہنے کے باوجود پرہیان نے اسے زحمت دینی گوارہ نہیں کی۔ ایلی کافی کا کپ تھامے باہر لاؤنج میں آ بیٹھا۔

''ایم سوری' میں پچھلے دنوں چاہنے کے باوجود تمہیں ٹائم نہ دے سکا' تمہیں برا تو نہیں لگا؟''

''نہیں' مجھے اب کچھ بھی برا نہیں لگتا ایلی!'' وہ اس کے مقابل دھرے صوفے پر ٹک گئی تھی۔ ایلی نے خاص گہری نگاہوں سے اس کے اداس چہرے کا جائزہ لیا۔

''ایک بات کہوں پری!''

''ہوں۔''

''بزرگ کہتے ہیں جب دل کا بوجھ حد سے بڑھ جائے تو اسے کسی نہ کسی کے ساتھ شیئر کر لینا چاہیے۔''

''تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے کہ میرے دل پر کوئی بوجھ ہے؟'' اب وہ بغور اس کی طرف دیکھ رہی تھی' ایلی مسکرا دیا۔

''اگر میں کہوں تمہاری آنکھیں بتاتی ہیں تو؟''

''آنکھیں ہمیشہ سچ نہیں بولتیں ایلی!''

''نہیں پری! دنیا میں اگر کسی واحد چیز کی گواہی پر اعتبار کیا جا سکتا ہے تو وہ کسی بھی جاندار کی آنکھیں ہیں' اندر کے موسموں کا آئینہ ہوتی ہیں یہ آنکھیں۔'' وہ سنجیدہ تھا' پرہیان نے رخ پھیر لیا۔

''تمہاری آنکھیں بھی تو بہت کچھ کہتی ہیں ایلی! مگر تم نے بھی کبھی مجھ سے کچھ شیئر نہیں کیا۔''

''تم نے کبھی کچھ شیئر کرنے کا موقع بھی نہیں دیا۔'' بڑی مہارت سے اس نے اس کا داؤ اسی پر الٹ دیا تھا' وہ خاموش رہی۔

''بہر حال میں جب یونیورسٹی میں تھا تو اکثر تمہیں چھپ چھپ کر دیکھا کرتا تھا' وجہ بے وجہ تم سے بات کرنے کے بہانے تلاش کرتا تھا اس لیے نہیں کہ تمہارے بال اور آنکھیں بہت خوب صورت تھیں بلکہ اس لیے کہ تم سب سے بہت ریزرو رہا کرتی تھیں۔ میں اکثر مارتھا سے تمہیں شیئر کرتا تھا' یونیورسٹی پریڈ کے بعد جب مارتھا نے بتایا کہ تم پاکستان واپس چلی گئی ہو اور یہ بھی کہ تمہارے والدین نے تمہاری نسبت کہیں طے کر دی ہے میں بہت ڈس ہارٹ ہو گیا تھا' یہ نہیں تھا کہ مجھے تم سے محبت ہو گئی تھی یا میں تمہیں پانا چاہتا تھا بلکہ اصل بات یہ تھی کہ میں ابھی تم سے رابطے میں رہنا چاہتا تھا' تمہیں سمجھنا چاہتا تھا بہر حال رفتہ رفتہ یہ خواہش کمزور پڑ گئی اور میں نے مکمل طور پر خود کو عملی زندگی میں الجھا لیا۔ مجھے ہلکا سا گمان بھی نہیں تھا کہ زندگی ایک مرتبہ پھر یوں اچانک سے تمہیں میرے مقابل لا کھڑا کرے گی' ہم یوں ایک ہی چھت تلے شب و روز بسر کریں گے۔'' وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے بہت لگن سے کہہ رہا تھا۔ پرہیان سر جھکائے چپ چاپ سنتی رہی' تبھی وہ پھر بولا۔

''میری ممی انڈین تھیں' وہ یہاں پڑھنے آئی تھیں اسی دوران انہیں میرے ڈیڈ سے محبت ہو گئی۔ میرے ڈیڈی مصری تھے وہ یہاں بہتر روزگار کی تلاش میں آئے تھے۔ ان کا ارادہ کسی گرین کارڈ ہولڈر سے شادی کرنے کا تھا مگر ممی کی محبت

میں گرفتار ہونے کے بعد انہوں نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ ممی کے تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد دونوں نے شادی کر لی، شادی کے دس سال بعد میں پیدا ہوا تب تک پاپا اپنے قدم یہاں مضبوطی سے جما چکے تھے جبکہ ممی کا سوشل حلقہ وسیع ہوگیا تھا۔ زیادہ دن تک ممی کی خفیہ سرگرمیاں برداشت نہ کر سکے لہٰذا دونوں کے بیچ سرد جنگ کا آغاز ہوگیا۔ رفتہ رفتہ یہ جنگ علیحدگی کے دہانے پر پہنچ گئی، میں پانچ سال کا تھا جب ڈیڈ نے ممی کو طلاق دے کر اپنے راستے الگ کر لیے۔ ممی نے اس سانحے کے بعد بھی اپنی عادات نہیں بدلیں اور بالآخر یہیں کے مقیم ایک شخص کے ساتھ شادی رچا کر بیٹھ گئیں۔ ڈیڈ مجھے اپنے ساتھ مصر لے گئے۔ بارہ سال میں وہاں رہا، اپنی سوتیلی ماں اور سوتیلے بہن بھائیوں کے ساتھ بعد میں ڈیڈ نے مجھے یہاں بھیج دیا تاکہ میں کسی بھی ذہنی دباؤ کے بغیر آزاد ماحول میں اپنی تعلیم جاری رکھ سکوں۔ بارہ سال بعد جب میں یہاں واپس آیا تب ممی یہیں تھیں مگر انہوں نے کبھی مجھ سے پیار نہیں کیا، وہ بس کبھی کبھار ویک اینڈ پر ملنے آتی تھیں۔'' دھیمے لہجے میں وہ اسے اپنی کہانی سنا رہا تھا، پرہیان خاموش نظروں سے اسے دیکھتی چپ چاپ سنتی رہی۔

''ڈیڈ نے میرے ساتھ ہی میری آپا کو بھی ایڈجسٹ کروا دیا، مجھے کبھی روپے پیسے کی کمی کبھی نہیں ہوئی پھر بھی اندر کہیں کوئی کمی رہ گئی۔ بہت چاہنے کے باوجود میں اپنی شخصیت کو مکمل نہیں کر پایا۔'' اب کے ایلی کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی تھی، پرہیان نے گہری سانس بھرتے ہوئے چہرے کا رخ پھیر لیا۔

''اگر میں کہوں کہ میری کہانی بھی تم سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے تو غلط نہیں ہوگا۔''

''میں سننا چاہتا ہوں، تم ہمیشہ مجھے اپنا مخلص رازدار پاؤ گی پری!'' اس کی کافی ٹھنڈی ہوگئی تھی، مگر اسے پروا نہیں تھی۔

پرہیان صوفے سے اٹھ کر پھر سے گیلری میں لگی کھڑکی کے قریب آ کھڑی ہوئی۔

''برسوں پہلے کی بات ہے ایلی! میرے پاپا صمید حسن ایک غریب انسان تھے، میں نے جب ہوش سنبھالا تو مما نے مجھے بتایا کہ میری پیدائش سے پہلے انہوں نے میرے نانا کے ساتھ اپنا ذاتی بزنس شروع کیا تھا۔ میں ساری زندگی اس غرور اور فخر کے ساتھ جیتی رہی کہ میں ایک آئیڈیل انسان کی بیٹی ہوں، میرے پاپا کا دنیا میں ایک نام ہے مگر حقیقت یہ نہیں ہے۔'' وہ دانستہ چپ ہوگئی تھی۔ ایلی کافی کا کپ ٹیبل پر رکھ کر خود بھی کھڑکی کے قریب چلا آیا۔

''میں سمجھا نہیں، کیا صمید انکل تمہارے پاپا نہیں ہیں؟''

''نہیں۔'' ایلی کے سوال پر آہستہ سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اس نے بھیگی آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھا تھا۔

''وہ کالج لائف میں تھے جب ان کی مریرہ رحمان نامی لڑکی کے ساتھ پہلی شادی ہوئی تھی، دونوں ایک دوسرے سے ٹوٹ کر محبت کرتے تھے۔ دو بچے بھی تھے ان کے زاویار اور درمکنون، دونوں بچوں میں ان کی جان تھی مگر...... ایک دم سے ان کے راستے علیحدہ ہوگئے، جانتے ہو کیوں؟ کیونکہ میری ممی ان کے درمیان آ گئی تھیں۔'' پرہیان کا لہجہ بھاری ہوگیا تھا، ایلی سنجیدہ نگاہوں سے اسے دیکھتا آہستہ سے رخ پھیر گیا۔

''تمہاری ممی ان کے درمیان کیوں آ گئی تھیں؟''

''پتا نہیں، شاید صمید پاپا کے ساتھ ان کا افیئر چلا ہو یا شاید ان کی کوئی مجبوری ہو مگر مجھے انہوں نے کبھی سچ نہیں بتایا۔ میں کبھی نہیں جان سکی کہ میں کون ہوں، مجھے میرے فیانسی نے بتایا کہ میرا وجود جائز نہیں تھا۔ صمید پاپا کے ساتھ شادی سے پہلے ہی میری مما امید سے تھیں شاید اسی لیے صمید پاپا نے انہیں اپنا نام دیا تاکہ وہ معاشرے میں عزت سے جی سکیں، وہ میرے اور مما کے محسن ہیں ایلی! مگر میں نے انہیں کبھی دل سے ہنستے نہیں دیکھا۔ وہ مما کے ساتھ بیڈ روم بھی شیئر نہیں کرتے مگر میں نے یہ سب پہلے محسوس نہیں کیا تھا، اب کیا ہے تو سانس سینے میں الجھنے لگی ہے۔ خود اپنے ہی وجود

سے گھن آنے لگی ہے۔" وہ اب دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو رہی تھی۔ ایلی نے سر پیچھے دیوار کے ساتھ ٹکاتے ہوئے آہستہ سے پلکیں موند لیں۔

"یہ تصور ہی کتنا شرمناک ہے ناں ایلی کہ میری ماں نے کسی کا حق چھینا' وہ ساری محبت اور آسائشات جوان کے بچوں کا حق تھی وہ انہوں نے ان کے بچوں سے چھین کر میری جھولی میں ڈال دی مگر وقت نے ان کا قصور معاف نہیں کیا ایلی! انہوں نے کسی سے اس کا حق چھینا' بدلے میں میری تقدیر نے مجھ سے سب کچھ چھین لیا' ساری محبتیں' آسائشات' غرور وفخر' محبت...... سب کچھ......" اس کا لہجہ ابھی بھی بھاری تھا۔

ایلی چپ چاپ خاموشی سے اسے سنتا رہا' اس وقت اس کے دل کا سارا غبار نکل جانا ہی بہتر تھا۔

"تمہارے فیانسی کو ان سب باتوں کا کیسے پتا؟" بہت دیر کے بعد اس نے پوچھا تھا جب وہ آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

"صمید پاپا کی سگی بیٹی درمکنون میرے فیانسی کی کلاس فیلو رہ چکی ہے۔ دونوں کے درمیان ہلکی پھلکی دوستی کا رشتہ بھی رہا ہے۔ ساویز اکثر مجھے اس کے بارے میں بتاتا رہتا تھا مگر تب میں یہ نہیں جانتی تھی کہ وہ میری بہن ہے یا یہ کہ وہ صمید پاپا کی سگی بیٹی ہے۔ مجھے یہ بھی نہیں پتا تھا کہ وہ ساویز کو سب کچھ سچ بتائے گی' وہ سچ جس سے میں اب تک بے خبر رہی۔"

"ساویز کیا کہتا ہے اب؟"

"کچھ نہیں اس نے مجھ سے رشتہ ختم کر دیا ہے' اس کا کہنا ہے کہ وہ ایک بے نام ونشان لڑکی کے ساتھ شادی کر کے اپنی آنے والی نسلوں کی زندگی برباد نہیں کر سکتا۔ اس نے ایک پل کے لیے بھی نہیں سوچا ایلی کہ میں اس سے کتنا پیار کرتی ہوں۔ اس نے مجھے اس جرم میں سزائے موت سنا دی جو میں نے کیا ہی نہیں تھا جس میں میرا کوئی کردار کوئی قصور ہی نہیں تھا۔ کتنی آسانی سے وہ ہر بات بھلا کر اپنے راستے علیحدہ کر گیا یوں جیسے میرا وجود اس کے لیے کوئی معنی ہی نہیں رکھتا تھا۔" پرہیان کی آنکھیں اس وقت آنسو نہیں لہو بہا رہی تھیں' ایلی چپ چاپ کھڑکی کے پاس بکھری برف کو دیکھتا رہا۔

"کیا تم یہاں اسے پھر سے پانے کے لیے آئی ہو؟"

"نہیں' وہ اب میرا کبھی نہیں ہو سکتا ایلی!"

"ہو سکتا ہے اگر اس کے دل میں تمہارے لیے ذرا سی محبت کی چنگاری بھی ہوئی تو۔"

"کیسے؟"

"بس یہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔" ایلی کی آنکھیں دمک رہی تھیں' پرہیان نے فوراً آنسو پونچھ لیے۔

"تم کیا کرو گے ایلی؟"

"کچھ بھی کروں گا مگر تمہاری محبت تمہیں واپس لوٹا کر رہوں گا یہ وعدہ ہے میرا تم سے۔" وہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا مگر پھر بھی پرہیان جانتی تھی کہ اس کی آنکھیں کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہیں تبھی وہ پلٹ آئی تھی۔

گہری ہوتی رات کے ساتھ اس کے اندر کی خاموشی بھی جیسے بڑھتی جا رہی تھی۔

❀......❀......❀

اس روز وہ خاصی لیٹ اٹھی تھی۔ ناشتے کی میز پر مریرہ بیگم نے اس کی سوجھی ہوئی سرخ آنکھوں کو دیکھا تو پریشان ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔

''کیا بات ہے دری! کیا رات ٹھیک سے نہیں سوئیں؟'' درمکنون کا چائے کی طرف بڑھتا ہاتھ مریہ بیگم کے سوال پر ہوا میں معلق رہ گیا تھا۔

''نہیں مما! ایسی بات نہیں ہے اصل میں رات شہزاد کی کال آ گئی تھی نیند سے جگا دیا اس نے بس تب سے ہی سر میں درد ہے۔''

''ہوں شہزاد بتا رہی تھی صیام کے والد کی رحلت ہو گئی؟''

''جی مما۔''

''تم گئی تھیں افسوس کرنے کے لیے؟''

''جی میں اور شہزاد دونوں گئی تھیں آپ کی طرف سے بھی تعزیت کر لی تھی۔''

''ہوں بہت اچھا لڑکا ہے صیام! بے حد قابل اور محنتی۔''

''آپ صحیح کہہ رہی ہیں مما لیکن میں آفس سے لیٹ ہو رہی ہوں آپ اجازت دیں تو ناشتا کر لوں؟''

''کر لو مجھے کل صبح کی فلائٹ سے دبئی واپس جانا ہے۔ شہر بانو بھابی بتا رہی تھیں کہ شہزاد تمہارے ساتھ آفس میں کام کرنا چاہتی ہے اسے ٹھیک سے گائیڈ کر دینا۔ عمر بھی اب پاکستان میں اپنا نیا بزنس شروع کرنا چاہتا ہے بہتر ہے دونوں چاچا بھتیجی اپنا الگ کاروبار سیٹ کر لیں۔''

''ہوں اچھی پلاننگ ہے میں بہت مس کرتی ہوں عمر انکل کو۔''

''وہ خود بھی تمہارا پوچھتا رہتا ہے خیر شہزاد حویلی میں رکنے کی ضد کر رہی ہے اور شہر بانو بھابی اس کی ضد کے سامنے مجبور ہیں ایسے میں تمہیں چند روز کے لیے اکیلے رہنا پڑے گا۔ بہتر ہے تم آج سے ہی اپنی روٹین بہتر کر لو۔''

''ڈونٹ وری مما! اکیلے رہنا میرے لیے مسئلہ نہیں ہے۔''

''جانتی ہوں مگر پھر بھی تمہاری ماں ہوں بے فکر نہیں رہ سکتی تمہاری ذات سے۔''

''مجھے پتا ہے میری ماں دنیا کی بہترین ماں ہے۔'' ناشتا مکمل کرتے ہوئے اس نے مریہ کا ہاتھ چوما تھا وہ مسکرا دی۔

''اب میں جاؤں آفس کے لیے دیر ہو رہی ہے۔''

''ہوں مگر دھیان سے ڈرائیو کرنا تم بہت بے پروائی سے گاڑی چلاتی ہو دری!''

''ڈونٹ وری مما! میں اتنی جلدی آپ کی جان چھوڑنے والی نہیں۔'' ڈرائنگ ٹیبل سے گاڑی کی چابی اٹھاتے ہوئے اس نے مسکرا کر کہا تھا اور تیز قدموں سے چلتی گھر سے باہر نکل آئی تھی۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے شہزاد کو میسج کیا تھا۔

''جہاں بھی ہو فوراً آفس پہنچو تمہارے کان کھینچنے ہیں۔'' جواب میں اس کا پیغام بھی فوری موصول ہوا تھا۔

''کیوں خیریت؟''

''ہوں خیریت ہی ہے۔'' گاڑی ڈرائیو کرنے سے پہلے اس کی انگلیوں نے پھرتیزی سے ٹائپ کیا تھا شہزاد نے جواب میں جو حکم لکھ دیا۔

قدرے فاسٹ ڈرائیو کے ساتھ وہ آفس پہنچی تو صیام اس سے پہلے وہاں موجود تھا۔ درمکنون کا دل بے ساختہ دھڑک اٹھا رات شہزاد نے بتایا تھا کہ وہ آفس نہیں آئے گا تبھی وہ بے فکری سے چلی آئی تھی مگر وہ خلاف توقع موجود تھا تبھی اسے بے حد حیرانی ہوئی۔ وہ ابھی اپنی سیٹ پر آ کر بیٹھی تھی جب وہ ہلکی سی دستک کے بعد اس کے کمرے میں چلا

آیا۔

''السلام علیکم!''

''وعلیکم السلام! آپ یہاں؟'' نہ چاہتے ہوئے بھی وہ کہہ گئی صیام نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''جی میم! کچھ ضروری کام تھا مجبوراً آنا پڑا' آپ پلیز یہ فائل چیک کرلیجیے گا صرف آپ کے سائن کی وجہ سے رکی ہوئی ہے۔ آج اگر اسے مکمل کرکے نہ بھجوایا گیا تو کمپنی کو خاصے نقصان کا اندیشہ ہے اور یہ مسز تحسین کا وزیٹنگ کارڈ ہے وہ ایبروڈ جانے سے پہلے ہر صورت آپ سے ملاقات کی خواہاں ہیں۔ بہتر ہوگا اگر آپ آج کل میں ٹائم نکال کران سے مل لیں میرے خیال میں وہ ہماری کمپنی کے لیے اچھا اضافہ ثابت ہوسکتی ہیں۔'' ہلکی ہلکی بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ صاف ستھرے حلیے میں ملبوس اس شخص کو دیکھ کر کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ اپنے والد کی آخری رسومات کی ادائیگی کرکے وہاں آیا ہوگا۔ درمکنون نے اس سے دانستہ نظریں چرائی تھیں۔

''ٹھیک ہے میں ایک دو روز میں مل لوں گی ان سے اور یہ فائل بھی میں ابھی دیکھ لیتی ہوں آپ آفس کی طرف سے بےفکر ہوکر گھر جائیں اور اپنے ضروری کام نپٹائیں۔''

''شکریہ۔'' اس کی فراخدلانہ آفر پر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے وہ پلٹا تھا جب اس نے بے ساختہ اسے پکارلیا۔

''صیام صاحب!''

''جی۔'' وہ پلٹا تھا مگر درمکنون اس کی طرف متوجہ نہیں تھی وہ فائل کو دیکھ رہی تھی۔

''پلیز تشریف رکھیں مجھے کچھ ضروری بات کرنی ہے آپ سے۔'' بنا اس کی طرف دیکھے اس نے کہا تھا' صیام قدرے الجھن کا شکار چپ چاپ اس کے مقابل ٹک گیا۔

''آپ نے کمپنی میں قرض کے لیے درخواست دی تھی؟'' وہ اس کے مقابل بیٹھا تھا جب اس نے سنجیدگی سے پوچھا' صیام نے سر جھکالیا۔

''جی۔''

''آپ کی درخواست منظور ہوگئی ہے کمپنی اس ماہ کی تنخواہ کے ساتھ آپ کو پانچ لاکھ روپے کی رقم بطور قرض دے رہی ہے۔''

''شکریہ' مگر مجھے اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ اس سے زیادہ سنجیدہ تھا' درمکنون کو بے حد حیرانی ہوئی۔

''کیوں؟'' صیام نے اس کے ''کیوں'' پر بے ساختہ نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

''کیونکہ قرض اب میرے کسی کام کا نہیں ہے۔''

''ایم سوری! مجھے آپ کے والد صاحب کی رحلت کا واقعی بہت افسوس ہے۔'' وہ شرمندہ تھی' صیام کی آنکھوں کے کنارے پھر سے نم ہوگئے۔

''آپ کی معذرت بھی اب میرے کسی کام کی نہیں جو ہونا تھا وہ ہوچکا ہے اب کچھ بھی پہلے جیسا نہیں ہوسکتا۔''

''آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں مگر آپ کے گھر کے حالات ابھی بہت بہتر نہیں ہیں۔''

''اللہ مالک ہے میم! میں اس کی رضا میں راضی ہوں۔''

''وہ تو ٹھیک ہے مگر آفس ٹائم کے بعد ورکشاپ پر ملازمت شاید اب آپ کے لیے آسان نہ رہے' گھر میں اب آپ کے والد حیات نہیں ہیں اور وقت جتنا خراب چل رہا ہے آپ یقیناً اس سے بےخبر نہیں ہیں۔ گھر میں موجود تین عورتوں کے لیے آپ کا بروقت گھر پہنچنا بہت ضروری ہے اسی لیے میں رشید صاحب سے کہہ کر آپ کی تنخواہ بڑھادی

ہے اب آپ کو ورکشاپ پر کام کرنے کی ضرورت نہیں۔“
”شکریہ مگر آپ کی اس مہربانی کو میں کیا نام دوں‘ ہمدردی یا بھیک؟“
”نہ ہمدردی نہ بھیک‘ صرف مفاد۔“
”میں سمجھا نہیں۔“
”میں سمجھا دیتی ہوں آپ اس کمپنی کے ذہین اور قابل ورکر ہیں‘ یہ بات نہ صرف میں جانتی ہوں بلکہ اس کمپنی کا پورا اسٹاف بھی اس سے باخبر ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ آپ اپنے نامساعد حالات کی وجہ سے مجبور ہوکر کسی اور کمپنی کی اس کمپنی سے بہتر سیلری پیکیج والی آفر قبول کریں۔ کمپنی فی الحال آپ جیسے محنتی اور ذہین ورکر کو کھونے کی متحمل نہیں ہوسکتی۔“ نہایت رسان سے اس نے جواز پیش کیا تھا۔ صیام کے لبوں پر زخمی مسکراہٹ بکھر گئی۔
”میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اتنی عزت دی مگر میں بناء سیلری میں اضافے کے بھی اسی کمپنی سے منسلک رہوں گا یہ میرا خود سے کیا ہوا کانٹریکٹ ہے۔“
”شکریہ‘ آپ کی اسی وفاداری کی وجہ سے میں آپ کی بے حد عزت کرتی ہوں۔“
”تھینک یو۔“ وہ مسکرایا تھا مگر اس کی مسکراہٹ میں بھی عجیب سی اداسی تھی۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ اسے مزید کچھ کہتی شہزاد ہلکی سی دستک کے ساتھ اس کے روم میں چلی آئی۔
”السلام علیکم!“
”وعلیکم السلام‘ آؤ بیٹھو۔“ درمکنون نے فی الفور توجہ اس کی جانب مبذول کی تھی جواباً وہ صیام کی برابر والی سیٹ پر ٹک گئی۔
”میں نے آپ سے کہا تھا کہ آپ آج آفس سے چھٹی کرلیجیے گا مگر آپ پھر یہاں موجود ہیں‘ کیا اتنی ظالم باس ہے دری؟“ وہ صیام سے مخاطب تھی۔ درمکنون خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔
”نہیں‘ مگر آج میرا آنا بہت ضروری تھا اسی لیے چھٹی نہ کرسکا پھر میں نے آفس میں مطلع بھی نہیں کیا تھا۔“
”وہ تو ٹھیک ہے مگر میں نے رات دری کو مطلع کردیا تھا بہرحال اب آپ کے بھانجے کی طبیعت کیسی ہے؟“
”کافی بہتر ہے‘ عشرت اور میں صبح پھر چیک اپ کے لیے شہر لے آئے تھے اسے۔“
”گڈ‘ میں بھی چلوں گی اسے دیکھنے۔“
”جی ٹھیک ہے۔“ تابعداری سے کہتا وہ درمکنون سے اجازت لے کر اٹھ گیا تھا۔ درمکنون شہزاد کے چہرے پر بکھرے خوب صورت رنگوں کو دیکھتی رہی۔

❀......❀......❀

پرانی حویلی کے پچھواڑے میں شگفتہ اظہار عباس خاک سپرد ہوکر ابدی نیند کیا سوئی‘ وہاں جیسے سناٹے اتر آئے۔ در و دیوار کے ساتھ جیسے عجیب سی وحشتیں چمٹ کر بیٹھ گئی تھیں۔ اظہار ملک صاحب کے کندھے جھک گئے جبکہ بے جی کے وجود کو اس المناک سانحہ نے بستر سے لگا دیا تھا۔
ان کی آنکھیں دن رات بھیگی رہتی تھیں۔ عمر عباس کے اندر جیسے کوئی الاؤ دہک اٹھا تھا جبکہ باقی تینوں بھائیوں کے لبوں پر گہری چپ بکل مار کر بیٹھ گئی تھی۔
مریہ صمید پر یہ خبر جیسے بجلی بن کر گری۔ صمید ان دنوں شہر سے باہر تھا‘ مریہ نے پریگنینسی کے باوجود گاؤں جانے کی ٹھان لی۔ کرنل صاحب پاکستان میں نہیں تھے پھر ان کی بہو کی زندگی بھی خطرے میں تھی‘ سکندر علوی کو نشے کی شدت

نے کہیں کا نہیں چھوڑا تھا۔ ایسے میں چند ماہ کی ننھی سی عائلہ کو سنبھالنا انہی کے سپرد تھا۔ تبھی مریہ نے جان بوجھ کر انہیں مزید پریشان کرنا مناسب نہ سمجھا' وہ گاؤں کے لیے نکل رہی تھی جب اس نے صمید کو کال ملائی۔

''ہیلو۔'' پہلی بیل پر ہی اس کی کال پک ہوئی تھی۔ مریہ اس وقت اپنے اور اس کے درمیان پیدا ہونے والی ساری تلخی بھول گئی۔

''ہیلو صمید آپ کہاں ہیں اس وقت؟''

''خیریت؟'' اس کے پریشان لہجے پر وہ چونکا تھا' مریہ کی آواز بھرآئی۔

''خیریت نہیں ہے۔''

''کیوں کیا ہوا؟''

''شگفتہ اظہار عباس کا قتل ہوگیا ہے صمید! حویلی پر قیامت بیت گئی ہے آپ جلدی سے گھر آجائیں' ہمیں گاؤں کے لیے نکلنا ہے۔''

''اوہ بہت افسوس ہوا سن کر مگر ایسا ہے کہ میں ابھی فوری طور پر گھر نہیں پہنچ سکتا۔ تم بھی جس حال میں ہو اس حال میں گاؤں کا سفر کسی طور مناسب نہیں' بہتر ہے تم کال پر اظہار افسوس کرلو بعد میں ٹائم نکال کر اکیلا تعزیت کر آؤں گا۔'' صمید کے لہجے میں خاصی بے پروائی تھی۔ مریہ کا دل جل کر راکھ ہوگیا' وہ بولی تو اس کے لہجے میں بے حد تلخی تھی۔

''نہیں' آپ کو کہیں بھی جانے اور تعزیت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آپ صرف اپنے کاروبار اور موجودہ سرگرمیوں پر توجہ دیں' وہاں میرے رشتے ہیں میں چلی جاؤں گی۔''

''مگر میں تمہیں اس کے لیے اجازت نہیں دوں گا۔''

''مجھے اپنے رشتوں کو برتنے کے لیے آپ کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔'' اس نے کہا تھا اور پھر فوراً کال ڈسکنکٹ کردی تھی وہ حویلی پہنچی تو وہاں کچھ بھی پہلے جیسا نہیں تھا۔

اظہار ملک صاحب' بے جی' خضر عباس' نظر عباس' قمر عباس' دونوں بھابیاں سب کے چہروں پر ایک ہی تحریر رقم تھی۔ گہرے رنج اور ملال کی تحریر...... بے جی مریہ کے گلے لگ کر روئیں تو پھر انہیں چپ کروانا مشکل ہوگیا۔

عمر گاؤں میں نہیں تھا۔ مریہ کو حویلی پہنچے وہ دوسری رات تھی جب وہ گھر آیا تھا۔ بے حد رف حلیے میں ہلکی ہلکی بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ اس کا سراپا مکمل طور پر بکھرا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ مریہ کو وہاں حویلی میں موجود دیکھ کر اس کی آنکھیں چند ساعتوں کے لیے بے ساختہ بھیگی تھیں۔

''کیسے ہو عمر؟''

''تمہیں کیسا دکھائی دے رہا ہوں؟'' اس نے پلٹ کر اسے نہیں دیکھا تھا مگر مریہ پھر بھی اس کی آنکھوں میں تیرتی وحشت کو دیکھ سکتی تھی۔ بناء شدید سردی کی پروا کیے وہ دونوں اس وقت سکھ چین کے درخت کے نیچے بیٹھے تھے۔ مریہ نے نظریں اس کے دھول مٹی سے اٹے چہرے سے ہٹالیں۔

''مجھے گمان نہیں تھا کہ وقار انکل کی حویلی میں شگفتہ کے ساتھ ایسا غیر انسانی سلوک ہوگا۔''

''گمان تو مجھے بھی نہیں تھا' ہوتا تو بھلے جان پر ہی کیوں نہ کھیلنا پڑتا۔ میں اس کی شادی ریاض جیسے جنگلی انسان کے ساتھ کبھی نہ ہونے دیتا۔''

''تمہیں کیا لگتا ہے عمر! ریاض نے یہ سب کیوں کیا ہوگا؟''

''صرف انتقام کے لیے اس کی رال شروع سے ہی قمر کی بیوی نورین پر ٹپکتی تھی مگر قمر نے نورین کے ساتھ شادی

کر کے گویا اسے نیچا دکھادیا۔ اسی کا بدلا لیا ہے اس نے ہم سے۔'' عمر کے چہرے کی سرخی اس کے اندر کے جذبات کا بخوبی پتا دے رہی تھی' مریرہ گہری سانس بھر کر رہ گئی۔

''کتنے افسوس کی بات ہے کہ اللہ نے جس مخلوق کو سب سے افضل قرار دیا وہی مخلوق ایسے گھٹیا کارنامے سرانجام دے رہی ہے کہ خود اپنے انسان ہونے پر شرمندگی ہوتی ہے بھلا ایسے بھی کرتا ہے کوئی؟'' وہ دکھ سے کہہ رہی تھی' عمر خاموش رہا۔

اس کے اندر بہت گہری چپ اتری تھی' مریرہ تین دن حویلی میں گزار کر شہر واپس آئی تو صمید کا موڈ بے حد خراب تھا۔ رات آفس سے واپسی کے بعد وہ بنا اس سے کوئی بات کیے سو گیا تھا' اگلی صبح مریرہ کی آنکھ کھلی تو وہ آفس کے لیے نکل چکا تھا۔ اس کی ناراضگی' مریرہ کے لیے اس کی فکر اور محبت پر غالب آگئی تھی۔

اسی روز دوپہر میں مریرہ کی طبیعت خراب ہوئی تھی۔ حمنہ شہر میں نہیں تھی اور صمید کا موبائل مسلسل آف جارہا تھا' پورے شہر میں اور کوئی بھی ایسا شناسا نہیں تھا جسے وہ مدد کے لیے پکار سکتی۔

صمید نے رات کو دیر سے گھر آنے کا میسج کیا تھا مگر وہ نہیں آیا تھا۔ صبح سے رات اور پھر رات سے اگلی صبح تک اس کا موبائل بھی مسلسل آف رہا تھا۔

مریرہ ساری رات درد میں تڑپتی رہی' اگلی صبح درد سے نڈھال ہو کر مجبوراً اس نے ساتھ والی ہمسائی کو آواز دے کر بلایا تھا اور پھر وہی ہمسائی اسے فوری ہسپتال لائی تھی جہاں اس نے کئی گھنٹے زندگی اور موت کی کشمکش میں رہنے کے بعد بلآخر زاویار صمید حسن کو جنم دیا تھا جو ہو بہو اس کی ہی فوٹو کاپی تھا۔

صمید کو زاویار کی پیدائش کی خبر اس کے دنیا میں آنے کے پورے بارہ گھنٹوں بعد ملی تھی اور وہ یہ خبر ملتے ہی فوراً ہسپتال کی طرف بھاگا تھا۔

مریرہ نہیں جانتی تھی کہ اس وقت وہ کس عذاب میں گرفتار تھا۔ ایک طرف بیٹے کا باپ بننے کی خوشی تھی تو دوسری طرف منیر صاحب (بزنس پارٹنر) کی لحہ بہ لحہ موت کی طرف بڑھتی زندگی کا دکھ تھا۔ اس پر مستزاد کہ انہوں نے ہاتھ باندھ کر ان سے اپنی اکلوتی بیٹی سارا کو اپنا نام دینے کی درخواست بھی کر ڈالی تھی۔

وہ شادی شدہ تھے' مریرہ رحمان میں ان کی جان تھی اس سے ہر طرح کی بدگمانی کے باوجود وہ صرف اسی کے ساتھ پوری زندگی بیتانا چاہتے تھے انہوں نے منیر صاحب سے معذرت کی تھی مگر انہوں نے اس کی معذرت کو قبول نہیں کیا تھا۔

مرنے سے پہلے وہ ہر صورت اپنی بیٹی کو محفوظ ہاتھوں میں سونپنا چاہتے تھے تاکہ دوبارہ ان کا اوباش بھتیجا اسے پریشان نہ کر سکے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ صمید حسن کے سامنے رو پڑے تھے' ان کی بیٹی رخصتی سے قبل ہی ماں بن رہی تھی اور یہ وہ سب سے بڑا عیب تھا جس کی وجہ سے سوائے صمید حسن کے دنیا کا اور کوئی شریف عزت دار انسان ان کی بیٹی کو اپنا نام نہیں دے سکتا تھا تبھی انہوں نے صمید حسن کی منت کی تھی ان کے سامنے یہ آپشن رکھا تھا کہ وہ صرف ان کی بیٹی کو اپنا نام دے دیں پھر بھلا ساری زندگی اسے اپنی اور اپنی بیوی کی ملازمہ بنا کر رکھیں وہ اعتراض نہیں کریں گے نہ ان کی بیٹی کو ہی بھی ان سے کوئی شکایت ہوگی۔

صمید حسن فرار کی ہزار کوشش کے باوجود ایک مرتے ہوئے شخص کی بے بسی کے سامنے ہار گئے تھے' جس وقت انہیں ہسپتال سے کال گئی' ٹھیک اسی وقت ان کا سارا بیگم کے ساتھ نکاح ہوا تھا۔ جس وقت انہوں نے مریرہ کو ہسپتال سے ڈسچارج کروا کر گھر کی دہلیز پر قدم رکھا ٹھیک اسی وقت منیر صاحب نے ہمیشہ کے لیے پرسکون ہو کر آنکھیں بند کرلی تھیں۔

وہ وقت ایسا نہیں تھا کہ مریرہ رحمان کو ساری سچائی بتائی جاسکتی لہٰذا اسے ہسپتال سے گھر چھوڑ کر وہ فوراً منیر صاحب

کی طرف نکل گئے تھے۔ سارا بیگم زاروقطار رو رہی تھیں انہوں نے اسے تسلی دی پھر منیر صاحب کی آخری آرام گاہ کی طرف سفر کی تیاری میں لگ گئے۔

مریرہ رحمان چونکہ اس ساری کہانی سے بے خبر تھی لہٰذا صمید حسن کے اس رویے نے اس کے پہلے سے زخمی دل کو اور بھی لہولہان کر ڈالا تھا۔

صمید حسن کی ذات پر جو تھوڑا بہت مان اور اعتبار بچا تھا اس کی بھی دھجیاں بکھر گئی تھیں۔ وہ درد جو اس نے تنہا ہسپتال کے سرد کمرے میں سہا تھا صمید حسن کی لاتعلقی اور بے حسی نے اس درد کی شدت کو کئی گنا مزید بڑھا دیا تھا۔

❀ .... ❀ .... ❀

زاوریار صمید حسن کی پیدائش کو پورے چوبیس گھنٹے ہو چکے تھے جب حمنہ اس سے ملنے آئی تھی اس کا ٹرانسفر ہو گیا تھا اور وہ اسی سلسلے میں آج کل بے حد مصروف تھی تاہم مریرہ کی ڈلیوری کی خبر ملتے ہی اس نے اپنی تمام مصروفیات کو پس پشت ڈال دیا تھا مریرہ کی آنکھیں اسے دیکھتے ہی پھر بھر آئی تھیں۔

''کیسی ہو میرو! چپکے چپکے بیٹے کی ماں بن گئیں اور بتایا بھی نہیں۔'' اس نے مریرہ کی پیشانی کا بوسہ لیا تھا۔ مریرہ کو لگا اس کے زخم جیسے پھر سے ہرے ہو گئے ہوں وہ بولی تو اس کا لہجہ بے حد شکستہ تھا۔

''ٹھیک ہوں تم کہاں چلی گئی تھیں؟''

''یہیں تھی یار! اصل میں میرا ٹرانسفر ہو گیا تھا وہی رکوانے کے چکر میں لگی ہوئی تھی مگر کامیابی نہیں ملی اب تو مہینوں بعد ہی شکل دیکھ پاؤں گی تمہاری بہرحال بیٹے کی پیدائش بہت بہت مبارک ہو کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا ناں پیدائش میں؟''

''نہیں ساتھ والی آپا لے گئی تھیں ہسپتال کل سے اب تک وہی دیکھ بھال بھی کر رہی ہیں۔''

''کیوں؟ ساتھ والی آپا کیوں تمہارا شوہر کہاں ہے؟'' حمنہ کو اچنبھا ہوا تھا مریرہ نے نظریں چرا لیں۔

''پتا نہیں میں کل سارا دن انہیں فون کرتی رہی مگر ان کا سیل آن نہیں ملا تبھی مجبوراً ساتھ والی آپا کو آواز دے کر بلانا پڑا اور پھر تم بھی شہر میں نہیں تھیں۔ ڈلیوی کے بعد آپا نے ہی ہسپتال سے انہیں فون کروایا تھا تبھی وہ آئے تھے مگر صرف چند گھنٹوں کے لیے مجھے ہسپتال سے گھر لا کر وہ پھر کہیں غائب ہو گئے۔''

''ویری گڈ! اسی شوہر کے لیے تم کہتی تھیں کہ عام مردوں جیسا نہیں ہے حد ہوتی ہے بے حیائی کی بھی۔'' حمنہ کے غصے کا گراف بڑھا تھا۔ مریرہ کے اندر تک جیسے خاموشی بکھر گئی اس کا یقین ٹوٹ گیا تھا۔

صمید حسن کی ذات پر اس کے اندھے اعتبار کی دھجیاں بکھر گئی تھیں۔ وہ اب کیا کہتی؟ وقت نے اسے بے وقوف ثابت کر دیا تھا۔

''بہرحال تم پریشان مت ہو میں ابھی چند دنوں تک یہیں ہوں تمہارے ساتھ۔''

اگلے ہی پل حمنہ کی تسلی نے اسے پرسکون کر دیا تھا اور پھر واقعی آنے والے تین چار دنوں میں اس نے سگی بہن سے بھی بڑھ کر اس کا خیال رکھا تھا۔

وہی تھی جس نے اس کے بیٹے کو زاویار کا نام دیا تھا اور مریرہ نے بنا صمید کی اجازت کے اپنے بیٹے کا یہی نام رکھ دیا۔

''زاویار صمید حسن!''

❀ .... ❀ .... ❀

وہ موسم سرما کی ایک اداس سرد شام تھی جب قمر عباس عمر عباس کی مدد سے اپنی یونیورسٹی فیلو ''شہربانو'' کو شہر سے بیاہ

کر حویلی لایا تھا۔
حویلی میں اس شام گویا طوفان آ گیا تھا' ماں بننے کی صلاحیت سے محروم نورین نے رو رو کر اور چیخ چیخ کر پورے گاؤں میں ہلچل مچا دی تھی۔ قمر عباس کی دوسری شادی کی جرأت اسے کسی طور قبول نہیں تھی تبھی اس نے خوب واویلا مچایا تھا۔
اظہار ملک صاحب جو پہلے ہی بیٹی کی ناگہانی موت کے غم میں سودائی ہوئے تھے اس نئی آفت پر مزید ڈھے گئے۔ ان کی بہن نے گاؤں کے چوراہے پر کھڑے ہو کر نہ صرف انہیں گالیاں دی تھیں بلکہ خوب بے عزت بھی کیا تھا تبھی خضر عباس اور نظر عباس نے قمر کی کلاس لی تھی۔
''کیا ضرورت تھی تمہیں یہ نیا بکھیڑا کھڑا کرنے کی؟ کیا تم پھوپو اور ان کی بیٹی کی فطرت سے آگاہ نہیں ہو' پورے گاؤں میں تماشہ بنا کر رکھ دیا ہے انہوں نے ہمارا اور یہ سب تمہاری وجہ سے ہو رہا ہے۔'' خضر بھاء نے سخت اشتعال میں اسے ڈپٹا تھا۔ بے جی خاموش کھڑی چپ چاپ آنسو بہاتی رہیں تبھی قمر بولا تھا۔
''میں نے دوسری شادی کر کے کوئی گناہ نہیں کیا ہے بھاء! نورین بچے پیدا کرنے کے قابل نہیں ہے' میرا سکون بھی نہیں رہا اب اس کے پاس لہٰذا یہ میرا حق ہے کہ میں اپنے وارث کے حصول کے لیے کسی دوسری عورت سے عقد کروں۔ بے شک میرا دین مجھے اس کا حق دیتا ہے' میں نورین کو بھی چھوڑ نہیں رہا بلکہ میں اپنی دونوں بیویوں کے ساتھ مساوی سلوک رکھنے کا پابند ہوں یہ اور بات ہے کہ نورین اس کی حق دار نہیں ہے۔''
''وہ حق دار ہے یا نہیں مگر بابا اپنے بڑے بھائی کے بعد اب اکلوتی بہن کے ساتھ کسی طور اپنے تعلقات کو خراب کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ ہم یہاں گاؤں میں کسی بھی قسم کی کوئی دشمنی افورڈ نہیں کر سکتے لہٰذا تم ابھی اور اسی وقت اس لڑکی کو طلاق دے کر یہاں سے روانہ کرو' نہیں تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔'' اس بار دھمکی دے کر رعب ڈالنے والا نظر عباس تھا۔
قمر عباس نے ایک نظر سر جھکائے کھڑی شہر بانو پر ڈالی پھر بے نیازی سے جوتوں کو پاؤں کی جکڑن سے آزاد کرتے ہوئے بولا۔
''معافی چاہتا ہوں بھائی میں آپ کی یہ خواہش پوری نہیں کر سکتا' شہر بانو نہ صرف میری عزت ہے بلکہ میری پانچ سالہ پرانی محبت بھی ہے جبکہ نورین کے ساتھ شادی میں نے صرف بابا کے دل کی خوشی کے لیے مجبوراً کی تھی' مگر اب جبکہ وہ ہر لحاظ سے ایک خالی عورت ثابت ہو چکی ہے میں ساری زندگی اسے گلے کا تعویز بنا کر نہیں رکھ سکتا۔ میری زندگی پر میرا اپنا بھی کچھ حق ہے' آپ کو اگر اتنا ہی بابا کی عزت اور پھوپو کے ساتھ ان کے بہترین تعلقات کا خیال ہے تو آپ دوسری شادی کر لیں نورین سے' میں طلاق دینے کے لیے تیار ہوں۔'' اس بار اس کا لہجہ اتنا سپاٹ تھا کہ کوئی چاہتے ہوئے بھی اسے مزید کچھ نہ کہہ سکا۔
یوں رخصت ہوتے موسم سرما میں شہر بانو اس حویلی کا حصہ بن کر وہاں بسنے والے مکینوں کے دل پر راج کرنے لگی۔ نورین نے وہ حویلی چھوڑ دی اور روٹھ کر ماں کے پاس جا بیٹھی۔
اس کا ایک ہی مطالبہ تھا کہ قمر شہر بانو کو طلاق دے کر حویلی سے رخصت کرے' نہیں تو وہ نہ خود سکون سے جیے گی نہ اسے جینے دے گی مگر قمر نے نہ اس کی ناراضگی کا کوئی نوٹس لیا تھا نہ اس کے ناجائز مطالبے کا تاہم اظہار ملک صاحب کے سامنے اس کی گردن ضرور جھک گئی تھی' جو اب بھی اپنے بہن بھائیوں سے بہتر تعلقات کا خواہاں تھے۔
وقت جیسے پر لگا کر اڑ رہا تھا' نورین نے قمر کو سبق سکھانے کے لیے وقار صاحب کے بیٹے ریاض سے تعلقات استوار کر لیے تھے جو اس کے حصے کی جائیداد ہتھیانے کے لیے اب بھی اس کا طلب گار تھا۔ دوسری طرف خدا نے قمر

عباس کی سن لی تھی شادی کے کچھ عرصے بعد ہی شہر بانو نے اسے ماں بننے کی خوشخبری سنادی تھی جس کے بعد نہ صرف وہ ہواؤں میں اڑنے لگا تھا بلکہ پوری حویلی پر چھائی یاسیت میں بھی کمی آ گئی تھی۔
شہر بانو نے اپنے اخلاق اور سلیقے سے نہ صرف شوہر کا دل مٹھی میں کرلیا تھا بلکہ ساس سسر اور حویلی کے باقی مکین بھی اس کی محبت کے گن گاتے نہ تھکتے تھے۔ یہی وہ چیز تھی جس نے نورین بیگم کے دل ودماغ میں آگ بھڑکا کر اسے بارود بنادیا تھا۔ شہر بانو کے بطن سے قمر عباس کے وارث کے آنے کی خبر نے اس کی راتوں کی نینداڑا دی تھی وہ اسے بے سکون کرنا چاہتی تھی تقدیر نے وار الٹا کردیا تھا' وہ اسے شکست دینا چاہتی تھی مگر خود ہار گئی تھی۔ اس نے اس سے سب کچھ چھین لینا چاہا تھا مگر قسمت نے اس سے سب کچھ چھین لیا تھا پھر وہ بارود نہ بنتی تو اور کیا کرتی؟
رخصت ہوتی سردیوں کی ایک شام میں اس نے ریاض کو گھر بلایا تھا اس کی ماں اس وقت گھر پر نہیں تھی۔ ریاض اس کا پیغام ملتے ہی سر کے بل دوڑا چلا آیا تھا' تبھی کچھ دیر ادھر اُدھر کی باتوں کے بعد نورین نے اس سے پوچھا تھا۔
''میں جانتی ہوں تم مجھ سے بہت محبت کرتے ہو' اتنا کہ میرے لیے تم نے اپنی بیوی شگفتہ کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا حالانکہ وہ ظاہری حسن میں مجھ سے کہیں بڑھ کر تھی پھر بھی تم نے اسے قبول نہیں کیا۔ تمہاری بھابیوں کے ذریعے گاؤں کے بہت سے لوگ شگفتہ کی موت کی حقیقت جان چکے ہیں مگر میں نے تمہیں یہاں یہ کہانی سنانے کے لیے نہیں بلایا بلکہ یہ پوچھنے کے لیے بلایا ہے کہ اگر میں اس قمر عباس سے طلاق لے لوں تو کیا تم مجھ سے شادی کرو گے؟''
وہ ایک ماہر کھلاڑی تھی لہٰذا ہر کھیل میں ہمیشہ ترپ کا پتہ ہی پھینکا کرتی تھی اس وقت بھی اس نے یہی کیا تھا' ریاض کی باچھیں کھل گئیں۔
''کیسی باتیں کر رہی ہو نورین! میں تو ازل سے تمہارا طلب گار ہوں' اگر تم قمر عباس سے طلاق لے کر مجھ جیسے نالائق بندے کے ساتھ اپنی زندگی کا سفر شروع کرتی ہو تو بھلا میرے لیے اس سے بڑھ کر خوش بختی کی بات اور کیا ہوسکتی ہے۔ اصلی ہیرے کی قدر ایک جوہری ہی جانتا ہے مگر کاش یہ پھوپو نے پہلے ہی سمجھ لیا ہوتا تو آج یوں تمہاری زندگی برباد نہ ہوتی۔'' اپنی رضا کا اظہار کرنے کے ساتھ ساتھ اس نے اس کے ساتھ ہمدردی جتانا بھی ضروری سمجھا تھا' نورین کا سر اثبات میں ہل گیا' اس کا تیر عین نشانے پر لگا تھا۔
''تم صحیح کہتے ہو ریاض! امی کو واقعی اصلی ہیرے کی پہچان نہیں ہوئی ورنہ وہ میری شادی اس گھٹیا انسان کے ساتھ نہ کرتیں جسے کبھی میری قدر ہی نہیں ہوئی یقیناً اس کی جگہ تم ہوتے تو یوں بچے کا بہانہ بنا کر ایسا گرا ہوا سلوک نہ کرتے میرے ساتھ۔''
''بالکل...... بچوں کا کیا ہے بچے تو گود بھی لیے جاسکتے ہیں۔'' وہ اس کی تائید میں سر ہلا رہا تھا' نورین کے لبوں پر معنی خیز مسکراہٹ بکھر گئی۔
''شکریہ تم نے میرا مان رکھ لیا' اب تم گھر جاؤ میں امی سے بات کر کے ایک دو دن میں تمہیں سب فائنل بتاتی ہوں۔''
''ٹھیک ہے میں تمہاری طرف سے پیغام کا انتظار کروں گا۔'' ریاض نے کہا تھا اور مسکراتے ہوئے باہر نکل گیا۔
دونوں گدھ ایک دوسرے کو نوچنے کا سوچ رہے تھے اور اُدھر تقدیر کے پنوں پر سیاہی ہی سیاہی بکھرتی جارہی تھی۔
(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

گھنا سایہ

نظیر فاطمہ

وہ کھیل تھا، مذاق تھا یا خوف تھا کوئی
اک چال چل کے اس نے مہرہ بدل دیا
کرتا رہا اسیری کے احساس کو شدید
زنجیر کھول دی کبھی پہرہ بدل دیا

نورالعین نے صفائی ستھرائی مکمل کر کے پورے گھر پر نظریں دوڑائیں۔ دو کمرے، ان کے آگے برآمدہ، برآمدے کے باہر چھوٹا سا کچن اور پکا صحن، صحن کے ایک کونے میں بنا واش روم اور اس کے ساتھ اُوپر جاتی سیڑھیاں...... چھوٹا سا یہ گھر شیشے کی طرح چمک رہا تھا۔صحن کی اینٹیں ہر روز گیلے کپڑے کا پونچا لگنے سے اتنی صاف اور سرخ ہوگئی تھیں جیسے ان پر سرخ رنگ کی پالش کی گئی ہو، ڈھونڈنے سے بھی ان پر مٹی نہیں ملتی تھی۔صحن کے دوسرے کونے میں شہتوت کا ایک بڑا سا درخت تھا جس کا سایہ اس چھوٹے سے صحن کو گرمیوں میں دھوپ کی تمازت سے بچاتا تھا۔صاف ستھرے صحن میں شہتوت کے درخت کا سایہ ٹھنڈک اور تازگی کا احساس دلاتا تھا۔ صفائی ستھرائی سے مطمئن ہو کر اس نے منہ ہاتھ دھویا اور کنگھی کر کے بالوں کو سمیٹا۔

اماں روٹین کے مطابق اس کی دونوں چھوٹی بہنوں کو اسکول چھوڑنے گئی ہوئی تھیں۔وہ ہر روز واپسی پر سبزی اور دیگر ضروری چیزیں خریدتی تھیں۔اس لیے تقریباً نو بجے تک گھر واپس آتی تھیں۔ابا میاں نوکری پر جاچکے تھے۔ وہ ایک سرکاری محکمے میں کلرک تھے۔مہنگائی کے اس دور میں ان کی قلیل تنخواہ ان پانچ نفوس کی ضروریات کو پورا کرنے سے قاصر تھی۔لیکن اماں کی دوراندیشی اور محنت نے ان کا بھرم رکھا ہوا تھا۔اماں اپنے فارغ وقت میں لیڈیز کپڑوں کی سلائی کیا کرتی تھیں اور آج کل خواتین جس طرح کپڑے بنوانے کے خبط میں مبتلا تھیں ان کو اس کام سے اچھی خاصی آمدنی ہوجاتی تھی۔وہ اپنی اس آمدنی میں سے خرچ کرنے کے ساتھ ساتھ کچھ نہ کچھ پس انداز کرتی رہتی تھیں۔اب تو نور بھی اس کام میں ان کا ہاتھ بٹانے لگی تھی۔یوں ان سب کی محنت سے گھر کی گاڑی

رواں دواں تھی مگر ابا میاں اس غلط فہمی میں تھے کہ اس گھر کو چلانے اور اخراجات پورے کرنے میں ان کی "اکیلی" جان گھلتی جارہی ہے۔ ان کو اس بات کا احساس دلانے والی ہستی پھوپو تھیں جن کے خیال میں ان کے بھائی اپنے بال بچوں کو پال کر دنیا سے کوئی انوکھا کام کر رہے تھے۔ ابا میاں کو اماں کی خاموش محنت اور خدمت نظر تو کیا آتی کبھی محسوس تک نہیں ہوئی تھی۔

......☆☆☆......

ابا میاں اور اماں کے تعلقات عجیب سی سرد مہری لیے ہوئے تھے یوں جیسے دو اجنبی ایک ساتھ رہنے پر مجبور کر دیے گئے ہوں۔ بلکہ ابا میاں تو ان تینوں بہنوں کے ساتھ بھی بس ایسے تعلق رکھتے تھے جیسے وہ ان کی سگی بیٹیاں نہ ہوں۔ "شاید نہیں یقیناً ابا میاں کو یہ تینوں اس لیے بُری لگتی ہیں کہ ان کا کوئی بیٹا نہیں ہے۔ اگر بیٹیوں کی جگہ ان کے تین تین بیٹے ہوتے تو پھر ابا میاں ایسے سرد مہر سے نہ ہوتے۔" یہ نورالعین کا خیال تھا جو سو فیصد درست تھا۔ البتہ اماں ان تینوں کے مقدور بھر لاڈ اُٹھاتی تھیں لیکن یہ لاڈ ایسے تھے جو ان کی تربیت پر کبھی اثر انداز نہ ہوئے تھے۔ وہ ان کی بہت سی ضروریات اپنی سلائی کی اُجرت سے پوری کرتی تھیں۔ نور سمیت تینوں بہنیں پڑھنے میں بہت ہوشیار تھیں۔ لیکن ان کی یہ خوبی بھی ابا میاں کو کبھی نظر نہیں آئی تھی۔ نور نے میٹرک کر لیا تو اسے کالج میں داخلے کی اجازت نہ ملی کہ ابا میاں کو ہرگز یہ پسند نہیں تھا کہ ان کی بیٹیاں کالج یونیورسٹی کے نام پر "آوارہ گردیاں" کرتی پھریں۔ پھوپو نے ابا میاں کے اس خیال سے ہمیشہ کی طرح اتفاق کیا تھا۔ بھلا وہ یہ کیسے برداشت کر سکتی تھیں کہ ان کے بھائی کی بیوی اور بچیاں اپنی مرضی سے زندگی گزار سکیں۔

مگر نورالعین نے ہمت نہ ہاری اور پرائیویٹ ایف۔ اے کی تیاری کرنے لگی۔ ابا میاں اور پھوپو کو تب خبر ہوئی جب نور نے بغیر کسی مدد کے خود ہی فرسٹ ڈویژن میں ایف۔ اے کلیئر کر لیا۔

"توبہ یا اللہ! کیا زمانہ آ گیا...... باپ کو بیٹیوں کی کرتوتوں کا علم ہی نہیں اور وہ بالا ہی بالا نہ جانے کہاں تک جا پہنچیں...... ارے میرے معصوم بھائی! ان کو کنٹرول کر لے...... ورنہ کل کو یہ اکٹھی ہو کر تیرے سر میں خاک ڈلوائیں گی۔" پھوپو کو خبر ہوئی تو آ کر واویلا کرنے لگیں۔

"اللہ نہ کرے آپا! کیسی باتیں کر رہی ہیں۔" اماں نے دہل کر سینے پر ہاتھ رکھ لیا۔

"تم جاؤ یہاں سے کتنی بار کہا ہے ہم بات کر رہے ہوں تو بیچ میں ٹانگ مت اڑایا کرو جاؤ ہمارے لیے چائے بنا کر لاؤ۔" ابا میاں نے ہمیشہ کی طرح اماں کی ذات کو دو کوڑی کا کر دیا۔

ابا میاں کے خوف کے باوجود نور اب گھر پر ہی بی۔ اے کی تیاری کر رہی تھی تاکہ وہ پرائیویٹ ہی سہی مگر اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکے۔ پڑھنا اور اپنے پیروں پر کھڑے ہونا اس کا دیرینہ خواب تھا جسے وہ جلد از جلد پورا کرنا چاہتی تھی۔

......☆☆☆......

آتی بہار کے خوشگوار دن تھے۔ چمک دار دھوپ کھلی ہوئی تھی۔ درخت اپنی پرانی پوشاکیں اُتار کر سبزے کے نئے پیراہن پہننے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ پرندے چہچہاتے ہوئے فضا میں اِدھر اُدھر اُڑ رہے تھے۔ ہر سال کی طرح اس بار بھی بلبلیں شہتوت کے درخت کی اس شاخ پر گھونسلہ بنانے کی تگ و دو میں تھیں جس میں ایک کھوہ سی بنی ہوئی تھی۔ سارا دن نجانے کہاں کہاں سے گھاس پھونس لا کر گھونسلے کی تکمیل میں جتی رہتیں۔ ان کی اس کوشش میں بہت سا گھاس پھونس نیچے گر کر اِدھر اُدھر بکھر جاتا۔ نور دن میں کئی بار اس بکھراوے کو سمیٹ کر کوڑے دان میں ڈالتی لیکن اس نے کبھی ان بلبلوں کو وہاں سے بھگانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اپنے گھر کی قبرستان جیسی خاموشی میں اسے ان کی چہکاریں زندگی کا احساس دلاتی تھیں۔ جب انڈوں سے بلبلوں کے بچے

نکل آتے تو بلبلیں خوشی سے اُڑتی پھرتیں، اپنے بچوں کے لاڈ اُٹھاتیں اور دانہ دنکا لاکر ان کی چونچوں میں ڈالتیں۔ نور گھنٹوں بیٹھ کران بلبلوں اوران کے بچوں کے لاڈاور چہلیں دیکھتی۔

نورالعین نے صاف ستھرے صحن میں قدرے سائے والی جانب چٹائی بچھا کراس پر سلائی مشین رکھی اور سوٹوں کے ٹراوزر سینے لگی جن کی قمیص آج اماں نے مکمل کرنی تھیں۔ دروازے پر دستک ہوئی تو وہ سلائی مشین روک کر دروازے کی طرف بڑھی اور بغیر پوچھے ہی دروازہ کھول دیا کہ وہ اپنی اماں کی دستک کو خوب پہچانتی تھی۔ اُس نے اماں کے ہاتھ سے سبزی والا شاپر پکڑا اور کچن میں چلی گئی۔

''اماں! یہ پانی پی لیں۔'' اماں دروازہ بند کرکے صحن میں بچھی چارپائی پر لیٹ کر ستانے لگی تھیں۔ اُنھوں نے اُٹھ کر پانی پیا اور منہ پر دوپٹہ رکھ کر دوبارہ لیٹ گئیں۔

نور دوبارہ اپنی جگہ پرآ کر ادھورا کام مکمل کرنے لگی۔

''نور! تمھارا کتنا کام رہ گیا ہے؟ آج دو سوٹ مکمل کر کے دینے ہیں۔'' تھوڑی دیر بعد اماں اُٹھ بیٹھیں۔

''بس اماں یہ آخری ہے۔ اس کے بعد آپ قمیصیں سی لینا۔'' نور کے جواب پر اماں سر ہلا کر کمرے میں چلی گئیں۔

''اماں! آجائیں...... میرا کام مکمل ہوگیا ہے۔'' نور کے پکارنے پر اماں نے آکر مشین سنبھال لی۔ نور اُٹھ کر چلی گئی۔

''اماں! میں جلدی سے سبزی کاٹ کر ہانڈی بنالیتی ہوں پھر مجھے پڑھائی بھی کرنی ہے۔'' نور سبزی والی ٹوکری اور چھری لے کر چارپائی پر جا بیٹھی اور جلدی جلدی سبزی کاٹنے لگی۔ اماں نے اس کی بات پر سر ہلانے پر ہی اکتفا کیا تھا۔

......☆☆☆......

ابا میاں کی سرد مہری کے باوجود نورالعین کو وہ بہت عزیز تھے وہ ان کا ہر کام اپنے ہاتھوں سے کرتی تھی۔ اس کی پوری کوشش ہوتی کہ وہ یا اس کی بہنیں کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے ابا میاں کو تکلیف ہو یا جو اُنھیں ناگوار گزرے۔

''ابا میاں! چائے لے لیں۔'' اُس نے چائے کا کپ اُن کے سامنے کیا۔ اُنھوں نے کپ پکڑلیا۔ وہ پھر بھی وہیں کھڑی رہی۔ ابا میاں نے اس کے کھڑے ہونے کو نوٹس کرنے کے باوجود نظرانداز کردیا۔

''ابا میاں! آپ کو کوئی پریشانی ہے؟'' نور کے اس غیر متوقع سوال پر اُنھوں نے سر اُٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ چہرے پر بے زاری کے تاثرات بہت واضح تھے۔

''کیا مطلب؟'' اُنھوں نے قدرے درشت لہجہ اختیار کیا۔

''ابا میاں! آپ اتنے خاموش کیوں رہتے ہیں۔ آپ بھی دوسرے لوگوں کی طرح ہنسا بولا کریں۔ کبھی ہمارے درمیان آکر بیٹھا کریں۔'' نور نے ان کے لہجے سے خائف ہوکر جلدی سے بات مکمل کی مبادا کہ ابا میاں دہاڑ کر اسے چپ ہی نہ کروادیں۔

''اب اس عمر میں ہنسی ٹھٹھول کرتے ہوئے اچھا لگوں گا۔ سارا دن تھک مر کر آؤں اور آکر تم لوگوں کی فضول باتیں سن کر سر کے درد میں مزید اضافہ کرلوں تمھیں سارا دن کوئی کام نہیں ہوتا جو اس طرح کی باتیں سوچتی رہتی ہو۔ جاؤ اپنا کام کرو...... آرام سے چائے پینا بھی حرام ہے اس گھر میں۔''

اُنھوں نے رکھائی سے کہہ کر اسے باہر کا راستہ دکھایا۔ نور بہت بھاری دل کے ساتھ چپ چاپ کمرے سے نکل گئی۔

......☆☆☆......

''اماں! ابا میاں ایسے کیوں ہیں؟'' ابا میاں ناشتہ کر کے دفتر جا چکے تھے۔ اب اماں اپنے اور ان تینوں کے لیے ناشتہ بنا رہی تھیں جب نور نے یہ سوال داغا۔

''کیا ایسے ہیں؟'' اماں نے مصروف سے انداز میں

کہہ کر پراٹھے کے لیے بیلی ہوئی روٹی توے پر ڈالی۔ وہ جلدی جلدی ناشتہ بنا رہی تھیں تاکہ یہ چاروں آرام سے ناشتہ کرلیں۔ پھر وہ دونوں چھوٹیوں کو وقت پر اسکول چھوڑ آئیں۔

''وہ ہم سے بات چیت کیوں نہیں کرتے۔ کبھی ہمیں پیار نہیں کرتے، کبھی ہمارے لیے کچھ خرید کر نہیں لاتے اور تو اور آپ کے ساتھ بھی تو ہمیشہ ناراض ناراض سے رہتے ہیں۔ اماں! میرا دل چاہتا ہے کہ ہمارے ابا میاں بھی صبا کے ابو جیسے ہوجائیں۔ سچ کتنا خیال رکھتے ہیں وہ ان سب کا۔'' نور کے لہجے میں حسرت تھی۔ اس کے لہجے میں ایسا کچھ تھا جسے محسوس کرکے اماں چونک اُٹھی تھیں۔

''یہ کیسی حسرتیں پنپنے لگی ہیں میری بیٹیوں کے اندر۔'' وہ سوچ کر رہ گئیں۔ اُنھیں توے پر ڈالی ہوئی روٹی بھی بھول گئی۔ یکدم روٹی کے جلنے کی بو آئی تو اُنھوں نے فوراً روٹی پلٹی اور اس پر گھی لگانے لگیں۔

''بیٹا! ہر کسی کا اپنا الگ مزاج ہوتا ہے۔ تمہارے ابا میاں بھی تم سے بہت پیار کرتے ہیں۔'' اُنھوں نے بہت سوچ کر نور کی بات کا جواب دیا مگر اس سے اُنھیں اپنی ہی آواز اجنبی سی لگی۔

''پتہ نہیں یہ کیسا پیار ہے جو نہ تو ہمیں نظر آتا ہے نہ ہی کبھی ہمیں محسوس ہوتا ہے۔'' نور ٹھنڈی سانس بھر کر ناشتے کی طرف متوجہ ہوگئی اور اماں سوچتی نظروں سے اسے تکتی رہ گئیں۔

''اماں! ہمیں بھی ناشتہ دے دیں۔'' نور کی چھوٹی بہنوں کی آواز سن کر اماں نے ٹھنڈی سانس بھری اور ناشتے کی پلیٹیں اُن کی طرف بڑھادیں۔ نور اب اطمینان سے ناشتہ کررہی تھی مگر اس کی بات نے اماں کے اندر بے کلی سی بھردی تھی۔

......☆☆☆......

''باجی! اس لفظ کا مطلب بتائیں۔'' سب سے چھوٹی معصومہ نے کتاب نور کے سامنے کی۔ نور، حرا اور معصومہ برآمدے میں بچھی چارپائی پر بیٹھ کر پڑھائی کر رہی تھیں اور اماں نیچے چٹائی پر بیٹھ کر قمیص کی ترپائی کررہی تھیں۔ نور معصومہ کو مطلب سمجھانے کے بعد اُٹھی۔

''اماں! میں پہلے چائے کا پانی رکھ دوں۔ ابا میاں آتے ہوں گے۔'' وہ برآمدے سے باہر آئی۔ اتنے میں باہر کا دروازہ زور سے دھڑ دھڑایا گیا یوں جیسے آنے والے کے پیچھے دنیا جہان کی پولیس لگی ہو۔

''کون ہے بھئی؟ کیا ہوگیا؟ صبر، آرہی ہوں۔'' نور نے قدرے اُونچی آواز میں دریافت کیا اور کچن میں جانے کی بجائے داخلی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

''دروازہ کھولو گی تو بتاؤں گی ناکہ کون ہوں۔ تمہاری طرح چیخنے سے تو رہی۔'' دروازہ کھلتے ہی اس کی پھوپو بولتے ہوئے اندر داخل ہوئیں۔ وہ بت ہی بن گئی کہ پھوپو کی شان میں گستاخی ہوگی مطلب ابا میاں سے ڈانٹ پڑے گی۔

''اب ہٹو سامنے سے' کیا اُونٹ کی اُونٹ راستہ روک کر کھڑی ہوگئی ہو۔'' پھوپو نے اسے بازو سے پکڑ کر سائیڈ پر دھکیلا اور اسے دعا سلام کا موقع دیے بغیر آگے بڑھ گئیں۔ وہ جی بھر کر کوفت زدہ ہوئی۔

وہ سیدھی برآمدے میں پہنچیں اور دعا سلام کی بجائے اماں پر اعتراضات کی بھرمار کردی۔

''یہ تم کیا ہر وقت مشین پر جھکی رہتی ہو۔ تم کیا ثابت کرنا چاہتی ہو کہ میرا بھائی نکما اور نکھٹو ہے جو تم ماں بیٹیوں کی ضروریات پوری نہیں کرسکتا اور تم سلائیاں کرکر کے اپنا خرچہ چلاتی ہو۔'' پھوپو کا لہجہ بہت کڑوا تھا۔ اُن کا بس چلتا تو وہ ان ماں بیٹیوں کے سانس لینے پر بھی پابندی لگوا دیتیں۔

''آپا! میں ایسا کچھ نہیں سمجھتی۔ بس اپنا فارغ وقت اِدھر اُدھر ضائع کرنے کی بجائے اس سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتی ہوں۔ ایسا کرکے نہ تو میں کسی پر کوئی احسان کرتی ہوں اور نہ ہی کسی کو کچھ جتانا مقصود ہے۔'' اماں نے رسان سے کہا۔

نہ جانے ان میں اتنا ضبط کہاں سے آجاتا تھا کہ وہ

پھوپو کی کڑوی کسیلی باتوں پر بھڑکنے کی بجائے ٹھنڈا ٹھار جواب دے کر خاموش ہو جاتی تھیں۔ جس کے نتیجے میں کبھی تو پھوپو نخوت سے سر ہلا کر خاموش ہو جاتیں اور کبھی بھڑک اٹھتیں جیسے کہ ابھی ہوا تھا۔

''یہ وقت ضائع کرنے والی بات تم نے مجھے لگائی ہے؟ تمہارا کیا خیال ہے کہ میں گھر کا کام نہیں کرتی...... میرے گھر میں کون سے نوکروں کی فوج ہے بی بی۔ میں بھی اپنے گھر کا کام خود ہی کرتی ہوں مگر ہمیں تمھاری طرح کام کام کا واویلا کرنا نہیں آتا۔'' پھوپو نے لقاں کی سیدھی سی بات کو گھما پھرا کر اپنے مطلب کے معنی نکال لیے تھے۔

''میں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔'' لقاں اپنا کام سمیٹ کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

''میں آپ کے لیے چائے لاتی ہوں۔'' وہ کچن کی طرف بڑھیں۔

''رہنے دو تم یہ چاپلوسیاں بی بی! سب جانتی ہوں۔ منہ پر بڑی میٹھی بنتی ہو اور پیٹھ پیچھے بددعائیں دیتی ہو۔'' انھوں نے ایک اور تیر پھینکا۔

''میری اور آپ کی فطرت میں یہی تو فرق ہے آپا کہ میں اپنے ساتھ ظلم کرنے والے کو بھی بددعا نہیں دے سکتی اور آپ ہر کسی کو بددعا دینے پر تیار رہتی ہیں۔'' لقاں نے دل ہی دل میں پھوپو کو جواب دیا اور خاموشی سے کچن میں غائب ہو گئیں۔ جانتی تھیں کہ اگر چائے پانی نہ پوچھا تو ابا میاں کے آتے ہیں ان کا شکایت نامہ کھل جاتا اور خوامخوا گھر کا ماحول خراب ہوتا۔ تینوں بہنوں کے چہروں پر بے چینی کے تاثرات بہت نمایاں تھے۔

''صرف چائے پر ٹرخانے کا مت سوچ لینا۔ رات کا کھانا کھا کر جاؤں گی میں آج۔'' پھوپو نے چائے بناتی لقاں کو بلند آواز سے اپنے ارادے سے آگاہ کیا اور اس کی بہنوں کو پرے دھکیل کر چارپائی پر لیٹ گئیں۔

☆☆☆......

''اماں! پھوپھو ابا میاں کے پاس بیٹھ کر رو رہی ہیں۔'' نور جو انھیں کھانے کے لیے بلانے گئی تھی اُلٹے قدموں واپس آئی۔ دونوں بہن بھائی کافی دیر سے کمرے میں بند گفت وشنید کر رہے تھے۔

''یقیناً اپنی کوئی بات منوانا ہو گی ہمیشہ اسی طرح تو ہوتا ہے۔'' اُنھوں نے دل ہی دل میں کہا۔

''چھوڑو! تم دسترخوان لگاؤ، میں دیکھتی ہوں۔'' لقاں نے نور کو ہدایت دی اور خود اندر کی جانب بڑھ گئی۔

''کھانا کھا لیں، ٹھنڈا ہو جائے گا۔'' اماں نے دروازے پر کھڑے ہو کر بغیر کسی کو مخاطب کیے کہا اور پلٹ آئیں۔ مڑ کر دیکھتیں تو معلوم ہوتا کہ پھوپو نے انھیں کیسی کھا جانے والی نظروں سے گھورا تھا۔

پھوپو کھانا کھا کر واپس جانے کی تیاری کرنے لگیں۔ جاتے وقت وہ بہت خوش تھیں۔ ان کے چہرے پر تھوڑی دیر پہلے والے رونے دھونے کا شائبہ تک نہیں تھا۔

''لگتا ہے آج پھر اپنی کوئی بات منوا کر گئی ہیں۔'' اماں نے کچن کی کھڑکی سے انھیں باہر نکلتے دیکھ کر سوچا اور پھر ٹھنڈی سانس بھر کر برتن سمیٹنے میں مصروف ہو گئیں۔

''تم جلدی سے فارغ ہو کر کمرے میں آؤ مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔'' ابا میاں نے لقاں کو رعونت زدہ لہجے میں پکارا جیسے وہ ان کی زرخرید غلام ہوں۔

ہمیشہ پھوپو کے جانے کے بعد کسی بات کو بنیاد بنا کر اماں کی کلاس لگتی تھی۔ آج بھی جب ابا میاں نے اماں کو جلد فارغ ہو کر کمرے میں آنے کا کہا تو تینوں بہنوں نے بیک وقت ابا میاں کے چہرے کی طرف دیکھا۔ مگر آج ان کے چہرے پر غصے کی بجائے کسی سوچ کے سائے لہرا رہے تھے جنھیں دیکھ کر لقاں کا دل غوطے کھانے لگا تھا کہ آج اگر ڈانٹنا نہیں تو پھر کیا بات کرنی ہے۔

''جنت خاتون! آپا نے اپنے سب سے بڑے بیٹے حامد کے لیے نور کا ہاتھ مانگا ہے۔'' ابا میاں نے بغیر کسی تمہید کے لقاں کے سر پر بم پھوڑ دیا۔ وہ پھٹی ہوئی بے یقین آنکھوں سے انھیں دیکھنے لگیں جیسے انھیں اُن کی بات سمجھنے میں غلطی ہوئی ہو۔ ان کا دل کسی انہونی کے

احساس سے کانپنے لگا وہ اپنی گھبراہٹ پر قابو پانے کے لیے جلدی سے چارپائی پر ٹک گئیں۔

''پھر آپ نے کیا کہا؟'' اماں نے چند لمحوں بعد خود پر قابو پایا۔ ان کا دل شدت سے یہ دعا کررہا تھا کہ آج ان کے شوہر کا جواب وہ نہ ہو جوان کے دل میں ناگ بن کر سرسرانے لگا تھا۔

''کہنا کیا تھا۔ وہ میری بڑی بہن ہیں۔ میں ان کا کہا ٹال تو نہیں سکتا۔ اس لیے میں نے اپنی رضامندی دے دی ہے۔ اب وہ کسی روز خاندان کے بڑوں کو لے کر باقاعدہ منگنی کرنے آئیں گی۔'' وہ یوں پرسکون تھے جیسے اُنھوں نے اپنی بیٹی کے لیے کوئی ہیرا صفت لڑکا پسند کیا ہو۔

ان کی بات سن کر اماں کو سمجھ آیا کہ پھوپو آج واپسی پر اتنی خوش کیوں تھیں۔ اُنھوں نے اکیلے ہی اتنا بڑا مگر غلط فیصلہ لے لیا تھا۔ اماں کی تو جان پر بن آئی تھی۔

''یہ ک ک کیا...... کہہ رہے ہیں آپ؟ ایسا ک...... کیسے ہوسکتا ہے؟'' ابا میاں کی بات کے جواب میں اماں جیسے ہکلا کر رہ گئیں۔

''کیا مطلب؟'' ابا میاں نے تیوری چڑھا کر اماں کو اُن کی اوقات یاد دلائی۔ ان کا لہجہ بہت ہی کڑوا تھا۔

اُن کے اس انداز پر اماں کا دل ڈوب کر اُبھرا لیکن اُنھوں نے دوٹوک بات کرنے کا فیصلہ کیا۔ ساری زندگی وہ اپنے ہر حق سے دستبردار ہوتی آئی تھیں لیکن یہ ان کی لاڈلی کی زندگی کا معاملہ تھا۔ وہ کیسے خاموش رہتیں۔

''آپ حامد کے بارے میں سب کچھ تفصیل سے جانتے ہیں پھر بھی آپ نے آپا کو ہاں میں جواب دے دیا؟ نور آپ کی بیٹی ہے۔ اس کو کیوں قربان کرنا چاہتے ہیں؟'' اماں نے دھیرے سے کہہ کر ابا میاں کے دل میں گویا بیٹی کی محبت جگانے کی کوشش کی۔

''ہاں پھر بھی...... تمھیں کیا تکلیف ہے؟'' وہ ہلکے سے غرائے۔ اُنھیں اس معاملے میں اماں کا بولنا ایک آنکھ نہ بھایا تھا۔ اُن کا خیال تھا کہ وہ ان کے ہر فیصلے کی طرح یہ فیصلہ بھی چوں چراں کیے بغیر خاموشی سے قبول کرلیں گی۔

''مجھے تکلیف کیوں نہیں ہوگی؟ نور میری بیٹی ہے اور میں اس کے ساتھ کچھ بھی غلط نہیں ہونے دوں گی۔'' اماں نے ٹھنڈے ٹھار لہجے میں کہا حالانکہ اس بات نے اُن کے اندر آگ سی لگادی تھی۔ ایسی آگ جس نے چند لمحوں کے لیے ان کے دل سے ابا میاں کے خوف کو بھی جلا کر راکھ کردیا تھا۔

''کیا کرلوگی تم بدبخت عورت؟ تم سب کو میرا فیصلہ ماننا پڑے گا ورنہ میں تمھیں طلاق دے کر تمھاری لاڈلیوں سمیت نکال باہر کروں گا۔ پھر تم ان کو لے کر جہاں چاہے دفعان ہوجانا اور اپنی مرضیاں کرتی رہنا میں پلٹ کر دیکھوں گا بھی نہیں۔'' وہ اماں کی اس کمزوری کو اچھی طرح جانتے تھے اور بوقت ضرورت اس کا خوب استعمال کرتے تھے۔

ابا میاں کی اس دھمکی پر اماں خاموش ہوگئیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ اُنھوں نے بائیس تیئیس سال اس شخص کی سنگت میں گزارے تھے اور ان کے ساتھ گزارا ہوا ہر لمحہ اُنھیں ایک آزمائش لگا تھا۔ ہر بار اُنھیں لگتا اب اس سے بڑی آزمائش کیا ہوگی لیکن پھر کوئی ایسی بات ان کے سامنے آزمائش بن کر یوں کھڑی ہو جاتی جیسے ان سے کہہ رہی ہو ''ایسی ہوتی ہے بڑی آزمائش''۔

ابا میاں ان پر ایک فاتحانہ سی نظر ڈال کر کمبل جھاڑنے لگے اور ان کے کمرے کے باہر دروازے سے لگ کر کھڑی نور جیسے سُن ہوگئی۔ وہ اپنی کتاب لینے برآمدے میں آئی تھی کہ اماں اور ابا میاں کے کمرے سے آتی آوازوں پر وہیں ٹھہر گئی۔ پھر اپنا نام سُن کر دروازے کے قریب آگئی۔ وہ خاموشی سے کمرے میں آکر اپنی چارپائی پر لیٹ گئی۔ جب کسی کروٹ چین نہ آیا تو وہ اپنی کاپی اور قلم اُٹھا کر کچھ لکھنے لگی تھی۔

......☆☆☆......

اگلی صبح لماں کی آنکھیں رونے اور رت جگے کی وجہ سے سوجی ہوئی تھیں۔ نور العین نے ان کی طرف دیکھا۔اس کے دیکھنے پر لماں نے نظریں چرالیں۔

''اماں! آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟'' وہ آگے بڑھی۔

''ہوں'' اُنھوں نے ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے اُسے دیکھا۔

''اماں! آپ رو کیوں رہی ہیں؟'' اُس نے رندھے ہوئے گلے سے پوچھا۔

''بیٹا! تم ناشتہ بنالو۔ میری طبیعت اچھی نہیں ہے میں تھوڑی دیر اور لیٹوں گی۔'' اماں یہ کہہ کر وہیں سے کمرے کی طرف مڑ گئیں۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ بچیوں کے سامنے بکھر جائیں۔

صبح ابا میاں اپنی فتح کے جشن کے طور پر حرا اور معصومہ کو اسکول چھوڑنے کے لیے اپنے ساتھ لے گئے۔ ایسا کبھی کبھار ہی ہوتا تھا کہ ابا میاں ان بہنوں کی کہیں آنے جانے کی ذمہ داری اُٹھائیں۔

سب کے جانے کے بعد نور نے دروازے کو کنڈی لگائی اور کچن میں جا کر اماں کے لیے چائے بنائی پھر چائے کی پیالی، دو سلائس اور سر درد کی گولی ٹرے میں رکھ کر اُن کے کمرے میں چلی آئی۔

''اماں! اُٹھیں یہ چائے اور سلائس کھا کر سر درد کی گولی لے لیں۔ طبیعت ٹھیک ہو جائے گی۔'' اس کے آواز دینے پر اماں دھیرے سے اُٹھ کر بیٹھ گئیں یوں جیسے ان کی ہمت ختم ہو رہی ہو۔

''اماں! بتائیں نا پھوپھو اس دفعہ ایسا کون سا سوشا چھوڑ کر گئی ہیں جو آپ اتنی پریشان ہو رہی ہیں۔'' اماں اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے چائے سے اُٹھتی بھاپ کو دیکھتی رہیں۔

''آپ نہیں بتانا چاہتیں تو کوئی بات نہیں میں بتا دوں کہ آپ کیوں پریشان ہیں؟'' نور نے اماں کو نظروں کی زد پر رکھ کر کہا۔ اس کی بات پر اُنھوں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''اماں! پلیز ابا کو ایسا کرنے سے روکیں دوسری صورت میں تو میں گھٹ کر مر جاؤں گی۔'' نور جو رات سے خود کو سنبھالے ہوئے تھی لماں کے سامنے بکھر گئی۔

''نا میری بچی! میرے جیتے جی کوئی تم لوگوں کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ چاہے اس عمر میں مجھے بے گھر ہونے کا دکھ ہی کیوں نہ اٹھانا پڑے۔'' لماں نے اسے خود میں سمیٹ کر تسلی دی۔

......☆☆☆......

''آپ میری بات سمجھ کیوں نہیں رہے؟ اپنی اتنی پیاری بچی کو کیوں ایک بدکردار کے پلے باندھ رہے ہیں؟ ایک بات اپنے ذہن میں بٹھالیں کہ اگر وہ لڑکا صرف نکما ہوتا تو پھر بھی شاید میں مان جاتی لیکن میں اپنی پاک باز بچی کو اُس بدکردار کے پلے ہرگز نہیں باندھنے دوں گی۔'' رات کو ابا میاں کمرے میں آئے تو لماں نے اپنی عادت کے برخلاف اُن سے بحث کرنے کا آغاز کر دیا۔

''کون سی بدکرداری؟ جوانی میں لڑکے بالے ایسی حرکتیں کرتے ہی رہتے ہیں۔ شادی کے بعد سب ٹھیک ہو جاتے ہیں۔'' ابا میاں کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔

''آپ کو اللہ کا واسطہ ہے ایسا مت کریں' اپنی بچی پر رحم کریں' آپ اپنی بچی کی فطرت سے واقف ہیں وہ اس ماحول میں گھٹ کر مر جائے گی۔'' اماں منت پر اُتر آئیں۔

''ارے ہٹو! مرتی ہے تو مر جائے اور تم نے بھی جتنا سوگ منانا ہے، منالو شادی تو میں اس کی حامد سے ہی کروں گا۔ میں اس کا ولی ہوں اس کے بارے میں جو فیصلہ چاہے کر سکتا ہوں اور اب اگر تم نے میرے منہ لگنے کی کوشش کی تو میں مار مار کر تمھاری کھال کھینچ لوں گا۔'' اس لمحے ابا میاں کے لہجے نے کڑواہٹ اور تلخی کی ہر حد کو توڑ دیا تھا۔ اُن کے اس لہجے پر لماں کا کلیجہ دہل گیا اور برآمدے میں کھڑی نور کا چہرہ بالکل زرد ہو گیا۔

''باجی! ایسے کیوں کھڑی ہیں؟'' حرا کسی کام سے

برآمدے میں آئی تو اسے یوں کھڑے دیکھ کر اس کے قریب چلی آئی۔

''ہاں، کچھ نہیں۔ تم چل کر لیٹو، میں رات کے کھانے کے برتن دھو کر آتی ہوں۔'' وہ کچن کی طرف بڑھ گئی اور حرا اس کے انداز پر کندھے اُچکا کر کمرے میں چلی گئی۔

رات سب کے سو جانے کے بعد نور آہستگی سے اُٹھی اور کاپی قلم اُٹھا کر کچھ لکھنے لگی۔ یہ ایک عام سی رجسٹر نما کاپی تھی جسے اس نے پرسنل ڈائری کی شکل دے رکھی تھی پچھلے چند سالوں سے یہ اس کی ایسی رازدار تھی کہ وہ اپنی ان تمام فیلنگز اور باتوں کو جو وہ کسی سے شیئر نہ کر سکتی تھی حتیٰ کے اپنی ماں سے بھی نہیں، اس ڈائری کے سینے پر رقم کر دیتی تھی۔

......☆☆☆......

اس دوران پھوپو دو تین بار ان کے ہاں آئیں۔ ان کا رویہ لمّاں اور ان تینوں بہنوں کے ساتھ پہلے سے بڑھ کر توہین آمیز ہو گیا تھا۔

''اس مہینے کی بیس تاریخ کو نور اور حامد کی منگنی کی رسم ادا ہو گی۔ تمھیں جو تیاریاں کرنی ہیں کر لو۔'' ابا میاں نے پندرہ روز بعد باقاعدہ منگنی کرنے کا فیصلہ سنا دیا۔

اماں ان کے اس سنگدلانہ فیصلے پر گھنٹوں روتی رہیں۔ وہ کیا کرتیں۔ اپنی بچیوں کو لے کر کہاں جاتیں ان کے میکے میں کوئی ان کو خوش آمدید کہنے والا نہیں تھا۔ ان کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اپنی بچی کو اس ظلم سے کیسے بچائیں۔

شدید حبس سے ہر چیز کا دم گویا اس کے سینے میں گھٹ گیا تھا۔ ماحول پر عجیب سے ویرانی چھائی ہوئی تھی۔ نور صحن میں بچھی چارپائی پر خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے اپنے گھٹنے سینے سے لگا کر اپنا چہرہ ان پر ٹکا رکھا تھا۔ اردگرد سے بے نیاز کسی گہری سوچ میں گم تھی۔

''نور! میری بچی! اتنی خاموش کیوں ہو گئی ہو؟'' اماں اسے گلے سے لگا کر رو دیں۔ اس فیصلے کے بعد نور کو جیسے بالکل چپ لگ گئی۔

میری خاموشی مسلسل کو
اِک مسلسل گلہ سمجھ لیجیے
(جون ایلیا)

''مجھے معاف کر دینا میری بچی، میں چاہتے ہوئے بھی تمھارے لیے کچھ نہ کر سکی۔'' اماں کو اپنی بے بسی کا احساس رہ رہ کر رلاتا تھا۔ اُن کا بس چلتا تو وہ اپنی جان دے دیتی مگر نور پر آنچ نہ آنے دیتیں۔

''کوئی بات نہیں اماں! کچھ نہ کر سکنا صرف ہمارے لیے ہے مگر وہ اللہ تو سب کچھ کر سکتا ہے نا......'' نور کی آنکھوں میں ایک نئی سی چمک تھی یوں جیسے اس کا مسئلہ واقعی حل ہو گیا ہو۔ لمّاں بے خودی اسے تکنے گئیں۔

......☆☆☆......

نور کی منگنی ہونے میں صرف پانچ دن رہ گئے تھے۔ نجانے شدید ذہنی دباؤ اور پریشانی تھی یا کیا کہ نور کو شدید بخار نے آلیا۔ شام تک یہ حالت ہو گئی کہ وہ تقریباً بے ہوش تھی۔ اماں پریشانی سے ادھ موئی ہوئی جا رہی تھیں۔

''اُٹھ میری بچی! یہ دوا کھا لو۔'' اُنھوں نے اسے سہارے سے اُٹھایا۔ نور نے بمشکل دوا نگلی اور بے دم سی ہو کر پڑ گئی۔

آج تیسرا دن تھا نور کی حالت بہت ہی خراب تھی۔ بخار نے جیسے اُسے نچوڑ لیا تھا۔ اماں محلے کے ڈاکٹر سے دوا دارو کر رہی تھیں۔

''اماں! آپی ٹھیک تو ہو جائیں گی نا؟'' نور کی دونوں چھوٹی بہنیں دہل کر پوچھتیں وہ چھوٹی تھیں مگر نور کی بگڑتی حالت دیکھ کر وہ بھی ہولنے لگی تھیں۔ اماں بے بسی سے رو دیتیں۔ جانتی تھیں کہ ان کی بیٹی کو کون سا روگ بخار بن کر چمٹ گیا ہے۔

''آپ اپنے فیصلے پر نظرِثانی کر لیں۔ تین دن سے میری بچی بخار میں پھنک رہی ہے۔ اللہ کے لیے ہم پر رحم کریں، کیوں اتنی سخت دلی دکھا رہے ہیں؟''

اماں نے ابا میاں کے سامنے روتے ہوئے ہاتھ جوڑ

دیے۔

"جاؤتم جا کر کوئی کام کرو۔ میرا سر نہ کھاؤ۔ موسمی بخار ہے اُتر جائے گا۔" ابا میاں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"آپ کو شاید ان بچیوں کے جینے مرنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا لیکن میری تو ان میں جان ہے۔ آپ ایک دفعہ چل کر اس کی حالت تو دیکھیں۔" لمّاں اُن کے سامنے گڑگڑانے لگیں۔

ابا میاں نے کبھی اپنی بچیوں کو اپنے سے قریب نہیں ہونے دیا تھا لیکن آج نہ جانے لمّاں کے لہجے میں ایسا کیا تھا کہ لمحے بھر کو ان کا دل ڈولا تھا اس سے پہلے کہ وہ اپنی اس کیفیت سے باہر نکلتے، حرا دوڑی چلی آئی۔

"اماں! اماں! دیکھیں باجی کو کیا ہو گیا؟" وہ دروازے سے ہی واپس پلٹ گئی۔

"الٰہی خیر......" اماں سینے پر ہاتھ رکھ کر اس کے پیچھے لپکیں۔

نہ جانے کون سی طاقت تھی جس نے اس وقت ابا میاں کو لمّاں کے پیچھے نور کے پاس جانے پر مجبور کر دیا۔ اُنھوں نے ہوش و خرد سے بے گانہ نور کو دیکھا جس کے منہ سے بخار کی شدت سے جھاگ بہہ رہی تھی۔ وہ یوں سانس لے رہی تھی جیسے موت اس کی آخری سانسوں سے اُلجھ رہی ہو۔ وہ بے ساختہ اس کی چارپائی کے قریب آئے۔ اس کی حالت دیکھ کر یکدم اُنھیں ایسا لگا جیسے کسی نے ان کے دل کو مٹھی میں لے کر مسل ڈالا ہو۔

"نور العین! آنکھیں کھولو۔" اُنھوں نے اس کے گال تھپتھپانے کے لیے اس کے گال کو چھوا لیکن بخار کی شدت اُنہیں اپنا ہاتھ واپس کھینچنے پر مجبور کر گئی۔

"تم ٹھہرو میں کسی سواری کا بندوبست کرتا ہوں پھر اسے اسپتال لے کر چلتے ہیں۔" ابا میاں تیزی سے باہر نکل گئے۔ نہ جانے وہ کون سا جذبہ تھا جو ابا میاں سے یہ سب کروا رہا تھا۔ مگر ان کا اسپتال جانا بے کار ثابت ہوا۔ شدید ذہنی دباؤ نروس بریک ڈاؤن کی صورت میں اس کی

جان لے گیا۔ ڈاکٹر نے ایمرجنسی میں اس کا چیک اپ کر نے کے بعد اس کا چہرہ سفید چادر سے ڈھانپ دیا۔

”آپ لوگوں نے بہت دیر کردی۔ آپ کی بچی اسپتال پہنچنے سے پہلے ہی ختم ہو چکی تھی۔“ ڈاکٹر نے ابا میاں کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ اماں کی چیخوں نے آسمان ہلا دیا۔

......☆☆☆......

اُن کا سارا صحن لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ ابا میاں وہاں آئے تو اماں اُٹھیں اور ان کا گریبان پکڑ لیا۔

”لے لی نا میری بچی کی جان، کتنے ظالم انسان ہو تم۔ اب بتاؤ میں اُسے کہاں سے لاؤں، کیسے واپس لاؤں اُسے بتاؤ اب۔“ وہ سسک اُٹھیں پھر یکدم ہنسنے لگیں۔ ”دیکھا ہار گئے نا تم۔ میری بچی نے ہرا دیا تمھیں۔ اب کرو تم اس کی شادی اپنے بدکردار بھانجے سے ہاہاہا......“ ہمیشہ اپنی بیوی اور بچیوں سے دور رہنے والے ابا میاں ان کو سنبھالتے سنبھالتے خود بھی رونے لگے۔

انسانی دل بھی بڑی عجیب شے ہے۔ سخت ہونے پر آئے تو چٹانوں کو بھی مات دے، برسوں بیت جائیں، حالات کچھ سے کچھ ہو جائیں مگر یہ پتھر کا پتھر ہی رہتا ہے۔ اس میں ذرا سی نرمی کے آثار پیدا نہیں آتے اور نرم ہونے پر آئے تو کوئی ایک لمحہ ہی کافی ہو جائے جو اس کو اپنی لپیٹ میں لے کر اس کی ساری سختی چوس کر اسے روئی سے بھی نرم کردے۔

نورالعین کی موت کا لمحہ ابا میاں کے لیے ایک ایسا ہی لمحہ ثابت ہوا جس نے ان کو سرتاپا بدل دیا تھا۔ ان کی ساری سختی، اکھڑ مزاجی جیسے نور کے ساتھ ہی مرگئی تھی۔ نور کو دفنانے کے بعد جو ابا میاں واپس آئے وہ اس ابا میاں سے بالکل مختلف تھے جو اپنی بچیوں سے بے نیاز رہتے تھے۔ واپس آکر وہ حرا اور معصومہ کو سینے سے لگائے کھڑے رہے۔ اماں نے دیکھا تو لپک کر آئیں۔

”چھوڑو میری بچیوں کو، انہیں بھی چھیننا چاہتے ہو۔“ اماں نے ان دونوں کو اپنی طرف کھینچا اور ان کو خود سے لپٹا کر یوں روئیں جیسے آج ان کی بصارت آنسوؤں کے ساتھ ہی پانی بن کر بہہ جائے گی۔

ابا میاں نے دھندلائی آنکھوں سے ان کو دیکھا۔ نورالعین ان کے دل میں یہ کیسا درد جگا گئی تھی جو انہیں کسی پل چین نہیں لینے دے رہا تھا۔ وہ نڈھال ہو کر چارپائی پر بیٹھ گئے۔

......☆☆☆......

”یہ کیا ہو گیا میری بچی میرے غلط فیصلے کی بھینٹ چڑھ گئی۔ میں کتنا بدنصیب باپ ہوں جو جیتے جی اپنی بچیوں کو اپنے سائے سے محروم رکھا۔ میری نورالعین! اس کے چلے جانے کے بعد یہ اس کی کیسی محبت جاگی ہے میرے دل میں یا شاید پہلے سے ہی تھی مجھے محسوس اُس کے جانے کے بعد ہونے لگی ہے۔“ وہ دل ہی دل میں سوچتے اور ان کے آنسو بے ساختہ بہنے لگتے۔ اُن کو نور اپنے آس پاس محسوس ہوتی تھی جیسے وہ اُسے ایک آواز دیں گے تو وہ سارے کام چھوڑ کر بھاگتی ہوئی آئے گی۔ مگر وہ تو ان سے اتنی دور جا چکی تھی کہ کوئی آواز اس تک پہنچ سکتی تھی نا کوئی بلاوا اُسے واپس بلا سکتا تھا۔ نور کی محبت نے کسک بن کر ان کے دل میں بسیرا کرلیا تھا۔

اماں کی حالت اب پہلے سے بہتر تھی پھر بھی وہ اچانک نور کو پکار کر رونے لگتی تھیں۔ ابا میاں نے اس دوران اُن کا پورا پورا خیال رکھا، مگر اُنھیں جیسے اب کسی بھی بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ نور نے خود مٹ کر ابا میاں کے دل میں اپنی محبت کی ایسی شمع روشن کی تھی جو اُن کے دل میں روشنی کرنے کی بجائے پچھتاوے کا دھواں بھرتی تھی اور اس گھٹن سے پریشان ہو کر وہ اِدھر اُدھر پناہ ڈھونڈنے لگتے۔

آج بھی ان کی بے چینی حد سے بڑھی تو وہ صحن سے اُٹھ کر بچیوں کے کمرے میں آگئے۔ حرا اور معصومہ اماں کے ساتھ صحن میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ اُس کرسی پر بیٹھ گئے جہاں بیٹھ کر نور پڑھا کرتی تھی اور ساتھ ہی میز پر رکھی ہوئی اس کی کتابوں پر بے ساختہ ہاتھ پھیرنے لگے۔ اُن

کی نظر اُس موٹی سی کاپی پر پڑی جو دو تین کتابوں کے نیچے دبی ہوئی تھی اور اس کے اندر پن رکھ کر اُسے بند کیا گیا تھا۔ اُنھوں نے پن والی جگہ سے اُس کاپی کو کھول لیا یہ ایک عام سی کاپی تھی جسے نور نے ڈائری کی شکل دے رکھی تھی۔ وہ اس کاپی نما ڈائری کو پکڑ کر سیدھے ہو بیٹھے اور اس کے صفحے اُلٹ پلٹ کرنے لگے۔

۲۰ اگست ۲۰۰۷

''آج میرا میٹرک کا رزلٹ آیا ہے۔ میں بہت خوش ہوں میں اے گریڈ سے پاس ہوئی ہوں۔ میں ابا میاں کو یہ خوش خبری سناؤں گی تو مجھے اُمید ہے وہ ضرور مسکرا دیں گے۔ میں ان سے کالج میں ایڈمیشن کی فرمائش کر دوں گی کیونکہ مجھے بہت سارا پڑھنا ہے۔'' اُنھوں نے اگلی تاریخ پر نظر دوڑائی۔

.....☆☆☆.....

۲۱ اگست ۲۰۰۷

''آج میں نے ابا میاں کو اپنے پاس ہونے کی خبر سنائی تو انھیں بالکل خوشی نہ ہوئی۔ بس 'ہوں' کر کے خاموش ہو گئے۔ پھر امّاں سے کہنے لگے اب اسے گھر بٹھاؤ اور کچھ کام کاج سکھاؤ اور میں جوان سے کالج جانے کی بات کرنے والی تھی چپ کی چپ رہ گئی۔ بھلا میری چپ سے ابا میاں کو کیا فرق پڑنا تھا؟ وہ خاموشی سے اپنے سامنے رکھے ہوئے کھانے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اُن کو تو یہ بھی یاد نہیں ہوگا کہ میں نے اُن سے آخری بار فرمائش کب کی تھی۔ مگر مجھے یاد ہے۔ جب میں پانچویں میں تھی تو میں نے اُن سے گڑیا لانے کی فرمائش کی تھی۔ وہ میری فرمائش تو کیا پوری کرتے اُلٹا مجھے بُری طرح ڈانٹ کر گھر سے باہر چلے گئے۔ وہ دن اور آج کا دن میں نے اُن سے فرمائش کرنا بالکل چھوڑ دیا۔ ابا میاں کو تو شاید یہ بات محسوس بھی نہیں ہوتی ہو گی کہ ہم بہنیں ان سے کوئی فرمائش نہیں کرتیں۔''

ابا میاں کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہوئیں تو الفاظ دھندلا گئے۔ اُنھوں نے ایک ہاتھ سے باری باری دونوں آنکھیں صاف کیں اور صفحہ پلٹ کر آگے پڑھنے لگے۔

.....☆☆☆.....

۱۰ ستمبر ۲۰۰۷

''آج میری دوست صبا کا کالج میں پہلا دن تھا۔ قسمت کی بات ہے اُس کے نمبر مجھ سے کم تھے لیکن پھر بھی اس نے ایڈمیشن لے لیا اور ایک میں ہوں شاید بدقسمتی اسی کو کہتے ہیں۔ امّاں سے بات کرو تو وہ حوصلہ بڑھانے کو نہ جانے کون کون سی نعمتیں گنوانا شروع کر دیتی ہیں۔ کبھی کبھی تو میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس گھر کی بجائے صبا کے گھر میں پیدا ہوئی ہوتی تو میرے بھی اس کی طرح بہت عیش ہوتے۔ صبا کے ابو اُس سے اتنا پیار کرتے ہیں کہ مجھے تو وہ دنیا کی خوش قسمت ترین بیٹی لگتی ہے۔ کاش! ہمارے ابا میاں بھی اس کے ابو کی طرح ہو جائیں۔ ہم بہنوں سے پیار کرنے والے اور ہماری چھوٹی چھوٹی فرمائشیں پوری کرنے والے۔ میں صبا کو اپنے ابو سے کسی بات پر بحث کرتے ہوئے دیکھتی ہوں تو مجھے اس پر رشک آتا ہے کہ کیسے وہ اپنی ہر بات اُن سے منوا لیتی ہے اور ایک میں ہوں اپنے ابا میاں سے اپنی جائز بات بھی نہیں منوا سکتی۔ منوانا تو دور کی بات میں تو ان کے سامنے اپنی خواہش کا اظہار تک نہیں کر سکتی۔''

لفظ تھے یا کند چھری جو ابا میاں کے دل پر چل گئی تھی اور ان کے منہ سے سسکی سی نکلی۔

''ہائے میری بچی کتنی حسرتیں لیے چلی گئی۔ یہ میں نے کیا کر دیا۔ کس زعم میں اپنی بچیوں کے نازک احساسات کو زخمی کرتا رہا ہوں۔'' آنسو اُن کی آنکھوں سے بہہ کر رخساروں پر لڑھکنے لگے۔ اُنھوں نے بے چین ہو کر کتنے ہی صفحے ایک ساتھ پلٹ دیے۔

.....☆☆☆.....

۱۵ مئی ۲۰۰۸

آج شام سے ہمارے گھر کا ماحول بہت ٹینس ہے۔ اس کی وجہ فریدہ پھوپھیں۔ وہ جب بھی ہمارے ہاں آتی

ہیں کچھ نہ کچھ ایسا کر کے جاتی ہیں کہ دنوں ہم ماں بیٹیوں کی شامت آئی رہتی ہے۔اب نہ جانے کتنے دن تک ابّا میاں کا موڈ خراب رہے گا۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ہمارے گھریلو معاملات میں پھوپو کا اتنا عمل دخل کیوں ہے؟ یہ سب ابّا میاں کی کمزوری ہے۔ امّاں ان کی بیوی ہیں۔ ہم ان کی بیٹیاں ہیں۔ ہمیں زمانے کے سرد گرم سے بچانا ان کا فرض ہے لیکن یہی تو میری غلط فہمی ہے کیونکہ ابّا میاں نے ہمیں اپنا فرض سمجھا ہی کب ہے: ہم تو اُن کے لیے نرا بوجھ ہیں جسے وہ نجانے کس مجبوری کے تحت اُٹھائے ہوئے ہیں۔ مجھے تو لگتا ہے کہ کسی دن پھوپو کے حکم پر وہ ہمیں گھر سے بھی نکال باہر کریں گے۔ مجھے اپنی امّاں پر بہت ترس آتا ہے۔ کیسے گھٹ گھٹ کر جی رہی ہیں۔ اگر مجھے ایسے حالات میں جینا پڑے تو...... نہ، نہ میں تو اس گھٹن کے تصور سے ہی مر جاؤں گی۔''

''اور میں نے ایسی ہی گھٹن کو تمہارا مقدر بنانے کی کوشش کی تو تم واقعی جان ہار گئی میری نورالعین۔ ہائے تم اپنے ساتھ میرا چین بھی لے گئی ہو۔ حقیقت کے آئینے میں مجھے اپنا چہرہ بہت ہی بھیانک دکھ رہا ہے۔'' ابّا میاں دل ہی دل میں نور سے مخاطب تھے۔ پھر اُنھوں نے کاپی اپنی گود میں رکھ کر اپنا آنسوؤں سے تر چہرہ دونوں ہاتھوں سے رگڑا اور پھر کاپی اُٹھا کر سامنے کرلی۔

......☆☆☆......

۱۰ مارچ ۲۰۰۹

''آج ابّا میاں کو نہ جانے کس بات پر غصہ آیا تھا۔ اُنھوں نے ہاتھ میں پکڑی چائے کی پیالی زمین پر دے ماری اور امّاں کو صلواتیں سنانے لگے کہ اگر بیٹیوں کی بجائے ان کے بھی پھوپو کی طرح صرف بیٹے ہوتے تو ان کی زندگی بھی اُن کی بہن کی طرح جنت ہوتی۔ نہ جانے ابّا میاں کو پھوپو کی زندگی جنت کیوں لگتی حالانکہ اُن کے تینوں بیٹے ایک سے بڑھ کر ایک آوارہ اور بگڑے ہوئے ہیں۔ مجھے تو یہ سمجھ نہیں آتی کہ ہمارے ابّا میاں آخر کس جنت کی تلاش میں ہیں۔ اگر وہ غور کریں تو اپنی بیٹیوں کی اچھی پرورش کر کے وہ حقیقی جنت کما سکتے ہیں۔ اُنھیں ہمارے ساتھ سختی اور بے حسی کا رویہ اختیار کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بشارت کیوں یاد نہیں آتی کہ جس نے اپنی دو یا تین بیٹیوں کی اچھی پرورش کی وہ جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یوں ہوگا جیسے ایک ہاتھ کی دو انگلیاں۔ مجھے یہ بھی سمجھ نہیں آتا کہ ابّا میاں بیٹا پیدا نہ کرنے پر امّاں کو کیوں دوش دیتے ہیں جبکہ اللہ خود اس بات کا اقرار کر رہا ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے بیٹیاں اور جسے چاہتا ہے بیٹے اور بیٹیاں دونوں اور جسے چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے۔ تو پھر بیٹا پیدا نہ کرنا امّاں کا جرم کیوں ٹھہرایا جاتا ہے؟ نہ جانے ہم انسان اللہ کی اس تقسیم پر راضی کیوں نہیں ہوتے جو اللہ ہمارے لیے کرتا ہے۔ ہم بیٹیوں کو زحمت اور بوجھ کیوں سمجھتے ہیں جبکہ اللہ نے اُنھیں رحمت قرار دیا ہے۔''

ابّا میاں کے سینے کا بوجھ اتنا بڑھا کہ انھیں سانس لینا دوبھر ہوگیا۔

......☆☆☆......

۱۲ اکتوبر ۲۰۰۹

''آج میں بہت خوش ہوں۔ میرا ایف۔اے کا رزلٹ آیا ہے۔ اگرچہ میں نے پرائیویٹ ہی پیپر دیے تھے پھر بھی میری فرسٹ ڈویژن آئی ہے۔ میں نے اس خوشی کو اپنی امّاں اور بہنوں کے ساتھ مل کر منایا ہے۔ اسی خوشی میں آج امّاں نے میووں والا زردہ بنایا ہے جو ابّا سمیت ہم سب کو بہت پسند ہے۔ ابّا میاں کو میں نے اپنے رزلٹ کے بارے میں بالکل نہیں بتایا۔ اُنھوں نے کون سا خوش ہونا تھا۔ اُنھیں تو شاید خوش ہونا آتا ہی نہیں ہے۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود مجھے اپنے ابّا میاں بہت پیارے ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ جلد از جلد بی۔اے کرلوں اور کوئی معقول سی نوکری کر کے اپنے ابّا میاں کا سہارا بن جاؤں اور یہ ثابت کرسکوں کہ بیٹیاں بھی بیٹوں کی طرح اپنے باپ کا بازو بن سکتی ہیں۔''

''اور میں کتنا بدنصیب باپ ہوں جسے اپنی بیٹی سے محبت بھی ہوئی تو کب؟ جب وہ وہاں چلی گئی جہاں سے واپسی کسی طور ممکن نہیں ہوسکتی۔'' ابا میاں یہ سوچ کر سسک اُٹھے۔ نورالعین کی یہ ڈائری پڑھ کر ان کا دل پھٹا جارہا تھا لیکن اُنھوں نے پڑھنے کا سلسلہ جاری رکھا۔

......☆☆☆......

۵جنوری ۲۰۱۰

''آج پھوپھو آئیں تو بہت سنجیدہ نہیں بلکہ پریشان تھیں۔ آتے ہی ابا میاں کو لے کر کمرے میں چلی گئیں۔ آدھے گھنٹے بعد ابا میاں نے لمّاں کو بھی اندر بلا لیا۔ لمّاں حیران تھیں کہ آج تک ان بہن بھائیوں نے انھیں کسی بات میں شریک نہیں کیا تھا تو پھر آج یہ انقلاب کیسے؟ مجھے بھی حیرت ہوئی۔ لیکن جب لمّاں نے میرے پاس رکھوائے ہوئے وہ چالیس ہزار روپے مانگے جو ان کی کمیٹی نکلنے پر اُن کو ملے تھے تو مجھے ساری صورت حال سمجھ آگئی۔ اُنھوں نے لمّاں سے صرف پیسے مانگے تھے۔ یہ نہیں بتایا تھا کہ یہ پیسے اُنھیں کیوں چاہیے۔ لمّاں کو وجہ معلوم ہو یا نہ مگر مجھے پورا یقین ہے پھوپو کے کسی سپوت نے کوئی ایسا کارنامہ انجام دیا ہوگا جس کے نتائج سے بچنے کے لیے پیسوں کی ضرورت آن پڑی ہوگی۔''

ابا میاں کی آنکھوں کے سامنے اُس واقعے کی فلم سی چلنے لگی اور اُنھیں نور کے اس قدر درست اندازے پر حیرت ہوئی۔

''میری بیٹی کتنی فہم و فراست والی تھی مگر افسوس میں اس کی قدر نہ کرسکا۔'' ابا میاں کے دل میں ہوک اُٹھی۔

......☆☆☆......

۷نومبر ۲۰۱۱

''ابھی تھوڑی دیر پہلے میں برآمدے سے اپنی کتاب اُٹھانے گئی تو ابا میاں کا ارادہ سُن کر میری روح کانپ گئی۔ ابا میاں کو یہ کیا ہوگیا؟ میں اتنی بے مایہ تو نہیں کہ وہ مجھے اپنے بھانجے پر قربان کردیں۔ اگر جو ابا میاں یہ فیصلہ میری بھلائی کے لیے کرتے تو مجھے اِن کا یہ فیصلہ دل

و جان سے قبول ہوتا۔ مگر وہ تو اپنی بہن کے مسائل حل کرنے کے لیے اپنی بیٹی کو قربان کرنے چلے ہیں۔ وہ اپنی بیٹی کو اس بھانجے سے بیاہنے چلے ہیں جس کی بد کرداری کے چار نہیں کم از کم بھی چار سو گواہ تو ضرور ہوں گے۔ آج کل وہ اپنے محلے کی ایک بیاہتا عورت کے ساتھ رنگ رلیاں منانے میں مصروف ہے اور محلے والوں کی لعن طعن سے تنگ آکر پھوپو نے اس مسئلے کا یہ حل نکالا ہے کہ اپنے اس آوارہ فطرت بیٹے کی شادی کردیں۔ انھیں یہ بھی معلوم ہے کہ انھیں اپنے سپوت کے لیے لڑکی کہاں سے ملے گی۔ پتہ نہیں ابا میاں کا دل اتنا سخت کیوں ہے؟ یہ فیصلہ کرتے وقت ان کا دل بھی نہیں کانپا۔ میں ابا میاں کے اس فیصلے کو ہرگز تسلیم نہیں کروں گی چاہے مجھے جان سے گزرنا پڑے۔''

اور تم اپنے سخت دل باپ کی وجہ سے واقعی جان سے گزر گئیں۔ ابا میاں نے لمحے بھر کو آنکھیں بند کرلیں۔

☆☆☆........

۸نومبر ۲۰۱۱

''آج میں لماں کے سامنے بکھر گئی۔ یہ میں نے کیا کیا؟ وہ تو پہلے ہی بہت پریشان تھیں۔ میں نے انھیں اور پریشان کردیا لیکن میں بھی کیا کروں؟ میں کیسے ابا میاں کے فیصلے پر سر جھکاؤں؟ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ لماں کچھ نہیں کرسکیں گی۔ کاش! میرے ہاتھ میں جادو کی کوئی چھڑی آجائے تو میں سب ٹھیک کردوں۔ سب سے پہلے ابا میاں کا دل نرم کردوں۔''

ابا میاں نے ہونٹ دانتوں تلے دبا کر اپنے آنسو پیے اور اگلا صفحہ پلٹ دیا۔

☆☆☆........

۱۴نومبر ۲۰۱۱

''آج لماں پھر ابا میاں کے سامنے گڑگڑا رہی تھیں کہ وہ اپنا فیصلہ بدل لیں۔ ابا میاں کا لہجہ ''مرتی ہے تو مر جائے'' میرے دل میں انی کی طرح گڑ گیا ہے اور مجھے بہت تکلیف دے رہا ہے۔ میں حیران ہوں کہ کوئی باپ اپنی بیٹی کے لیے ایسے سخت الفاظ استعمال کرسکتا ہے؟ کوئی کرے یا نہ کرے لیکن یہ تو ثابت ہوگیا کہ میرے ابا میاں ایسا کرسکتے ہیں۔ مجھے تو لگتا ہے کہ انھیں ہمارے مرنے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

''آؤ دیکھو میری بچی تمہارے چلے جانے سے مجھے کتنا فرق پڑا ہے۔ ایک بار پلٹ کر تو دیکھو۔'' ابا میاں نے آنکھیں بند کر کے اُسے دل میں مخاطب کیا اور پھر آنکھیں کھول دیں۔ ان کی نظریں اس صفحے کی اگلی سطروں پر پھسلنے لگیں۔

''ابا میاں نے بڑے زعم سے کہا کہ وہ ہمارے ولی ہیں اور ہمارے بارے میں جو فیصلہ چاہیں کر سکتے ہیں۔ میں مانتی ہوں کہ اللہ نے انھیں ہمارا ولی بنایا ہے لیکن اس سلسلے میں اُس نے چند شرائط بھی مقرر کی ہیں۔ ابا میاں نے ولی کا عہدہ تو قبول کرلیا مگر اس کے ساتھ جڑی شرائط کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ اگر وہ ایک بار ان شرائط کو پڑھ لیتے تو انھیں معلوم ہوجاتا کہ اللہ نے پاک باز مردوں کے لیے پاک باز عورتوں اور پاک باز عورتوں کے لیے پاک باز مردوں کی شرط لگائی ہے تو شاید وہ اپنی پاک باز بیٹی کے لیے ایک بدکردار مرد کا انتخاب کبھی نہ کرتے۔ اب یا تو ابا میاں کو میری پاک بازی پر شک ہے یا پھر بہن اور بھانجے کی محبت میں وہ اللہ کے بنائے ہوئے اُصول سے ٹکرا گئے ہیں۔

باپ تو بیٹیوں کے لیے گھنا سایہ ہوتے ہیں لیکن ہمارے ابا میاں تو ایک ایسے ٹنڈ منڈ درخت کی طرح ہیں جو اپنے نیچے بیٹھنے والوں کو دھوپ کی شدت سے بچانے میں ناکام رہتا ہے۔ یا اللہ! میرے ابا میاں کا دل بدل دے۔ اُنھیں ہمارے لیے گھنا سایہ بنادے۔ مجھے کتنی حسرت ہے کہ ابا میاں کبھی پیار سے مجھے ماتھے پر بوسہ دیں۔ لیکن لگتا ہے کہ مجھے یہ حسرت اپنے دل میں لیے ہی اس دنیا سے رخصت ہونا ہے کیونکہ ہمارے جیتے جی تو وہ کبھی ایسا نہیں کریں گے۔''

ہمیں ماتھے پہ بوسہ دو

کہ ہم کو تتلیوں کے، جگنوؤں کے، دیس جانا ہے
ہمیں ماتھے پہ بوسہ دو
ہمیں رنگوں کے جگنو، روشنی کی تتلیاں آواز دیتی ہیں
ہمیں ماتھے پہ بوسہ دو
کہ ہم کو تتلیوں کے، جگنوؤں کے، دیس جانا ہے

اس کے بعد کے تمام صفحے خالی تھے۔ شاید اُسے پھر کچھ اور لکھنے کی مہلت ہی نہیں ملی اور وہ منوں مٹی تلے جا سوئی۔ اپنی بیٹی کی حسرتیں اور دل کے زخم دیکھ کر ابا میاں ہچکیوں سے رونے لگے۔ ان کے رونے کی آواز سُن کر امّاں، حرا اور معصومہ صحن سے اُٹھ کر کمرے میں آئیں اور انھیں پھوٹ پھوٹ کر روتے دیکھ کر خود بھی رونے لگیں۔

......☆☆☆......

پھر ہر گزرتے دن کے ساتھ ابا میاں اپنی دونوں بچیوں کے لیے چھپر چھاؤں بننے لگے اور امّاں سے ان کا سلوک ہمدردی اور محبت آمیز ہونے لگا۔ حرا اور معصومہ کو ابا میاں کے اس رویے کی عادت نہیں تھی۔ وہ گھبرا جاتیں۔ ابا میاں کی ہر محبت بھری بات پر امّاں کو نور یاد آجاتی اور بھیگی پلکوں سے انھیں یوں دیکھتیں کہ وہ شرمندگی سے کٹ کر رہ جاتے۔

وہ ہر روز نور کی قبر پر جا کر فاتحہ پڑھتے اور کبھی کبھی گھنٹوں نور کی تصویر کو گود میں رکھے تکا کرتے۔

نور کو گزرے چھ ماہ ہو چکے تھے۔ ابا میاں کا سارا طنطنہ اور تنک مزاجی جیسے نور کے ساتھ ہی دفن ہو گئی تھی۔ گھر کی فضا اپنے مکینوں کی طرح اب بھی نور کے بغیر اُداس اُداس تھی۔ انھی اُداس دنوں میں ایک روز پھوپھو چلی آئیں۔ ابا میاں اپنے بیوی بچیوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ پھوپو کو یہ منظر ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔ وہ بہت دنوں سے اپنے بھائی کے بدلتے رنگ ڈھنگ دیکھ رہی تھیں مگر مصلحتاً خاموش تھیں۔

''نور کو گزرے چھ ماہ ہو گئے ہیں۔ اب تم اس کا سوگ منانا بند کرو اور اپنی دوسرے نمبر والی بیٹی کی منگنی میرے بیٹے سے کر دو۔'' چائے پی کر اُنھوں نے حسبِ عادت امّاں کو یکسر نظر انداز کر کے ابا میاں سے کہا۔

''کون سی بیٹیاں اور کس کی بیٹیاں؟ یہ صرف میری بیٹیاں ہیں۔ میری ایک بیٹی کو تو آپ لوگوں نے مجھ سے چھین لیا ہے مگر اب کسی نے میری ان بچیوں کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی دیکھا تو میں اس کی آنکھیں نکال لوں گی۔'' امّاں ہسٹریک ہوئیں۔ پھوپو امّاں کے اس انداز پر جیسے اُچھل پڑیں۔

''ارے! تم نے کیا چوڑیاں پہن لی ہیں؟ تمھاری آنکھوں کے سامنے تمھاری بہن کی بے عزتی ہو رہی ہے اور تم خاموش تماشائی بنے ہوئے ہو؟'' ابا میاں کو خاموش دیکھ کر پھوپو جیسے بھڑک اُٹھیں۔

حرا اور معصومہ کو یہ دیکھ کر بہت حیرت ہوئی جب ابا میاں نے نہ صرف امّاں کا دفاع کیا بلکہ پھوپو کو صاف جواب دے دیا۔

''آپا! اب میں اپنی بچیوں کے بارے میں کوئی بھی فیصلہ اکیلا نہیں کروں گا بلکہ اب میں جو فیصلہ بھی کروں گا اس میں ان کی ماں کی پوری پوری رضا مندی شامل ہو گی۔'' ابا میاں نے شاید زندگی میں پہلی بار اپنی بہن کی کسی بات سے اختلاف کیا تھا، پہلی بار اُن کے منہ سے نکلی ہوئی کسی فرمائش کو رد کیا تھا اور یہ چیز پھوپو کو کسی تازیانے کی طرح لگی کہ وہ بلبلا اُٹھیں۔

''ارے! کر دیا نا اس جادوگرنی نے تم پر جادو اور کر لیا تمھیں اپنے بس میں۔ تم اپنی بہن کو صاف جواب دے رہے ہو۔ مجھے جس نے ساری زندگی تمھاری فکر میں گھلا دی۔'' پھوپو کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیا کر گزریں۔

''تم ماں بیٹیوں کو میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ ڈائن فطرت عورت...... اب بیٹیوں کو ساتھ ملا کر میرے بھائی کو میرے خلاف کر دیا ہے۔ اللہ تمھیں غارت کرے۔'' وہ، امّاں، حرا اور معصومہ کو کوسنے دینے لگیں جنھوں نے ان کے بھائی کو پٹیاں پڑھا کر ان سے خائف کر دیا تھا۔ اماں حسبِ معمول پھوپو کی باتوں پر مہر بہ لب تھیں مگر

اب ان کے انداز میں خوف کے بجائے بے نیازی تھی۔

''آپا! بس کردیں۔ ماضی کی غلطیوں کو سدھارا نہیں جاسکتا، ان سے صرف سبق سیکھا جاسکتا ہے جو ماضی کی غلطیوں سے کچھ نہیں سیکھتے، انھیں زمانے کی ٹھوکروں سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ میں نے اپنی غلطیوں سے سبق سیکھ لیا ہے۔ میں آپ سے معذرت چاہتا ہوں۔'' ابا میاں نے پھوپو کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ ان کا ہاتھ جھٹک گئیں۔ اُس روز جو پھوپو ناراض ہوکر گئیں تو پھر پلٹ کر خبر نہ لی کہ جس بھائی کی فکر میں وہ دن رات گھلا کرتی تھیں کس حال میں ہے۔ ابا میاں نے بھی پروا نہیں کی۔ اب اُن کا پورا دھیان اپنے گھر، بیوی اور بچیوں کی طرف تھا۔

☆☆☆

شام کی سیاہی دھیرے دھیرے رات کی تاریکی میں بدل رہی تھی۔ موسم خوشگوار تھا۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ کمرے کی کھڑکی پر لٹکا پردہ ہوا کے ساتھ اُڑ کر اندر کی طرف پھڑپھڑانے لگتا اور کبھی کھڑکی میں اپنے مقام پر جا گرتا۔ ابا میاں نور کی تصویر گود میں رکھے بیٹھے تھے۔ اُن کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے جو قطروں کی صورت میں تصویر کے شیشے پر گر رہے تھے۔ ''میری بچی نے میرے دل میں اپنی محبت جگانے کی قیمت اپنی جان دے کر چکائی ہے۔'' ان کے دل سے یہ پچھتاوا جاتا ہی نہ تھا۔ ان کی حالت اور تڑپ دیکھ کر لمّاں کو بھی اب ان پر ترس آنے لگا تھا۔

لمّاں کمرے میں آئیں تو انھیں اس طرح روتے ہوئے دیکھ کر ان کے قریب چلی آئیں۔

''بس کریں کیوں ہر وقت روتے رہتے ہیں؟'' لمّاں نے اُن کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

''میں بہت بُرا انسان ہوں۔ میری بچی میری پیار بھری نظر کی حسرت دل میں لیے چلی گئی مگر میں سنگ دل موم نہ ہوا۔ میں ایسا کیا کروں کہ میری نور العین کو چین آجائے؟'' انھوں نے پچھتاوے کے احساس سے مغلوب ہوکر کہا۔

''بس کریں اللہ کی امانت تھی وہ ہمارے پاس اُس نے واپس لے لی۔'' لمّاں نے تسلی دی۔

''اور میں اللہ کی اس امانت کی حفاظت نہ کرسکا۔'' ان کے لہجے میں بہت افسوس تھا۔

''تم دیکھنا میں اب ویسا ہی بن جاؤں گا جیسا میری بیٹی چاہتی تھی۔ میری وجہ سے میرے آنگن کا ایک پھول مرجھا گیا ہے لیکن اپنے باقی دو پھولوں کے لیے میں ایسا گھنا سایہ بن جاؤں گا جو انھیں زمانے کے ہر سرد و گرم سے بچائے گا اور مجھے یقین ہے کہ میرے اس عمل سے خوش ہوکر میری نور العین اپنے اس بدنصیب باپ کو معاف کردے گی...... کردے گی نا؟'' انھوں نے لمّاں سے تصدیق چاہی۔

''بن نہیں جائیں گے بلکہ جیسا نور چاہتی تھی آپ ویسے بن گئے ہیں تو نور کی ناراضگی بھی ختم ہوگئی بس آپ پچھتاوے کے احساس سے نکل آئیں۔''

لمّاں نے نم آنکھوں سے ان کی طرف دیکھا۔ ابا میاں اپنے آنسو صاف کرکے دھیرے سے مسکرائے تو دور کہیں نور العین کی روح بھی مسکرا اُٹھی تھی۔

میرے دل کی وفاؤں کا حوصلہ تو دیکھو دوستو
طلب گار اس کا ہے جس کو میرا احساس تک نہیں
صرف وہ اک شخص کسی طرح مل جاتا
مجھے منظور تھے پھر جتنے ہی خسارے ہوتے

''کہاں جارہی ہو زہرا......؟'' وہ دبے قدموں سیڑھیاں اتر رہی تھی جب نانو کی کڑک دار آواز نے اس کے قدم تھام لیے۔

''نانو......وہ کچن کا کچھ سامان ختم ہوگیا ہے وہی لینے مارکیٹ جارہی ہوں۔'' دل میں چھپے چور نے اسے نگاہیں ملانے کے قابل نہیں چھوڑا تھا۔

''یہ کچن کا سامان آج کل کچھ زیادہ ہی جلدی ختم نہیں ہوجاتا۔'' ان کا انداز فہمائشی تھا تفتیش سے بھرپور اور قدرے مشکوک۔

''اوہو......نانو آج سے پہلے تو آپ نے اتنی پوچھ گچھ کبھی نہیں کی۔'' وہ جھنجلاتے ہوئے وہ بولی۔

''کیونکہ زہرا......آج سے پہلے کبھی آپ اتنی بار گھر سے باہر نکلی ہی نہیں۔'' نانو اب کی بار مفاہمتی انداز میں گویا ہوئیں۔

''نانو......آپ مجھ پر شک کررہی ہیں۔'' اس نے سوالیہ نگاہیں ان کے سفید چہرے پر جمائیں جس پر گزرا وقت جھریوں کی صورت رقم تھا۔

''میں شک نہیں کررہی......مگر وقت، حالات اور یہ دور اس قدر نازک ہے کہ کوئی چاہے یا نہ چاہے یہ اپنی کشش سے انسان کو اپنے بھنور میں گھسیٹ ہی لیتا ہے۔'' وہ ڈھکے چھپے الفاظ میں اس کی سرگرمیوں سے اسے باز رہنے کی تلقین کررہی تھیں۔

''آپ نہیں چاہتیں تو کہیں نہیں جاتی۔'' قدرے بے زاری سے اس نے کہا اور صوفے پر بیٹھ گئی۔

''میں نے ایسا کب کہا؟''

''لیکن اس جرح کا مقصد تو یہی ہے نا؟'' وہ تیکھے انداز میں بولی۔

نانو نے بغور اس کے تنے نقوش دیکھے۔ ہمیشہ

باادب رہنے والی کم گو سی زہرا اتنی بے باک اور نڈر کب سے ہوگئی کہ نانو کے فیصلوں سے اختلاف کرنے لگی۔ انہوں نے طائرانہ نگاہوں سے اس کے تاثرات کا جائزہ لیا اور کہیں کچھ غلط ہونے کا احساس انہیں عجیب سی بے کلی سے دوچار کرگیا۔

''اچھا...... چھوڑو یہ فضول کی بحث...... جارہی ہو تو میری میڈیسن بھی لیتی آنا۔ ایک بات اور خود ڈرائیو مت کرو۔ ڈرائیور کے ساتھ جانا۔'' نانو نے بالآخر اسے اجازت دے ہی دی۔

''تھینکس نانو۔'' اجازت پاتے ہی وہ کوئل کی طرح چہکی۔ نانو نے اس کے چہرے پر مسکراہٹ واضح محسوس کی۔

پھر نانو نے چاروں قل پڑھ کر اس پر پھونکے اور خدا کی امان میں دیا۔

''بس کریں نانو......کوئی مجھے اٹھا کر نہیں لے جائے گا۔''

ان کی حفاظتی تدابیر پر وہ ہمیشہ چڑ جاتی' جو اسے برابر والے گھر میں بھی آیت الکرسی کے حصار میں باندھ کر بھیجتیں۔ وہ جلدی سے چادر سنبھالتی باہر نکل گئی۔

زہرا کی عمر چار سال تھی جب اس کے والدین ایک ایئر کریش میں داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ تب سے وہ نانو کے زیر سایہ پرورش پارہی تھی۔ پیسے کی ریل پیل اور ہائی کلاس کی پروردہ ہونے کے باوجود پردے اور زیب وزینت کے تقدس کے حصار میں نانو نے ایسا باندھا تھا کہ وہ کبھی نکل ہی نہ سکی اور نہ ہی جدید رنگ ڈھنگ اپناسکی۔

انعمتی جہانگیر' زہرا عمر کی کالج فرینڈ تھی۔ وہ اکثر وبیشتر کمبائن اسٹڈی کے لیے ان کے گھر آتی یا زہرا وہاں چلی جاتی' انہی دنوں نجانے کب اور کیسے عالیان احد (انعمتی کا کزن) نے زہرا کی ایک جھلک دیکھی اور یہ بھنورا صفت انسان اس کا طالب بن بیٹھا۔

انعمتی کے توسط سے اس نے اپنی چاہت کا پیغام زہرا تک پہنچایا۔ نتیجتاً اس نے اس کے گھر جانا ترک کردیا۔ مگر عالیان نے ہار نہ مانی۔ کچھ عرصہ کی سرتوڑ کوششوں کے بعد عالیان' زہرا کا اعتماد حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ عالیان ایسا ہی تھا' جاذب' خوبرو' تیکھے نقوش کا حامل' دلوں کو دھڑکا دینے کی صلاحیت رکھنے والا' بے حد پرکشش تو زہرا کب تک منکر ہوتی لہٰذا سختی سے بند دل کا کواڑ ایک دن کھل گیا۔

پہلے پہل بات صرف موبائل فون تک محدود تھی لیکن عالیان کی بڑھتی دیوانگی اب دیدار یار کا تقاضا کرنے لگی۔ اس کے بے پناہ اصرار پر زہرا کو ہتھیار ڈالنے پڑے اب اکثر وبیشتر دونوں ملاقات بھی کرنے لگے۔ عالیان کی محبت پاش نگاہیں اور میٹھی میٹھی باتیں اسے گھنٹوں کیف آگیں جذبوں کی قید میں رکھتیں۔ عالیان کی چاہت جیسے اس کی تمناؤں کا حاصل' اس کی زندگی کی سب سے بڑی سچائی تھا۔ وہ محبت کے سفر میں اس قدر آگے نکل چکی تھی کہ واپسی کا تصور نارسائی' درد اور کانٹوں کے سوا کچھ نہ تھا۔

عالیان آئے روز ملاقات کے لیے مچل اٹھتا اور زہرا کے لیے اسے سنبھالنا مشکل ہوجاتا وہ اس سے اپنی منوا کروا کر ہی دم لیتا۔ لہٰذا وہ نانو سے جھوٹ بول کر' مختلف بہانے بنا کر عالیان کی محبت کو معتبر کرتی' آج بھی عالیان کی خواہش کی تکمیل کے لیے وہ نانو سے جھوٹ بول کر کیفے ٹیریا پہنچی۔

''عالی میں روز روز آپ کے یہ مطالبات پورے نہیں کرسکتی۔ نانو کو دھوکہ دینا مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا۔''

نظریں جھکائے پریشانی کا تاثر چہرے پر سجائے نیوی بلیو چادر کے ہالے میں وہ بے حد دلکش لگ رہی تھی۔ عالیان کے دل میں اسے چھولینے کی خواہش بڑی شدتوں سے ابھری مگر اس کے گریز کے سامنے وہ بے بس تھا لہٰذا پہلو بدل کر رہ گیا۔

اوں ہوں' میں نے تمہیں یہاں نانو نامہ سننے کے لیے نہیں بلایا۔ پورے سات دن بعد تمہیں دیکھ رہا ہوں۔''

اس کی پریشانی وتشویش کو کسی خاطر میں لائے بغیر وہ دھیرے سے بولا۔

''پلیز عالی سمجھنے کی کوشش کریں۔''

وہ روہانسی ہوئی۔

''تمہیں پتہ ہے آج کا دن کتنا خاص ہے۔'' سوالیہ نگاہیں اس کے صبیح چہرے پر جما کر وہ بولا تو زہرا نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''آج ویلنٹائن ڈے ہے یار۔ محبت کرنے والوں کا دن' آج کے دن کتنے ہی دل اظہار کے عمل سے گزر کر اپنی محبت کا اقرار کرتے ہیں۔ دلوں کی حسرتیں تمام ہوتی ہیں۔'' وہ اک جذب سے کہہ رہا تھا۔ مگر زہرا بالکل بھی متاثر نظر نہیں آرہی تھی۔

''یہ تو دل کے نہاں خانوں میں چھپا کر رکھنے والا جذبہ ہے۔ مجھے نہیں لگتا اس کا یوں کھلے عام پرچار ضروری ہے۔''

اسے اختلاف ہوا تو عالیان جی بھر کر بدمزہ ہوا۔

''ٹھیک ہے لیکن ایک دوسرے کے لیے اظہار اور اقرار تو ضروری ہے نا! میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں تم میرے لیے کتنی خاص ہو اور کس قدر پاگل ہوں میں تمہارے لیے۔''

جذبات سے بھرپور لو دیتے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے زہرا کا ہاتھ تھام لیا۔

''پلیز عالی ایسی باتیں مت کریں۔'' اس کی نگاہوں کا مفہوم سمجھ کر وہ الجھ سی گئی۔ اور تیزی سے ہاتھ اس کی گرفت سے کھینچا۔

''تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں۔'' کن اکھیوں سے اسے دیکھتے ہوئے وہ نروٹھے پن سے بولا۔ اس کا یوں عدم تحفظ کا اظہار کرتے ہوئے ہاتھ کھینچنا عالیان کو قدرے گراں گزرا اور اس کی خفگی محسوس کر کے زہرا کی تو جان پر بن آئی۔

''نہیں ایسا کچھ نہیں۔'' اس نے بوکھلا کر وضاحت دی۔

غزل

زندان میں جب قید کی جاتی ہیں بیٹیاں
تب رسم جہل توڑنے آتی ہیں بیٹیاں
نادان اے انسان' انہیں بوجھ مت سمجھ
عزت کا تاج سر پہ سجاتی ہیں بیٹیاں
گر وقت کڑا آن پڑے زندگی میں تو
ماں باپ کے چہروں کو ہنساتی ہیں بیٹیاں
یوں تو کمال ضبط سے پی لیتی ہیں ہر درد
گر رو پڑیں بابل کو رلاتی ہیں بیٹیاں
بیٹے بھی ہیں نعمت مگر سو بات کی اک بات
خوش قسمتوں کے حصے میں آتی ہیں بیٹیاں
عرشی غرور شان سے اک تاج کی مانند
عزت کو اپنے سر پہ سجاتی ہیں بیٹیاں

عرشی ہاشمی...... آزاد کشمیر

ایک سوال

اگر میں تم سے کچھ مانگو......؟
اگر میں تم سے یہ بولوں......؟
اگر میری تمنا ہو......؟
میرے دل کی یہ خواہش ہو
کہ......
زندگی میں جب کبھی تم کو پکاروں میں
تمہارا ساتھ چاہوں میں......؟
تمہارے پیار کی تھوڑی سی جو خیرات مانگوں میں......؟
اپنی مانگ بھرنے کو
تمہارے پاؤں کی کبھی خاک مانگوں میں......؟
تو......؟
وصل کے ان خوابیدہ لمحوں میں
تم!
ہماری چھوٹی چھوٹی خواہشوں کو بانٹ لو گے ناں......؟
ہمارا ساتھ دو گے ناں......؟

نزہت جبیں ضیاء

"ایسا ہی ہے۔"

"پلیز مجھ سے ناراض نہ ہوں۔" اس کے تیکھے چتون پر تاؤ دیکھ کر وہ ملتجی ہوئی۔

"اگر ایسا نہیں ہے تو آج رات کو نو بجے میرے گھر میں پارٹی ہے تمہیں آنا ہوگا۔"

اس نے سوچی سمجھی بات کی تو اس کا مطالبہ سن کر زہرا کا رنگ فق ہوگیا۔

"آپ کو پتہ ہے مجھے پارٹیز وغیرہ سے کچھ خاص شغف نہیں اور رات کو تو کسی طور میں گھر سے باہر نہیں نکل سکتی۔"

"ٹھیک ہے۔" اس نے مزید کچھ بھی کہے بغیر سن گلاسز اٹھائے اور چل دیا یہ اس کی شدید ناراضی کا برملا اظہار تھا۔

"پلیز میری بات تو سنیں۔" اسے اٹھتا دیکھ کر وہ بھی اٹھ گئی۔

"بس زہرا...... تمہیں مجھ سے کتنی محبت ہے میں جان گیا ہوں آج تک میں تمہاری ہر بات ہر مجبوری کو سمجھتا رہا مگر تم میری اتنی سی بات نہیں مان سکتی۔"

آنکھوں میں بھرپور خفگی کا تاثر لیے وہ شاکی ہوا۔

"ٹھیک ہے میں آجاؤں گی لیکن پلیز آپ مجھ سے ناراض مت ہوں۔" اسے نہیں پتہ تھا کہ وہ رات کی تاریکی میں گھر سے باہر نانو کو مطلع کیے بغیر کیسے نکلے گی لیکن بہرحال اس نے اقرار کی سند اسے بخش دی تھی۔

عالیان کی بھوری آنکھوں کے دیپ فوراً جل اٹھے اور ان کی آنکھوں میں لپکتی روشنی کی شعاعیں اسے دنیا کی کسی بھی شے سے زیادہ عزیز تھیں۔

"تھینک یو سو مچ۔" وہ فوراً مشکور ہوا اور پھر چند ادھر ادھر کی باتوں کے بعد اس نے واپسی کی راہ لی۔ جب وہ گاڑی میں بیٹھی تو بے حد خوب صورت اور تازہ سرخ گلابوں کے علاوہ کیک اور سرخ چمکدار ریپر میں لپٹے گفٹ کو اپنا منتظر پایا اور عالیان کی بے پایاں محبت پر وہ ایک دم خود پر نازاں ہوئی۔ سرخ گلابوں کا مہکتا بوکے اٹھا کر اس نے چہرے کے قریب کیا جیسے عالیان کی خوشبو اپنی سانسوں میں اتار رہی ہو اور پھر اس میں لگا چھوٹا سا کارڈ اٹھا کر پڑھنے لگی۔

مائی ڈریم گرل!

"آج پارٹی میں یہ ڈریس پہن کر آنا میرے لیے تمہاری طرف سے یہی ہمارا محبت کا اقرار ہوگا۔"

صرف اور صرف تمہارا عالیان!

خوب صورت ہینڈ رائٹنگ میں تحریر یہ پیغام اسے فرش سے عرش پر لے گیا۔ ساتھ ہی بے پناہ جھجک اور حیاء بھی پلکوں پر لرزش اور ہونٹوں پر مسکان بن کر اترنے لگی۔ وہ پور پور عشق کی خوشبو میں ڈوب چکی تھی۔ عالیان کی محبت کی جڑیں اس کے پورے وجود کا گھیراؤ کر گئیں۔

اس نے ایک متفکر نگاہ دیوار گیر گھڑی پر دوڑائی جو آٹھ کے ہندسے کو چھو رہی تھی پھر چور نگاہوں سے نانو کو دیکھا جو آنکھیں موندے تسبیح کرنے میں مگن تھیں۔ وہ اس سے لاؤنج میں سنگل صوفے پر براجمان تھی۔ وقت پر لگا کر اڑ رہا تھا۔ اس کی بے کلی و بے چینی حد سے سوا تھی۔ عالیان نے اسے سرخ رنگ کا خوب بڑے گھیر والا پیروں کو چھوتا جدید تراش خراش کا نیٹ کا فراک گفٹ کیا تھا۔ وہ سخت پریشان و مضطرب اور الجھی الجھی نظر آرہی تھی۔

"زہرا...... کیا بات ہے بیٹا بہت بے چین لگ رہی ہو۔"

نانو تسبیح سے فارغ ہوکر نجانے کب اس کی سمت متوجہ ہوئیں اپنی سوچوں کے بھنور میں ڈوبتی ابھرتی زہرا کو خبر ہی نہ ہوسکی۔

"نن...... نہیں کچھ بھی تو نہیں نانو۔" وہ بری طرح چونک اٹھی اور بوکھلا کر وضاحت دی۔ گو کہ نانو کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں مگر ان کا ہر عضو بصارت بنا اسے اپنا آپ گھورتا محسوس ہو رہا تھا۔

"چلو اٹھو پھر عشاء کی نماز پڑھ لو۔"

صوفے سے اٹھتے ہوئے اس کے بے قرار انداز

کونظر انداز کرتی نانو سرسری لہجہ اپنائے بولیں۔
''میں نے پڑھ لی ہے نانو۔''
''اچھا۔'' نانو کا لہجہ معنی خیزیت سے بھرپور تھا۔ فروری جیسے ٹھنڈے ٹھار مہینے کے باوجود اسے اپنی ہتھیلیاں بھیگتی محسوس ہوئیں۔ شب کی سیاہ چادر میں نانو سے چھپ کر عالیان سے ملنے جانا زہرا جیسی ڈرپوک اور پردہ نشین لڑکی کے لیے خاصا مشکل امر تھا۔ اسی لحاظ سے اس کا ڈر اور خوف بھی اپنے عروج پر تھا۔
''چلو مجھے میرے کمرے میں چھوڑ آؤ۔ مسلسل بیٹھنے سے کمر اکڑ کر تختہ ہورہی ہے اب کچھ دیر آرام کروں گی۔''
''جی۔'' اثبات میں سر ہلاتی وہ ان کے ساتھ ہولی۔
''کوئی مسئلہ ہے تو مجھ سے شیئر کرو زہرا۔''
نانو پر وہ کمبل درست کررہی تھی جب انہوں نے اس کا ہاتھ تھام کر استفسار کیا۔ ''میرے بچے کو ڈر لگ رہا ہے تو آج میرے ساتھ ہی سو جاؤ۔''
اسے خاموش پا کر نانو نے قیاس کیا۔
''ایسا کچھ نہیں ہے نانو آپ بس آرام کریں۔''
بمشکل مسکراتی وہ ان کا ہاتھ سہلانے لگی دل میں تو عجیب سی پکڑ دھکڑ مچی تھی۔
''میری بچی...... زہرا۔''
نانو نے ڈھیروں آیات پڑھ کر اس پر پھونکیں اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ کچھ دیر وہ نانو کے پاس بیٹھی رہی ان کی غنودگی کا یقین کرلینے کے بعد وہ لائٹ آف کرکے کمرہ لاک کرکے اپنے کمرے میں آ گئی۔ عالیان کا دیا ہوا انتہائی خوب صورت لباس زیب تن کرکے لائٹ میک اپ اور جیولری کے نام پر کانوں میں لٹکتے ائیر رنگز پہن کر وہ خیرہ کن حسن سمیت نظر لگ جانے کی حد تک حسین لگ رہی تھی۔ اس نے بڑی حیران نگاہوں سے اپنے دو آتشہ وجود کو دیکھا' آج سے قبل کبھی اسے اپنی غیر معمولی خوب صورتی کا ادراک ہی نہیں ہوا تھا۔
بڑی سی چادر میں خود کو لپیٹ کر وہ کسی انجانی خواہش کی زنجیر میں جکڑی نانو کے کمرے میں آئی مگر اندر نانو کا نڈھال وجود دیکھ کر وہ دنگ رہ گئی۔ وہ تیر کی طرح ان کی سمت لپکی۔
''نانو...... نانو پلیز...... آنکھیں کھولیں۔'' نیم بے ہوش نانو کو اس نے شانوں سے پکڑ کر جھنجوڑ ڈالا۔ پسینے میں شرابور' بے ترتیب سانسوں اور ہوش و خرد کے خفیف احساس میں جکڑی نانو اسے بے اوسان کرگئیں۔ ڈرائیور کو وہ سرشام ہی بھیج چکی تھی جبکہ تمام ملازمین بھی اپنے کوارٹرز میں جاچکے تھے۔ اس بے وقوفی نے اسے مزید حواس باختہ کرڈالا۔ بے بسی کے شدید احساس سے اس کی آنکھیں بھیگتی چلی گئیں۔ پھر اسے ڈاکٹر اظفر کا خیال آیا جو نانو کے مستقل ڈاکٹر تھے اور ان کا ہاسپٹل قریب ہی تھا۔ اس نے بدحواسی سے ان کا نمبر ڈائل کیا اور روتے ہوئے موجودہ صورتحال سے آگاہ کیا۔ کچھ ہی دیر میں وہ نانو کا چیک اپ کرکے ابتدائی طبی امداد دے چکے تھے مگر صورتحال اب بھی کنٹرول سے باہر تھی۔
''ان کا بی پی شوٹ کرگیا ہے انہیں مکمل ٹریٹمنٹ کی ضرورت ہے جو یہاں نہیں ہوسکتا' ایسی صورت حال میں برین ہیمرج' برین اسٹروک اور فالج جیسے اٹیک کے چانسز بڑھ جاتے ہیں۔''
نک سک سے تیار سرخ جوڑے میں ملبوس زہرا کا تنقیدی نگاہوں سے جائزہ لے کر وہ پیشہ ورانہ انداز میں بولا۔
''جی۔'' آنسوؤں کو رگڑتی اس کی ناقدانہ نگاہوں سے خائف ہوتی وہ نانو کو اٹھانے میں اس کی مدد کرنے لگی۔ ڈیڑھ گھنٹے کے جان لیوا انتظار کے بعد نانو کا بلڈ پریشر نارمل ہوا تھا۔ اس دوران اس نے نجانے کتنی دعائیں مانگ ڈالیں رو رو کر اس کا برا حال تھا۔ ڈاکٹر اظفر کو دیکھ کر وہ فوراً اس کی سمت لپکی۔
''ریلیکس آپ کی نانو اب قدرے بہتر ہیں۔ میرے خیال میں یہ رات انہیں انڈر آبزرویشن رہنے دیں۔'' آنسو روکنے کی ناکام کوشش کرتی زہرا کی پلکیں بار بار بھیگ رہی تھیں۔

"نانو ٹھیک تو ہو جائیں گی ناں...... کیا وہ گھر جانے کے قابل نہیں ہیں؟"

"اب وہ بالکل ٹھیک ہیں زہرا...... میں تو رات گہری ہونے کے سبب کہہ رہا تھا' آپ کی تسلی نانو گھر لے جانے میں ہے تو مجھے کوئی انکار نہیں۔"

"بس پھر انہیں ڈسچارج کردیں۔" سرخ آنکھوں سے کاجل کی تحریر بکھر کر اسے مزید دلکش بنا رہی تھی۔ آنسوؤں کو رگڑتی' وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

"اوکے...... جیسے آپ کی مرضی۔" چادر کا کونا تھامے کھڑی مضطرب سی زہرا پر ایک نظر ڈال کر اس نے کندھے اچکائے۔

"آئیں میں آپ کو ڈراپ کردیتا ہوں۔" نانو کو گاڑی میں بٹھا کر پلٹی تو ڈاکٹر اظفر کو اپنا منتظر پایا۔

"نہیں بہت شکریہ' میں خود چلی جاؤں گی۔ اتنی رات کو آپ کو بے آرام کرنے کے لیے معافی چاہتی ہوں۔"

"میرا جس پیشے سے تعلق ہے اس کے مطابق انسان کی زندگی بچانا میرا اولین فریضہ ہے۔ شکریے کی کوئی بات نہیں۔"

اس کے انکار کو خاطر میں لائے بغیر اس نے چابی اس کے ہاتھ سے لی اور ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ جواباً وہ چپ چاپ پچھلا دروازہ کھول کر نانو کی ساتھ بیٹھ گئی۔ خاموشی سے ڈرائیو کرتا اظفر کئی بار دل میں اٹھتے سوال کو زبان دینا چاہتا تھا کہ اتنی بھرپور تیاری کے ساتھ وہ کہاں جانے کا ارادہ رکھتی ہے لیکن اپنی پوزیشن کا خیال کر کے سر جھٹک گیا۔

نانو کو خواب آور ادویات دے کر اور زہرا کو تسلی دیتا وہ رخصت ہوگا تو زہرا کو احساس ہوا کہ وہ کس قدر تنہا تھی۔ اگر نانو کو کچھ ہو جاتا تو وہ کیا کرتی۔ بے بسی اور لاچاری کے بے کل کرتے احساس سے وہ نانو کا ہاتھ تھام کر شدتوں سے رو پڑی۔ تب ہی موبائل کی مسلسل بجتی بپ کے سبب اسے اپنی سرگرمی ملتوی کرنی پڑی۔ اس وقت اسے سہارے کی اشد ضرورت تھی۔ خود پر گزرا ایک ایک جاں گسل لمحہ وہ عالیان کے ساتھ شیئر کرنا چاہتی تھی اس خیال کے پیش نظر آنسو پونچھ کر یس کا بٹن پریس کرتی وہ نانو کے کمرے سے کاریڈر میں آگئی۔

"ہیلو۔" اس کی بھیگی بھیگی سی آواز عالیان کی سماعتوں میں رس گھولنے لگی۔ دل میں پنپتے جذبات مزید شوریدہ سری اختیار کر گئے۔

"آج تم نے ثبوت دے دیا کہ تمہیں مجھ سے کتنی محبت ہے۔"

چھوٹتے ہی وہ تپا تپا سا بولا تو آنسو مزید شدت اختیار کر گئے۔

"عالی...... میری بات تو سنیں میں کتنی بڑی مشکل سے گزر رہی ہوں' کچھ اندازہ بھی ہے آپ کو۔" رندھی ہوئی آواز میں وہ بمشکل جواب دے پائی۔

"پلیز اب کوئی بہانہ نہیں زہرا...... میں ہی پاگل ہوں جو اتنی شدتوں سے تمہیں چاہتا ہوں۔"

بے تحاشا آف موڈ کے ساتھ وہ اسے سخت سست سنا رہا تھا۔ وہ اس کی اس درجہ خودغرضی اور شدت پسندی پر ششدر رہ گئی۔ مگر بہت جلد اس حیرت پر محبت کے احساس نے غلبہ پالیا۔

"پلیز عالی...... سمجھنے کی کوشش کریں۔" اس نے التجا کی۔

"سب سمجھ گیا ہوں میں۔" اس کی بے چینیوں کی مظہر آواز دہائیاں دیتا سچائی کا غماز لہجہ اور بہتے آنسو کسی بھی چیز کی پروا کیے بغیر وہ کھٹ سے کال ڈسکنکٹ کر چکا تھا۔

اپنی بے بسی' عالیان کی غلط فہمی اور خفگی سے اس کی آنکھیں ایک بار پھر برس اٹھیں۔

"آپ نے ایک بار بھی میرے رونے کا سبب دریافت نہیں کیا۔"

گھٹنوں میں منہ چھپائے وہ شکوہ کناں ہوئی' مگر دل کو کسی طور قرار نہیں تھا۔ بے قراری و بے کلی سے وہ یہاں وہاں ٹہل رہی تھی۔ وہ اس جذبے سے مجبور تھی جسے محبت

کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے' عالیان سے دوری کا خیال ہی اس کے لیے سوہان روح تھا۔ وہ اسے اس دنیا میں سب سے زیادہ عزیز تھا۔

تب ہی اس سے ملنے کا انتہائی فیصلہ کرتی وہ چادر لپیٹتی نانو کا کمرہ لاک کرتی نتائج کی پروا کیے بغیر پورچ میں چلی آئی۔ گاڑی کی ہیڈ لائٹس آن دیکھ کر واچ مین تیزی سے اس کی سمت آیا۔

''بی بی جی' اتنی رات کو آپ کہاں جارہی ہیں؟''

فطری تجسس میں گھرا واچ مین حیرت سے بولا۔

''تم میرے گارڈین ہو جو ہر بات کی خبر تمہیں دینا ضروری ہے گیٹ کھولو اور اپنے کام سے کام رکھو۔''

اس کی جرح پر وہ بری طرح تپی جبکہ وہ مستعدی سے گیٹ کھولنے لپکا' ایک بار وہ عالیان کے ساتھ اس کے گھر آچکی تھی۔ لہٰذا اسے ایڈریس وغیرہ کا مسئلہ نہیں تھا۔

پندرہ بیس منٹ کی ڈرائیو کے بعد وہ عالیان کے پورچ میں گاڑی پارک کرچکی تھی۔ سامنے ہی شیشے اور لکڑی سے بنی خوب صورت عمارت اس کے سامنے تھی۔

مگر اس کے تین چار داخلی دروازے تھے۔ وہ متذبذب سی وہیں کھڑی انگلیاں چٹخانے لگی۔ پہلی بار اسے اپنی جلد بازی اور فیصلے پر شدید غصہ آیا تھا۔

''میڈم آپ کو عالیان صاحب کے کمرے میں جانا ہے۔''

''آئی مین آپ کو ان سے ملنا ہے۔'' اس کی نگاہوں سے چھلکتی تلخی کا مفہوم پڑھ کر گیٹ کیپر نے جلدی سے تصحیح کی۔

''جی۔'' وہ مختصراً بولی۔

''آئیں میرے ساتھ۔'' اس نے کہا تو زہرا اس کی تقلید میں چل دی۔

''یہاں سے سیدھا اور پھر رائٹ' فرسٹ روم سر کا ہے۔''

سیڑھیاں عبور کرکے فرسٹ فلور پر پہنچ کر گیٹ کیپر نے کہا تو وہ سر ہلاتی آگے بڑھنے لگی۔ قدموں میں ہلکی ہلکی سی لرزش در آئی۔ عجیب سے احساسات سے دوچار ہوتی وہ عالیان کے کمرے تک پہنچ چکی تھی۔ بے تحاشہ شرم کے احساس نے سرخ کر ڈالا۔ دل ایک بار شدتوں سے دھڑک اٹھا اور تنفس میں تیزی در آئی۔ کچھ دیر خود کو نارمل کرنے کے لیے وہ دروازے کے باہر ہی رک گئی۔ دروازہ ادھ کھلا تھا سامنے ہی پینٹ شدہ دیوار پر عالیان کا بے حد خوبرو پورٹریٹ اس کے سامنے تھا۔

''کیا ہوا تمہاری اس نقاب پوش پردہ نشین حسینہ کا' دے گئی نا دغا۔''

ایک بھاری مردانہ آواز ابھری تو اس کے اٹھتے قدم وہیں تھم گئے۔

''عالیان عبدالحد کے لیے ہر دوسری لڑکی پاگل ہے۔ یہ لڑکی تھوڑی بہن جی ٹائپ ہے لیکن عالیان عبدالحد کے لیے ناقابل تسخیر نہیں ہے۔'' شراب کے نشے میں دھت لڑکھڑاتی آواز کا حامل وہ یقیناً عالیان تھا۔ زہرا کا ہر عضو سماعت بن کر عالیان کی گفتگو کی سمت متوجہ ہوگیا۔

''پھر بھی تمہاری ویلنٹائن نائٹ تو خراب کی ہے نا۔ تمہاری مس ویلنٹائن نے۔''

ارسلان نے مضحکہ اڑایا۔

''ایسا نہیں ہے' لیزا کو کال کی ہے میں نے' بس پہنچنے والی ہے۔ رہی بات مس زہرا عمر کی تو ایک دن میں اس کے گریز کے تمام پردے چاک کردوں گا تب بہت مزا آئے گا۔''

آنکھ دبا کر وہ کمینگی سے بولا اور خباثت سے فلک شگاف قہقہہ لگایا۔

''لیکن ایک بات تو ماننی پڑے گی' اس لڑکی کو تم نے سب سے زیادہ ٹائم دیا' لیکن ابھی تک مچھلی تیرے جال میں پھنسی نہیں ہے۔'' ارسلان نے جیسے اس کے جذبات میں چنگاری لگائی۔

''ہاں یار...... بہت گھنی ہے ہاتھ بھی نہیں پکڑنے دیتی۔ کوئی اور لڑکی ہوتی تو اب تک میں آگے بڑھ چکا ہوتا لیکن وہ اس قدر پرکشش اور خوب صورت ہے کہ اس کے

ڈھکے وجود کو دیکھ کر میرا ایمان ڈولنے لگتا ہے' میری دل کی شدید خواہش ہے اس کی ذات کے الجھے دھاگے کھولوں۔"

دل پر ہاتھ رکھے وہ لاچاری سے بھرپور آواز میں بولا' اس قدر گھٹیا سوچ اور سطحی انداز...... دروازے کی ناب تھامے کھڑی زہرا غم و غصے سے سن ہوگئی۔

"مجھے نہیں لگتا ایسا کبھی ہوگا۔" ارسلان نے گویا اسے چیلنج کیا۔

"چیلنج مت کر ارسلان' تیرے یار کے عشق میں پور پور ڈوبی ہے۔ اپنی نانو سے لڑ جھگڑ کر جھوٹ بول کر ایک بار بلانے پر دوڑی چلی آتی ہے۔ وہ دن دور نہیں جب میری بانہوں کے حصار میں قید ہوگی میرے بستر کو اپنے لمس سے مہکائے گی۔"

ایسی بے ہودہ گفتگو' محبت نے خوب درس دیا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ اپنی نسوانیت کے اس کھلے عام پرچار پر روئے یا محبت کے اس کریہہ چہرے پر صف ماتم بچھائے۔ پگھلا ہوا سیسہ تھا جو عالیان اس کی سماعتوں میں انڈیل رہا تھا۔ کاش یہ بھیانک خواب ہوتا جو آنکھ کھلتے ہی اوجھل ہو جاتا۔ اس دل نے بڑی شدت سے خواہش کی۔ ٹپ ٹپ' کتنے ہی آنسو دامن میں جذب ہوگئے' شدت گریہ سے اس کا چہرہ سرخ ہوگیا اور کانوں کی لوئیں تک جل اٹھیں۔

زہرا کے بے لوث اور بے ریا جذبے کو گدلا کرنے میں اس نے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ وہ یہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی مگر قدم من من بھاری ہو رہے تھے۔

"مجھے لگتا ہے وہ تم سے محبت کرتی ہے۔" اس کے جذبات کا مضحکہ اڑایا گیا۔

"میں نے کب انکار کیا' میں بھی تو اس سے محبت کرتا ہوں۔ پیار کرنا چاہتا ہوں' اس کے گریز سے' اس کی زلفوں سے' اس کی غلافی آنکھوں سے' اس کے گلابی ہونٹوں......!"

وہ نجانے مزید کیا کیا بکواس کر رہا تھا مگر زہرا کے لیے وہاں رکنا محال تھا۔ ڈبڈبائی آنکھوں کو صاف کرتی' لڑکھڑاتے قدموں سے وہ وہاں سے نکل آئی۔ گھر پہنچ کر اس نے کمرہ لاک کیا اور بیڈ پر بیٹھ کر زار و قطار رونے لگی۔

محبت کا یہ بھیانک انداز اسے اندر تک لرزا گیا۔ اس کی روح تک کانپ اٹھی۔

"اگر آج نانو کی طبیعت خراب نہ ہوتی تو عالیان اس کے ساتھ کیا سلوک کرتا۔" یہ سوچ کر خوف سے اسے جھرجھری سی آگئی۔

"نانو...... آپ کی دعاؤں کے حصار نے آپ کی زہرا کو برباد ہونے سے بچالیا۔ ایک وحشی کے ہاتھوں پامال ہونے سے بچالیا۔"

سسکتے ہوئے وہ نانو سے مخاطب ہوئی۔

ایک مرد کے لیے عورت کی محبت اس کی نسوانیت کو کچلنے کے سوا اور کچھ نہیں۔ یعنی زہرا کا گریز اس کے اندر کے شیطانی مرد کی پیاس کو بڑھاتا تھا۔ سوچ سوچ کر اس کی دماغ کی رگیں پھٹنے کو تھیں' ہر سو وحشتیں بسیرا کیے بیٹھی تھیں۔ وہ برباد ہونے سے بچ گئی اس بات پر وہ مطمئن تھی' مگر اس دل کا کیا کرتی جو محبت کی ناکامی اور دھوکے پر آہیں بھر رہا تھا۔

"کاش یہ حقیقت مجھ پر کبھی آشکار نہ ہوتی۔"

شناسائی کا یہ احساس درد کا بھرپور سیلاب تھا۔ اس کی رگ و جان کو چیرتا' درد اور اذیت کی چنگاری ہولے ہولے بھڑکتی' سلگتی اسے جلا کر خاکستر کرتی جا رہی تھی۔ محبت سسک رہی تھی اور اس کا وجود دھیرے دھیرے انجانی آگ کی تپش میں جھلس رہا تھا۔ اس نے گھٹنوں میں منہ چھپایا اور محبت کا باب ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔ اک کسک' ایک تشنگی' ایک عذاب مسلسل محبت کا انعام بن کر اس کی رگ و پے میں سرایت کرگیا۔

محبت کے نام پر ایک اور لڑکی دل کی بازی ہار گئی۔ نجانے مزید کتنے معصوم اور بے ریا دل اس چار حرفی لفظ کی بھینٹ چڑھنے تھے۔

کسی کی چاہ میں ایسا بھی کیا سرشار ہوجانا
کہ اپنے رستے کی آپ ہی دیوار ہوجانا
بہانے ترکِ رسم و راہ کے خود ڈھونڈتے رہنا
کسی کو چاہنا اتنا کہ پھر بے زار ہوجانا

''اُف اللہ...... ہائے......'' اسے بہت درد ہورہا تھا' بہت تکلیف ہورہی تھی' سر چکرا رہا تھا۔ اس نے سر تکیے پر اِدھر اُدھر پٹخا۔

''یا اللہ......'' وہ مسلسل کراہ رہا تھا' نرس نے اسے درد کا انجکشن دیا جب تک وہ اثر دکھاتا وہ اسی طرح تڑپتا رہا۔ وہ تاسف سے اسے دیکھنے لگی' زخم بھی تو گہرے تھے۔ ابھی تو وہ ڈھنگ سے ہوش میں ہی نہیں آرہا تھا کہ اسے علم ہو پاتا کہ وہ کتنی بڑی محرومی سے بھی دوچار ہوچکا ہے۔ آہستہ آہستہ وہ پھر ہوش وحواس سے غافل ہوگیا تھا۔

❀......❀......❀

ہنیزہ کی شادی کی تیاریاں چل رہی تھیں' تو سونے میں دیر سویر ہوجاتی تھی۔ اس کی آنکھ کھلی تو نو بج رہے تھے وہ بوکھلا کر واش روم دوڑی' فریش ہوکر جلدی سے تیار ہوئی لاؤنج میں نانو چائے پی رہی تھیں۔

''السلام علیکم نانو! ماموں کہاں ہیں؟''

''وہ تو چلا گیا کب کا۔''

''اب میں کس کے ساتھ کالج جاؤں گی؟'' وہ روہانسی ہوگئی۔

''تو اٹھی کیوں نہیں تھیں ٹائم سے؟'' انہوں نے گھورا۔

''آنکھ ہی نہیں کھلی' آپ ہی جگادیتیں نانو!''

''مجھے کیا پتا تھا ابھی تک سورہی ہو' جاؤ جاکر دیکھو تیمور اٹھتا ہے تو اسے کہہ دو۔''

''مامی صاحبہ کو اعتراض نہ ہو۔'' وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔ طیبہ مامی کہیں نظر تو نہیں آرہی تھیں وہ تیزی سے اوپر آئی۔ تیمور کے کمرے کا دروازہ ناک کیا' کوئی جواب نہیں' اس نے جلدی سے اپنے سیل فون سے اس

کے فون پر بیل دی اور ساتھ ہی دروازہ دھڑ دھڑایا۔

''خیریت......؟'' نیند سے بھری آنکھوں کو بامشکل کھولتے اس نے نشا کو دیکھا تھا۔

''میری آنکھ دیر سے کھلی اور ماموں جاچکے تھے' مجھے کالج جانا ہی تم پلیز مجھے ڈراپ کردو۔'' وہ منت بھرے لہجے میں بولی۔

''آج چھٹی مارلو' میرا تو بہت دیر تک سونے کا ارادہ ہے۔''

''مشورے کا شکریہ' مجھے ضروری جانا نہ ہوتا تو عالی جاہ کو کبھی زحمت نہ دیتی۔'' اس کے طنز پر وہ ہنس پڑا تھا۔

''اچھا میں آرہا ہوں تھوڑی دیر میں۔''

کچھ ہی دیر میں وہ اسے لے کر جارہا تھا' طیبہ غالباً سورہی تھیں ورنہ اس طرح تیمور کے نشاء کو ساتھ لے جانے پر ان کا موڈ تو خراب ہونا ہی تھا۔

''جب بندے کو پتا ہو کہ کہیں جانا اتنا ضروری ہے تو آلارم لگا کر سوئے اور ٹائم سے اٹھ جائے۔''

''زیادہ احسان جتانے کی ضرورت نہیں ہے' آج ہی دیر ہوئی ہے ورنہ تو روز ماموں کے ساتھ چلی جاتی ہوں۔ آج کیا چھوڑنے آئے بڑی تکلیف ہوئی ہے' بیوی کو یہاں وہاں لے کر جاؤ گے تو پھر دیکھتی ہوں کیسے اعتراض کرتے ہو؟''

''تو کیا وہ نیند سے جگا کر کہیں آنے جانے کا کہے گی' کوئی پراپر ٹائم ہوگا۔'' اس نے بھی شریر مسکراہٹ سے اسے چھیڑا تھا۔

''وہ تو پتا نہیں کیا کیا کرے گی' نیند سے جگانے کی کیا بات ہے۔''

''کیا کیا کرے گی کا کیا مطلب؟''

''اب دیکھو نا مامی وقت بے وقت ماموں کو آرڈر دیتی ہیں اور ماموں سر کے بل دوڑے جاتے ہیں۔'' وہ کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

''ضروری تو نہیں میں بھی ڈیڈ ہی کی طرح ری ایکٹ کروں۔''

''باپ پہ پوت' نسل پہ گھوڑا' بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا۔'' وہ کتنی ہی دیر ہنستا رہا تھا۔

''اچھا یہ بتاؤ یہ عادت اچھی ہے یا بُری۔''

''کون سی؟'' اس نے بھنویں اچکائیں۔

''یہی بیوی کی فرماں برداری والی۔''

''مجھے تو ظاہر ہے بحیثیت ایک لڑکی کے اچھے ہی لگے گی۔'' وہ شرارت سے بولی تو وہ معنی خیز انداز میں مسکرایا تھا۔

''اس کا مطلب ہے تمہیں فرماں بردار شوہر چاہیے۔'' نشاء کا چہرہ سرخ ہوگیا۔

''بدتمیزی نہیں۔''

''ارے ابھی خود ہی تو کہا تھا کہ......''

''اچھا بس۔'' اس نے بات کاٹی۔ ''میں پہلے ہی لیٹ ہوچکی ہوں سامنے دیکھ کر گاڑی چلاؤ۔'' وہ مسکراتے ہوئے ڈرائیو کرنے لگا' سمجھ گیا تھا کہ وہ پزل ہورہی ہے۔

❀......❀......❀

''اللہ...... بہت درد ہورہا ہے' بہت تکلیف......'' وہ پیٹ پر ہاتھ رکھ کر درد کو برداشت کرنے کی کوشش کررہا تھا' گہرے زخم تھے۔ پتا نہیں کون کون سی نسیں کٹ گئی تھیں' ڈاکٹر نے اس کا بازو تھپتھپایا۔

''بی بریو' آہستہ آہستہ درد کم ہوتا جائے گا۔ زخم بھر جائیں گے تو آرام بھی آجائے گا۔''

''ابھی تو بہت درد ہے' برداشت نہیں ہورہا مجھ سے۔''

''ریلیکس' ابھی نرس آپ کو انجکشن دے گی تو بہت افاقہ ہوگا۔'' اور پھر وہ انجکشن کے زیراثر غفلت میں چلا گیا۔

❀......❀......❀

ہنیزہ کی شادی کے فنکشن شروع ہوگئے' نشاء کو نانو نے بہت خوب صورت ڈریسز بنوا کر دیئے تھے۔

مہندی میں اس نے ریڈ اور براؤن کنٹراسٹ کا سوٹ پہنا تھا جس وقت وہ مہندی کی تھالیوں میں موم بتیاں لگا کر جا رہی تھی اسی وقت تیمور اندر داخل ہوا تھا۔ نشاء نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور مسکرا کر پھر سے اپنے کام میں مشغول ہوگئی۔ میک اپ اور جیولری کے ساتھ موم بتی کی لو کا عکس اس کے چہرے کو مزید خوب صورت بنا رہا تھا کہ تیمور مبہوت کھڑا رہ گیا۔ دو تین کزنز اور بھی تھیں مگر وہ بہت الگ' بہت خوب صورت لگ رہی تھی۔

''کیا ہوا تیمور! یوں کیوں کھڑے ہوگئے؟'' اس کے کزن نعمان نے پکارا۔

''ہاں..... میں وہ کیمرہ لینے آیا تھا۔'' وہ چونک کر آگے بڑھا اور اپنے کمرے سے کیمرہ لے آیا سب سے پہلی تصویر اس نے نشاء ہی کی کھینچی تھی۔ ہنیزہ کی رخصتی کے بعد سب کے ساتھ تیمور بھی بہت اداس تھا۔ نشاء سب کو چائے دینے کے بعد اس کی چائے لیے کمرے میں ہی آگئی۔

''شکریہ یار! چائے کی تو واقعی بہت طلب ہو رہی تھی۔''

''تمہیں بہت دکھ ہوا ہے ہنیزہ کے جانے کا؟''

''تینوں بہنیں چلی گئیں تو اداسی تو ہوگی نا۔''

''میں جو ہوں۔'' وہ سادگی سے بولی تیمور کے لبوں پر شریر مسکراہٹ پھیلی تھی۔

''تم میری بہن تو نہیں ہو۔'' وہ جھینپ سی گئی' ڈارک گرین سوٹ پر ملٹی کلر کام میں ملبوس' پارلر سے تیار شدہ' رات کی تنہائی میں یوں جھینپی سی' وہ ایک دم اٹھ کھڑا ہوا۔

''کیا ہوا تیمور؟''

''میں ڈریس چینج کروں گا' تم بھی آرام کرو سارا دن کی تھکی ہوئی ہو۔'' وہ اثبات میں سر ہلاتی اٹھی اور باہر چلی گئی' وہ گہری سانس لیتا دھپ سے بیڈ پر پھر سے گر گیا تھا۔

❁.......❁.......❁

''کیسی طبیعت ہے؟'' ڈاکٹر نے مسکرا کر پوچھا۔

''بہتر ہے ابھی اٹھا نہیں جاتا۔'' اس کی آواز میں نقاہت تھی۔

''اٹھنا بھی نہیں' کچے زخم ہیں اور بہت گہرے بھی۔ آہستہ آہستہ تم مزید بہتر ہوتے جاؤ گے' ہمت سے کام !'' ڈاکٹر نے اس کا کندھا تھپکا' وہ تھکان سے مسکرایا۔

''لیٹے لیٹے بھی تو تھک گیا ہوں۔''

''بہت درد تھا تو لیٹنے' بیٹھنے کا فرق بھی معلوم نہیں ہو پا رہا تھا اور درد میں کمی آتے ہی دوسرے احساسات بھی جاگ گئے۔'' ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے اسے چھیڑا تھا۔

''مجھے گھر بات کرنی تھی مگر......'' وہ رکا' ڈاکٹر نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ ''ابھی تھوڑا اور بہتر ہو جاؤں ورنہ مام تو میری آواز سے سمجھ لیں گی کہ کچھ نہ کچھ گڑبڑ ہے اور وہ یہاں بھی پہنچ جائیں گی۔'' ڈاکٹر بے اختیار مسکرا دیا۔

''خدا تم پر رحم کرے اور تم جلد از جلد ری کور کرلو۔ میں امید کرتا ہوں کہ تم اچھا محسوس کر رہے ہوگے اور مزید اچھا پاؤ گے خود کو کچھ عرصے بعد پھر سب سے بات بھی کر لینا اور مل بھی لینا۔''

❁.......❁.......❁

تیمور مزید تعلیم کے لیے امریکہ چلا گیا تھا' جاتے ہوئے اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ روز فون کرے گا اور کوئی میم بھی وہاں سے نہیں لائے گا۔ سب ہنس دیے تھے' وہ گیا تو ماموں' مامی بہت اداس تھے' کتنے ہی دن بہت چپ چپ سے رہے۔

بہرحال وہ وقت بھی گزر گیا اور وہ واپس آ گیا' اسے بہت اچھی جاب بھی مل گئی تھی۔ وہ مصروف ہوگیا مگر نشاء کے لیے وہ ٹائم نکال لیتا تھا' اس کے لیے اس نے اپنی مصروفیت کو کبھی مسئلہ نہیں بننے دیا تھا وہ مینیج کرلیتا تھا۔ مامی اس کی شادی کا سوچ رہی تھیں اور

بہت سی لڑکیاں بھی زیر غور تھیں جن میں نشاء کہیں نہیں تھی۔ بیٹے کی نشاء میں دلچسپی ان سے چھپی ہوئی نہیں تھی مگر انہیں بہو کے لیے وہ ہرگز پسند نہیں تھی۔

❀......❀......❀

آج وہ بہت خوش تھا کیوں کہ وہ ہسپتال سے ڈسچارج ہورہا تھا۔ ڈاکٹر نے اسے اپنے کمرے میں بلایا اور بہت دھیمے لہجے میں روح رساں خبر سنائی وہ ششدر سا ڈاکٹر کو دیکھتا رہ گیا تھا۔

''ایسا کیسے...... کس طرح......؟''

''آپ کے پیٹ میں جو چاقو مارے گئے اس سے بہت سی نازک نسیں کٹ گئی ہیں' مجھے افسوس ہے اب آپ اولاد پیدا کرنے کے قابل نہیں رہے۔'' جب کہ وہ کچھ بولنے کے قابل نہیں رہ گیا تھا۔

❀......❀......❀

کرسٹل کا بول نشاء کے ہاتھ سے گر کر کرچی کرچی ہوگیا۔ نشاء کو تو کچھ لمحوں کے لیے سانس لینا بھول گیا تھا۔

''کیا ہوا؟'' تیمور کچن میں آیا تھا۔

''یہ...... یہ مجھ سے گر کر ٹوٹ گیا' مامی تو مجھے نہیں چھوڑیں گی۔'' اس کی آواز لرز گئی اتنی دیر میں طیبہ بھی آن پہنچی تھی۔

''یہ...... یہ کیسے ٹوٹا؟'' صدمے سے وہ وہیں کھڑی رہ گئیں۔

''مام...... دراصل نشاء اسے کیبنٹ میں رکھنے لگی تھی کہ میں اندر آیا تو مجھ سے ٹکرا کر یہ بول ٹوٹ گیا۔''

''تم دیکھ کر نہیں چل سکتے تھے۔'' اکلوتے لاڈلے پر وہ جھلا ہی سکتی تھیں۔

''سوری مام! مجھے اتنی پیاس محسوس ہورہی تھی کہ میں تیزی سے اندر آیا تو ٹکرا گیا اور دیکھ لیں' اس نقصان کی وجہ سے ابھی تک پانی بھی نہیں پیا۔'' وہ مظلوم بنا طیبہ کچھ دیر تاسف سے کرچیوں کو دیکھتی رہیں پھر گہری سانس لیتی نشاء کی طرف مڑیں۔

''پہلے تیمور کو پانی دے دو پھر یہ کرچیاں سمیٹ دینا۔'' وہ باہر گئیں تو شکر گزاری سے نشاء کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

''شکریہ تیمور! آج تو تم نے مجھے سچ مچ بچالیا ورنہ تو مامی میرا قیمہ بنادیتیں تو وہ بھی کم ہوتا۔''

''ایسا کم از کم میرے ہوتے ہوئے تو نہیں ہوسکتا۔'' وہ مسکرایا۔ ''اب تو پانی پلادو مجھے سچ مچ پیاس لگی تھی۔'' وہ مسکراتے ہوئے پلٹی اور اس کے لیے گلاس میں پانی نکالنے لگی۔

❀......❀......❀

وہ کمرے میں اندھیرا کیے اوندھا لیٹا ہوا تھا' متضاد سوچوں نے اس کا دماغ چکرا دیا تھا۔ اس محرومی کی وجہ سے اسے کیا کیا چھوڑنا تھا' کیا کیا کرنا تھا۔ یہ سب سوچیں اس کے دماغ میں انتشار پیدا کررہی تھیں۔ ذہن کسی ایک بات پر یکسو نہ ہو پا رہا تھا' وہ تو خوش خوش تھا کہ اس کے زخم ٹھیک ہوگئے ہیں لیکن اب اسے لگتا تھا کہ زخم تو اب گہرے ہوئے ہیں۔ لہو تو اب رسنا شروع ہوا ہے' پتا نہیں کس کس زخم سے لہو رس رہا تھا۔ جو کچھ وہ سوچ رہا تھا اس کے بعد تو دل سے نکلنے والا خون سب سے زیادہ بہتا' یہ اسے بھی پتا تھا مگر دوسری صورت میں خسارہ دونوں کے حصے میں آتا اور وہ ''اس'' کو اس خسارے میں شریک نہیں بنانا چاہتا تھا۔

❀......❀......❀

شانزہ آئی ہوئی تھی خود تو ماں کی طرح لیے دیئے ہی رہتی مگر بچوں کو نشاء کے پیچھے لگادیتی تھی۔ وہ نشاء سے فرمائشیں کرکر کے مزے کی چیزیں بنواتے' اس وقت وہ ان کے لیے ڈونٹس بنارہی تھی جب تیمور کچن میں آیا۔

''آنی کو تو تھکا دیتے ہو آپ۔''

''نہیں ماموں! آنی نہیں تھکتیں۔'' نہال لہک کر بولا۔

''کیوں وہ اسٹیل کی بنی ہوئی ہیں؟'' اس نے

بھنویں اچکائیں۔ نہال اور بلال کھلکھلا کر ہنس پڑے تھے۔

دوسرے دن وہ ان کے لیے زنگر برگر اور فرنچ فرائز تیار کررہی تھی۔ تیمور سوفٹ ڈرنک کے کین لے کر آیا۔

''بچوں کے بہانے ہمارے بھی مزے ہوگئے ورنہ تو محترمہ کو کتابوں سے ہی فرصت نہیں ملتی کہ ہم سے بھی کچھ پوچھ لیں۔''

'تم میری بات مانو تو میں تمہیں پوچھوں نا' کتنی مرتبہ کہا ہے اپنے لیپ ٹاپ میں ناولز پڑھنے دو پڑھنے دیئے کبھی۔''

''فضول...... بالکل فضول' کوئی کام کی چیز پڑھو تو میں اپنا لیپ ٹاپ دے بھی دوں۔ ان فضول رومانٹک اسٹوریز کو پڑھ کر معلومات میں کون سا اضافہ ہوگا۔''

اس نے ہمیشہ کی طرح صاف جواب دیا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

منصور کے دوست سرفراز کے بیٹے جواد کا رشتہ نشاء کے لیے آیا تھا' منصور نے جھجکتے ہوئے ماں کے آگے پرپوزل پیش کیا تھا وہ کتنی ہی دیر چپ رہ گئی تھیں۔ جب بیٹا کسی اور کا رشتہ ان کے سامنے پیش کررہا تھا تو یہ ازخود اشارہ کررہا تھا کہ اس کی مرضی اسی میں تھی۔

''کیا بہتر نہیں تھا اگر تیمور کے لیے نشاء کا رشتہ لیا جاتا۔''

''نہیں اماں! تیمور کی بھی یہی رائے ہے کہ جواد کا رشتہ نشاء کے لیے بہت اچھا ثابت ہوگا۔ وہ خود تو بالکل انٹرسٹڈ نہیں ہے۔''

نشاء کو جب نانو سے اس رشتے کا پتا چلا تو وہ شاکڈ رہ گئی تھی۔ دکھ' صدمہ' بے یقینی...... وہ جو اس کا اتنا خیال رکھتا تھا اس کے سر آئی مصیبت اپنے اوپر لے آتا تھا وہ اس میں انٹرسٹڈ ہی نہیں تھا وہ کیسے مان سکتی تھی۔ وہ اس کے کمرے میں چلی آئی' وہ بیڈ پر بیٹھا اپنے جاگرز کے لیس باندھ رہا تھا۔

چکنی جلد

چکنی جلد کو صاف رکھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ کھیرے کے جوس میں عرق گلاب ملا کر چہرے پر لگائیں اور دس پندرہ منٹ بعد منہ دھوئیں۔ ہفتے میں صرف ایک بار یہ عمل کریں۔

ذیابیطس

جامن ایک ایسا پھل ہے جو ذیابیطس کے مریضوں کو زیادہ سے زیادہ کھانا چاہیے' ذیابیطس کو کنٹرول کرتا ہے خون سے چربی کو کم کرتا ہے اس کے بیجوں کو خشک کر کے سفوف بنا کر استعمال کرنے سے بھی بے حد فائدہ ہے۔

چمڑے کے داغ

چمڑے کی بنی ہوئی چیزیں' جیسے سوٹ کیس' ہینڈ بیگ اور پرس وغیرہ اگر ان چیزوں پر داغ دھبے پڑ جائیں تو ایک سفید موم بتی لے کر ان داغوں پر رگڑیں داغ دھبے دور ہوجائیں گے۔

چولائی

چولائی کے پتوں کے جوس میں شکر ملا کر پینے سے خارش سے نجات مل جاتی ہے۔

کف

دو تولہ ادرک کے رس میں شہد ملا کر پینے سے کف اور بلغم کا خاتمہ ہوتا ہے۔

پیشاب کی جلن

پیشاب رک رک کر آتا ہو یا جلن ہوتی ہو تو گنے کا رس استعمال کرتے رہنے سے جلن ختم ہوجاتی ہے اور اگر پیشاب میں خون آتا ہے تو وہ بھی آنا بند ہوجاتا ہے۔

انتخاب: ماہا اسلم...... بفرزون، کراچی

''آؤ نشاء؟'' خوشدلی سے کہتا وہ اٹھ کھڑا ہوا' وہ چپ چاپ اسے دیکھتی رہی۔

''ایسے کیا دیکھ رہی ہو' بدل گیا ہوں یا زیادہ اچھا لگ رہا ہوں۔'' وہ شرارت سے مسکرایا۔

''تم نے ماموں کو جواد کے رشتہ کے لیے راضی کیا ہے؟'' وہ گہری سانس لیتا ہوا سیدھا ہو گیا۔

''تو برا کیا کیا' وہ ہے ہی اتنا اچھا اور ویل گرومڈ۔''

''وہ تو تم بھی ہو۔ تو پھر تم کیوں نہیں؟'' اس کا لہجہ چبھتا ہوا تھا' وہ خاموشی سے کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر اس کے نزدیک آکر کندھوں سے تھام کر اسے صوفے پر لا بٹھایا۔

''بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔''

''کیا بات' یہ کہ میں غلط امیدیں وابستہ کر بیٹھی ورنہ تم تو محض ترس کھاتے تھے مجھ پر۔''

''نہیں میں نے کبھی تم پر ترس نہیں کھایا اور کوئی وجہ بھی نہیں تھی ترس کھانے کی لیکن میں نے کبھی تم سے شادی کا بھی نہیں سوچا۔ میرے پلانز میں فی الحال شادی ہے بھی نہیں' کروں گا ضرور مگر ابھی نہیں' ابھی میرے اور بہت سے پروگرام ہیں۔''

''تو مجھے بھی کوئی جلدی نہیں ہے۔''

''نہیں لڑکیوں کی ایک لمٹڈ ایج ہوتی ہے' جس میں ان کی شادی ہو جانی چاہیے۔ اس لیے تم بھی اس رشتے پر غور کرلو ورنہ تمہاری مرضی ہے نہ کرو۔ میں اب چلتا ہوں مجھے دیر ہو رہی ہے۔'' وہ تیزی سے کمرے سے باہر چلا گیا اور وہ کتنی ہی دیر بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی تھی۔

❀......❀......❀

اس نے نانو کو اس رشتے کے لیے رضامندی دے دی تھی' وہ لوگ منگنی کی رسم کرنے آئے تو شادی کی تاریخ بھی ساتھ ہی طے کر کے گئے تھے۔ وہ کٹھ پتلی بن گئی تھی' نانو اور مامی شاپنگ کے لیے ساتھ لے جانا چاہتیں وہ بلا حیل و حجت کیے ساتھ چل پڑتی۔ پارلر لے جاتیں وہ چلی جاتی' باقی وقت وہ اپنے کمرے میں رہتی۔ تیمور کا سامنا کرنا اور اس سے مخاطب ہونا اس نے کب کا چھوڑ دیا تھا وہ اگر اس سے بات کرنا بھی چاہتا تو وہ بغیر جواب دیئے سامنے سے ہٹ جاتی۔ اس نے سچ مچ تیمور سے محبت کی تھی اور بری طرح شکست کھائی تھی' اب اور رسوا نہیں ہونا چاہتی تھی۔

جواد کے ساتھ رخصت ہو کر وہ نئے گھر اور نئے لوگوں میں آ گئی تو انہیں سمجھنے اور ان کے مزاج میں ڈھلنے کی کوششوں میں مصروف ہو گئی اور میکے جانا بہت کم' نہ ہونے کے برابر' پریگنینسی کے بعد تو اس نے وہاں جانا بالکل ہی ختم کر دیا تھا۔

نانو سے فون پر بات کر لیتی تھی' وہ خود ماموں کے ساتھ ہفتہ' دس دن میں اس سے مل آتی تھیں پھر ایک خوشگوار دن اس کا بہت پیارا بیٹا فہد پیدا ہوا۔ ایک خوشگوار ہل چل مچ گئی تھی' انہی دنوں جواد کی کزن فاریہ انگلینڈ سے ان کے گھر آئی تھی اور اس کی جواد کے ساتھ بے تکلفی قابل دید تھی۔ جواد بھی اس میں بہت زیادہ انوالو ہو رہا تھا' نشاء کچھ دن خاموشی سے دیکھتی رہی پھر ایک دن جواد سے پوچھ لیا۔

''یہ فاریہ کچھ زیادہ ہی فرینک نہیں ہو رہی آپ کے ساتھ؟''

''کیوں تمہیں کیا تکلیف پہنچی ہے اس کے رویے سے؟'' وہ سرد مہری سے بولا تھا۔

''بہت زیادہ تکلیف پہنچی ہے' وہ کس حساب میں آپ سے اتنی فری ہو رہی ہے؟''

''بہت قریبی رشتہ ہے ہمارا اور مزید قریبی بھی ہو سکتا ہے۔'' اس کے لہجے کی ٹھنڈک میں کچھ اور اضافہ ہوا تھا۔

''پہلے ہی اس سے قریبی تعلق بناتے نا' مجھ سے شادی کیوں کی تھی؟''

''غلطیاں انسان سے ہی ہوتی ہیں۔'' اس کے اتنے آرام سے کہنے پر وہ بھڑک اٹھی۔

''تو مجھ سے شادی آپ کے لیے غلطی ہے۔'' پھر

بات بڑھتی گئی یہاں تک کہ وہ نانو کے پاس چلی آئی۔ نانو‘ ماموں اور طیبہ مامی سب نے اسے ہی جذباتی قرار دے کر قصوروار ٹھہرایا تھا۔

’’ایسے معاملات انتہائی ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ ہینڈل کیے جاتے ہیں‘ تمہیں کچھ محسوس ہوا بھی تو یوں کھل کر پوائنٹ آوٹ کرنے کی کیا ضرورت تھی‘ اپنے ساس‘ سسر سے بات کرتیں وہ خود سارا معاملہ دیکھ لیتے۔‘‘ ان سب نے مل کر اسے سمجھایا‘ ماموں نے سرفراز سے بات کی تو وہ دونوں میاں بیوی اسے لینے آگئے۔

کچھ ہی عرصہ نارمل گزرا تھا کہ جواد نے خود انگلینڈ کے چکر لگانے شروع کردیے۔ اس بار اس کے والدین نے اس سے بات کی تھی اس نے واضح بتادیا کہ وہ فاریہ سے شادی کا خواہش مند ہے اور نشاء میں اسے کوئی دلچسپی نہیں۔ وہ ساتھ رہنا چاہتی ہے تو ٹھیک ورنہ وہ خود انگلینڈ شفٹ ہورہا ہے پھر کیا رہ گیا تھا وہ آٹھ ماہ کے فہد کو لیے پھر سے نانو کی دہلیز پر لوٹ آئی تھی۔

جواد کے سر پر فاریہ کا جادو ایسا سوار تھا کہ ماں باپ کے روکنے اور احتجاج کی پروا کیے بغیر اس نے نشاء کو طلاق کے ساتھ ہی فہد بھی دے دیا تھا باقاعدہ لکھ کر‘ عدت تک تو وہ یوں رہی جیسے گھر میں موجود ہی نہ ہو۔ عدت کے بعد اس نے ماموں سے جاب کرنے کی اجازت مانگی۔

اب فہد کے بھی اخراجات تھے‘ وہ ان پر کتنا بوجھ بنتی لیکن ماموں نے سختی سے منع کردیا اس نے خاموشی سے وہ سارے کام دوبارہ سے اپنے ذمہ لے لیے جو شادی سے پہلے کرتی تھی اس وقت شام ہورہی تھی وہ چائے بنانے کے لیے کمرے سے باہر آئی‘ نانو کے کمرے کی طرف آئی تو باہر آتے تیمور کو دیکھ کر ایک طرف ہوگئی‘ وہ بھی ٹھٹک گیا۔

’’کیسی ہو نشاء؟‘‘

’’ٹھیک ہوں۔‘‘ اس کے لہجے میں بے گانگی تھی۔ وہ آگے بڑھ گئی۔

’’ایکسکیوزمی! کیا میں اسے لے سکتا ہوں؟‘‘ اس نے فہد کی طرف ہاتھ بڑھائے اس نے چپ چاپ اسے تیمور کے حوالے کیا اور خود کچن میں آگئی اس کے بعد تو اکثر وہ دیکھتی تھی کہ تیمور گھر میں ہوتا تو فہد اس کے پاس ہی ہوتا تھا۔ فہد کو اس کی نسبت‘ طیبہ مامی کا پیار بھی حاصل تھا۔ گھر میں وہی چھوٹا سا بچہ تھا تو سب ہی بہت محبت سے پیش آتے تھے۔

❀.......❀.......❀

’’تیمور کا کب تک ارادہ ہے شادی کرنے کا؟‘‘ اس وقت وہ سب لاؤنج میں بیٹھے تھے‘ نانو نے طیبہ مامی کو مخاطب کیا تھا۔

’’پتا نہیں اماں! میری تو سمجھ میں نہیں آتا یہ لڑکا چاہتا کیا ہے‘ جب بات کرو ابھی رکیں ممی‘ ابھی ٹھہریں۔‘‘

’’تو ممی کہاں دوڑی بھاگی جارہی ہیں کہ انہیں روکتا ہی رہتا ہے۔‘‘ ماموں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

’’یہ تو آپ پوچھئے گا صاحبزادے سے کہ کیا مطلب ہے؟‘‘ مامی نے ناراضگی سے کہا‘ شامت اعمال کہ تیمور نے اسی وقت اندر قدم رکھا تھا۔

’’آؤ بیٹا! ابھی تمہارا ہی ذکر ہورہا تھا۔‘‘ ماموں شرارت سے مسکرائے‘ وہ چونکتا ہوا۔

’’خیر ہی تھا نا؟‘‘

’’تیمور! یہاں سب موجود ہیں‘ تمہارا شادی کے متعلق کیا خیال ہے‘ تم کیسی لڑکی چاہتے ہو‘ کسے پسند کرتے ہو ہمیں بتادو تم جہاں کہو گے ہم وہیں تمہاری شادی کروادیں گے۔‘‘ طیبہ کی بات پر وہ ایک دم چپ ہوگیا تھا۔

’’بتادو یار! ایسی آفر تو بہت کم مائیں دیتی ہیں‘ تم تو لکی ہو جو ایسے کھلے آپشن تمہارے سامنے رکھے جارہے ہیں۔‘‘ ماموں نے اس کی حوصلہ افزائی کی‘ وہ

اسی طرح خاموش تھا۔

"دیکھا...... یہ اسی طرح گم صم ہو جاتا ہے جیسے کوئی سزا سنا دی گئی ہو۔" طیبہ نے غصے سے اسے گھورا۔

"کیا یہ بہت ضروری ہے کہ ہر بندہ شادی بھی ضرور ہی کرے اس کے بغیر بھی تو گزارہ ہو رہا ہے نا؟"

"سن لیا آپ نے بس یہی سننے کی کسر رہ گئی تھی۔" طیبہ تو بھڑک اٹھیں۔

"یہ کیا بات کی تم نے تیمور! شادی تو ایک فریضہ ہے جس سے ایک ساتھی تو ملتا ہی ہے ساتھ ہی نسل بھی بڑھتی ہے۔"

"کیا کوئی گارنٹی ہے کہ نسل بھی ضرور بڑھتی ہے۔" منصور کی بات کا ایسا جواب وہ تو وہ طیبہ اور نانو بھی ساکت رہ گئی تھیں منصور نے ہی بات آگے بڑھائی تھی۔

"گارنٹی تو خیر کوئی نہیں دے سکتا لیکن عموماً یہی رزلٹ آتا ہے۔"

"میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔" وہ تیزی سے وہاں سے چلا گیا۔ طیبہ تو پھٹ پڑیں۔

"سن لی آپ نے اس کی باتیں یہ ہیں اس کے خیالات۔ شادی کے بغیر بھی اچھا گزارہ ہو رہا ہے اور نسل بڑھنے کی کیا گارنٹی ہے بس بہت ہو گیا......"

"میرا خیال ہے یہ کسی غریب لڑکی کو پسند کرتا ہے اور ہمیں بتانے سے ہچکچاتا ہے۔ تم طریقے سے اُگلواؤ اسے پسند ہے تو جیسی بھی ہے ہم قبول کرلیں گے۔"

"خیر میرا بچہ کسی ایسی ویسی کو تو پسند نہیں کرسکتا وجہ کوئی اور ہے۔" نانو نے حتمی لہجے میں کہہ کر بات ختم کردی۔

❀......❀......❀

فہد کو موسمی بخار ہو گیا وہ ماموں کے ساتھ جا کر اسے ڈاکٹر کو دکھالائی تھی۔ ابھی بھی وہ دواؤں کے زیر اثر سو رہا تھا۔ وہ پاس لیٹی اسے دیکھ رہی تھی جو دو دن کے بخار سے کملا سا گیا تھا دروازہ ناک ہوا وہ اٹھ بیٹھی۔

"آ جائیں۔" دروازہ کھلا اور تیمور اندر داخل ہوا۔

"کیسا ہے فہد؟"

"اب تو بہتر ہے۔" وہ آہستہ سے بولی مبادا فہد کی نیند خراب ہو اس نے فہد کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر ٹمپریچر دیکھا پھر اثبات میں سر ہلایا۔

"میں چلتا ہوں تم بھی غالباً آرام کر رہی ہو۔"

"نہیں کچھ کام ہے وہ کروں گی۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ کچھ دیر خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

"مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں اگر تم فارغ ہو تو......"

"کرو فی الحال تو فارغ ہی ہوں۔" وہ سائیڈ پر رکھے صوفے پر آ بیٹھے۔

"تمہیں فہد سے بہت محبت ہے نا؟" نشاء کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ آ گئی۔

"میرا خیال ہے کہ ہر ماں اپنے بچے سے بہت محبت کرتی ہے۔"

"اس کے بغیر تمہاری زندگی کتنی بے رنگ ہوتی نا؟" نشاء نے حیرت سے اسے دیکھا وہ کس قسم کے سوال پوچھ رہا تھا۔

"تم جو بات کرنا چاہتے ہو وہ کرو فہد اور مجھے ایک طرف کرکے۔"

"میں جو بات کرنے آیا ہوں وہ اسی ٹاپک سے متعلق ہے۔ میں جانتا ہوں تم مجھ سے آج تک ناراض ہو کیوں کہ میں نے تم سے شادی نہیں کی لیکن مجھ سے شادی کی صورت میں تمہیں کوئی فہد بھی نہ ملتا۔"

"پلیز تیمور! یہ کیسی باتیں کر رہے ہو تم؟" وہ ناگواری سے کہہ کر اٹھنے لگی مگر اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دوبارہ بٹھادیا۔

"دراصل تم میری بات نہیں سمجھ سکیں مجھ میں باپ بننے کی صلاحیت نہیں ہے۔ امریکہ میں ایک رات کچھ نیگروز میرے پیچھے لگ گئے موبائل اور والٹ تو چھینا

ہی ساتھ ہی میرے پیٹ میں بہت سارے چاقو بھی
مارے، کتنے دن میں ہسپتال میں رہا ہوش آیا تو پتا چلا
کہ وہ مجھ سے صرف فون اور والٹ ہی نہیں ایک قیمتی
متاع بھی لے گئے۔ اتنی بڑی محرومی کے ساتھ میں
تمہاری زندگی خراب نہیں کرسکتا تھا۔ کمی مجھ میں تھی تو
سزا تم کیوں بھگتو، بس میں نے دل پر پتھر رکھ کر تمہیں
خود سے الگ کردینے کا فیصلہ کرلیا۔ یہ کوئی آسان
فیصلہ نہیں تھا‘ کتنی راتیں میں نے جاگ کر گزاریں‘
کتنے دن پُل صراط پر لٹکا رہا نہ تمہیں چھوڑ جانے پر دل
آمادہ ہوتا تھا نہ کسی اور کے حوالے کرنے کو مگر بہت
ہمت کر کے میں نے وہ قدم اٹھایا اور تمہارے لیے
ایک دوسرا پرپوزل سامنے لایا۔ بہت مشکل تھا تمہیں
کسی اور کے ساتھ دیکھنا لیکن تمہاری تکمیل کے لیے۔
تمہیں مکمل خوشی دینے کے لیے‘ مجھے یہی کرنا چاہیے تھا
اور میں نے یہی کیا۔“ وہ چپ سا ہو کر ان دنوں کی یاد
میں کھو گیا‘ وہ کتنے اذیت بھرے دن تھے اور وہ اکیلا ہی
برداشت کر رہا تھا وہ یہ سب کسی سے شیئر کر ہی نہیں سکتا
تھا۔

ماں باپ اکلوتے بیٹے کی اتنی بڑی کمی سے کیسے
سمجھوتہ کر پاتے اور خدانخواستہ صدمے سے انہیں کچھ
ہو بھی سکتا تھا اور نشاء جسے اپنانے کا مطلب تھا اسے
محروم رکھنا اور اسے چھوڑنے کا مطلب تھا خود کو محروم
رکھنا‘ پھر ضمیر کی جیت ہوئی تھی۔ کیا ہوا جو دل خالی ہو گیا
روح زخمی ہوگئی‘ پر انسانیت تو جیت گئی نا۔ سب سے
مشکل وقت تو تب آیا تھا جب اس کے سامنے جواد
کے پرپوزل کی حمایت کرنی پڑی پھر اسے جواد کے
ساتھ دیکھنا‘ یہی تو امتحان تھا۔ انسانیت کی معراج تھی
وہ کب سے خود کو تیار کر رہا تھا پھر بھی یہ سب سہنا اتنا
مشکل ہو رہا تھا کہ ضبط کے بندھن ٹوٹتے محسوس
ہو رہے تھے وہ گھر سے چلی گئی تو گھر کاٹنے کو دوڑنے
لگا پھر ایک دن گرینی کو ممی سے کہتے سنا کہ نشاء کے ہاں
خوشخبری ہے‘ ایک اذیت کی لہر اسے اندر تک کاٹ گئی

تھی حالانکہ اسی لیے تو اسے کسی اور کے حوالے کیا تھا پھر یہ تکلیف کیسی۔

ہر بار نئے سرے سے وہ دکھ اٹھاتا تھا' راتوں کو جاگنا تو معمول بن چکا تھا۔ نشاء کسی اور کے ساتھ' کسی اور کی بیوی' نیند کی دوائی نہ لیتا تو اسے لگتا تھا کہ اس کے دماغ کی رگ کسی رات پھٹ ہی جائی تھی اور جس کے لیے اتنی قربانیاں دیں وہ اجڑ کر پھر سے وہیں آ گئی تھی۔ اب وہ وقت ضائع نہیں کرسکتا تھا اب وہ اسے نہیں گنوا سکتا تھا اور اس کے پاس آ پہنچا تھا جو گم صم کھڑی اسے دیکھ رہی تھی ایسا ہولناک انکشاف ایسا دکھ' وہ اسے ہرجائی سمجھ کر اس سے کتراتی رہی اور وہ تنہا ہر درد برداشت کرتا رہا۔

''تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا تیمور! تم نے مجھ سے شیئر کیوں نہیں کیا' میں کبھی تم سے الگ نہیں ہوسکتی تھی۔ کسی قیمت پر نہیں' یہ میرے لیے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ تم نے مجھ سے کیوں چھپایا' تم نے مجھے کتنا بڑا دکھ دیا تھا اپنی جدائی کی صورت میں۔'' اس کے سامنے تو یہ کمی کوئی کمی ہی نہیں تھی' میں صرف تمہارے ساتھ بھی بہت خوش رہ لیتی' تمہارے علاوہ مجھے اور کسی کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

وہ افسردگی سے مسکرایا وہ جانتا تھا وہ یہی کرتی' وہ اس کے جذبات کو بہت اچھی طرح جانتا تھا مگر ماں بننا عورت کا فطری حق ہے وہ اسے کیوں محروم رکھتا۔

''اوکے جو ہوگیا' اسے جانے دو اب بتاؤ مجھ سے شادی کروگی؟''

''ہاں۔'' اس نے ایک لمحہ کی تاخیر کیے بغیر فوراً کہا تھا۔

''سوچ لو' مشکل میں پڑسکتی ہو' ممی......''

''میں مامی کی سب باتیں سن لوں گی' تمہارے لیے میں سب سہہ لوں گی' تمہیں شکایت نہیں کروں گی۔'' وہ اس بار دل سے مسکرایا تھا۔

''اٹس اوکے' میں ڈیڈ سے بات کرتا ہوں۔''

''وہ نہیں پتا ہے کہ......'' وہ جھجک کر بولی۔

''نہیں۔'' وہ فوراً سمجھ گیا۔ ''لیکن اب بتاؤں گا' ضروری ہے کہ اب ان کے علم میں ہر بات ہو۔''

''انہیں بہت دکھ ہوگا۔'' وہ گھبرا گئی۔

''ایک بار تو یہ تکلیف انہیں سہنی ہی پڑے گی تو ہی وہ مام کو سمجھا پائیں گے ورنہ وہ آسانی سے ہماری شادی کے لیے رضامند نہیں ہوں گی۔''

''مامی تو ہر وقت تمہارے بچوں کی باتیں کرتی رہتی ہیں' وہ تو سن کر بیمار ہی نہ پڑ جائیں۔''

''یہی خدشہ تو آج تک مجھے چپ رکھے ہوئے تھا لیکن اب ایک دفعہ تو اس اذیت سے گزرنا ہی پڑے گا۔ کتنا ہی بڑا زخم ہو' ایک بار تو اسے نشتر سے کاٹنا ہی پڑتا ہے ایک دفعہ کی سخت تکلیف کے بعد سب کچھ نارمل ہوجائے گا' ابھی تو مجھے ہمارے دوبارہ مل جانے کی خوشی کو محسوس کرلینے دو۔'' اس نے ہلکے پھلکے انداز میں بات بدلی تو کتنے ہی آنسو نشاء کی آنکھوں سے چھلک گئے تھے' اس عظیم انسان کی عظمت کے لیے اس کے دکھوں کے لیے یا اپنی محبت کے لیے۔

''بس اب نہیں رونا' اب ان شاء اللہ خوشیوں کے دن آنے والے ہیں اب خوش رہنے کی پریکٹس شروع کردو۔'' اس کے شرارت سے کہنے پر وہ بے اختیار ہنس پڑی تھی۔

وہ ہمیشہ سے اس کی مصیبتیں اپنے سر لیتا رہا تھا تو اب تو ساری زندگی ہی اس کے حوالے تھی تو اب خوش ہونے کا جواز بھی تھا اور آئندہ زندگی کی خوشیوں کی امید بھی وہ اب ہلکی پھلکی ہوکر اپنے آئندہ کے خواب بن سکتی تھی۔ تیمور جبر پھر صبر کے سخت ترین مراحل سے گزرا تھا اب اجر ملا تھا تو شکرانہ واجب تھا۔ اس نے تشکر سے اوپر دیکھا اور پھر مسکراتی ہوئی نشاء کو اور خود بھی مسکرا دیا تھا۔

حافظ شبیر احمد

گل خان...... جہلم

جواب:۔ بعد نماز عشاء سورۃ قریش 111 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ روزگار اور اپنے لیے دعا کیا کریں۔ شوہر صدقہ دیتے رہا کریں۔

جمیل...... کراچی

جواب: سورۃ فرقان کی آیت نمبر 74 اور 3 مرتبہ سورۃ یٰسین اول و آخر 3،3 مرتبہ درود شریف۔

صرف یہ 2 وظائف جاری رکھیں صدقہ دیں رکاوٹ ختم ہوگی۔ اللہ آپ کے لیے آسانی فرمائے۔

شازیہ عمران...... رحیم یار خان

جواب:۔ مسئلہ نمبر ۱،۲: آپ اثرات زدہ اور شکی ہیں۔ فجر کی نماز کے بعد سورۃ قریش 111 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ روزگار کے لیے۔

بعد نماز عشاء سورۃ فلق، سورۃ الناس 41،41 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف پڑھ کر اپنے پورے جسم پر دم کریں۔

مسئلہ نمبر ۳: شادی کے لیے خود استخارہ کریں پھر کوئی فیصلہ کریں۔

مسئلہ نمبر ۴: والدہ سورۃ فاتحہ پڑھا کریں کثرت سے۔ باوضو رہا کریں۔

ن۔ا۔م...... ساہیوال

جواب: والدہ خود پڑھیں روزانہ سورۃ العصر 41 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ اعجاز کے سرہانے کھڑے ہوکر جب وہ نیند میں ہو۔ پڑھتے وقت مقصد ذہن میں ہو۔

نوکری کے لیے سورۃ قریش 111 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف بعد نماز عشاء۔

دین محمد...... کوٹلہ

جواب: بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

بعد نماز عشاء سورۃ فلق سورۃ الناس 1،1 تسبیح روزانہ۔ رکاوٹ بندش ختم کرنے کے لیے بہن خود کرے یا والدہ۔

عرفان احمد...... کراچی

جواب:۔ وتنزل من القرآن ماھو شفاء و رحمتہ اللمومنین. روزانہ قرآن پڑھیں۔ جتنا بھی پڑھیں۔ پانی پہ پھونک کر پئیں۔ انشاء اللہ شفاء ہوگی۔

ساجدہ بیگم...... لاہور

جواب:۔ سورۃ الفلق اور سورۃ الناس۔ فجر اور مغرب کی نماز کے بعد 21،21 مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا کریں۔

علاج کرائیں۔

ماہیر الیاس...... منڈی بہاؤالدین

جواب:۔ سورۃ قریش بعد نماز عشاء 21 مرتبہ روزانہ۔ اول و آخر درود شریف۔ 3،3 مرتبہ۔ کامیابی کے لیے۔

ہر نماز کے بعد سر پہ ہاتھ رکھ کر یا قوی 11 مرتبہ پڑھا کریں۔

خالدہ شریف...... گوجرانوالہ

جواب:۔ سورۃ العصر روزانہ سرہانے کھڑے ہوکر 21 مرتبہ پڑھا کریں جب بچہ سو جائے۔

زاہدہ بیگم...... لاہور

جواب:۔ گھر میں جنات ہیں۔

سورۃ الفلق اور سورۃ الناس 1،1 تسبیح روزانہ۔ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ اپنے

اوپر دم کیا کریں۔

تہمینہ...... راولپنڈی

جواب:۔سورۃ اخلاص‘ سورۃ الفلق‘ سورۃ الناس 11,11 مرتبہ صبح وشام پانی پر دم کر کے پیا کریں، روزانہ۔ اول وآخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔ بھائی کو بھی پلائیں۔

رفیق...... سمندری

جواب:۔سورۃ فرقان والا وظیفہ جاری رکھیں۔ ساتھ ہی بعد نماز عشاء سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کی 1,1 تسبیح بھی کریں۔ بندش سخت ہے رشتے آتے ہیں تو رکاوٹ آ جاتی ہے۔ صدقہ دیں‘ گوشت کا ہر ہفتہ۔

جن کا مسئلہ ہے ان کا نام مع والدہ کے نام کے ساتھ بتائیں۔

مہ جبین...... چیچہ وطنی

جواب:۔سورۃ مزمل 3 مرتبہ چینی پر دم کرلیں۔ چینی گھر کے تمام افراد کے استعمال میں آئے۔ اول وآخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔ گھر کے لڑائی جھگڑے کے لیے۔

سورۃ القریش 111 مرتبہ بعد نماز عشاء اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ تنویر خود پڑھے اپنے کام کے لیے روزانہ۔

نوید ہ پر تعویزات ہیں، علاج کروائیں۔

ت س...... کوہاٹ

جواب:۔(۱) آیاتِ شفا 101 مرتبہ تیل پر دم کرلیں اور روزانہ مالش کریں۔ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔

(۲) سورۃ القریش 111 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف، روزانہ۔

جائیداد/ کاروبار/ امتحان تینوں کے لیے دعا کریں۔

شمائلہ...... گوجرانوالہ

جواب: رشتہ کے لیے بعد نماز فجر سورۃ فرقان کی آیت نمبر 74‘ 70 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

سورۃ عبس بعد نماز عشاء 3 مرتبہ پڑھا کریں۔ پانی پر دم کر کے پورے گھر میں چھڑکاؤ کریں (حمام کے علاوہ)

http://facebook.com/elajbilquran
www.elajbilquran.com

نوٹ

جن مسائل کے جوابات دیئے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔

موبائل فون پر کال کرنے کی زحمت نہ کریں۔ نمبر بند کردیا گیا ہے۔

اس ماہ جن لوگوں کے جواب شائع نہیں ہوئے وہ اگلے ماہ شائع ہوں گے۔

ای میل صرف بیرون ملک مقیم افراد کے لیے ہے۔

rohanimasail@gmail.com

روحانی مسائل کا حل کوپن برائے جنوری ۲۰۱۶ء

نام............ والدہ کا نام............ گھر کا مکمل پتا............

....

گھر کے کون سے حصے میں رہائش پزیر ہیں............

میمونہ رومان

ثناء ریاض چوہدری...... بوسال سکھا

قتل طفلاں کی منادی ہو رہی ہے شہر میں
ماں! مجھے مثل موسیٰ تو بہادے نہر میں

نیلی ظہیر...... کوٹلہ جام

جو اعلیٰ ظرف ہوتے ہیں ہمیشہ جھک کے ملتے ہیں
کہ صراحی سرنگوں ہوکر بھرا کرتی ہے پیمانہ

عظمیٰ فرید...... ڈی آئی خان

اتنی دوریاں نہ بڑھاؤ تھوڑا سا یاد کرہی لیا کرو
کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بن جینے کی عادت سی ہوجائے

یاسمین کنول...... پسرور

انہیں بھی پیار ہے شاید پرانی چیزوں سے
کہ مدتوں سے پرندے پرانے گھر میں ہیں
بڑی گرفت تھی اک اجنبی کے لہجے میں
عجب سی بات ہے اب بھی اسی سحر میں ہیں

توبیہ سحر...... بستی ملکوں

خدا نے لکھا ہی نہیں اسکو میری قسمت میں
ورنہ کھویا تو بہت کچھ تھا اسے پانے کے لیے

راؤ کرن بدرالدین...... ہالانیو

ہم تو مرجائیں گے اے ارض وطن پھر بھی تجھے
زندہ رہنا ہے قیامت کی سحر ہونے تک

ثانیہ مسکان...... گوجرخان

کس نے پاک وطن کی خاطر اپنا آپ گنوایا
کس نے گھر برباد کیے اور کتنا مال گنوایا
ڈھلتا سورج ڈوب رہا ہے آؤ بیٹھ کے سوچیں
جانے والے سال میں ہم نے کیا کھویا کیا پایا

ثمر عباس، لیلیٰ شاہ...... گجرات

اب کیا چھینو گے ہم سے لوگو!
ہم تو حاصل کو بھی لاحاصل سمجھتے ہیں

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

سن کر تمام رات میری داستان غم
وہ مسکرا کر بولے بہت بولتے ہو تم

سیدہ ندا اکرم حسین شاہ......

ہو بہو تیرے جیسی ہوتی وہ ذات ملتی
جو تجھ کو لکھتی تو خوب لکھتی وہ بات ملتی
ذرا سے خیال لمحوں میں بانٹتی ہوں
میں تجھ کو جی بھر کے یاد کرتی وہ رات ملتی

اذنا گوندل...... ہریا

روز محشر حساب ہوں گے
حسن والے خراب ہوں گے
بے وفاؤں کی گنتی ہوگی تو......
پہلی صف میں جناب ہوں گے

فصیحہ آصف خان...... ملتان

ہم وہ نہیں کہ مانگیں خیرات پیار کی
توڑ دیا ہم نے کاسۂ دل یہ سوچ کر

نورین لطیف...... ٹوبہ ٹیک سنگھ

کیا پھر سے نہیں ہوسکتا؟ ہم جان مانگیں تم سے
اور تم لگا کر گلے سے کہو "اور کچھ"

حلیمہ سعدیہ شوکت...... تل خالصہ

رلائے گا خدا ایک دن انہیں بھی ضرور
رواج بنا رکھا ہے جنہوں نے دنیا میں دل توڑنے کا

وقار بھٹی...... قصور

مت سوچ کہ ہم نے حوصلہ چھوڑ دیا ہے میرے دوست
ہم نے لوٹ کے آنے کا ہنر لہروں سے سیکھا ہے

طاہرہ ملک...... جلال پور پیر والہ

باغوں میں پھر سرسوں کی رت آپہنچی
آج پھر تم سے ملے اک سال ہوا

ہاجرہ ظہور...... پشاور، تاروجبہ

بنا دیں کوئی ایسا جو میرے آنسوؤں کا بھرم رکھے یارب
مجھے تو ہر شخص نے رلانے کی قسم کھائی ہے

سعدیہ رشید، شمائلہ رشید...... فیصل آباد

سکون زیست کی راہ میں کھو گئے اکثر
ہنستے ہنستے کئی بار ایسا ہوا ہم رو پڑے اکثر
جن پر تھا بھروسہ ساحل پر لے جائیں گے دعا
وہی ملاح بے وفا ہم کو ڈبو گئے اکثر
فضیلہ وصی......جڑانوالہ

زندگی کیا ہے تیرے بنا اے دوست
کسی پھول کو اس کی شاخ سے الگ کر کے دیکھ
ارم کمال......فیصل آباد

عمر بھر کا حساب کر ڈالا
اس نے پھر لاجواب کر ڈالا
ہم خزاں کا اجاڑ منظر تھے
چھو کے اس نے گلاب کر ڈالا
پارس شاہ......چکوال

کبھی اتنی شدت سے بھی ان کی یاد آتی ہے
میں بس پلکیں ملاتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
مدیحہ نورین مہک......برنالی

اس کی فطرت پرندوں سی تھی
میرا مزاج درختوں سا تھا
اسے آخر اڑ ہی جانا تھا!!!
مجھے قائم ہی رہنا تھا
راؤ تہذیب حسین تہذیب......رحیم یار خان

کون سے دل سے بتاؤں حال دل؟
آئے دن اک زخم تازہ دل میں ہے
جس قدر مشکل میں، میں ہوں دوستو!
اس طرح بھی کیا کوئی مشکل میں ہے؟
عائشہ سلیم......کراچی

لیتی ہے جلتی شمع بھی بجھنے میں کچھ تو وقت
ہے آدمی سا کوئی کہاں بے ثبات اور
سیلاب جیسے لیتا ہے دیوار کے قدم
کرتا ہے غم بھی دل سے کوئی واردات اور
فرخندہ......خانیوال

کیا کرو گے جان کر ہمارے بارے میں
ہم تو بس یوں ہی جیے جاتے ہیں
لوگ دیتے جا رہے ہیں غم ہم کو
ہم تو بس ان کو سیئے جاتے ہیں
کنزہ مریم......

دنیا مرے مزاج سے تھی مختلف بہت
اپنا الگ جہان بسانا پڑا مجھے
یاسمین کنول......پسرور

نقش گہرے ہیں تیری چاہت کے
لاکھ چاہیں مٹا نہیں سکتے
بھول سکتے ہیں ساری دنیا کو
پیار تیرا بھلا نہیں سکتے
زویا خان بنگش......پنڈی

عید کے چاند کی مانند ہوا ہے اب تو
ہائے وہ شخص جو روز ملا کرتا تھا
اُم ستر......کوٹ مومن

ہمارے بغیر بھی آباد ہیں ان کی محفلیں وصی
اور ہم نادان سمجھتے تھے کہ محفل کی رونق ہم سے ہے
شبانہ امین راجپوت......کوٹ رادھا کشن

جو دل میں بغض رکھ کر دوستی کا دعویٰ کرتے ہیں
میں ایسے دوستوں کی بزم میں اکثر نہیں جاتا
زباں چاہے میری کاٹو یا ہاتھوں کو قلم کر دو
مگر سچ ہی کہوں گا جب تلک میں مر نہیں جاتا
شازیہ اختر......ثمن، نور پور

مسکراتے ہوئے چہروں کو غموں سے آزاد نہ سمجھو
ہزاروں غم چھپے ہوتے ہیں کسی کی ایک مسکراہٹ میں

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

کچے گوشت کی بریانی

اجزاء:

گوشت	ایک کلو
لونگ	پانچ عدد
دہی	ڈیڑھ کپ
ادرک (کدوکش کی ہوئی)	دو کھانے کے چمچ
لہسن پیسٹ	چھ جوئے تیار کرلیں
عرق گلاب	چار کھانے کے چمچ
براؤن پیاز	حسبِ ضرورت
آلو بخارے	آٹھ عدد
دار چینی (چھوٹی اسٹک)	ایک عدد
لونگ	دو سے تین عدد
دودھ	ایک کپ
الائچی (دانے الگ کرلیں)	دس عدد
نمک	حسب ذائقہ
زعفران	ایک چائے کا چمچ
باسمتی چاول	تین پاؤ
گھی	فرائی کرنے کیلئے
ثابت کالا زیرہ	آدھا چائے کا چمچ
پانی	حسبِ ضرورت

ترکیب:۔

الائچی دانے، لونگ اور دار چینی کو گرائنڈ کرلیں اور ایک پیالے میں دہی ڈالیں۔ اس میں گرائنڈ کیا ہوا مصالحہ اور نمک ڈال دیں۔ ادرک کا جوس بھی دہی میں ملا دیں۔ اس کے بعد لہسن ڈال کر اچھی طرح مکس کرلیں۔ گوشت کو اس مکسچر میں میری نیٹ کر کے چار سے آٹھ گھنٹے کے لئے رکھ دیں۔ زعفران کو کوٹ کر دودھ میں ملا دیں۔ اس میں عرق گلاب ملا کر چار گھنٹے کے لئے رکھ دیں۔ اوون کو ایک سو ساٹھ ڈگری سینٹی گریڈ پر پہلے سے گرم کرلیں۔ ایک اوون پروف بڑے پین میں پانچ کھانے کے چمچ گھی ڈال کر گریس کرلیں۔ اس پر میری نیٹ کیے ہوئے گوشت کی تہ بچھا دیں۔ اس پر پیاز اور آلو بخارے کی تہہ بچھا دیں۔ ایک پین میں بیس کپ پانی ڈال کر اُبال لیں۔ اس میں ثابت کالا زیرہ، دار چینی، الائچی دانے اور لونگ ڈال کر ایک اُبال لے آئیں۔ اس کے بعد چاول اور نمک ڈال کر چاولوں کو ایک کنی اُبال لیں چاول کو چھان کر آدھے چاول کی تہ گوشت پر بچھا دیں آدھا زعفران مکسچر چاولوں پر ڈال دیں۔ باقی بچے ہوئے چاول اور زعفران کی تہ لگا دیں۔ اوپر سے تھوڑا سا دودھ چھڑک دیں۔ اس کو اچھی طرح ڈھک کر میڈیم ہائی ہیٹ پر ایک اُبال لے آئیں۔ جب اس میں دھواں نکلنے لگے تو فوائل کو دوبارہ سے اچھی طرح فولڈ کر کے اوون میں بیک کرلیں۔ گوشت گل جائے تو اوون سے نکال لیں۔

ماہ وش...... چیچہ وطنی

پسندے

اجزاء:۔

چکن	1 کلو (پارچے بنوالیں)
دہی	1 پاؤ
گرم مسالا	1 چائے کا چمچہ
پیاز	2 سے 3 عدد (درمیانہ)
ثابت دھنیا، زیرہ	1,1 چائے کا چمچہ
نمک	حسب ذائقہ
لہسن، ادرک (پسا ہوا)	1,1 چائے کا چمچہ
ہرا دھنیا، ہری مرچ	حسب پسند
سبز الائچی	چار عدد
گھی	حسب ضرورت

ترکیب:۔

ثابت زیرہ، سوکھا دھنیا اور ثابت سرخ مرچ ان تینوں کو ہلکی آنچ پر بھونیں۔ جب خوشبو آجائے تو ان کو موٹا کوٹ لیں، اب دہی کو پھینٹ لیں پھر اس میں کٹا ہوا مسالا اور

نمک ڈال کر مکس کریں اور اس میں گوشت ڈال کر اچھی طرح مکس کریں اور ایک گھنٹہ کے لیے رکھ دیں۔ پیاز لچھے دار کاٹ کر گھی میں براؤن کرلیں۔ لہسن، ادرک ڈال کر بھونیں۔ جب لہسن کی خوشبو ختم ہوجائے تو دہی ملا گوشت ڈال کر ہلکی آنچ پر پکائیں۔ ساتھ ہی سبز الائچی ثابت بھی ڈال دیں، جب گوشت گل جائے اور گھی علیحدہ نظر آنے لگے تو اتاریں اور گارنش کے لیے سبز دھنیا اور سبز مرچ باریک کاٹ کر ڈالیں اور پیش کریں، ٹرائی کریں ان شاء اللہ مجھے ضرور یاد کریں گی۔

طیبہ نذیر.....شادیوال گجرات

چٹ پٹے میکرونیز

اجزاء:

میکرونیز	ایک پیکٹ (ابلی ہوئی)
مرغی کا قیمہ	ایک پیالی
پیاز	ایک عدد چھوٹی
ٹماٹر	دو عدد درمیانے (چوکور ٹکڑے کاٹ لیں)
چوپ سبز مرچ	3 عدد
لہسن پیسٹ	1 کھانے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
کُٹی لال مرچ	1 چائے کا چمچ
انڈا (ابلا ہوا)	1 عدد
کوکنگ آئل	2 کھانے کے چمچ

ترکیب:

انڈے کے باریک سلائس کاٹ لیں۔ پین میں آئل گرم کرکے چوپ پیاز ڈال کر نرم کرلیں پھر لہسن پیسٹ اور قیمہ ڈال کر 2 منٹ فرائی کریں۔ نمک اور لال مرچ ملا کر پین کا ڈھکن ڈھک دیں، قیمہ گل جائے پانی خشک ہوجائے تو اچھی طرح بھون کر گہرے پیالے میں نکال لیں۔ ابلی میکرونی ڈال کر مکس کرلیں پھر ٹماٹر سبز مرچ، سبز دھنیا اور انڈے کے سلائس ڈال کر دوبارہ ملائیں، ٹماٹر کیچپ کے ساتھ پیش کریں۔

آمنہ رابیل کنول راحیلہ.....ڈی آئی خان

آلو کے بونڈے

اجزاء:

آلو	ایک کلو (ابال کر بھرتہ کرلیں)
بیسن	ایک پاؤ
رائی	آدھا چائے کا چمچ
سفید زیرہ	(بھنا ہوا) ایک چائے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
ہری مرچ	چار عدد باریک کٹی ہوئی
ہرا دھنیا	ایک گٹھی باریک کٹا ہوا
لال مرچ (پسی ہوئی)	ایک کھانے کا چمچ

ترکیب:

سب سے پہلے ابلے ہوئے آلوؤں میں سارا مسالا ملادیں اور چھوٹے چھوٹے کوفتوں کی طرح پیڑے بنالیں۔ ایک پیالے میں گاڑھا بیسن گھول دیں، اس میں بھی تھوڑا نمک اور لال مرچ ملادیں۔ ایک ایک پیڑے کو بیسن میں ڈبو کر ہلکی آنچ میں ڈیپ فرائی کریں اور املی کی چٹنی کے ساتھ پیش کریں۔

شبانہ جاوید.....کراچی

قیمہ بھری ہری مرچوں کا سالن

اشیاء:

قیمہ	آدھا کلو
دہی	آدھا پاؤ
ادرک لہسن پسا ہوا	ایک کھانے کا چمچ
کالا زیرہ پسا ہوا	آدھا چائے کا چمچ
لال مرچ	ایک کھانے کا چمچ
ہری مرچیں موٹی والی	آٹھ عدد (4 عدد باریک کٹی ہوئی)
پیاز	ایک عدد
ٹماٹر	دو عدد

ترکیب:

سب سے پہلے قیمے کو دھو کر سارے مسالے دہی

سمیت قیمے میں مکس کردیں۔ برتن میں پیاز براؤن کر کے دو چمچے دہی ڈال دیں تاکہ خوشبو اچھی ہو جائے پھر مسالا لگا قیمہ ڈال کر ڈھک دیں اور اسی پانی میں پکائیں۔ پانی خشک ہو جائے تو بھون لیں۔ ہری مرچوں کو درمیان سے چاک کر کے اس کے بیج نکال لیں۔ ہری مرچوں کو درمیان سے چاک لگانے کے بعد اس میں نمک اور املی کا پیسٹ بھر دیں اور بقیہ کٹی ہوئی مرچوں کو جب قیمہ بھوننے لگے تو ڈال کر پکائیں اور اتار کر جو مرچیں مسالا بھر کر تیار کی ہیں اس میں قیمہ بھی بھر دیں اور دیگچی کے بقیہ قیمے میں ڈال کر پانی کا چھینٹا دے کر ڈھانپ کر 10 سے 15 منٹ پکائیں۔ قیمہ بھری مرچوں کا سالن تیار ہے۔

سمیرا مشتاق ملک......اسلام آباد

تندوری تکے

اجزاء:

گوشت کے پارچے	آدھا کلو
پیاز	آدھا پاؤ
دہی	آدھا پاؤ
گھی	تین کھانے کے چمچ
کچا پپیتا	ایک کھانے کا چمچ
سفید زیرہ، خشخاش	دو کھانے کے چمچ
بھنے ہوئے چنے	دو کھانے کے چمچ
لہسن	ایک پوتھی
ادرک	ایک کھانے کا چمچ

ترکیب:

پیاز کے باریک لچھے کاٹ لیں پھر انہیں تھوڑے سے گھی میں تل کر نکال لیں۔ اب زیرہ خشخاش اور چنے بھی اسی طرح گھی میں تل کر نکال لیں۔ اب انہیں پیاز کے ساتھ باریک پیس لیں پھر اس میں پہلے پپیتا ملائیں تاکہ یہ خوب یکجان ہو جائے۔ اب پسی ہوئی ادرک، لہسن، نمک اور پھینٹا ہوا دہی اس میں شامل کر لیں اور یہ تمام مصالحہ گوشت پر اچھی طرح ملیں پھر انہیں کم از کم تین سے چار گھنٹے کے لیے چھوڑ دیں۔ اس کے بعد کسی طشتری میں پھیلا کر تندور میں دم پر اس طرح لگائیں کہ طشتری پر کوئی ڈھکن ڈھانپا جا سکے۔ کچھ دیر بعد اس کو اٹھا کر دیکھیں۔ تکے سرخ دکھائی دیں تو نکال لیں۔ مزیدار تکے تیار ہیں۔

فضا ناز......کراچی

لذیذ دال فرائی

اشیاء:

مونگ کی دال	ایک پاؤ
سرخ مرچ پسی ہوئی	ایک ٹیبل اسپون
نمک	حسب ذائقہ
ہرا دھنیا تھوڑا سا	باریک کٹا ہوا
تیل	ڈیڑھ کپ
ٹماٹر	دو عدد
گرم مسالا پسا ہوا	ایک ٹیبل اسپون
ہری مرچ	پانچ عدد
سفید زیرہ	ایک چمچہ

ترکیب:

سب سے پہلے دال کو ابال لیں۔ اب ایک دیگچی میں تیل گرم کریں اور اس میں ٹماٹر کاٹ کر ڈال لیں۔ ٹماٹر نرم ہو جائیں تو اس میں پسی ہوئی سرخ مرچ، گرم مسالا، نمک ہری مرچ اور زیرہ ڈال دیں۔ ہلا کر دال ڈال دیں۔ پھر اچھی طرح بھون لیں۔ کچھ دیر دھیمی آنچ پر پکنے دیں۔ پکنے پر اتار لیں اور کٹا ہوا دھنیا چھڑک کر گرم گرم سرو کریں اور مجھے دعا دیں۔

ثمن رحمان......کراچی

دال انڈے

اشیاء:

ماش کی دال	ایک پاؤ
ابلے ہوئے انڈے	چار عدد
سفید زیرہ	ایک چمچہ
نمک، مرچ، ہلدی، سوکھا دھنیا	ایک ایک چمچہ
پیاز	درمیانے سائز تین عدد
ہری مرچ	چھ عدد

ٹماٹر — دو عدد
لہسن، ادرک پسا ہوا — دو چمچے
گھی — حسب ضرورت

ترکیب:
آدھا گھنٹہ دال کو بھگو کر رکھیں۔ ایک پتیلی میں پیاز ہری مرچ ٹماٹر، لہسن، ادرک ڈال کر حسب ضرورت گھی ڈال دیں اور چولھے پر رکھ دیں۔ جب سب چیزوں کا ہلکا سا کلر بدل جائے تو اس میں نمک، مرچ، ہلدی، پسا ہوا سوکھا دھنیا، سفید زیرہ ڈال کر بھونیں۔ پانچ دس منٹ بھوننے کے بعد اس میں ڈال دیں اور دو پیالی پانی ڈال کر پکنے کے لیے رکھ دیں۔ جب پانی ایک پیالی رہ جائے تو قتلوں کے صورت کٹے ہوئے انڈے ڈال کر دال اور انڈوں کو مکس کر لیں۔ جب پانی خشک ہو جائے تو ہرا دھنیا اور گرم مسالا ڈال کر اتاریں سردیوں میں بے حد مزیدار سالن چپاتیوں کے ساتھ کھائیں۔

لاریب...... کراچی

پوٹھوہاری پلاؤ

اجزاء:

بکری کا گوشت — ایک کلو
کڑھی پتا — چند عدد
چاول — ایک کلو (بھگودیں)
ٹماٹر — تین عدد (لمبائی میں کاٹ لیں)
آلو — دو عدد (چپس کی طرح کاٹ لیں)
ہری مرچ — چار عدد (لمبائی میں کاٹ لیں)
لال مرچ پسی ہوئی — ایک کھانے کا چمچہ
بادام — دس عدد
نمک — حسب ذائقہ
کشمش — آدھی پیالی
ہلدی — آدھا چائے کا چمچہ
دار چینی — ایک ٹکڑا
بڑی الائچی — دو عدد
سفید زیرہ (پسا ہوا) — ایک چائے کا چمچہ

کالی مرچ (کٹی ہوئی) — ایک چائے کا چمچہ
پیاز — دو گٹھی (بارک کٹی ہوئی)
کابلی چنے — ایک پیالی (چھ سے سات گھنٹے کے لیے بھگودیں)
ادرک، لہسن پسا ہوا — ایک کھانے کا چمچہ
گھی — ایک پیالی

ترکیب:
ایک دیگچی میں گھی ڈال کر گرم کریں۔ پھر پیاز کو اس میں ڈال کر گولڈن براؤن کر لیں۔ جب پیاز گولڈن براؤن ہو جائے تو آدھی نکال کر اخبار پر پھیلا دیں، آدھی میں گوشت ادرک لہسن نمک ڈال کر پانی سوکھنے دیں۔ جب پانی خشک ہو جائے تو ہلکا بھون کر مرچ، ہلدی، دار چینی ڈال کر تین پیالی پانی ڈال کر ہلکی آنچ پر پکنے دیں۔ جب گوشت گل جائے تو اس میں آلو تل کر ڈال دیں، ساتھ میں چاول ڈال کر اچھی طرح مکس کر لیں۔ نمک بادام کشمش بھی ڈال دیں اور دوبارہ اتنا پانی ڈالیں کہ چاول گل بھی جائیں اور بکھرے بکھرے بھی رہیں۔ جب پانی خشک ہو جائے تو توے کے اوپر دم دے دیں۔ اوپر سے ٹماٹر اور ہری مرچ ڈال دیں۔ جب بھاپ آجائے تو تلی ہوئی پیاز ڈال کر پیش کریں۔ منفرد پوٹھوہاری پلاؤ مہمانوں کو کھلا کر داد وصول کریں۔

(سلمٰی ملک...... قادر پور راں)

بیوٹی گائیڈ

روبینہ احمد

چہرے کی خوب صورتی متوازن غذا سے

خواتین اپنے چہرے کی خوب صورتی کے حوالے سے بڑی حساس ہوتی ہیں اگر وہ سمجھ داری سے کام لیں تو اپنے چہرے کی جھریوں کو دور کر سکتی ہیں۔ چہرے پر جھریاں وٹامن بی اور آئرن کی کمی سے نمودار ہوتی ہیں جس کا علاج ممکن ہے ذرا سی توجہ سے ان کا خاتمہ آسانی سے کیا جاسکتا ہے انہیں ختم کرنے کے لیے متوازن غذا کا استعمال اہم کردار ادا کرتا ہے چونکہ حسن وصحت کا آپس میں گہرا تعلق ہے اسی لیے ماہرین کہتے ہیں کہ جسمانی صحت کے بغیر جو حسن ہوگا وہ مصنوعی ہوگا' معتدل غذا چہرے کے حسن میں اضافہ کرتا ہے۔ پانی کا زیادہ استعمال صحت کے لیے نہ صرف ضروری ہے بلکہ چہرے کو شاداب رکھنے میں بھی اہم ہے۔ صبح ناشتے سے قبل ایک گلاس نیم گرم پانی میں ایک عدد لیموں کا رس ملا کر پینے سے چہرے کی چھائیاں ختم ہوجاتی ہیں۔ اگرچہ جھریاں پڑنا عمر کا تقاضا ہے مگر کچھ خواتین کو چھوٹی عمر میں ہی چہرے پر جھریاں پڑنا شروع ہوجاتی ہیں۔ ایسے میں انہیں چاہیے کہ وہ فوری طور پر اپنے معالج کے پاس جائیں۔

چکنی جلد کی حفاظت

چکنی جلد کی حفاظت بہت ضروری ہے کیونکہ اگر جلد زیادہ چکنی ہو تو بہت سے مسائل بھی پیدا ہوتے ہیں اسی لیے اس کی دیکھ بھال بھی بہت احتیاط سے کرنی پڑتی ہے۔ چکنے غدودوں کی زیادہ سرگرمی کی وجہ جلد کی سطح پر چکناہٹ پھیل جاتی ہے جس کی وجہ سے کیل مہاسے داغ دھبے اور بلیک ہیڈز جیسے مسائل پیدا ہوسکتے ہیں تاہم ان کی حفاظت قدرتی طریقوں سے کی جاسکتی ہے اگر جلد چکنی ہوتو دن میں دو تین مرتبہ سادے پانی سے چہرہ دھونا چاہیے اور آٹھ گلاس پانی پینے کی عادت ڈالیں کیونکہ پانی جسم کی تازگی کو برقرار رکھتا ہے۔ ہفتے میں دو بار کسی ماہر بیوٹیشن سے مشورہ کرنے کے بعد بھاپ لینی چاہیے کیونکہ اس سے مسام کھل جاتے ہیں لیکن ان کی مناسب دیکھ بھال بھی ضروری ہے۔ آپ ابٹن گھر پر بھی بنا کر رکھیں اور روزانہ اس سے چہرے کو دھوئیں ابٹن لگانے سے جلد کی چکنائی ختم ہوجائے گی اور چہرہ تروتازہ بھی رہے گا۔ چکنی جلد والی خواتین کو مصالحے دار اور چربی والی غذاؤں سے پرہیز کرنا چاہیے تاکہ ان کی جلد صاف ستھری اور کیل مہاسوں سے پاک رہے۔

جلد کی حفاظت

چہرے کی جلد بہت نازک ہوتی ہے اگر اس پر داغ پڑ جائیں تو مشکل سے ہی جاتے ہیں اس لیے خواتین کو چاہیے کہ وہ اپنی جلد کی حفاظت کریں تاکہ چہرے کی جلد داغ دھبوں سے پاک رہے۔ چہرے کی جلد کو صاف رکھنے کے لیے تازہ دودھ بہترین ہے۔ تازہ دودھ سے چہرے کو دھونے سے داغ دھبے زائل ہوجاتے ہیں' اکثر خواتین کے چہرے بڑے بے رونق اور پھیکے پھیکے سے نظر آتے ہیں کیونکہ جسم کو متوازن غذا میسر نہیں ہوتی جو چہروں پر حسن اور خوب صورتی بن کر ظاہر ہوتی ہے اور دلکشی کا پیکر بن جاتی ہے اس لیے خواتین کو چاہیے کہ وہ اپنی غذا میں پھلوں اور سبزیوں کے استعمال کو یقینی بنائیں تاکہ چہرے کے ساتھ جلد بھی ہشاش بشاش رہے۔ چہرے کی حفاظت کے لیے دو چمچ لیموں کا رس اور ایک چمچ گلیسرین میں ہم وزن پانی ملا کر آمیزہ تیار کرکے دن میں دو بار داغ دھبوں پر لگائیں۔

گلیمرس آئی لیشز (پلکیں)

اگر آپ کی پلکیں باریک اور چھدری (ایک دوسرے سے دور دور) ہیں تو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ ذرا مہارت سے میک اپ کرکے آپ انہیں قدرے موٹی اور گہری بنا سکتی ہیں بس تھوڑی مشق کی ضرورت ہے مگر جو کام پہلے کرنے کا ہے اسے لازمی پہلے ہی کرنا چاہیے اور

وہ پہلا کام ہے اپنی پلکوں کی اچھی طرح دیکھ بھال کریں تاکہ یہ اپنی قدرتی شکل میں قائم رہیں۔ رات کے وقت چہرے کا میک اپ اتارنے کے ساتھ ساتھ آنکھوں کا میک اپ بھی لازمی صاف کرلیں۔ دن میں ایک بار کیسٹر آئل پلکوں پر ضرور لگائیں یہ تیل پلکوں کو قدرے موٹا گہرا کرتا ہے۔ میک اپ کے لیے اعلیٰ کوالٹی کے مسکارے کا انتخاب کریں رول مسکارا استعمال میں آسان رہتا ہے۔ مسکارا لگاتے وقت اس کی مقدار کا خیال رکھیں مسکارے کی زیادتی پلکوں کو آپس میں جوڑ دیتی ہے۔ مسکارے کا دو سے تین مرتبہ کوٹ کریں اسٹروک اوپری پلکوں کے لیے نیچے کی طرف لگائیں۔ پہلا کوٹ لگانے کے بعد برش سے اسے ہلکا سا صاف کرلیں پھر دوسرا کوٹ لگائیں۔ آپ کی پلکیں زیادہ خوب صورت اور نمایاں ہوجائیں گی۔

آئی شیڈز کا استعمال

چمکیلے رنگ کے آئی شیڈ رات کی تقریبات میں لگائیں اور ہلکے سوفٹ رنگوں کے آئی شیڈز دن میں لگائیں' اگر آپ کے پپوٹے اندر کو دھنسے ہوئے ہیں تو چمکدار شیڈز دن میں لگائیں۔ کریمی یا لیکوئیڈ آئی شیڈز استعمال کررہی ہیں تو فیس پاؤڈر بعد میں لگائیں اگر آپ پاؤڈر کی شکل کا آئی شیڈز استعمال کررہی ہیں تو فیس پاؤڈر پہلے لگائیں اس سے آپ کا میک اپ بہت زیادہ ہیوی نظر نہیں آئے گا۔ آئی شیڈز برش کے ساتھ لگانے کے بعد ان کے کناروں کو ہلکا بلینڈ کریں تاکہ یہ الگ سے لگے ہوئے نظر نہ آئیں شیڈز ہمیشہ اپنے کپڑوں کے رنگ کے مطابقت سے لگائیں اس سے آپ زیادہ پرکشش نظر آئیں گی' جیسے آپ کے لباس کا رنگ سرخ ہو تو اس کے ساتھ سبز یا فیروزی آئی شیڈز اچھا لگتا ہے۔ پارٹی میک اپ کرتے وقت آئی شیڈز پر خاص توجہ دیں اور اگر ہوسکے کسی پارلر میں جاکر ہی پارٹی میک کروائیں تاکہ آپ کا آئی میک خوب صورت ہونے کے ساتھ دوسروں کو بھی اچھا لگے۔

آئی شیڈو

آئی شیڈو آنکھوں کے میک اپ کا سب سے اہم جزو ہے' آئی شیڈو کے انواع واقسام کے رنگ ہیں دو یا تین رنگوں کے شیڈ لگائے جاتے ہیں۔ آئی شیڈ مختلف اقسام کے ہوتے ہیں مثال کے طور پر جمے ہوئے پاؤڈر کی شکل میں' کریم کی طرح کے یا پھر پنسل کی قسم کے آئی شیڈوز وغیرہ جس طرح یہ آئی شیڈو مختلف طرح کے ہوتے ہیں اس طرح ان کے لگانے کی ترکیب بھی مختلف ہوتی ہے اور ہر آئی شیڈو کو اس کے مخصوص طریقہ سے لگایا جاسکتا ہے ورنہ آنکھیں خوب صورت بننے کی بجائے بھیانک بن جاتی ہیں۔ جمے ہوئے پاؤڈر والے آئی شیڈو کی نسبت زیادہ مقبول ہیں۔ اسے لگانا بھی آسان ہوتا ہے اور اس میں زیادہ دیر تک قائم رہنے کی خوبی بھی پائی جاتی ہے۔ آپ اس شیڈو کو لگانے کے لیے اسفنج یا برش استعمال کریں تاکہ بہترین نتائج حاصل کرسکیں۔ کریم آئی شیڈو خشک جلد والی خواتین کے لیے بہترین ہوتا ہے۔ خشک پاؤڈر والا آئی شیڈو عموماً تیز اور چمکیلے رنگوں میں دستیاب ہوتا ہے' اسے لگانے کے لیے بھی اسفنج ہی استعمال کرنا چاہیے۔ دیرپا نتائج کے لیے اپنے ہاتھ کی پشت کو ہلکا سا گیلا کرکے برش کو ہاتھ پر رگڑیں اور پھر برش کو آنکھوں کے اوپر پپوٹوں پر آہستگی سے ملیں۔ آج کل میچنگ آئی شیڈو دستیاب ہیں لڑکیاں کپڑوں سے ہم رنگ آئی شیڈوز استعمال کرسکتی ہیں لیکن اس کے لیے کافی مہارت کی ضرورت ہوتی ہے۔

ہما جاوید......کراچی

ایمن وقار

غزل

اپنے ہمسائے کے آنگن کا اندھیرا بھی مٹے
اک دیا ایسا کسی شام جلا کر دیکھیں
آج وہ رنگ کی دولت سے محروم ہوئے
جن کی خواہش تھی کہ خوشبو کو پکڑ کر دیکھیں
ہاتھ ہی چھیل دیئے وقت کی زنجیروں نے
ہوں لکیریں تو مقدر کو بھی پڑھ کر دیکھیں
میرے ہنستے ہوئے لفظوں پر نہ جاؤ لوگو
کیسے ہنستی ہے پھر فری ساتھ میں ہنس کر دیکھیں

فریدہ جاوید فری...... لاہور

سال نو مبارک

وعدوں کے نڈھال حرفوں پر
جمتا جا رہا ہے
اداسیوں بھرا انتظار
یک لخت......
میں چونک اٹھی آہٹوں پر
مانوس سنناہٹوں پر
تیرے ہاتھوں کا لمس
جب سر سراپا میرے شانوں پر
تیرے ہونٹوں کی گنگناہٹ
تیری سرگوشی اور میری سماعت
بن کے جسم و جاں میں
دلفریب آہٹ
تیرے حرف اشکبار
بنے مداوا نے انتظار
جو کہے لفظ مہکار تو نے
سال نو مبارک ہو

سال نو مبارک ہو

فصیحہ آصف خان...... ملتان

غزل

ابھی تم خود کو مچلنے دو
اس دل کو بھی پھسلنے دو
مت بجھا چراغ محبت ابھی
ذرا اس موسم کو پگھلنے دو
کچھ پل ٹھہرو پھر چلے جانا
ان کلیوں کو بہلنے دو
اے دل مت روک اسے
زہر دل اس کو اگلنے دو
یہ وقت بھی تھم جائے گا
بس مجھے خود میں بدلنے دو
وہ تیرا ہی سدا رہے گا
اسے تم ہر چال چلنے دو
آزاد پنچھی اڑ جانا
اس سورج کو ڈھلنے دو
وہ خود ہی لوٹ آئے گا
دل میں عشق کی آگ جلنے دو

عروبہ عباس...... کوٹلہ جام، بھکر

غزل

عمر بھر ساتھ نبھانے کے وعدے کرنے والا
اک پل میں توڑ گیا اپنا ہر وعدہ وہ
کہا تھا اس نے کہ اپنی ہر خوشی مجھے دے گا
چھین کر خوشیاں میری غم مجھے دے گیا وہ
کہا تھا اس نے کہ وہ تو میرے اپنوں میں ہے
پھر کیوں مجھے اپنوں ہی کی نظروں میں گرا گیا وہ
کہا تھا اس نے کہ مجھ سے بچھڑا تو مر جائے گا
روح میری مجھ سے جدا کر کے گیا وہ
کہا تھا اس نے کہ اسے سچی محبت ہے مجھ سے
جانے کیوں لفظ محبت کو بدنام کر گیا وہ

ثانیہ مسکان...... گوجر خان

نظم

مجھے لگا تھا
بھلا چکی تم کو
مگر......
آج ذکر جب تمہارا چھڑا
تو تمہاری تعریف میں
میں نے خود کو
بے تکان بولتے سنا

مالا بھٹی رانا......

آج کا انسان

کیوں آج کا انسان پریشان دیکھتی ہوں
رنج و الم کا مارا ہوا ہراساں دیکھتی ہوں
مال و دولت، عزت و شہرت سب پاس ہے اس کے
پھر بھی بے سکونی کا اک عالم ہے اسے حیران دیکھتی ہوں
سر بازار بک رہی ہے عزت عورت کی
اور مرد مسلم کی بے حسی ہر آن دیکھتی ہوں
مال و دولت سے مالا مال ہے آج کا انسان
مگر محبت سے دور بہت دور بے سروساماں دیکھتی ہوں
احتساب عمل سے گزری تو یقین ہوا
مذہب سے دور آج کا ہر انسان دیکھتی ہوں
سکون کی دولت سے شاد ہے دل جس کا اسماء
اس کو خدا کے بہت قریب اور شاداں دیکھتی ہوں

اسماء نور عشا...... بھوج پور

کوئی اپنا نہیں

اس دنیا میں
سب اکیلے ہیں
کیسی محبت، کیسی وفائیں، کیسے پیار کے سپنے
آج خیالوں میں بھی نہیں ساتھ جو کل تھے اپنے
جھوٹے ہیں سب جگ کے میلے
سایہ بھی دینا نہیں

کاغذ کی ایک ناؤ ہے جیون
کوئی ماجھی نہیں
بیچ بھنور میں کون بچائے
ڈوبتے من کا کوئی نہیں
کہتے ہیں یہ موجوں کے ریلے
کوئی کنارا نہیں

مشاعلی مسکان...... قمر مشانی

بے وفا خواب

اک خواب تھا اک دریا تھا
اک جگنو تھا اک قریہ تھا
نیناں میں بستے تارے تھے
خوابوں میں سجتے سارے تھے
دھول وفا میں کانٹے سارے
جھک جھک وضو کرتے تھے
مست صبا میں پھول اور شبنم
جگ جگ ہنستے جیتے تھے
کوہِ ہوس کے دامن سے پھر
ظلم کے بادل اٹھے تھے
سرسبز وادی و دامن سارے
خون کی رم جھم مینہ میں ڈوبے
ڈالی شاخ اور غنچہ غنچہ
ماضی کی یادوں میں گم تھا
آس امید کا دریا ٹوٹا
بے بسی کی لہر میں ڈوبا
جگنو تھا سو روٹھ گیا
خواب تھا سو ٹوٹ گیا

ماہ نور نعیم...... بھکر

آنچل کے نام

جب بھی ہاتھ میں آتا ہے آنچل
ساتھ بہت بہت کچھ لاتا ہے آنچل
پھر بھیگی بھیگی شام میں ہر پل

چاند بن کر جگمگاتا ہے آنچل
اپنے سنہری لفظوں سے ہمیشہ
اچھی باتیں پھیلاتا ہے آنچل
نا امیدی کے اندھیرے میں بہنوں
آس کی کرن تھماتا ہے آنچل
تکیے کے نیچے رکھا شب بھر
خواب نئے دکھاتا ہے آنچل
ہمیشہ اپنے خاموش لبوں سے
گھر گھر پیغام پہنچاتا ہے آنچل
ہر کسی کو خوش رکھنے کا
انمول خزانہ لٹاتا ہے آنچل
ایک بہنوں اور ایک رہو ثمری
یہ ہی تو سب سمجھاتا ہے آنچل
ثمرین یعقوب ثمری...... سرگودھا

فانی جہاں

فنا کا مقام ہے یہ دنیا
پھر بھی جان جہاں ہے یہ دنیا
مٹی کا انسان اور مٹی میں ہی ملنا ہے
پھر بھی ذوق اعلیٰ رکھتی ہے یہ دنیا
لکھا ہے جو تقدیر میں ملنا ہے وہی سبھی کو
پھر بھی تدبیریں کرتی ہے یہ دنیا
کتنے امتحان ہیں اس میں
پھر بھی دلکش ہے یہ دنیا
سب جانتے ہیں کہ
فنا کا مقام ہے یہ دنیا
پھر بھی مست جہاں ہے یہ دنیا
اک دن جانا ہے وہیں سب کو
پھر بھی سرو سامان ہے یہ دنیا
فنا کا مقام ہے یہ دنیا
پھر بھی جان جہاں ہے یہ دنیا
مہرمہ ارشد بٹ...... گوجرانوالہ

خوب صورت لمحے

سنو اے خوب صورت لمحوں کے جیسے!
میری آنکھوں میں تیری چاہت کے جگنو
ہر پل مسکراتے ہیں
پیار کا گیت گاتے ہیں......
سنو اے سرمئی شاموں کے جیسے!
تمہاری مسکراہٹ میں ہے چھپا
میرا راز زندگی......
ساز زندگی......
سنو اے بارشوں کے حسین موسم کے جیسے
تمہاری چاہت کا احساس میرے رگ و پے میں
سرایت کرتا ہے
تیرا احساس مجھ سے محبت کرتا ہے
اور بے پناہ محبت کرتا ہے
سنو اے خواہش اولین کے جیسے
تمہاری ذات کا ہر پہلو ہے میرے لیے
قابل عزت......
قابل چاہت......
سنو اے خوب صورت لمحوں کے جیسے
سامعہ ملک پرویز...... خان پور ہزارہ

غزل

ہم نے تو زندگی کو بھی زندگی کہا تیرے ملنے کے بعد
مٹ گئی دل کی سب حسرتیں تجھے اپنا کہنے کے بعد
حسین پوشاک میں لپیٹ کر اپنے کافر سے بدن کو
ہوش نہیں رہتا مجھے تجھے مسکراتا دیکھنے کے بعد
صدیاں گزری سنتے ہی نہیں میرے چشم سے تیرے نقش و پا
میری آنکھوں کی گلیوں میں تیرا گزر ہو جانے کے بعد
سانجھی زلفیں، تیرا کھلتا چہرہ اور حسن بھری یہ رنگت
سیدھی موت ہے میری تجھے اتنی سجاوٹ سے دیکھنے کے بعد
اب تو کسی کو اپنا کہنے کی ضرورت ہی نہ رہی مجھے
تیرے ہونٹوں سے اپنا نام سن لینے کے بعد

جاتے جاتے اگر یہ بھی سنتا جا تو بہتر رہے گا ہادی
خالی نہ رہا میرے دل کا مکان تیرے یہاں آنے کے بعد
خان بلوچ...... بسال شریف

آنچل

وہ آنچل کا تمہارے سر سے سرکنا یاد آتا ہے
گلی میں چلتے ہوئے ڈرنا تمہارا یاد آتا ہے
کبھی برستی ہوئی بارش میں جب تم بھیگ جاتے ہو
وہ بھیگا ہوا آنچل تمہارا یاد آتا ہے
شہزادی...... نامعلوم

غزل

میرے آنسو خود زبان ہیں
میرے جذبے خود بیان ہیں
مجھے شکوہ نہیں کوئی دلبر سے
سارے میرے ہی گمان ہیں
دبی سسکی بھی نہ نکل سکے
میرے لب یوں بے جان ہیں
نوک قلم سے کر رہی ہوں بیاں
میرے دل میں جو ارمان ہیں
مجھ میں حوصلہ ہے ان سے ٹکرانے کا
میرے رستے میں جو طوفان ہیں
بازی عشق جیتے تو کیا کہتے ایم
گر ہارے بھی تو ہم یکجان ہیں
ایم فاطمہ سیال...... محمود پور

نظم

سنو......!
محبت ایسی ہی ہے
اسے ہونے میں
اک لمحہ ہی کافی ہے
مگر......
اسے بھلانے میں
کبھی صدیاں

تو کبھی عمریں
گزر جاتی ہیں
نوشین...... حاجی شاہ (اٹک)

آزادی

کہیں ہیں سیلاب' کہیں زلزلے ہیں
کہیں بارشیں تو کہیں طوفاں کھڑے ہیں
نہ چھت ہے سر پر نہ زمیں پیروں میں
دیکھو! کتنے لوگ دربدر پڑے ہیں
ہر سال نئی کہانی ہے وہی پرانی
ہر جا تباہیوں کے وہی سلسلے میں
وہی قیامت' وہی مہاجر' وطن وہی ہے
اب بھی اگست سے وہ ایسے جڑے ہیں
کیسے عیدیں مناؤں میں کیسے مسکراؤں فصیح
میرے دل میں اپنوں کے لیے درد بڑے ہیں
یہ جو بلائیں تو کہیں سزائیں اتر رہی ہیں
کیا گناہ صرف میرے وطن میں ہوئے ہیں
کیا گناہ صرف میرے ہی وطن میں ہوئے ہیں؟
ثوبیہ بلال فصیح...... ظاہر پیر

لوٹ آؤں گا

ہاں میں لوٹ
آؤں گا......
تم نے کہا تھا
بارش بن کر برسوں
گی......
ساون رُت کا
انتظار کیوں
تم عہد نہ توڑو
ہاں میں لوٹ آؤں گا
اسحاق انجم...... کنگن پور

غزل

نہیں تم سے کوئی شکوہ نہیں کوئی شکایت ہے

کہ سہہ کر درد چپ رہنا یہ بھی تو اک عبادت ہے
ہمیں جو چاہو دے ڈالو سزا اپنی محبت میں
بھلا اپنی محبت سے ہوئی کس کو شکایت ہے
چاہے جتنے ستم کرلو نہ آہیں لب پر آئیں گی
ستم سہہ کر بھی ہنس دینا صنم اپنی یہ عادت ہے
اگر تم جان بھی لے لو نہیں ہوگا کوئی شکوہ
میری زیست ہے کب میری یہ تو تیری امانت ہے
ہمیں تم سے محبت ہے جو تم چاہو سزا دے دو
نہ ہو جس میں ستم کوئی بھلا کیسی محبت ہے
ابھی سے تھک گئے ہو تم ستم کرکے صنم میرے
کہ اس پاگل دیوانے کو ابھی تک تیری حسرت ہے
تمہیں دل سے بھلانے کی نہ پوری ہوسکی حسرت
نہ جانے بے وفا تم سے ہمیں کیسی یہ چاہت ہے
چلو دیکھیں کسی پر پھر یقیں کرکے محبت میں
کہ جینے کی نہ اب باقی ہمیں کوئی بھی حسرت ہے
محبت کی تو راحل محبت کی سزا پائی
کسی سے بھی نہیں شکوہ دغا باز اپنی قسمت ہے
عنایت اللہ راحل...... کبیر جیل موچھ

غزل

پہلے لگا کہ دل یہاں میرا اداس ہے
پھر یہ کھلا کہ سارا زمانہ اداس ہے
یہ آنکھ تیرے نام تھی یہ شام تیرے نام
اب میں اداس ہوں یا ستار اداس ہے
اس کے بغیر لگتا نہیں تھا کہیں یہ دل
جب سے وہ مل گیا ہے زیادہ اداس ہے
ہر شخص اپنے ساتھ لیے پھرتا ہے جہاں
ہر شخص اپنے آپ میں تنہا اداس ہے
کرنے چلی ہوں تازہ محبت کی رسم کو
کچے گھڑے کو دیکھ کر دریا اداس ہے
پاگل ہوا نے رات چراغوں سے یہ کہا
اس کے بغیر چاند بھی کتنا اداس ہے

تمثیلہ لطیف...... پسرور

غزل

کسی بھی طور کوئی ہمسفر نہیں ملتا
ہاں قسمتوں کا ستارہ اگر نہیں ملتا
وہ بے خودی میں شب و روز کھویا رہتا ہے
تلاش کرتا ہے پر اس کو گھر نہیں ملتا
ہے اپنے آپ سے تو بے خبر جہاں لیکن
ہو میری ذات سے جو بے خبر نہیں ملتا
کہاں گزاریں گے شب بارشوں کے موسم میں
تلاش کرتے ہیں طائر شجر نہیں ملتا
ہم ہاتھ سب سے ملاتے ہیں روز و شب لیکن
کسے لگائیں گلے معتبر نہیں ملتا
اے آسمان مری بستیوں کے جنگل میں
مکان ملتے ہیں افسوس گھر نہیں ملتا
ارادہ کرتے ہیں ہم روز تجھ سے ملنے کا
مگر نصیب سے اذنِ سفر نہیں ملتا
نہ چاہے دل تو بزرگوں کی خو نہیں آتی
کسی کو ورثے میں نیرؔ ہنر نہیں ملتا
نیر رضوی...... لیاقت آباد کراچی

غزل

ہوا بھی صورت دیوار چپ ہے
نگاہ دلبراں کیوں یار چپ ہے
میرے مرنے کا اس کو دکھ ہے شاید
کہ یارو آج ظالم دار چپ ہے
اندھیرے سے سہم جاتا ہے شاید
میری نگری کا پہرے دار چپ ہے
انا احب...... گجرات

تم ہو

میری جان ہو تم، میری زندگی تم ہو
آرزو جستجو میری بندگی میں تم ہو
بھول جاؤں تمہیں یہ تو ممکن نہیں

میری ہر نظر کی دل کشی میں تم ہو
بدل بھی ڈالوں میں خود کو لیکن
میرے ہر خیال ہر سوچ' میری آگہی میں تم ہو
چاہوں مگر نہ چاہوں تیرے سوا کسی کو
میری پہلی محبت اور خواہش آخری تم ہو

عائشہ پرویز...... کراچی

نظم

نہیں ہے اوقات بشر کی کہ کرسکے ادا
شکران گنت نعیم وحق کامل بندگی کا
لازم ہے دعا میں نمی چشم' ندار داشک ہو اگر
مانگ اشک' کون کہتا ہے اشک مانگنا نہیں ہے دعا
کھوکھلی ہیں توقعات بزم فنا کے بے بنیاد سہاروں سے
لو رب سے لگا' جزائے رب کو تو نہیں جانتا
کھو کر دھندۂ جہاں میں' چاہے بھول جاؤں مدعا اپنا
دل تو میرا لذت ذکر الٰہی سے نہیں ہے نا آشنا

مدیحہ اکرم کشش...... ہری پور

نظم

سنا ہے یاد کرتے ہو
کہ جب بھی شام ڈھلتی ہے
ہجر میں جان جلتی ہے
تم اپنی رات کا اکثر سکون برباد کرتے ہو
سنا ہے یاد کرتے ہو
کہ جب پنچھی لوٹ آتے ہیں
غموں کے گیت گاتے ہیں
سنو...... تم لوٹ آؤ نا
یہی فریاد کرتے ہو
سنا ہے یاد کرتے ہو
ستارے جب فلک پہ جگمگاتے ہیں
وہ بیتے ہوئے پل خوب رلاتے ہیں
تم اس دم اپنی آنکھوں میں مجھے آباد کرتے ہو
سنا ہے یاد کرتے ہو......
مجھے تم یاد کرتے ہو......

ناہید بشیر رانا...... رحمان گڑھ

غزل

ہر سمت غم ہجر کے طوفان ہیں محسن
مت پوچھ کہ ہم کتنے پریشان ہیں محسن
ہر چہرہ نظر آتا ہے تصویر کی صورت
ہم شہر کے لوگوں سے بھی انجام ہیں محسن
جس شہر محبت نے ہمیں لوٹ لیا ہے
اس شہر سے اب کوچ کے امکان ہیں محسن
کشتی ابھی امید کی ڈوبی تو نہیں ہے
پھر کیوں تیری آنکھوں میں یہ طوفان ہیں محسن
کر ان کا ادب' رکھ انہیں سینے سے لگا کر
یہ درد' یہ تنہائیاں مہمان ہیں محسن

جاناں...... چکوال

نظم

بہت مشکل لگتا ہے
تم ناممکنات میں سے سمجھ لو
تم سے دستبرداری اختیار کرنا
کہہ دینا الوداع تمہیں
جدا کرلینا راستے تم سے
یہ شاید جب ممکن ہوتا
کہ اختیار ہوتا مجھے خود پر
اب تو بے اختیار ہوں میں
با اختیار ہو تم
سنو تم بھی ایسی کوئی کوشش نہ کرنا
کہ تم بن جیا نہیں جاتا
اب تم بن رہا نہیں جاتا

کوثر ناز...... حیدرآباد

ہما احمد

پیاری کزنز اور دوستوں کے نام

السلام علیکم کیا حال ہیں آپ سب کے' چلو جی تعارف کروادوں تو جناب میں پیاری سی کیوٹ سی' اچھی سی اذنا گوندل! اب تو پہچان لیا ہوگا۔ چلو جی آپ لوگوں کو وش کردوں رانی آپی 31 دسمبر کو آپ کا برتھ ڈے تھا' مینی مینی پیپی ریٹرن آف داڈے' یکم جنوری کو فہیم بھائی کا برتھ ڈے ہے' 4 جنوری کو عباس بھائی کا برتھ ڈے ہے آپ سب کو جنم دن مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ ہزاروں سال آپ کو نصیب فرمائے اور سناؤ صبا کیسی ہو؟ تحریم کیسی ہو؟ اور فرینڈ مبین ظفر' ماریہ' اقراء' ثناء' رائمہ' سمعیہ' صبا رباب' نرگس' رفعت سلیم۔ 7th اسٹار گروپ تم سب ٹھیک ہوں گی' اوہ یاد آیا نبیلہ باجی' عبدالرحمان' عبداللہ اور تحسین ٹھیک ہیں' ناراض نہ ہو دیکھو میں نے آپ کو یاد کرلیا ہے اور میری سسٹرز' اقراء' قرۃ العین اور مریم میری پیاری بھابی منزہ آپی اور ان کے بچوں کو پیار ان کو سلام' پلیز سب مجھے دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

اذنا گوندل...... ہریا

سویٹ اینڈ کیوٹ ٹیچرز کے نام

معزز و محترم سویٹ اینڈ کیوٹ ٹیچرز السلام علیکم! ڈیئر مس عاجلہ اینڈ مس سعدیہ! کیسی ہیں آپ؟ پلیز آپ حیران نہ ہوں' آپ سوچ رہی ہوں گی کہ یہ کون اجنبی لڑکی ہے تو جی میں بتاتی چلوں کہ میں سلمیٰ عنایت ہوں۔ آپ کا اسٹائل بہت اچھا ہے مجھے آپ بے حد عزیز ہیں' مس صوبیہ کیسی ہیں آپ؟ آپ کو بھی نہیں بھولی۔ آپ بھی مجھے یاد ہیں' آپ کا اسٹائل بھی بہت اچھا ہے' مس عاجلہ اور آپ جب میرا نام لے کر مجھے بلاتی ہیں تو میں بیان نہیں کرسکتی کہ مجھے کتنی خوشی محسوس ہوتی ہے مجھے بہت اچھا لگتا ہے جب آپ میرا نام لے کر بلاتی ہیں۔ مس ناظمہ اینڈ مس شمائلہ برلاس کیسی ہیں آپ دونوں؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ میں آپ کو بھول جاؤں' آپ ہی تو ہیں جن کو دیکھ کر مجھے اردو سے لگاؤ ہوا مس شمائلہ برلاس! آپ ہی تو ہیں جنہوں نے مجھے اتنا خوب صورت تخلص دیا' یہ جو میرے نام کے ساتھ حیا لکھا ہوا ہے یہ تو آپ کا دیا ہوا ہے۔ مس نادیہ شبیر! آپ سنائیں کیسی ہیں آپ؟ مس عقیلہ! آپ بھی مجھے یاد ہیں مس عالیہ آپ دونوں کہ کیا حال ہیں؟ مس فائزہ اینڈ مس شعلہ! آپ ناراض نہ ہوں آپ کا کیا حال ہے مس فائزہ! آئی مس یو آلاٹ۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ میں اپنی اچھی ٹیچرز کو بھول جاؤں آپ سب مجھے بے حد عزیز ہیں۔ آپ حیران ہوں گی کہ میں نے آپ کا نام کیوں لکھا تو سویٹ اینڈ کیوٹ ٹیچرز میں پ سب کو آنچل کے ذریعے کچھ کہنا چاہتی ہوں' کچھ لوگ دنیا میں ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے لیے ہاتھ اٹھانے نہیں پڑتے بلکہ ان کے لیے دل سے دعا نکلتی ہے مس عالیہ' مس عاجلہ' مس سعدیہ' مس صوبیہ' مس ناظمہ' مس شمائلہ برلاس' مس نادیہ' مس فائزہ' مس شعلہ' مس عقیل آپ سب کا شمار بھی انہی لوگوں میں ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور آپ کو خوش رکھے آمین۔ او کے جی اللہ حافظ۔

سلمیٰ عنایت حیا...... کھلابٹ ٹاؤن شپ

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ سب؟ طیبہ نذیر اینڈ فوزیہ سلطانہ' طیبہ ڈیئر آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے یاد رکھا اور فوزیہ تم کہاں گم ہو یار! لکھتی کیوں نہیں ہو آنچل میں۔ آپ کی بہت کمی محسوس ہوتی ہے۔ طیبہ یار شادی کے بعد اللہ نے اتنی جلدی بیٹا اور بیٹی سے نوازا کہ میری مصروفیات بچوں کے ساتھ اتنی بڑھ گئی ہیں کہ مجھے لکھنے کا ٹائم نہیں ملتا۔ اس لیے میں آنچل سے غائب تھی۔ طیبہ میں نے اپنے بیٹے کا نام محمد یاور فرید اور بیٹی کا نام مفلیشہ فرید رکھا ہے' کیسے نام ہیں؟ اب ان شاء اللہ آنچل میں لکھتی رہوں گی۔

عظمیٰ فرید...... ڈی آئی خان

اپنے پیاروں اور ارم کمال' ام مریم' کوثر خالد کے نام

السلام علیکم! امید کرتی ہوں سب سورج کی طرح چاند کی طرح چمکتی پھولوں کی طرح مہکتی خوش وخرم ہوں گی۔ میری اللہ سے دعا ہے کہ آپ ہمیشہ اسی طرح بتیس دانت نکالے مسکراتی زندگی کو انجوائے کرتی رہیں' ہاہاہا' آمین۔ ارم کمال جی مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوتی ہے

کہ آپ بیٹی کرن کمال کی شادی ہوچکی ہے' اللہ تعالیٰ آپ کی بیٹی کرن کمال کو سدا سہاگن رکھے اور نیک اولاد سے نوازے۔ ارم کمال جی اللہ تعالیٰ آپ کی طرح ہر ماں کو اپنے فرض سے سبکدوش ہونے کی توفیق عطا کرے۔ ارم جی آپ کی دوستی مجھے دل و جان سے قبول ہے آپ کا تعارف پڑھنا چاہتی ہوں آپ کی کاسٹ کیا ہے ضرور بتانا اور فیصل آباد میں آپ کہاں رہتی ہیں میں آپ سے رابطہ کرنا چاہتی ہوں۔ ام مریم مجھے آپ کا بہت انتظار ہے آپ کب آرہی ہیں' اپنی تحریر لے کر ہمارے دلوں کو ہلانے کے لیے' مجھے انتظار رہے گا۔ کوثر خالد آپ اتنی اداس کیوں رہتی ہیں' آج کل کہاں غائب ہیں جلد محفل میں حاضر ہوجاؤ۔ ام مریم اور کوثر خالد آپ جڑانوالہ میں کہاں رہتی ہیں؟ عدیلہ تم چنیوٹ جاکر بہت پھرنے لگ گئی ہو' تیری شکایت کرتی ہوں تیری ساس کو۔ سیفی کیسا ہے اور کب چکر لگارہی ہو ہماری طرف' ہاں اگر تم نے نہیں آنا تو نہ آؤ لیکن سیفی کو بھیج دو۔ نبیلہ آپی آپ کیوں اداس بیٹھی ہو' آپ کی بیٹی ابیہہ چڑیل کیسی ہے اب کافی بڑی ہوگئی ہوگی۔ مزمل بھائی آپ مکھیوں کا آپریشن کرنا چھوڑ دو ڈاکٹر صاحب اور نماز کی طرف دھیان دو اور اس بار جب آؤ تو میرے نام کا کیک بنا کر لانا۔ بھائی خالد آپ سے ہم ناراض ہیں آپ چکر لگانا تو دور کی بات مس کال بھی نہیں کرتے۔ چاچو ملک جی آپ اپنی لیلیٰ کے ساتھ لڑائی مت کیا کریں' ہماری آنٹی بے چاری اداس ہوجاتی ہیں۔ سب کو میرا دلی سلام قبول ہو' اللہ حافظ۔

عقیلہ رضی...... فیصل آباد

آنچل دوستوں کے نام

میری طرف سے تمام آنچل قارئین کو سلام' امید واثق ہے کہ آپ سب بخیر و عافیت ہوں گی۔ اللہ سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے' نگہت عبداللہ صاحبہ آپ کی والدہ کی وفات کی خبر پڑھ کر دل دکھ سے بھر گیا' ماں جیسی نعمت کے دنیا سے چلے جانے پر ایسا لگتا ہے کہ تپتے صحرا میں آ کھڑے ہوں۔ اللہ آپ کو صبر عطا فرمائے اور والدہ کو غریق جنت کرے' آمین۔ ارم کمال آپ کی بیٹی کی شادی کی بے حد مبارک باد' میں سمجھ رہی تھی کہ آپ کے بچے چھوٹے ہوں گے' اللہ آپ کی بیٹی کو بہت زیادہ خوشیوں سے نوازے۔ میں نے آنچل میں ابھی لکھنے کا آغاز کیا ہے اور میری تین کہانیاں شائع ہوچکی ہیں یہ سب قیصر آپی کا دیا ہوا اعتماد ہے بہت سی بہنوں نے آئینہ میں میری کہانیوں پر پسندیدگی کا اظہار کیا ان کی میں بے حد شکر گزار ہوں' جنہوں نے دل میں سراہا ان کا بھی بے حد شکریہ ہاہاہا۔ سامعہ ملک' پروین افضل شاہین' نجم انجم' طیبہ نذیر' تمنا بلوچ' ارم کمال' افشاں علی' انا احب' دعائے سحر' ماریہ کنول ماہی' فریدہ جاوید فری' فصیحہ آصف' سیدہ جیا عباس آپ سب میری آنچل فرینڈز کی فہرست میں ہیں' اللہ آپ سب کو ڈھیر ساری خوشیوں سے نوازے' آنچل کے لیے نیک تمنائیں' اللہ حافظ۔

حمیرا نوشین...... منڈی بہاؤالدین

قیصر آراء (مدیرہ) کے نام

بصد احترام شب کے فسوں خیز لمحات میں حرا' آج آپ سے مخاطب ہے۔ مجھ ناچیز کے افسانے کو اشاعت کی نوید دے کر جو تعظیم و تکریم آپ نے بخشی اس نے میری ذات کے چٹختے خول پر یہ باور کروادیا ہے کہ حرا! دل و دماغ کے مزید خانے کھولیے جو تحریم بھرے احساسات و جذبات رکھتے ہیں وہ آپ کی قدر ضرور کریں گے۔ مری خواہش ہے (چھوٹی سی) کہ آپ کی ادبی و تحقیقی اور فنی توقعات پر پورا اتر سکوں جو آپ سے مری محبت کے دامن کو بڑھانے کا مقدر ٹھہریں گی۔ آنچل وحجاب سے منسلک تمام ٹیم کو سلام شوق (قبول کیجیے)۔

حرا قریشی...... بلال کالونی' ملتان

آنچل کی تتلیوں کے نام

السلام علیکم فرینڈز! امید ہے سب خیریت سے ہوں گی' ان سب کا شکریہ جنہوں نے یاد رکھا' تابندہ ڈیئر تمہیں بھانجی کی بہت بہت مبارک ہو اور تحریم سسٹر کو بھی مبارک ہو (اب سب سے پہلے تمام ذکر کرکے تمہارا گلہ ختم کردیا) نورین شاہد گم ہی ہوگئی ہیں کہیں' جاناں ملک آپ کہاں غائب ہیں؟ اریبہ شاہ آپ نے شادی تو نہیں کرلی؟ بالکل ہی غائب ہوگئی ہیں آپ۔ ملالہ اسلم' رشک حنا یاد رکھنے کا شکریہ ڈیئر۔ عدن چوہدری عاشی دوستی کرکے بھول نہ جانا۔ شاہ زندگی بہت اپنی سی لگتی ہو

آپ۔ کاجل شاہ آپ بھی انٹری دے ہی دیں اب (ویسے آپ کی پرنسز کا کیا نام ہے کاجل!) شمع مسکان آپ نے اسٹوریز لکھنا کیوں چھوڑ دیا (مسکان دوبارہ سے لکھنا اسٹارٹ کردو اوکے) شاہ گروپ مجھے تو آپ بھول ہی گئے (ناراضگی ہوجائے گی)۔ شاہ زندگی اریبہ شاہ، جاناں، نورین شاہد (آپ نے انٹروڈکشن میں کہا تھا کہ آپ ایف ایم جوائن کرنے والی ہیں، اب بتایئے کہ جوائن کیا یا نہیں؟) شمع مسکان، کاجل، زرش بخاری، سیدہ جیا عباسی، ایس انمول شاہ، طیبہ نذیر، ساریہ چوہدری، سباس گل، انا احب، دعا قریشی، زوباش خان، لاڈو ملک، سنیاں واقصیٰ زرگر، عدن چوہدری عاشی اور تمام دوستوں کو سلام اللہ نگہبان۔

پارس شاہ...... چکوال

شاہ گروپ کے چمکتے تاروں کے نام

السلام علیکم! شاہ گروپ کے سویٹ تاروں! امید واثق یقین کامل ہے تم سب ٹھیک ٹھاک خوش باش ہوگے ویسے بھی اپنا نام وہ بھی آنچل میں دیکھ تمہاری چمک بھلا ماند پڑ سکتی ہے ثمر عباس کو کہنا چاہتی ہوں میں بہت بہت لکی ہوں جسے تم جیسی پیاری دوست ملی۔ زونی، رابی، جیز ی تم بھی میری بہت اچھی اور پیاری کزنیں ہو۔ پارس شاہ سوری آپ کو کوئی جواب نہیں دے سکی اصل میں مجھے ہارٹ اور دمے کا بہت زیادہ پرابلم ہے اس لیے مہینوں بعد آنچل میں بھیجتی ہوں اس لیے پلیز، ہاں وہی سمجھا کروں تم ہمیں یاد کرتی ہو بہت خوشی ہوئی پڑھ کر۔ دعا ہے آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے اللہ حافظ۔

ثمر عباس، لیلیٰ شاہ...... گجرات

سب فرینڈز کے نام

السلام علیکم! ڈیئر آنچل فرینڈز کیسے ہیں آپ سب؟ فرینڈز میں بہت عرصہ سے آنچل سے غائب تھی تو آپ سب نے مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھا (مجھے بے حد خوشی ہوئی)۔ ایس بتول شاہ آپ کے اندازے پر تو میں شاکڈ رہ گئی (اور سچ بتاؤں تو غصہ بہت آیا) طیبہ نذیر آپ کیسی ہیں؟ (مجھے بھول تو نہیں گئیں؟ باربی ڈول (ریحانہ راجپوت) آپ کو تو میری کمی ہرگز بھی محسوس نہیں ہوئی ہوگی۔ آنسہ شبیر ڈیئر ڈریم گرل ہاؤ آر یو؟

(بہت ہی اچھی ہو) ماہ رخ سیال آپ سنائیں، عظمیٰ فرید آپ کدھر ہیں آج کل؟ طیبہ نذیر آپ کی بہت یاد آتی تھی۔ ساریہ چوہدری آپ کو بھی سلام اس کے ساتھ ہی اجازت دیں اللہ حافظ۔

فوزیہ سلطانہ...... تونسہ شریف

سدا یاد رکھنے والوں کے نام!

وقت یونہی سب کو آئینہ دکھاتا ہے
کوئی یاد رکھتا ہے کوئی بھول جاتا ہے

میٹرک میں ایک ماہ ٹیوشن رکھی تھی، وہاں ایک نئی لڑکی نسیم نے آٹو دیا تھا یہ شعر، دیکھ لیں ہم نہیں بھولے بلکہ ہم کسی بھی ملنے والے کو نہیں بھولتے۔ البتہ بچھڑوں کو ملنا تو ناممکن ہے۔

دل کو اچھے لگتے ہیں قلم قبیلے کے سب لوگ
نام مگر کسی کسی کا زباں کو یاد رہتا ہے

پہلے تو ان خاص ناموں کو سلام جنہوں نے میری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا، یا جنہیں میری تحریریں پسند آئیں۔ جو نام یاد آرہے ہیں وہ یہ ہیں۔ لائبہ مہر، روشنی وفا، فرحت گھمن، سنبل ملک، ارم کمال، اور جنہیں میں بھی پسند کرتی ہوں ان میں حرا قریشی، سامعہ ملک، پروین افضل، یاسمین کنول، دعائے سحر، نیلم شہزادی، بس ابھی اتنے ہی یاد ہوئے ہیں، ویسے مرد حضرات کی شاعری خواتین سے اچھی ہوتی ہے۔ جیسے عبدالحکیم، قدیر رانا وغیرہ۔ مجھے شاعری از حد پسند ہے خاص کر حمد و نعت تو میری جان ہے۔ کبھی تو ایک دن میں دس بار آمد ہوجاتی ہے اور کبھی ایک ماہ بھی گزر جاتا ہے، بوجہ مصروفیت ذہن...... لائبہ میر آپ نے میرا تعارف مانگا ہے، میں نے بھیجا تھا، باری ہی نہ آئی۔ بس اتنا جان لو کہ میرے بچے کہتے ہیں کہ ہماری اماں دنیا میں ایک ہی نمونہ ہیں۔ میں نے ایک تعارفی نظم لکھی ہے۔ ''کی جاناں میں کون؟'' اگر آنچل میں لگ گئی تو پڑھ لیجیے گا، کہ لوگ مجھے کیا کیا القاب دے چکے ہیں۔ قافیہ کی مجبوری تھی ورنہ جج اور وکیل کا لقب بھی پا چکے ہیں۔ ویسے ماہ دولت ہرفن مولا ہیں۔ یہ بات میٹرک میں شہناز صدیق نے کہہ دی تھی۔ اور اسی کی یاد میں ہم سلام لمبے والا لکھتے ہیں کہ وہ ہی لکھا کرتی تھی (رحمتہ اللہ و برکاتہ، جنت حلالہ، دوزخ حرامہ والا) ایک

بات سن کر آپ سب حیران رہ جائیں گے کہ میں ایک سالن دس دن تک مزے سے کھا سکتی ہوں، جبکہ بچے ...... خالد صاحب کی طرح روزانہ تازہ سالن چاہتے ہیں۔ اور ہم ہیں ڈھیٹ، دو دن تو ہانڈی چلا ہی لیتے ہیں، حتیٰ کہ ساس کو بھی باسی اور خمیری روٹی کبھی کبھار کھلا دیتے ہیں۔ سچی بھئی رزق ضائع کرنا سخت گناہ ہے۔ اور یہی ہماری صحت کا راز ہے، مرتے وقت خالد صاحب پورے ہسپتال میں یہ کہہ کر مرے، لوگو ہم پیسے کو اہمیت دیتے تھے مگر میری بیوی سادہ رہتی باسی کھاتی، دیکھو آج پیسہ میرے کام نہ آیا، نہ گاڑی نہ کوٹھی، یہ ولی ہے فرشتہ ہے، اور پھر دو دن بعد 19 دسمبر کو جدا ہو گئے، مگر ہم آج بھی خوابوں میں ملتے ہیں، میں ان کی وفات پر بھی نہیں روئی، اسی لیے باقی سسرال خاص کر ساس جٹھانی مجھے پتھر کہتے ہیں،

پتھر بھی دل رکھتے ہیں ذرا سینہ چیر کے دیکھو تم
پتھر آنکھوں کے پیچھے اشکوں کی روانی ہے
آسانی میں دشواری ہے دشواری میں آسانی ہے
آؤ مل کر ساتھ چلیں یہ دنیا آخر فانی ہے

دعا گو و خیر اندیش!

کوثر خالد...... جڑانوالہ

قصہ پارینہ کے نام!

السلام علیکم! گزشتہ چند ماہ سے جو تعلق داری قائم ہے وہ محض ٹوٹی ستون سا ایک ملبے کا ڈھیر ہے۔ میری تمام دوستیں، مجھے مفہوم دوستی سے نا آشنا کہہ کر پکارنے والی، آج خود شناسائی کے سائے سے بھی بے بہرہ ہیں۔ اور میں جانتی ہوں یہ الزام ہجر بھی میرے ہی کھاتے میں ڈالا جائے گا کہ رابطہ میں نے استوار نہیں رکھا، مگر اب میں کوئی جرح نہیں کروں گی، جو روش تم لوگ اختیار کر چکے ہو میں اس کی عادی نہیں، بس تم سب اپنی اپنی زندگی میں خوش رہو، مجھے اب تمہاری دوستی کے التفات سے سروکار بھی نہیں۔ جیسا رویہ روا رکھو گے ویسا جواب مل جائے گا، ویسے بھی مجھے تنہا رہنے کی عادت پڑ گئی ہے مونا شاہ اتنی کمزور بھی نہیں ہاں مگر اک ادراک ضرور ہوا ہے۔ رسم زمانہ ہے جو ساتھ رہتا ہے وہ آپ کا ہے، جو بچھڑ جائے اسے بھول جاؤ یعنی کوئی کسی کا نہیں، سب ڈھکوسلے ہیں۔ کالج ختم، دوستی ختم، اتنی ناپائیداری، توقع نہیں تھی، میری دوستیں اتنی کھوٹی ہیں، لیکن شاید میں ہی بے خبر تھی، روشنی وفا آپ کے نام پیغام بھیجا تھا، ہمیں آپ کی دوستی منظور ہے مگر شرط وفا کے ساتھ، سب اسٹاف ممبرز کو سلام، اللہ حافظ۔

مونا شاہ قریشی...... کبیر والا

زینب کے نام اور کچھ خاص لوگوں کے نام

پیاری کیوٹ سی سسٹر زینب (یارا حیران نہ ہو میں ہوں سمیہ کنول) آنچل کے ذریعے تمہیں وش کرنے آئی ہوں ہیپی ویلنٹائن ڈے، ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہو خوش رہو آئی لو یو سوچ۔ میں تمہیں بہت مس کر رہی ہوں (سچ مچ ڈیئر) عروسہ (پالاکوٹ) خدیجہ (کاغان) ایمن، صباحت، بسمہ (مانسہرہ) اقصیٰ (لوہا بانڈا) کومل، آمنہ، حناء صادق، کنندہ، رمشہ آپی، سائرہ آپی (خاکی) صبیحہ مغل، کنزہ (بہنا)، مشی خان، کرن شہزادی، شاہین باجی، نگہت (بھیر کنڈ) امی، ابو، ساجد احسن، ہنی، مانو سب کو ہیپی ویلنٹائن ڈے۔ میں آپ سب لوگوں سے بہت پیار کرتی ہوں، آنچل کی ذریعے اپنے پیار کا اظہار کر رہی ہوں۔ میں آپ سب لوگوں کو کھونا نہیں چاہتی، آپ کو اس طرح وش کرنا کیسا لگا ضرور بتایئے گا۔ ہمیشہ خوش رہیں۔

سمیہ کنول...... بھیر کنڈ

دل کے قریب لوگوں کے نام

السلام علیکم! میری طرف سے تمام آنچل فرینڈز اینڈ رائٹرز اور کچھ دل کے قریب لوگوں کو محبتوں بھرا اسلام قبول ہو۔ ڈیئر آپی بجو کیسی ہیں آپ؟ آپ سے میں ناراض ہوں، وجہ شاید آپ جانتی ہیں خیر جلدی سے مجھے منائیں اور عابی بجو پرنس انابیہ کو میری طرف سے ڈھیروں پیار کرنا۔ بجو آپ مجھے بہت یاد آتی ہو (آئی مس یو) خالہ آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ خدا آپ کو لمبی زندگی اور تندرستی عطا فرمائے۔ ثنائیہ آپ کیسی ہو اور گل آپی کا ثناؤ اور اریشہ اور کاشی دل لگا کر پڑھنا۔ امی اور بابا کو تھوڑا تنگ کیا کرو، شرارتی لڑکے اپنی شرارتیں کم کرو۔ چاند بابو (پیارے بھائی) بحرین میں آج کل دن کیسے گزر رہے ہیں؟ بھیا ہم آپ کو بہت مس کرتے ہیں آپ کی لٹل پرنس نے آپ کو چونکانے کا نیا طریقہ ڈھونڈ لیا ہے،

دیکھیں نا۔ میں اپنی فرینڈز کا ذکر تو بھول ہی گئی عروج رضا' مومنہ' حرا شاہ' نبیلہ شاہ' کلثوم' ام مریم عالم' نگہت' کنزہ' سمیہ کنول' مشی خان تم سب کے لیے ڈھیروں دعائیں اور آخر میں اتنا ہی کہوں گی اللہ ہمیں اسوۂ حسنہ پر چلنے کی توفیق دے' خوش رہو اور خوشیاں بانٹو کیونکہ اصل خوشی تو وہی ہے جو دوسروں کو ملتی ہے' پاکستان زندہ باد۔

کرن شہزادی...... مانسہرہ

شازیہ ہاشم کے نام

آپی جان شازیہ! کیا حال ہے اللہ آپ کو مزید بلندیاں عطا کرے' آپ کی نانی کی وفات کا سن کر بہت دکھ ہوا' اللہ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے' آمین۔ آپ کو ختم نبوت کورس کی پیشگی مبارک باد۔ آپی جان مجھے ناچیز کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھا کریں' ڈیئر سسٹرز سائرہ عبدالحلیم' نبیلہ (الٰہ آباد) کیا حال ہے سائرہ کیا تمہارا کا رزلٹ آ گیا ہے نبیلہ تمہارے میٹرک میں کتنے نمبر آئے تھے ہمیں اب تو وہ باتیں خواب لگتی ہیں اور تم دونوں جلدی سے اپنی منگنی کی خبر سنادوں۔ پیاری کلاس فیلوز امرینہ' ثمرینہ تمہارا کیا حال ہے تم تو شادی کروا کے غائب ہی ہوگئی ہوں' جلدی سے تم دونوں ہمیں فون کرو۔ ڈیئر سلمٰی تمہارا کیا حال ہے' تم بہت خوش قسمت ہو جو تمہیں جامعہ میں پڑھانے کی سعادت حاصل ہوئی ہمارے لیے بھی دعا کیا کرو۔ اچھی کزنز صبا اینڈ فرزانہ تم مجھے بہت یاد آتی ہو' باجی شازیہ اینڈ سائرہ نبیلہ امرینہ ثمرینہ تمہیں پتا ہے کہ میری تحریر آنچل کے معیار پر پوری اتری ہے۔ تمہاری قبیل میں ایک رائٹر کا اضافہ ہونے جارہا ہے اور میری کامیابی کی سند باجی شازیہ کو جاتی ہے جس نے ہمیں ادب کی دنیا سے متعارف کروایا ہے ہاتھ میں قلم پکڑنا سکھایا میری پہلی کہانی شازیہ ہاشم عرف تمثال ہاشمی کے نام۔

کے ایم نورالمثال شہزادی...... کھڈیاں خاص

بے اولاد جوڑوں کے نام

السلام علیکم! امید و یقین اور دعا بھی یہی ہے کہ آنچل پڑھنے اور لکھنے والے سبھی خیر خیریت سے ہوں گے۔ یہ پیغام میری جانب سے پروین افضل شاہین سمیت ہر اس شخص کے نام جو اولاد جیسی نعمت سے محروم ہے۔ بے شک مایوس ہونا شیطان کا کام ہے' اسی لیے کہا گیا ہے کہ مایوسی کفر ہے۔ میں آپ تمام لوگوں سے کہوں گی کہ مایوس نہ ہو' آپ صرف اور صرف ''سورۃ شمس'' پڑھیں خود بھی اور تمام گھر والے یا جتنے زیادہ سے زیادہ لوگ گھر والے پڑھ سکیں' بہت زیادہ پڑھیں' کم از کم سورۃ شمس چالیس دفعہ صبح و شام یا دن میں ایک ہی بار چالیس مرتبہ پڑھیں' مسلسل پڑتے رہیں تب تک پڑھتے رہیں جب تک مراد حاصل نہ ہو۔ ان شاء اللہ آپ کی مراد ضرور پوری ہوگی۔ پروین افضل شاہین اور بختاور ناز اللہ آپ کے بھائیوں کو اولاد جیسی نعمت سے نوازے' باقی سبھی کے لیے میری جانب سے ڈھیر ساری دعائیں۔ ایک بار پھر کہوں گی کہ سورۃ شمس اللہ رب العزت کا بہت بڑا انعام ہے ہم گناہ گاروں کے لیے۔ آپ سب اس عمل کو یقین کے ساتھ پڑھ کے تو دیکھیں جس دن آپ کی مراد پوری ہوگی صرف اسی دن بدلے میں' میں آپ سے دعاؤں کا تحفہ مانگوں گی' سب کو سلام' اللہ نگہبان۔

وجیہہ بادل (بادل)...... کھوٹہ

کرن رؤف کے نام

کرن تمہارا کیا حال ہے؟ خوب مزے میں ہو روز دعوتیں' سیریں' ہوٹلنگ' مہمانوں کا آنا جانا تمہاری تو پانچوں انگلیاں گھی میں اور سر کڑاہی میں۔ میری تو دعا ہے کہ تم ہمیشہ سرسبز و شاداب رہو' ہمیشہ ایسی بیل بنو جو دوسروں کو سہارا دیتی ہو۔ ہمیشہ عاجزی و انکساری کو اپنا شعار بناؤ' میاں کی رضا کو اپنی خواہش بنالو کیونکہ جو بیوی میاں کو خوش رکھتی ہے وہ جنت میں جانے کی حقدار ہے' ساتھ ہی اپنی ساسو ماں کو بھی ہمیشہ خوش رکھنا اور ان کی عزت کرنا تبھی میں تم سے راضی اور خوش رہوں گی۔

ارم کمال...... فیصل آباد

بہت پیاروں کے نام

السلام علیکم! ابو جان کیا حال ہے؟ ارے اتنا حیران کیوں ہورہے ہیں میں آپ کی بیٹی ہوں۔ میں آنچل کے ذریعے آپ کو آپ کی سالگرہ وش کرتی ہوں' اللہ کرے آپ ہزاروں سال زندہ رہیں' ابو جان میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں اتنا کہ میرے پاس الفاظ نہیں۔ آپ خود کہتے ہیں کہ آپ کو کبھی کسی نے سالگرہ والے

دن وش نہیں کیا سوائے ایک میرے یقیناً آج تک آپ کو کسی نے رسالے کے ذریعے وش نہیں کیا ہوگا اس لیے میرے اور آنچل دونوں کی طرف سے بہت بہت سالگرہ مبارک ہو۔ ابومرشد بھی کہہ رہا ہے' امی جان پلیز ایک بار لوٹ کر آؤ، میرے پاس بہت کچھ ہے' آپ کو بتانے کے لیے ہم دونوں بہن بھائی آپ کو بہت یاد کرتے ہیں۔ سب کی مائیں ہیں ایک آپ نہیں' یکم جنوری کو آپ کو ہم سے بچھڑے آٹھواں سال شروع ہوجائے گا ان سالوں میں ہم نے ہزار بار آپ کو یاد کیا' زندگی میں بہت سے ایسے لمحات آئے جب شدت سے ہم نے کیا۔ کاش آج امی ہوتیں' اللہ تعالیٰ آپ کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے' آمین۔ میری ٹیچر مس مریم اللہ آپ کو سدا خوش رکھے' آمین۔ ندا خالق' سمیرا' عدیلہ' مہوش' کشور' سماویہ' شمائلہ عبدالرحمان' صائمہ شہادت' صائمہ رجب' آپی فوزیہ' خالہ جینو' رانی صاحبہ اور بیہ آپ سب کو میری طرف سے محبت بھرا سلام۔ اللہ ہمیشہ آپ لوگوں کو میرے ساتھ رکھے' آپ میرا بہت قیمتی سرمایہ ہو' ندا اب تم خوش ہونا' عروج فاطمہ سالگرہ مبارک ہو' اللہ حافظ۔

ایس گوہر طور...... تاندلیانوالہ

ارم کمال، صنم شاہ عرف سنی شاہ' انیلا سخاوت اور آنچل کی تمام دوستوں کے نام

السلام علیکم! میری طرف سے تمام آنچل فرینڈز کو بہت ساری دعائیں' ڈیئر ارم کمال صاحبہ! آپ کی بیٹی کی رخصتی کا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ آپ نے ایک بہت بڑا فرض ادا کردیا' اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کی بیٹی کو خوشیوں سے بھرپور زندگی عطا فرمائے۔ صنم شاہ' چندا مثال کا نمبر میرے پاس ہے وہ اور ان کے دونوں بچے ابو بکر اور عثمان خیریت سے ہیں' میری اکثر فون پر بات ہوتی ہے۔ انیلا سخاوت دعائیں، آپ کی دوستی کی آفر دل سے قبول کرتی ہوں۔ اپنے دوستوں کی فہرست میں میرا نام ضرور شامل کرلینا۔ نورین انجم اور نورین شفیع دونوں کے سلام قبول ہیں' میری طرف سے بھی سلام عرض ہے۔ صائمہ کشف فرام فیصل آباد آپ کا تعارف بہت پسند آیا۔ یادگار لمحے اور شعر پسند کرنے کا شکریہ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو ڈھیر ساری نوازشوں سے نوازے' آمین باقی دوستوں میں کوثر خالد' لائبہ میر' فائزہ بھٹی' عائشہ نور عاشا' مونا شاہ' پاکیزہ علی' مدیحہ نورین' یاسمین کنول' کنول خان' جازبہ عباسی' عائشہ پرویز' شیریں گل' ملالہ اسلم' طاہرہ غزل' ہالا سلیم' جیا عباس' لاڈو ملک' صائمہ سکندر' پارس شاہ' رشک وفا' مسز نگہت غفار' نیلم شہزادی' تمنا بلوچ' انعم خان' چندا مثال' حمنی سحر اور جو رہ گئی ہیں ان سب کے لیے بہت سے پیار بھرے پھولوں کی طرح مہکتے ہوئے سلام اور دعائیں عرض کرتی ہوں۔ طیبہ نذیر ہمیشہ آباد رہو' پروین افضل اللہ سے دعا ہے کہ وہ آپ کے پرنس کا سایہ ہمیشہ آپ کے سر پر قائم رکھے' ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہو' اللہ حافظ۔

نجم انجم اعوان...... کراچی

اپنوں کے نام

السلام علیکم فرینڈز! امید کرتی ہوں آپ سب بخیریت ہوں گے سب سے پہلے آپ سب کو میری طرف سے نیا سال مبارک ہو' سباس آپی ناول مکمل ہونے پہ بہت مبارک باد۔ ڈیئر شاہ زندگی' ساریہ چوہدری' شمع مسکان اینڈ نادیہ یٰسین آپ سب کہاں غائب ہیں پلیز آنچل میں انٹری دیں' بہت یاد آرہے آپ سب۔ اس کے علاوہ نجم انجم آپی بہت شکریہ' ثوبیہ کوثر کہاں غائب ہوگئیں۔ ڈیئر پروین افضل آپ کی باتیں بہت اچھی لگتی ہیں خصوصاً ہم سے پوچھے کے سوالات کیا ہم تم دوست ہیں؟ اس کے بعد آتی ہوں مائدہ میری شہزادی یکم جنوری کو تمہاری سالگرہ تھی بہت بہت مبارک ہو' آپ کو اور خبردار جو گفٹ مانگا تو...... اللہ پاک آپ کو بے حساب خوشیاں نصیب کرے تم جو مانگو تمہیں مل جائے۔ ڈیئر فرینڈز میں اب اپنی نگارشات علمہ اکمل خان کے نام سے بھیجوں گی۔ علمہ شمشاد حسین کے نام سے نہیں تو پلیز آپ مجھے علمہ اکمل خان کے نام سے ضرور یاد کیجیے گا آخر میں آپ سب کے لیے ڈھیروں دعائیں' اللہ آپ سب کو اپنی رحمتوں کے سائے میں رکھے اور آپ کو ہزاروں خوشیاں دیکھنا نصیب کرے آپ سب کی دعاؤں کی طلب گار۔

علمہ شمشاد حسین...... کراچی

کھلتے گلاب کی خوب صورت پتیوں کے نام

السلام علیکم! مائی ڈیئر آنچل اسٹاف ٗ ریڈرز اینڈ رائٹرز کیسے ہیں آپ سب؟ ارم کمال ٗ ام مریم ٗ نازیہ کنول نازی ٗ ماریہ کنول ماہی ٗ پروین افضل شاہین ٗ سباس گل ٗ سمیرا شریف طور ٗ فاخرہ گل ٗ فرح طاہر ٗ سحرش فاطمہ ٗ سیدہ ضوباریہ ٗ نگہت عبداللہ ٗ ملیحہ احمد ٗ راحت وفا ٗ نزہت جبیں ضیاء ٗ طلعت نظامی ٗ صدف آصف ٗ رشک حبیبہ ٗ حمیرا نوشین ٗ سمیہ عثمان ٗ ام ایمن نعیم ٗ میمونہ رومان ٗ طلعت آغاز ٗ روبین احمد ٗ ایمان وقار ٗ ہما احمد ٗ جویریہ سالک ٗ شہلا عامر ٗ شمائلہ کاشف ٗ حنا احمد ٗ خدیجہ احمد ٗ پارس فضل ٗ ہالہ ٗ عائشہ سلیم ٗ شہریار ٗ سنیاں زرگر ٗ اقصیٰ ٗ روبی علی ٗ ثوبیہ رحمٰن ٗ ندا مسکان ٗ طیبہ نذیر ٗ سمیہ کنول ٗ نیلم شہزادی ٗ ایس کے ٗ ریا احمد ٗ ماریہ پارس ٗ روشی وفا ٗ ثوبیہ سحر ٗ دعائے سحر ٗ وثیقہ زمرہ ٗ مشا علی مسکان ٗ رخ کومل ٗ انا احب ٗ کنول جتوئی ٗ قرۃ العین ٗ پاکیزہ علی ٗ شمع فیاض ٗ حافظہ سمیرا ٗ ثانیہ ٗ مسکان ٗ نجم انجم اعوان ٗ شاء مینہ رمل ٗ مہرین علی آغا اور ایس اے انمول اور جو رہ گئیں وہ سب بھئی آپ سب بہت یاد آتے ہو مجھے۔ میرا دل کرتا ہے آپ سے ملنے اور بہت سی باتیں کرنے کو۔ آنچل کے تھرو دوستی تو ہوگئی مگر میں اس دوستی کو مضبوط کرنا چاہتی ہوں۔ دوستی کی آفر قبول ہے یا نہیں جواب ضرور دینا میں انتظار کروں گی۔ فرزانہ ندیم شکوری ٗ رضواہ کرن ٗ سلطانہ کرن ٗ سلمٰی علی ٗ ریحانہ محسن ٗ رخسانہ کوثر ٗ طیبہ شہزادی ٗ مقدس شہزادی ٗ اقصیٰ رمضان ٗ محمد آصف علی اور میرے باقی پیارے کزنز جی کیا حال چال ہیں؟ اور آج کل کیا ہو رہا ہے؟ یقیناً مجھے یاد کر کے دن رات روتے ہوں گے آپ سب؟ تیمور الحسن ٗ فہد ندیم شکوری ٗ صائم علی ٗ فیضان احمد ٗ محمد فیضان ٗ محمد کامران ٗ عاشہ عابد ٗ زین العابدین اور ماہم فاطمہ گڑیا آپ سب ہمیشہ ہنستے مسکراتے رہو۔ فرخندہ شہباز ٗ فوزیہ باجی ٗ جویریہ شیخ ٗ ابریشم سدا خوش رہو آپ سب۔ اب میری ڈیئر فرینڈز! نگینہ علی ٗ ثمینہ حسن ٗ شگفتہ شفیق ٗ اسماء عارف ٗ عظمیٰ نور شاہ ٗ آصفہ الیاس ٗ ریحانہ ساجد امین ٗ جویریہ ثناء ٗ عاصمہ رفیق ٗ اقراء خلیل ٗ ام ایمن ٗ حمنہ ٗ اقصیٰ ٗ ماہم مرزا اور سدرہ بتول ٗ سدرہ جہانگیر ٗ ماریہ ارم ٗ سمیرا اور میری پیاری سدرہ تم سب بہت یاد آتی ہو۔ تم سب کے بغیر زندگی عذاب لگتی ہے مجھے اب تو رو رو کے بھی تھک گئی ہوں خدارا لوٹ آؤ اس سے پہلے کہ میری جان چلی جائے۔ ماہم مرزا تم سے تو اتنا پیار کرتی ہوں کہ تم اندازہ بھی نہیں کر سکتیں ٗ سمندر کی گہرائی ٗ شہد کی مٹھاس سے بھرپور محبت ٗ آئی لو یو سو مچ۔ مجھے جواب ضرور دینا میں انتظار کروں گی ٗ آپ سب سدا خوش رہو آمین۔

تسلیم شہزادی...... کمالیہ ٗ اسلام پورہ

دوستوں کے نام

مجھے اس فیلڈ میں آئے بے شک ایک سال ہوا ہے لیکن فیس بک کی دنیا سے گیارہ سال سے جڑی ہوئی ہوں، کافی لوگ آئے گئے پر گزشتہ 3-4 سالوں سے کچھ ایسے لوگ میری زندگی میں شامل ہوئے جو دور رہ کر بھی دل سے قریب لگنے لگے ہیں۔ ندا حسنین ماشاء اللہ جو دوست پہلے بنیں اور اب رائٹر ہیں ٗ آنچل میں اسی طرح لکھتی رہو۔ ایمان علی تم بہت اچھی ہو تم سے لڑنا بھی اچھا لگتا ہے لیکن جب تم میری تعریف (آہم آہم) کرتی ہو ناں تب بہت اچھا لگتا ہے۔ حنا مہر! تم سے اب تک میرا جھگڑا نہیں ہوا (کوئی موقع ملے بس...... آہو) لیکن میری دعا ہے تمہارا قلم اور زور پکڑے ٗ آمین۔ میرب ٗ مہر ٗ حریم تم تینوں کا بے حد شکریہ ہمیشہ ساتھ رہنے کا ٗ مجھے سمجھانے کا۔ حرمت ردا ٗ میری چھلی سی دوست۔ نادیہ احمد اور افشاں ٗ میری پیاری سی رائٹر دوستیں جن سے جب دل چاہے لڑ کر پھر بات کر لیتی ہو اور مزہ بھی آتا ہے۔ صدف آصف جن سے دوستی کر کے مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں ان کی چھوٹی بہن ہوں مجھے ہر قدم گائیڈ کرنا میرا ساتھ دینا ٗ سمجھانا۔ عائشہ پرویز تمہیں زیادہ تو نہیں جانتی لیکن بچو تم اب تیاری پکڑو تمہارے افسانے کا حشر نشر کرنا ہے میں نے اب اور فاطمہ ٗ رملہ ٗ عائشہ ٗ بشریٰ ٗ کنول ٗ حنا حورانی تم سب بہت اچھی ہو۔ دیکھو لو میں نے سوچا یہاں بھی بتا دوں کہ تم لوگ میرے لیے کتنا اہم حصہ ہے۔

سحرش فاطمہ......

dkp@aanchal.com.pk

یادگار لمحے

جویریہ سالک

دعا

اے پیارے رب
تمہاری رحمت کے طفیل
جڑا دل کا دل سے رابطہ اس سے
اے پروردگار!
یہ ادنیٰ سی بندی
تجھ سے دعا گو ہے کہ......
ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لکھ دے
میرے نصیب میں
خوشیاں......

شمع مسکان...... جام پور

ذرا سوچئے

ہم جس مسجد میں روز نماز ادا کرتے ہیں وہاں ہمیں وضو کے لیے پانی، ہوا کے لیے پنکھے، روشنی کے لیے لائٹس، جنریٹر، کارپٹ، امام اور موذن کی سہولت حاصل ہوتی ہے تاکہ ہمیں نماز میں آسانی ہو اور ہم مسجد کو ماہانہ کیا دیتے ہیں، دس روپے زیادہ سے زیادہ بیس روپے جبکہ ہم ٹی وی کیبل 350 اور انٹرنیٹ 1200 کی فیس ہر ماہ ادا کرتے ہیں۔ موبائل پر بے تحاشا لوڈ کرواتے ہیں۔ ذرا سوچئے ہم مسلمانوں کا پیسہ کہاں خرچ ہو رہا ہے۔

شمائلہ رفیق..... سمندری

عہد گل

آؤ ہم ایک عہد کرتے ہیں کہ
اب کہ موسم بہاراں میں
ہم اتنے سارے گلاب بوئیں گے
کہ......
جو اگلے موسم بہاراں تک
ختم نہ ہوں
اور ہم سارا سال ایک دوسرے
میں محبت کے سرخ گلاب بانٹتے رہیں

سباس گل...... رحیم یار خان

ماڈرن ڈکشنری آف اسٹوڈنٹ

بلیک بورڈ: جو خالی پیریڈ میں ٹائم گزارنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔

چاک: نشانہ پکا کرنے کے کام آتا ہے۔

ڈسٹر: جو شاگردوں کے جوتے صاف کرنے کے لیے بے حد کارآمد ہے۔

ڈیسک: طالب علموں کے لیے ڈھول بجانے کے ساتھ ساتھ سونے کے بھی کام آتا ہے۔

فولادی گھنٹی: سخت سے سخت استاد کو کلاس روم سے نکالنے کا واحد ذریعہ ہے۔

کلاس روم: جو دوران لیکچر کسی قبرستان کی طرح پرسکون اور خالی پیریڈ میں مچھلی مارکیٹ بنا ہوتا ہے۔

لائبریری: عشقیہ خطوط لکھنے کی نہایت موزوں جگہ ہے۔

کتاب: جو اشعار لکھنے کے لیے عمدہ ڈائری کا کام دیتی ہے۔

طالب علم: جواب طالب علم کے علاوہ سب کچھ ہے یعنی طالب فلم، طالب فیشن، طالب غنڈہ گردی وغیرہ۔

لائبہ میر...... حضرو

حقیقت

انسان خود انمول نہیں ہوتا بلکہ اس کا کردار اسے انمول بناتا ہے۔

بارش کے پانی کا قطرہ سیپ اور سانپ دونوں کے منہ میں گرتا ہے۔ یہ اپنا اپنا ظرف ہے کہ سیپ کے منہ میں موتی اور سانپ کے منہ میں زہر بنتا ہے۔

انسان کی فطرت ہے وہ کسی بھی چیز کی صرف دو بار قدر کرتا ہے ایک ملنے سے پہلے دوسرا کھو دینے کے بعد۔

انسان اپنے اوصاف سے عظیم ہوتا ہے، عہدے سے نہیں کیونکہ محل کے سب سے اونچے مینار پر بیٹھنے سے کوا

عقاب نہیں بن جاتا۔

سچ بول کر بے شک کسی کا دل توڑ دو مگر جھوٹ بول کر کسی کو خوشی مت دو کیونکہ جھوٹی خوشی کی عمر تھوڑی اور اس کا انجام روح کی توڑ پھوڑ کا سبب بنتا ہے۔

انسان تو ہر گھر میں پیدا ہوتے ہیں لیکن انسانیت کہیں کہیں جنم لیتی ہے۔

اگر اسلام سے انسانیت اور خدمت نکال دی جائے تو صرف عبادت رہ جاتی ہے اور عبادت کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس فرشتوں کی کمی نہیں۔

جاذبہ عباسی...... دیول، مری

غزل

عشق صحرا ہے کہ دریا کبھی سوچا تم نے
تجھ سے کیا ہے میرا ناتا کبھی سوچا تم نے
یہ الگ بات ہے کہ میں نے کبھی جتایا نہیں تم کو
ورنہ کتنا تجھے سوچا کبھی سوچا تم نے
تجھے آواز لکھا، نور لکھا، پھول لکھا، سانس بھی لکھا
میں نے کیا کیا تجھے لکھا کبھی سوچا تم نے
مطمئن ہوں تجھے لفظوں کی حرارت دے کر
میں نے کتنا تجھے سوچا کبھی سوچا تم نے

فضیلہ آصف......

یا اللہ مجھے بچا

ایسی نیند سے۔ جس سے فجر کی نماز قضا ہو۔
ایسی مصروفیت سے۔ جس سے ظہر کی نماز قضا ہو۔
ایسی سستی سے۔ جس سے عصر کی نماز قضا ہو۔
ایسی محفل سے۔ جس سے مغرب کی نماز قضا ہو۔
ایسی تھکاوٹ سے۔ جس سے عشاء کی نماز قضا ہو۔
آمین۔

سنیاں واقصیٰ زرگر...... جوڑہ

عادت

کسی انسان نے کوئل سے کہا۔ ''تو کالی نہ ہوتی تو کتنی اچھی ہوتی؟''

سمندر سے کہا۔ ''تو کھارا نہ ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا؟''

گلاب سے کہا۔ ''تجھ پر کانٹے نہ ہوتے تو کتنا اچھا ہوتا؟''

تینوں نے مل کر جواب دیا۔ ''اے انسان! اگر تجھ میں دوسروں کے عیب ڈھونڈنے کی عادت نہ ہوتی تو تُو بھی کتنا اچھا ہوا۔''

نورین انجم اعوان...... کورنگی، کراچی

انمول باتیں

زندگی کے ہاتھ نہیں ہوتے مگر کبھی کبھی تھپڑ ایسا لگاتی ہے کہ زندگی بھر یاد رہتے ہیں۔

زندگی استاد سے زیادہ سخت ہے کیونکہ استاد سبق دے کر امتحان لیتا ہے جبکہ زندگی امتحان لے کر سبق دیتی ہے۔

اگر کوئی تم سے جلتا ہے تو بجائے غصہ ہونے کے ان کی جلن کی قدر کرو کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو تمہیں خود سے بہتر سمجھتے ہیں۔

آنسو تب نہیں آتے جب آپ کسی کو کھو دیتے ہیں، آنسو تو تب آتے ہیں جب آپ خود کو کھو کر بھی کسی کو پا نہیں سکتے۔

نیلی ظہیر...... کوٹلہ جام

بھائی اور دوست

حضرت علیؓ سے پوچھا گیا ''بھائی اور دوست میں کیا فرق ہے؟''

حضرت علیؓ نے فرمایا ''بھائی سونا اور دوست ہیرا ہے۔''

''وہ کیسے؟''

تو حضرت علیؓ نے فرمایا ''سونا ٹوٹ جائے تو جڑ جاتا ہے مگر ہیرا ٹوٹ جائے تو نہیں جڑتا۔''

شاہی رحمان...... مانسہرہ

محبت

جب زندگی میں محبت کی شدت بڑھ جاتی ہے تو دم گھٹنے لگتا ہے۔ اسی طرح دنیا تنگ ہوتی محسوس ہوتی ہے کوئی ہماری کیفیت سمجھ نہیں پاتا، نہ منزل ملتی ہے نہ سفر ختم

ہوتا ہے اب نہ چاہتے ہوئے بھی صبر کرنا پڑتا ہے اس وقت صبر ہماری ضرورت نہیں مجبوری ہوتا ہے اس کے علاوہ کوئی چارہ جو نہیں ہوتا۔ صبر کو اپنا کر ہم بہت خاموش ہو جاتے ہیں اتنے سنجیدہ کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم نے کبھی محبت نہیں کی۔

اقتباس: محبت سرخ گلاب جیسی شاہ جہاں گل
فائزہ بھٹی...... پتوکی

تنقید

☆ آدم کو نکتہ چینی کے لیے حوا کی ضرورت تھی۔
☆ شیر کو بھی مکھیوں سے محفوظ رہنے کے لیے مدافعت کرنی پڑتی ہے۔
☆ تنقید کرنا سہل ہے تنقید میں صحیح ہونا مشکل۔
☆ نقاد وہ چابک ہے جو گھوڑے کو ہل چلانے سے روکتا ہے۔
☆ اچھے اور معیاری تنقید نگار کی بنیادی صلاحیت مثبت شک ہے۔

حرا قریشی...... بلال کالونی ملتان

ہمارے ٹوٹکے

اگر آپ کے پیٹ میں بھوک سے چوہے ڈانس کرتے ہیں تو چوہے مار دوائی کھالیں چوہوں کا ڈانس بھی بند ہو جائے گا اور آپ کو بھوک بھی نہیں لگے گی۔
اگر آپ کے دانتوں میں کیڑا لگا ہوا ہے تو کچھ دن روٹی نہ کھائیں کیڑا بھوک سے مر جائے گا۔
اگر آپ کے سر میں درد ہے تو پاؤں پر ہتھوڑی ماریں امید ہے سر کا درد بھول جائیں گی۔
اگر آپ سائنسدان بننا چاہتی ہیں تو گیلے ہاتھ سوئچ بورڈ میں لگائیں امید ہے یہ ایک نیا تجربہ ہوگا۔

نورالمشال شہزادی...... کھڈیاں خاص

اقوال زریں

☆ جو ہوش میں ہے کبھی تکبر نہیں کرتا، شیخ سعدی۔
☆ اپنی ضرورتوں کو کم کرو گے تو راحت پاؤ گے اویس قرنیؒ۔

☆ مسلمانوں کو گالی دینا فسق ہے اور ان سے لڑنا کفر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔
☆ اگر تو گناہ پر آمادہ ہے تو ایسی جگہ تلاش کر جہاں خدا نہ ہو حضرت عثمانؓ۔

اقصیٰ شوکت...... گگو منڈی

اے ماں

مجھے جو بھی ملا فقط ذات خدا سے ملا
اے ماں!
خدا سے جو بھی ملا فقط تیری دعا سے ملا

فرحت اشرف گھمن...... سید والا

یقین

کبھی کسی کے سامنے صفائی پیش نہ کرو کیونکہ جسے تم پر یقین ہے اسے ضرورت نہیں اور جسے تم پر یقین نہیں وہ مانے گا نہیں۔

عنبر مجید...... کوٹ قیصرانی

تم

جانتے ہو کہ مجھے کیا پسند ہے
گلاب کی مہک
رات کی چاندنی
شام کی اداسی
سردیوں کی راتیں
اور اس نظم کا
پہلا لفظ

اقصیٰ مریم...... فتح جنگ

مہکتی کلیاں

بخل اور ایمان ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔
سخی گناہ گار خدا کے نزدیک بخیل عابد سے اچھا ہے۔
حاکم کا ایک گھڑی کا عدل ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔
جہاد کفار جہاد اصغر ہے اور جہاد نفس جہاد اکبر۔
دنیا میں وہی لوگ سربلند رہتے ہیں جو تکبر کے تاج کو دور پھینک دیتے ہیں۔

عظمیٰ فرید..... ڈی آئی خان

گولڈن لفظ

رضا

اللہ جس حال میں رکھے
اس پر راضی ہونا چاہیے۔

توبہ

گناہوں سے بچنے کا سب سے عمدہ
اور آسان طریقہ ہے۔

زندگی

کا ہر دن ہمیشہ آخری
ہی سمجھو۔

خطرناک غلطی

اپنا راز کسی کو بتا کر اسے پوشیدہ
رکھنے کی درخواست کرنا۔

زبان کی حفاظت

دولت کی حفاظت کرنے سے
زیادہ مشکل ہے۔

انسان

اچھا وہ ہے جو کسی کا دیا ہوا دکھ
بھلا دے مگر کسی کی دی ہوئی محبت
نہ بھولے.....

عقیلہ رضی..... فیصل آباد

آخرت کی محنت

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں اگر رزق' عقل اور دانشوری سے ملتا تو جانور اور بے وقوف بھوکے مر جاتے۔
انسان کی تمام پریشانیوں کی وجہ مقدر سے زیادہ چاہنا ہے دنیا نصیب سے ملتی ہے اور آخرت محنت سے لیکن لوگ محنت دنیا کے لیے اور آخرت کو نصیب پر چھوڑ دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں فکر و عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سعدیہ رشید' شائلہ رشید..... روڈا' فیصل آباد

خدا اور محبت

ہر شخص کی زندگی میں ایک لمحہ ضرور آتا ہے جب وہ تباہی کے دہانے پر کھڑا ہوتا ہے اور اس کے راز کھلنے لگتے ہیں اور اس وقت جب وہ خوف کے کوہ طور تلے کھڑا کپکپا رہا ہوتا ہے تو اسے اللہ بچالیتا ہے۔ خدا کی بندے سے محبت ہے یہ خدا کا احسان ہے اور اسے اپنا ایک ایک احسان یاد ہے۔ ہم بھول جاتے ہیں' وہ نہیں بھولتا۔ دور ہمیشہ ہم آتے ہیں' اللہ وہیں ہے جہاں پہلے تھا' فاصلہ ہم پیدا کرتے ہیں اور اس کو مٹانا بھی ہمیں ہی چاہیے۔

لیلیٰ شاہ' ثمر عباس..... گجرات

ایک اچھی بات

نرم دل لوگ بے وقوف نہیں ہوتے
وہ جانتے ہیں کہ لوگ ان کے ساتھ کیا
کھیل کھیل رہے ہیں لیکن پھر بھی
وہ نظر انداز کرتے ہیں کیونکہ ان کے
پاس ایک خوب صورت دل ہوتا ہے

طیبہ نذیر..... شادیوال' گجرات

انمول ہیرے

☆ انسان ایک دکان ہے اور زبان اس کا تالا' تالا کھلتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ دکان سونے کی ہے یا کوئلے کی۔
☆ انسان بزدل اتنا ہے کہ سوتے ہوئے خواب میں بھی ڈر جاتا ہے اور بے وقوف اتنا ہے کہ جاگتے ہوئے بھی اپنے رب سے نہیں ڈرتا۔
☆ دنیا نصیب سے ملتی ہے اور آخرت محنت سے جبکہ آج ہماری ساری محنت دنیا کے لیے ہے اور آخرت کو ہم نے نصیب پر چھوڑ دیا ہے۔
☆ زندگی ایک بار ملتی ہے اسے نیک کام کرکے آخرت کے لیے سنواریں ایسا نہ ہو کہ وقت چلا جائے اور اعمال کے خانے خالی کے خالی ہوں۔
☆ دل ٹوٹنا کیا ہوتا ہے اس چڑیا سے پوچھو جس کا ایک ایک تنکے سے بنا ہوا گھونسلہ کسی سنگ دل نے اس کی آنکھوں کے سامنے توڑ دیا ہو یا پھر اس ماں سے پوچھو جس کا جوان بیٹا کسی حادثے میں چل بسے۔
زندگی کو رمضان جیسا بنالو تو موت عید جیسی ہو جائے

ی۔

ارم کمال...... فیصل آباد

محبت

انسان جس سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہے' اللہ اسے اسی کے ہاتھوں توڑتا ہے۔ انسان کو اس ٹوٹے ہوئے برتن کی مانند ہونا چاہیے جس سے لوگوں کی محبت آئے اور باہر نکل جائے۔

اقتباس: مصحف: از نمرہ احمد
موناشاہ قریشی...... کبیر والہ

دل کا اداس موسم

جب دیکھتی ہوں
خزاں رسیدہ پتوں کو
تو گمان ہوتا ہے
یہ بھی میرے دل کی طرح اداس ہیں
میرا دل بھی اسی طرح ٹوٹ کے بکھرا
تیرے جانے کے بعد
جیسے شاخوں سے زرد پتے

ایم فاطمہ سیال...... محمود پور

بچوں کا تابناک مستقبل

ازدواجی رشتے کچھ لو اور کچھ دو کی بنیاد پر چلتے اور قائم رہتے ہیں۔ اس کے لیے برداشت و ہمت' صبر و تحمل اور ایک دوسرے کے لیے دلوں میں اعتماد کی فضا کا ہونا بہت ضروری ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر بسانے کے جو اصول بتائے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب عورت کی کوئی بات بُری لگے تو فوراً اس کی کوئی اچھائی یاد کرو یعنی ضرور اس میں کوئی اچھی بات بھی ہوگی جو تمہیں خوش کردے گی۔

اسی طرح مرد میں بھی بُرائی کے ساتھ کوئی بات اچھی ضرور ہوگی۔ ایک دوسرے کی برائی کو نظر انداز کر کے اچھائی کی طرف دیکھو کیونکہ والدین کی پرسکون زندگی "اولاد کا تابناک مستقبل" ہے۔ اولاد پر اس کے بہت ہی مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اگر گھر جنگ و جدل کا ایک مرکز بن جائے تو نوبت طلاق اور خلع تک جا پہنچی ہے اور پھر دوسری شادی بھی دونوں کی دوسری جگہ ہوجاتی ہے لیکن بچوں کے مستقبل پر کیا گزرتی ہے' اس بات کا اندازہ بچے کے اس بیان سے کیجیے۔

دوسری شادی کے ایک ہفتے کے بعد باپ نے اپنے آٹھ سالہ بیٹے سے پوچھا۔

"بیٹا! تمہاری پہلی ماں (سگی) اچھی تھی یا یہ دوسری ماں (سوتیلی) اچھی ہے؟"

بچے نے کہا۔ "ابو میری سگی ماں جھوٹی تھی اور سوتیلی بہت سچی ہے۔"

باپ نے تعجب سے پوچھا۔ "بیٹا وہ بھلا کیسے؟"

بچے نے کہا۔ "ابو میری سگی ماں جب تھی تو میں جب شرارتیں کرتا تھا تو میری ماں مجھے کہتی تھی کہ آئندہ شرارت کی تو میں تمہیں کھانا نہیں دوں گی لیکن کھانے کے ٹائم پر پھر وہ مجھے گلیوں سے ڈھونڈ کے لاتی اور زبردستی کھانا کھلاتی تھی۔ میری سوتیلی ماں نے بھی مجھے کل یہی کہا تھا کہ شرارت کی تو کھانا نہیں دوں گی اور اس کے سچے ہونے کی وجہ سے میں کل سے بھوکا ہوں۔"

نجم انجم اعوان...... کراچی

میری پسند

کب کون کسی کا ہوتا ہے' سب رشتے ناتے جھوٹے ہیں
سب دل رکھنے کی باتیں ہیں' سب اصلی روپ چھپاتے ہیں
اخلاص سے خالی لوگ یہاں' لفظوں کے تیر چلاتے ہیں
اک بار نگاہوں میں آ کر' پھر ساری عمر رلاتے ہیں

رومہ رانا...... گوجرانوالہ

yaadgar@aanchal.com.pk

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ‘ رب ذوالجلال کے بابرکت نام سے ابتدا کرتی ہوں جو خالق کونین ہے۔ سال نو کا شمارہ سراہنے‘ پسند کرنے اور اپنی تجاویز سے آگاہ کرنے پر بے حد مشکور ہیں‘ آپ کی تجاویز کو مدنظر رکھتے ہوئے فروری کا شمارہ ترتیب دیا گیا ہے۔ امید ہے آپ کے ذوق کے عین مطابق ہوگا‘ آیئے اب چلتے ہیں آپ بہنوں کے دلچسپ تبصروں کی جانب بزم آئینہ میں جھلملا رہے ہیں۔

نیلی ظہیر ...... کوٹلہ جام۔ السلام علیکم شہلا آپی! قارئین اور مصنفین کو محبتوں بھرا سلام‘ پہلی انٹری مار رہی ہوں نئی امیدوں اور پہلے تبصرے کے ساتھ۔ خلاف توقع اس بار آنچل 22 کی شام کو ملا اور آج 23 کی ٹھنڈی رات میں اپنے گرم گرم سے احساسات اور تبصرہ کرنے بیٹھی ہوں۔ سب سے پہلے حمد و نعت پڑھی ”ٹوٹا ہوا تارا“ میری فیورٹ کہانی ہے۔ قلم اٹھانے پر مجبور صباحت رفیق چیمہ کی تحریر ”عشق ہے صاحب“ نے کیا۔ واقعی جسے اللہ چاہے ہدایت دے اور جسے چاہے گمراہ کرے۔ باقی ساری کہانیاں اچھی تھیں۔ ”چراغ خانہ“ بھی بہت اچھی تحریر تھی مگر بقیہ دیکھ کر منہ بن گیا۔ یادگار لمحے تو واقعی یادگار تھے بہت ہی اچھی باتیں تھیں۔ بیاض دل میں سب اشعار پسند آئے مگر کوثر خالد‘ ایم فاطمہ سیال اور نورین مسکان کا شعر زیادہ پسند آئے۔ ڈش مقابلہ سے ہم آنکھیں بند کرکے آگے گزر جاتے ہیں کیونکہ ابھی کچن سے ہم بہت دور ہیں۔ اچھی امید کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں‘ اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر نیلی! خوش آمدید۔

کرن شہزادی ...... مانسہرہ۔ السلام علیکم شہلا آپی اور آنچل کے تمام اسٹاف ممبران کو پیار بھرا سلام قبول ہو آنچل 26 کو ملا‘ سرورق زبردست ماڈل کی نرم مسکراہٹ نے دل کی کلی کھلادی۔ ہمارا آنچل میں چاروں بہنوں کے انٹرویو اچھے لگے‘ آنچل کے سلسلہ وار ناولز میں ”ٹوٹا ہوا تارا“ سمیرا جی تسی گریٹ ہو‘ کیا اچھا لکھ رہی ہیں اور ”شب ہجر کی پہلی بارش“ نازی آپی ویل ڈن‘ بہت زبردست لکھ رہی ہو۔ آپی سچی میں صیام اور درمکنون کا کردار بہت اچھا لگا۔ ”تیرے عشق نچایا“ نگہت عبداللہ جی آپ نے بھی بہت اچھا لکھا‘ باقی آنچل رہتا ہے۔ یادگار لمحے میں ثانیہ مسکان‘ شائستہ جٹ اور جازبہ ضیافت عباسی نے خوب لکھا۔ بیاض دل میں اقصیٰ زرگر‘ سنیاں زرگر‘ نگین وڑائچ اور ارم وڑائچ نے بہت اچھا لکھا۔ ہم سے پوچھے میں اپنے سوالوں کو نہ دیکھ کر افسردہ ہوگئی اور پروین افضل شاہین کی کمی محسوس کی‘ او کے اللہ حافظ۔ زندگی رہی تو آئندہ جامع تبصرہ کے ساتھ حاضر ہوں گی‘ خوش رہیں آباد رہیں‘ پاکستان زندہ باد۔

عنبر مجید ...... کوٹ قیصرانی۔ السلام علیکم! آنچل کی خوب صورت پریوں کیسی ہو سب؟ اس بار آنچل 21 تاریخ کو ملا سب سے پہلے آئینہ کی طرف چھلانگ لگائی‘ اپنا نام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی تھینک یو سوچ۔ اب آتے ہیں اسٹوریز کی طرف جی تو سب سے پہلے پڑھی فیورٹ کہانی ”ٹوٹا ہوا تارا“ ارے واہ آپی جی تسی تو کمال کردتا‘ شہوار نے انا کے بارے میں مصطفیٰ کو سب بتادیا اور مصطفیٰ نے ولید کو سب بتا کر بہت اچھا کیا اور ہاں مسٹر ولید تم نے انا بے چاری کو تھپڑ مار کر بہت برا کیا۔ انا بے چاری کو کتنے تھپڑ مار چکے ہو‘ رابعہ اور عباس کی منگنی کا سن کر دل بہت خوش ہوا۔ اس کے بعد پڑھی ”شب ہجر کی پہلی بارش“ ارے واہ نازی آپی کیا اسٹوری لکھی ہے آپ نے‘ درمکنون کو اب احساس ہوا ہے صیام کو ایسی حالت میں دیکھ کر‘ بہت اچھا لکھ رہی ہیں آپ۔ پھر اس کے بعد دوڑ لگائی ”موم کی محبت“ آپی اب بس بھی کریں شرمین پر اتنا ظالم اُف......

شرمین اور میری قسمت ایک جیسی ہی ہے اسے محبت میں دھوکا ملتا ہے اور مجھے...... مجھے دوستی میں دھوکا ملتا ہے میں نے اب سوچ لیا ہے کہ کبھی بھی دوست نہیں بناؤں گی سب دوستیں مجھے دکھ دے گئی ہیں اب اب میری کوئی بھی دوست نہیں ہے ہاہاہا۔ دوستی کا ہاتھ بھی خود بڑھاتی ہیں اور پھر چھوڑ بھی جاتی ہیں پھر اس کے بعد جمپ لگایا "تیرے عشق نچایا" نشاء کو اپنی ماں مل گئی ہے بہت خوشی ہوئی۔ جی تو اس کے بعد پڑھی "عکس جاناں" اچھی تھی پھر چلے مکمل ناولز کی طرف "دل ہار دیتے ہیں" ویری نائس۔ اب چلتے ہیں بیاض دل کی طرف ویسے تو سب کے شعر اچھے ہیں لیکن جو دل کو چھو گئے ہیں وہ بتا دوں کس کے تھے۔ نورین انجم اعوان مدیحہ نورین مہک بشریٰ خان اور رخسانہ اسماعیل منزہ حیدر دل کو چھو گئی۔ نیرنگ خیال میں انیلا سخاوت نورین مسکان سرور مشاعلی مسکان کی غزلیں اچھی لگیں۔ آگے بڑھے یادگار لمحے میں سب نے بہت اچھا لکھا۔ ہم سے پوچھیے سب کے جوابات پڑھ کر ہنسی آئی اتنی کہ آنکھوں میں پانی آ گیا ہاہا۔ اچھا آپی جی اینڈ آنچل کی دیوانیوں مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا' او کے اللہ حافظ۔

حرا قریشی...... ملتان۔ یاد رکھنا بھی ملاقات کی ایک شکل ہے بقول جبران کے سویار من (آنچل) یاد رکھتے ہیں لیکن آئینہ میں شمولیت کی فرصت اب کہیں جا کے ملی ہے (فرصت نکالنے کی خصوصی وجہ 21 اور 26 تاریخ کو آنچل کا ملنا) کچھ بڑے بڑے ناموں کے آخر میں حرا کا بھی نام آ گیا' باکمال یار من' 26 دسمبر کی سرد صبحیں ابھرتے سورج کی ٹھنڈی میٹھی کرنیں ہم پر نچھاور کرنے لگیں۔ دل خوش باش اس گلاب کی پتیوں کی طرح کھلا کھلا محسوس ہوا' جو ڈال پر باسبب بہار نہ صرف اپنی خوشبو بلکہ حسن کی طمانیت' آتشی رنگ اور لانبی شگفتگی پالیتا ہے۔ ہنگام سحر میں نوازش نامے امید کا پرتو اور اشجار کے سایہ شفقت میں پناہ گزیں طائر راحت فزا بولیاں بولتے' چہچہاتے دکھائی دینے لگے بس کچھ ایسی کیفیت یار من ہوئی۔

کلی دل کی اچانک کھل گئی ہے
کوئی کھوئی ہوئی شے مل گئی ہے......

اس قدر محبت' اس قدر مان پر اس قدر تشکر کہ...... ہاتھ اپنے دونوں کشادہ کیجیے' اظہار تشکر کی حد کا یوں اندازہ کیجیے۔ چونکہ یار من نے ابتدا کر ہی دی ہے تو جناب من قلم سے ناطہ جوڑنے پر مصر ہیں' سپیدہ سحر نمودار ہو گیا ہے اب پھر اجالے کے ہم منتظر ہیں۔ ہوشیار' خبردار ہمارے ادبی' تخلیقی فن نے ایک زوردار انگڑائی لی ہے کہ مہر عالم تاب بھی یک لخت بیدار ہو گیا ہے اور یہ اس وقت مزید جوش و جذبے کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اپنی کرنوں کو منتشر کر کے فلک پر کشائش عطا کرتا ہے جب قارئین بشمول مدیرہ محبت و عقیدت میں ملفوف الفاظ میں سراہتے ہیں۔ ہم تہہ دل سے اس چاہت کے ممنون ہیں (سن رہی ہو نا سدرہ احسان؟) سرگوشیاں سماعت کو خوب حاضر کر کے پڑھا' ہر موسم اپنے اندر کچھ سختیاں اور اپنی چاہتوں کے نرم و ملائم بدلتے نکھرتے رنگ رکھتا ہے سو ان موسموں سے نبرد آزما ہوتے ہوئے ہی خود کو ایمان کامل پر ثابت قدم رکھنے میں ہی کامیابی ہے جیسے ادارہ آنچل حجاب کو اب کامیابی و کامرانی کے مدارج طے کروا رہا ہے حمد و نعت دونوں ہی سہل ممتنع کی بہترین نظیر سامنے لے آئیں۔ درجواب آں پڑھا' بہت سی قارئین اعتدال سے اپنا قلمی سفر جاری رکھے ہوئے ہیں (خوشی ہوئی) دانشکدہ خوب صورت اور انتہائی دلنشین موضوع لیے دل کے اندر اتر رہا ہے (جو سلام میں پہل کرتا ہے وہ اللہ کے قریب ہوتا ہے" اس پر عمل پیرا ہیں' زیست سہل)۔ ہمارا آنچل میں ننھی منی نوآموز کلیاں سیدھی سادی باتیں کرتی اچھی لگیں۔ بیتے لمحے کی رونق سیدہ فرزانہ نے بخوبی بڑھائی (جیتی رہیے)۔ پراثر مصنفہ کی پرمغز تحریر "چراغ خانہ" ہماری توجہ کا خصوصی مرکز بنی۔ بوا کی گفتگو نے مزاح کے رنگ میں بھی نصیحتوں کی مہک پھیلائی۔ دانیال کا پرخلوص رویہ داد طلب اور پیاری کے لیے ہم دل سے دعا گو۔ نگہت عبداللہ جی اپنی تحریر کی لذت کو خدارا بڑھائیے' اپنی پیاری سی عزیز قلمکار کے فن کو ہم اور ہی نظر سے دیکھتے ہیں۔ افسانوں میں سدرۃ المنتہیٰ نے بھرپور تحسین سمیٹی۔ "آدھی روٹی" کے لیے تو قارئین کی تعریف و تنقید ہمارے

لیے معتبر ہوگی۔ باقی افسانے بھی ٹھیک ہی تھے۔ فاخرہ گل (ہشاش بشاش لہجہ' موسم خزاں سے بالکل مختلف بہار کا پیغام دیتی' عاجزی کا' محبت کا ملمع اور ممتا سا پرکیف تاثر دیتی آئیں اور چلی بھی گئیں) حرا کے سوال نامے نہیں ملے آپ کو دل نہیں چھوٹا کرتے اگلی دفعہ سہی۔ ''دل ہار دیتے ہیں'' اور ''عکس جاناں'' نے برابر کا لطف دیا۔ سلسلے بھی اپنے موزوں مقام سے ذرہ بھر پیچھے نہیں گئے۔ رب کریم حجاب و آنچل سے وابستہ عزیز افراد کی گلشن حیات کو اپنی نعمتوں کی خوشبو اور برکتوں کے فیض سے سدا معطر رکھے آمین۔

☆ ڈیئر حرا! برجستہ انداز' شگفتہ الفاظ اور اس پر مستزاد آپ کا دلنشن انداز بیاں۔ تبصرہ بے حد اچھا لگا۔

مشی خان...... بھیر کنڈ' مانسہرہ۔ آداب عرض ہے شہلا جی کیسی ہیں' ہماری دعاؤں سے ٹھیک ہی ہوں گی۔ ان شاء اللہ شہلا آپی آپ کا بہت شکریہ' ہمارے خطوط شامل کرنے کا۔ اب آتے ہیں تبصرے کی طرف' آنچل 26 کو ہی مل گیا اور اس میں اپنا نام دیکھ کر اپنی دوستوں کے نام دیکھ کر بہت زیادہ خوشی ہوئی۔ اس خوشی کو دل میں رکھ کر آنچل پڑھا ''تیرے عشق نچایا'' واہ نگہت عبداللہ کیا خوب اسٹوری ہے' امید ہے آئندہ آخری قسط ہوگی۔ ''ٹوٹا ہوا تارا'' موسٹ فیورٹ اسٹوری سمیرا جی کب کر رہی ہو اینڈ' انتظار رہے گا۔ نازیہ کنول نازی کیسی ہیں' اللہ آپ کو خوش رکھے' آمین۔ نیرنگ خیال میں سیف الاسلام کی غزل اچھی لگی' بیاض دل میں لاریب انشال' کوثر خالد' طیبہ سعدیہ' پروین افضل کے اشعار اچھے لگے۔ او کے باقی آنچل زیر مطالعہ ہے پھر آئینہ میں حاضری کی اجازت ملی تو ضرور حاضر دوں گی' ان شاء اللہ۔

سمیہ کنول...... بھیر کنڈ۔ السلام علیکم! ڈیئر رائٹرز کوئٹ قارئین اینڈ آل آف پاکستان کو سمیہ کنول تھری اسٹار گروپ کی طرف سے پرجوش سلام قبول ہو۔ کیسے ہو آپ سب لوگ یقیناً میری دعا سے خوش باش۔ آنچل مل گیا ہے آج یعنی 26 کو لیکن اس بار پڑھوں گی 10 کے بعد حجاب کے ساتھ وجہ کوئی خاص نہیں ہے۔ آنچل کے ادارے کو اتنے زبردست ڈائجسٹ نکالنے پر مبارک باد (گفٹ ہاتھ میں ہے لے لیں یہ نہ ہو واپس لے جاؤں) اقصیٰ' صباحت' ایمن' نوشابہ' عروسہ کی یاد آئی مس یو۔ تم لوگ بھی آنچل میں انٹری دو نا' اگلے ماہ تفصیلی تبصرے کے ساتھ آؤں گی (ظاہر ہے دو ماہ کے ڈائجسٹ پر جو تبصرہ کروں گی) اللہ حافظ' جہاں رہیں خوش رہیں اور دوسروں کو خوش رکھیں' پاکستان زندہ باد۔

منزہ عطا...... کوٹ ادو۔ السلام علیکم ڈیئر شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ امید ہے ٹھیک ہوں گی اور اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے' آمین۔ آپی مجھے بہت بہت خوشی ہوئی جب میں نے اپنا خط دیکھا۔ اب آتے ہیں تبصرے کی طرف' سب سے پہلے سرگوشیاں پڑھتی ہوں اس کے بعد حمد و نعت پڑھ کر دل کو ٹھنڈک ہوتی ہے پھر ہم جناب دوڑ لگاتے ہیں سمیرا جی کی طرف میرا فیورٹ ناول ''ٹوٹا ہوا تارا'' سے ارے یہ کیا ولی نے انا کو یہ تیسرا تھپڑ مارا' اس میں انا بے چاری کا کیا قصور وہ بھی تو ولید کی محبت میں سب کچھ کر رہی ہے۔ پلیز انا کے ساتھ برا مت کیجیے گا' نازی جی میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں میری آفر قبول کرلیں پلیز۔ ''شب ہجر کی پہلی بارش'' آپ کا یہ ناول بھی بہت اچھا ہے جب آپ فوج کے بارے میں بتاتی ہیں تو مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ کرنل شیر علی اور سدید علوی میرے پسندیدہ کردار ہیں آپ پلیز آرمی پر کوئی مکمل ناول لکھیں' مجھے فوجی بہت اچھے لگتے ہیں۔ راحت آپی اب تو آپ زیبا اور صفدر کی صلح کر دیں۔ ''تیرے عشق نچایا'' نگہت عبداللہ نے تو کمال کر دیا۔ اقراء صغیر احمد آپ کی والدہ ساس کا سن کر بہت افسوس ہوا' اللہ تعالیٰ ماں جی کو جنت الفردوس میں جگہ دے' آمین۔ باقی سارے سلسلے لاجواب ہیں آنچل تو ہے باکمال اس میں تو کوئی کمی ہے ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کو اپنی امان میں رکھے آمین' اللہ حافظ۔

مہناز یوسف...... اورنگی ٹاؤن' کراچی۔ السلام علیکم! پہلی بار آئینہ میں شرکت کر رہی ہوں' امید ہے کہ خوش آمدید کہیں گی۔ سب سے پہلے تعریف کرنا چاہوں گی ''افسانہ لہر'' کی سدرۃ المنتہیٰ نے بہت زبردست افسانہ

لکھا۔ رفعت سراج کو آنچل میں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی' بہشتن بوا کی باتوں نے کافی مزہ دیا۔ نگہت عبداللہ بھی بہت اچھا لکھ رہی ہیں۔ محسن کی حالت پر بہت افسوس ہوتا ہے نازیہ کنول نازی بھی "شب ہجر کی پہلی بارش" تلے بھیگتی اچھی لگ رہی ہیں۔ تمام مستقل سلسلے تو زبردست ہیں خاص طور سے "ہم سے پوچھئے" تو میرا فیورٹ ہے۔ آنچل وقت سے بھی پہلے یعنی کہ 23 تاریخ کو مل جاتا ہے' کبھی کبھا تو 20 تاریخ کو بھی مل جاتا ہے اتنی جلدی آنچل کا مارکیٹ میں آجانا باعث ستائش ہے' میری دعا ہے کہ آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے' آمین۔

☆ ڈیئر مہناز! پہلی بار آمد پر خوش آمدید۔

شکیلہ' عائشہ صدیقہ...... اقبال نگر۔ السلام علیکم! جی کیا حال ہے' لولی شہلا آپیا جی جناب ہمارا آنچل کے ساتھ آٹھ برس کا ساتھ ہے لیکن کبھی لکھنے کی ہمت نہیں کی۔ آج بہت دل کیا کہ میں کچھ لکھوں۔ آنچل ایک صاف ستھرا پرچہ ہے' اب بات کرتے ہیں کہانیوں کی تو جناب "تیرے عشق نچایا" سب سے پہلے پڑھی۔ نشاء اور صبا کا کردار پسند ہے۔ جاذب بزدل ہے اور "ٹوٹا ہوا تارا" اچھی جارہی ہے۔ شہوار اور مصطفیٰ کا مکالمہ بہت پسند آیا' انا کی سزا کم کردیں وہ بہت نازک ہے۔ "دل ہار دیتے ہیں" مشال نے آخر خضر کا دل جیت لیا' ارم کمال جی آپ کا تبصرہ کافی لمبا ہوتا ہے' پسند آیا۔ پروین افضل آپ کا چلبلا انداز اچھا لگتا ہے۔ اقراء جی اور نسیم سحر کی والدہ کا پڑھ کر افسوس ہوا اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کو صبر دے' سب آنچل فرینڈز کو محبت بھرا اسلام۔ پروین افضل جی ہم آپ سے دوستی کرنا چاہتے ہیں' آپ سے رابطہ کیسے ممکن ہے آخر میں اللہ تعالیٰ آنچل کو ہماری سوچ سے زیادہ ترقی دے' آمین۔

مدیہ نورین مہک...... برنالی۔ السلام علیکم! سب سے پہلے تو شہلا آپی سے لڑنا ہے کہ آپ لوگ مجھے آہستہ آہستہ آنچل سے نکال رہے ہیں یہ اچھی بات نہیں ہے نا آپی جی۔ اب آتے ہیں آنچل کی طرف' ہم سے پوچھئے کے سب سوالات مزیدار تھے۔ یادگار لمحے میں طیبہ نذیر' ارم کمال کا انتخاب اچھا لگا' نیرنگ خیال میں نزہت جبیں ضیاء' محمد زید کی شاعری پسند آئی۔ بیاض دل میں پروین افضل شاہین' نورین مسکان' دھنک عرفان' مشاعلی مسکان کے اشعار پسند آئے۔ ڈش مقابلہ کی ساری ڈشز لذیز لگ رہی ہیں' بنا کر ٹرائی کریں گے ضرور اور اسٹوریز پڑھی نہیں ابھی۔ طیبہ نذیر' کرن' ملک' جیا آپی' انا احب' دعائے سحر' پروین افضل' ثوبیہ کوثر' ساریہ چوہدری کو میرا بہت سا سلام' خوش رہو آباد رہو اللہ حافظ۔

وثیقہ زمرہ...... سمندری۔ السلام علیکم! آنچل 22 تاریخ کو مل گیا' سب سے پہلے حمد و نعت سے فیض یاب ہوتے ہوئے سیدھے "ٹوٹا ہوا تارا" تک پہنچے۔ سمیرا آپی ایاز کا قصہ ختم کریں' اب تو اسے جیل سے رہا نہیں ہونا چاہیے' امید ہے انا اور ولید کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" زبردست جارہی ہے۔ "موم کی محبت" زیبا کا مجرم ابھی تک سامنے نہیں آیا' عارض اور شرمین کو ملادیں۔ "چراغ خانہ" تبصرہ آخری قسط تک ملتوی کردیا ہے۔ "دل ہار دیتے ہیں" علیشہ پر بہت غصہ آیا لیکن پھر بھی خوشی ہوئی مشال کو سالار سے اچھا ساتھی ملا۔ "تیرے عشق نچایا" نگہت عبداللہ دل کرتا ہے آپ سامنے ہو تو آپ کا قلم اور ہاتھ چوم لوں' اتنا زبردست ناول لکھ رہی ہیں۔ عکس جاناں ہر مرد کی سوچ کاشان جیسی ہوجائے تو بہت سے مسئلے پیدا ہونے سے پہلے ختم ہوجائیں' افسانے بھی بہت اچھے تھے' مستقل سلسلے تو ہر ماہ زبردست ہوتے ہیں۔

ریحانہ صدیقہ...... مانسہرہ۔ السلام علیکم! شہلا آپی امید ہے آپ خیریت سے ہوں گی' حسب ضرورت آنچل 27 تاریخ کو ملا۔ ٹائٹل پر ماڈ گرل سدرہ تیکھے نقوش والی ماڈل اچھی لگی۔ آنچل کے ہاتھ آتے ہی سب سے پہلے حمد و نعت سے مستفید ہوئے' اس کے بعد بھاگتے دوڑتے ناول "ٹوٹا ہوا تارا" پر پہنچے کیونکہ خیال تھا کہ اس ماہ کہانی کا اینڈ ہوگا مگر یہ کیا کہانی کے آخر میں بقیہ آئندہ ماہ ہمارا منہ چڑا رہا تھا۔ سمیرا جی کہانی بہت اچھی جارہی ہے۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" نازیہ کنول نازی بھی اچھا لکھ رہی ہیں۔ "تیرے عشق نچایا" نگہت عبداللہ کہانی اچھے ٹریک پر چل رہی ہے' اب اس دعا کے ساتھ

اجازت چاہوں گی کہ اللہ پاک آپ پر، ہم سب پر اور ہمارے ملک پر رحم کرے اور ہمارے ملک کو زلزلے، آندھی طوفان جیسی آفتوں سے بچائے، اپنے حفظ وامان میں رکھے آمین۔

ثوبیہ سحر...... بستی ملکوں۔ السلام علیکم سویٹ سی شہلا آپی اور تمام پڑھنے والوں کو کیوٹ سی ثوبیہ کا سویٹ سا سلام۔ بات ہوجائے تبصرے کی ٹائٹل اچھا لگا سب سے پہلے حمد ونعت پڑھی دل عقیدت سے بھر گیا۔ ہر بار کی طرح دانش کدہ بھی اچھا لگا سلام کے بارے میں جو بیان کیا گیا (سبحان اللہ) اس کے بعد فاخرہ گل نے بھی دل جیت لیا اور بیتے لمحوں میں سب نے بڑھ کر حصہ لیا۔ اب آتے ہیں افسانوں کی طرف سمیرا غزل موسم گلاب دل کو بھا گیا۔ ''سال نو کا عزم'' سو سویٹ شمیم جی اور ''تو میرا شجر سایہ دار'' طلعت جی کی تحریر بھی جاندار تھی۔ باقی افسانے بھی زبردست تھے۔ ''عکس جاناں'' صدف آصف ہمیشہ کی طرح لاجواب لکھا نائس اس کے بعد ''تیرے عشق نچایا'' نگہت آپی پلیز اب نشاء کو محسن کے ساتھ ٹھیک کردیں اور احسن کی بھی شادی ڈاکٹر تانیہ سے کردیں۔ مکمل ناول ابھی نہیں پڑھے سلسلہ وار ناول ''ٹوٹا ہوا تارا'' سمیرا آپی سمجھ نہیں آرہا کیا کہوں دل کی دھڑکن رکی ہوئی ہے اب کچھ بھی غلط نہ کیجیے گا۔ ولید کو بھی انا کو معاف کرکے اس کا ساتھ دینا چاہیے اس کے بعد بیاض دل دل کو چھو گیا۔ دوست کا پیغام میں کسی نے بھی یاد نہ کیا افسوس آئینہ میں بھی سب نے حصہ لیا۔ یادگار لمحے ہمیشہ کی طرح زبردست نیرنگ خیال میں بھی سب نے اچھا لکھا۔ ہم سے پوچھیے شمائلہ آپی کے جوابات ہمیشہ کی طرح نٹ کھٹ پڑھ کر مزا آ گیا آخر میں اس دعا کے ساتھ اجازت ہمیشہ خوش رہیں اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر ثوبیہ! دعا کے لیے جزاک اللہ۔

گل مینا خان، حسینہ ایچ ایس...... مانسہرہ۔ السلام علیکم! کیسی ہیں آپ سب امید ہے خیریت سے ہی ہوں گی (ہماری دعائیں جو آپ کے ساتھ ہیں) آنچل اس مرتبہ 28 کو ملا۔ ٹائٹل بس سو سو لگا حمد ونعت سے دل کو معطر کرتے ہوئے آگے بڑھے اپنے فیورٹ ناول ''ٹوٹا ہوا تارا'' کی طرف واہ جی زبردست آپی اگلی قسط کا شدت سے انتظار ہے۔ ''عکس جاناں'' صدف آصف کی تحریر کافی حد تک توجہ سمیٹنے میں کامیاب ٹھہری۔ ''دل ہار دیتے ہیں'' بے انتہا بہت ہی زبردست تحریر تھی۔ افسانے سارے ہی اداس اور لذت کی چاشنی لیے بے حد اچھے لگے۔ دوست کا پیغام آئے میں ہمارے لیے کوئی پیغام نہیں تھا (چلو کوئی بات نہیں) نیرنگ خیال سارا ہی بیسٹ رہا انیلہ سخاوت آپ نے ہمارے لیے نیرنگ خیال میں ''یاد بہت تم آتے ہو'' لکھا ہمیں بہت اچھا لگا۔ بیاض دل میں نیلم شہزادی دھنک عرفان، نورین انجم نورین مسکان اور جاذبہ باسی کی شاعری پسند آئی۔ جاذبہ عباسی آپ بہت اپنی اپنی سی لگتی ہیں۔ مدیحہ کنول سرور ام ثمامہ اور رومانہ قریشی آپ کہاں گم ہیں۔ ہم سے پوچھیے شمائلہ آپی نے زبردست جواب دیئے۔ آئینہ بہت سے ناموں کے باوجود بھی اداس رہا کیونکہ مابدولت شامل نہیں تھے۔ اچھا جی اجازت دیں پھر حاضر ہونے کے لیے اللہ حافظ۔

ثانیہ مسکان...... گوجر خان۔ سلام آل پاکستان بزم آئینہ میں اپنا عکس دیکھنے کو پھر حاضر ہوں سرد موسم میں نرم گرم آنچل کا ساتھ بھرپور زندگی کی علامت ہے۔ حجاب نے چار چاند لگادیئے آکر۔ حجاب کے کامیاب انعقاد پر آنچل اسٹاف کو مبارک ہو۔ بلاشبہ دونوں شمارے اپنی مثال آپ ہیں سمیرا آپی کا ''ٹوٹا ہوا تارا'' تو آنچل کی جان ہے پلیز آپی انا کے ساتھ اب سب کچھ اچھا کردیں اتنی آزمائشیں کافی ہیں اور اب تابندہ بوا کو سامنے لے ہی آئیں۔ راحت آپی کا ناول بھی اچھا جارہا ہے باقی تمام ناول ناولٹ اور افسانے بھی اچھے رہے۔ مستقل سلسلے سب زبردست تھے۔ ڈیئر رضوانہ آنٹی اور پیاری جیا آپ دونوں کو سالگرہ کی مبارک باد۔ ہمیشہ خوش رہو اور مسکراؤ اللہ میرے ملک میں حقیقی امن قائم فرمائے آمین۔

فریدہ جاوید فری...... لاہور۔ سویٹ شہلا جی السلام علیکم! جنوری کا آنچل اپنے دلفریب ٹائٹل کے ساتھ ملا آنچل میرا فیورٹ ڈائجسٹ ہے۔ سب سے پہلے آنچل میں ہی لکھا اس کے افسانے اور ناول بے حد اچھے اور منفرد

ہوتے ہیں۔ اس مرتبہ بھی اس کے ناول اور افسانے ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ ''تو میرا شجر سایہ دار' دل ہار دیتے ہیں' عکس جاناں' نیا سال' موسم گلاب' عشق ہے صاحب' سال نو کا عزم'' شمیم ناز صدیقی بے حد اچھا افسانہ لے کر آئیں۔ پروین افضل شاہین کا تبصرہ پڑھ کر ہنسی تو آئی یہ کیا بھابی آپ نے میرے پرنس بھائی کو بندر کہہ دیا اور آپ بھی تو بندریا جو درخت کی ٹہنی پر جھول رہی تھیں وہ آپ کو نہ گھورتے تو اور کس کو دیکھتے کیونکہ آپ ان کی پیاری سی وائف جو ہو۔ اللہ تعالیٰ میرے بھائی کو لمبی اور صحت مند زندگی سے نوازے اور ایک پیارے سے بچے سے نوازے' آمین اور آپ کی جوڑی صدا سلامت رہے' آمین۔ ڈش مقابلہ میں شاہی ملائی کباب بہت مزے دار تھے' سب قارئین اور رائٹرز کو دعا اور سلام۔ اب ہمیں حجاب کا انتظار ہے' دو میگزین تو ہم نے پڑھ لیے ہیں' یہ بھی آنچل جیسا ہی ہے' اگلے ماہ کے لیے اجازت۔

کائنات عابد...... فیصل آباد۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ بہت مہینوں بعد آپ کی محفل میں حاضر ہوئے ہیں۔ ہمارا آنچل تو ہمیشہ کی طرح اس بار بھی بیسٹ تھا' سمیرا آپی کا ناول بے حد اچھا جا رہا ہے مگر اس میں سب برا ہی برا ہو رہا ہے۔ میرا دل کرتا ہے کوئی جادو کی چھڑی گھمائے اور انا اور ولید کے درمیان سب کچھ اچھا ہو جائے۔ کہانی کی باقی گرہیں بھی آہستہ آہستہ کھل رہی ہیں مگر شہوار کے ساتھ بہت برا ہو رہا ہے۔ اللہ کرے اسے کچھ نہ ہو اس کے علاوہ راحت وفا کا ناول بھی اچھا جا رہا ہے ہر طرف مایوسی ہی ہے کچھ خوشیاں بھی شامل کر دیں اس میں۔ صفدر اور زیبا کا پتا نہیں کیا ہوگا اس کے بعد نازیہ آپی کا ناول بھی بہت اچھا ہے کہیں در مکنون کو بھی صیام سے پیار نہ ہو جائے' شہزاد تو پہلے ہی مر مٹی ہے اس پر۔ ''تیرے عشق نچایا'' ناول بہت ہی اچھا ہے' نشاء کو اب جو بھی ہے جیسا بھی قبول کر لینا چاہیے۔ دوسری طرف صبا بے چاری مجھے لگتا ہے صبا اور آصف کے بیچ کچھ شروع ہو جائے گا۔ افسانوں میں ''سال نو کا عزم'' سب سے اچھا رہا۔ لوگ کہتے کچھ اور کرتے کچھ ہیں' اچھا ہے بیگم سجاد کو ان کے بیٹے نے سیدھی راہ دکھا دی۔ اس کے علاوہ باقی تمام سلسلے بہت پسند آئے' یادگار لمحے میں ارم کمال کا انتخاب پسند آیا' بیاض دل میں ایم فاطمہ سیال کا انتخاب پسند آیا۔ اس کے علاوہ شمع مسکان سے کہنا ہے کہ سوری اتنے عرصے سے غائب تھی آپ کے لیے کوئی پیغام نہ دے سکی۔ آپ بتائیں کیسی ہیں آپ؟ اللہ کرے یہ سال آپ کی زندگی میں ڈھیروں خوشیاں لے کر آئے' آمین۔

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات۔ السلام علیکم! شہلا آپی اینڈ آنچل فرینڈز آنچل مجھے 25 کو مل گیا تھا سب سے پہلے آنٹی قیصر آرا کی سرگوشیاں سنیں اس کے بعد حمد و نعت سے مستفید ہوتے ہوئے دانش کدہ کی طرف بڑھے بلاشبہ یہ سلسلہ بہت معلومات لیے ہے پھر سلسلے وار ناولز کی طرف بڑھے تو ''موم کی محبت'' عارض گناہ گار ہے بھی کہ نہیں راحت وفا جی اب بلی کو تھیلے سے نکال ہی دیں۔ صفدر اور زیبا میں لڑائیوں کو اب ختم کر دیں (میں تھک گئی ہوں)۔ ''ٹوٹا ہوا تارا'' ہم ولید میں اتنا غصہ دیکھتے ہیں جی اب کیا بنتا ہے۔ ''شب ہجر کی پہلی بارش'' کہانی بہت ہی اچھے موڑ پر جاری ہے۔ نازیہ جی کیپ اٹ اپ۔ ''آدھی روٹی'' حرا قریشی آپ کی اسٹوری پڑھ کے تو میری آنکھوں میں آنسو آ گئے بہت زبردست' اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں پر اپنا خاص کرم فرمائے' آمین۔ ''عشق ہے صاحب'' بہت اعلیٰ خوش قسمت ہے وہ انسان جس کی وجہ سے کوئی غیر مسلم مسلمان ہو جائے۔ ''سال نو کا عزم'' بہت سبق آموز اسٹوری تھی ویسے آج کل ہمارے معاشرے میں ایک رواج بن کر رہ گیا ہے' کوئی ایک کام کریں تو دوسرا دیکھ کر فوراً وہ ہی کام کرے گا جیسے انسان کا اپنا کوئی مائنڈ ہی نہیں ہے۔ ''موسم گلاب'' بڑی پیاری اسٹوری تھی۔ ''نیا سال'' بڑی مزے کی اسٹوری تھی گھریلو سی۔ ''افسانہ لہر'' سدرۃ المنتہیٰ جیلانی جی بہت ہی ہٹ کر اسٹوری تھی۔ بہت اچھا موضوع چنا آپ نے یہ اسٹوری اصل میں بے پروا لوگوں کے لیے لکھی تھی۔ ''دل ہار دیتے ہیں'' طویل اسٹوری مزہ دے گئی۔ ''تو میرا شجر سایہ دار'' صحیح کہتے ہیں وہم کا کوئی علاج نہیں لیکن اگر ہم ایک دوسرے کی بات کو سمجھیں گے تو اہمیت دیں گے تو ایسی نوبت نہیں آتی زندگی میں کہ ہم کسی کے لیے کوئی مشکل پیدا

کریں یا کوئی ہمارے لیے پیدا کرے۔ ''چراغ خانہ'' اسٹوری مکمل ہوگی تو تبصرہ کریں گے۔ کام کی باتیں بہت زبردست ٹوٹکے تھے کبھی ہم سے پوچھئے میں شازیہ نورین' اشنہ غفار' اریبہ منہاج' آنچل محمود آپ سب کے سوال مزے کے تھے۔ پروین آپی اس بار آپ کہاں غائب تھی یا اس بار آپ پرنس بھیا سے ناراض تھیں اس لیے شامل نہیں ہوئیں کیوں کہ آپ ان کے متعلق جو سوال کرتی ہیں ہم مم مم...... آئینہ میں مدیحہ شفیع مدؤ ارم کمال' وجیہہ بادل آپ سب کا تبصرہ زبردست تھا۔ یادگار لمحے کے ایم نورالمثال' مشی خان' عائشہ پرویز' ماہ رخ سیال' کرن ملک' نیلی ظہیر' نورین مسکان سرور' حرا قریشی' عظمیٰ فرید' مہوش فاطمہ آپ سب نے لمحے یادگار بنادیئے۔ نیرنگ خیال نزہت جبیں ضیاء' رفاقت جاوید' مہرمہ ارشد بٹ' نورین مسکان سرور' کوثر خالد' محمد زید' کے ایم نورالمثال' آپ سب نے بہت اچھا لکھا لیکن راشد ترین بھائی کیا بات ہے آپ بہت اعلیٰ شاعری کرتے ہیں کیپ اٹ اپ۔ بیوٹی گائیڈ سیدہ نسبت زہرا' نادیہ جہانگیر' ثوبیہ جہانگیر آپ سب نے بہت اچھی اور کام کی باتیں بتائیں' زبردست جی۔ ڈش مقابلہ طلعت نظامی' ہالہ سلیم' نازیہ عباسی آپ سب کی ڈشز بہت مزے کی تھیں۔ بیاض دل وثیقہ زمرہ' کوثر خالد' فریحہ شبیر' نورین انجم' طیبہ سعدیہ عطاریہ آپ سب نے بہت خوب لکھا۔ آنچل پورا کا پورا پرفیکٹ تھا اینڈ پر یہ کہنا چاہوں گی کہ جس کے لیے بھی دعا کریں' دل سے کریں بے شک کوئی دشمن ہی کیوں نہ ہو اور ہمیشہ مثبت سوچیں اس سے آپ کی صحت بھی اچھی ہوگی اور آپ کے اندر نئی امید جاگے گی آپ خود کو بہترین فیل کریں گی میری دعائیں سب کے لیے ہیں' ہمیشہ خوش رہیں اور دعاؤں میں یاد رکھیے' اللہ حافظ۔

اذنا گوندل...... هریا۔ السلام علیکم شہلا آپی کیا حال چال ہیں' آنچل میرا فیورٹ ڈائجسٹ ہے' بہت بار سوچا تھوڑی سی ہمت کرکے اس میں شامل ہو جاؤں لیکن واہ ری میری کم ہمتی لیکن آج ہمت کر ہی ڈالی ہے۔ میری فیورٹ اسٹوری ''ٹوٹا ہوا تارا'' ہے آپی پلیز اس میں انا اور ولید کو الگ مت کیجیے گا ویسے آپی میرے خیال میں رابعہ' ولید اور شہوار آپس میں بہن بھائی ہیں۔ اس کے علاوہ سارا ڈائجسٹ ہی زبردست ہوتا ہے۔ ہر رائٹرز کی اسٹوریز زبردست ہوتی ہیں اس بار بیاض دل میں جو شعر میری ڈائری کی زینت بنے وہ ہیں اقصیٰ زرگر' ایم فاطمہ سیال' بشریٰ خان' نورین انجم' سرگوشیوں سے لے کر کام کی باتیں تک سارا ڈائجسٹ ہی زبردست تھا۔ شروع کیا اور جی ختم۔ نازیہ آپی' سمیرا آپی' سباس آپی' فاخرہ آپی' پروین آپی' ارم کمال آپی' طیبہ نذیر' دعائے سحر' ماریہ کنول ماہی' جیا عباس' نورین انجم' نجم انجم آپ سب کو دوستی کی آفر کرتی ہوں۔ اگر قبول ہے تو بتایئے گا ضرور میں انتظار کروں گی' او کے جی اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

ثناء ریاض چوهدری...... بوسال سکھا۔ السلام علیکم آپی کیا حال ہے؟ آئینہ میں ہمیں خوش آمدید کہنے کا شکریہ۔ حجاب میں اپنا شعر اور اقوال زریں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی حجاب بھی آنچل کی طرح بڑا زبردست ڈائجسٹ ہے لیکن اس میں مکمل طویل ناول زیادہ شائع کریں۔ اب آتے ہیں آنچل پر تفصیلی تبصرہ کی طرف کیونکہ اب چھٹیاں ہیں اس لیے آرام سے پورا آنچل پڑھ لیا ہے۔ ''ٹوٹا ہوا تارا'' ہمیشہ کی طرح پسند آیا لیکن یہ ناول زیادہ طویل ہوتا جارہا ہے آپی اس کو وائنڈ اپ کریں۔ ''شب ہجر کی پہلی بارش'' اس میں سدید کا کردار میرا فیورٹ ہے جو کہ لگتا ہے اب ختم ہونے والا ہے (یعنی سدید شہید ہوجائے گا) آپی نازی یہ اسٹوری تھوڑی لمبی لکھا کریں بہت کم لگتی ہے۔ ادھر شروع کی ادھر ختم۔ ''تیرے عشق نچایا'' میں نشاء کے ساتھ اچھا نہیں ہوا' نشاء اور محسن کا کیا جوڑ؟ ''موم کی محبت'' آپی اسٹوری میں موم سے ہٹ کر بھی کچھ شامل کریں صفدر عجیب مرد ہے اس کی بیوی نے اس کو اگر سچ بتا ہی دیا ہے تو اب اس کو معاف کردے۔ مکمل ناول میں ''چراغ خانہ'' پسند آیا لیکن یہ کیا باقی آئندہ ماہ۔ ناولٹ میں ''عکس جاناں'' پڑھ کر مزہ آیا۔ افسانے سارے ہی اچھے تھے اور آپی عشنا کوثر کی کمی بڑی محسوس ہوتی ہے باقی آنچل کے سارے سلسلے لاجواب ہیں' او کے اب اجازت اللہ نگہبان۔

ربیعہ یوسف...... لانڈھی' کراچی۔ آنچل اسٹاف اور تمام قارئین کو پیار اور محبت بھرا سلام قبول ہو

السلام علیکم! اس بار آئینہ میں صرف اور صرف نگہت عبداللہ کے لیے شرکت کی ہے۔ واہ نگہت جی آپ تو چھا گئی ہیں "تیرے عشق نچایا" آپ بہت بہت اچھا لکھ رہی ہیں امید ہے آگے بھی اچھا رہے گا۔ اس بار آنچل بہت لیٹ ملا ہے' سمیرا جی اب جب سب کو پتا چل گیا کہ انا وہ سب کیوں کر رہی تھیں تو اب انا اور حماد کی شادی نہیں ہونی چاہیے ورنہ سب بے کار رہے گا۔ راحت جی "موم کی محبت" کے آغا جی ہمیں بہت پسند ہیں مہربانی کرکے آغا جی کو کچھ نہیں کریئے گا۔ اب آتے ہیں اپنے پسندیدہ سلسلے کی طرف ہاں تو جناب نیرنگ خیال میں انیلا سخاوت' اقراء علی' محمد زید اور کے ایم نور المشال نے دل کو چھولیا اور ہاں یہ رانا محمد زید کے بجائے صرف محمد زید کیوں لکھا ہے (غلطی سے)۔ اب اجازت دیں' اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب پر اور پورے پاکستان پر اللہ پاک کی رحمت برسے بارش نہیں فی الحال اللہ پاک کا رحم اور کرم برسے' آمین۔

ارم کمال...... **فیصل آباد**۔ پیاری سی شہلا جی' سدا خوش رہیں' آمین۔ السلام علیکم! امید ہے کہ فٹ فاٹ ہوں گی اس دفعہ آنچل ٹائم سے مل گیا' ٹائٹل بالکل پسند نہیں آیا مرجھایا مرجھایا سا تھا۔ سرگوشیاں سے ہوتے ہوئے در جواب آں میں پہنچے ہمارے لیے نولفٹ کا بورڈ تھا۔ دانش کدہ کی روحانی گفتگو سے اپنے افسردہ اور سیڈ دل کو حوصلہ دیا۔ ہمارا آنچل میں آرزو چوہدری اور سلمیٰ اقبال نے اٹریکٹ کیا۔ بہنوں کی عدالت میں فاخرہ گل کی باتیں مسمرائز کر گئیں۔ بیتے لمحے سروے قل از جیٹک رہا۔ "چراغ خانہ" میں بوا کی کراری گفتگو بارہ مصالحوں کی چاٹ کا مزا دے گئی' دوسرے حصے کا انتظار شروع کر دیا ہے۔ سلسلے وار ناول "موم کی محبت" سیدھی بات ہے بہت بور کر رہی ہے کسی کا معاملہ سلجھ ہی نہیں رہا سب ہی اٹکے پڑے ہیں۔ "تیرے عشق نچایا" نگہت عبداللہ کی جاندار اور شاندار تحریر دوڑیں لگا رہی ہے مجھے تو محسن پر بڑا ترس آتا ہے نشاء کو اپنے فرائض اچھے سے نبھانے چاہیں کیونکہ یہی اچھی لڑکیوں کا چلن ہوا کرتا ہے کیوں نشاء کیا خیال ہے۔ "تو میرا شجر سایہ دار" پڑھ کر اس ماں کے صبر اور برداشت پر دل بوند بوند پگھلا اتنی برداشت ناممکن سی بات ہے۔ بیٹیوں کے اس برے رویے کے باوجود لوگ بیٹے مانگتے ہیں بڑی چاہ سے بہولاتے ہیں' کیونکہ مایوسی گناہ ہے۔ "ٹوٹا ہوا تارا" میں اب ولید صاحب نے غرانا شروع کر دیا ہے' عباس اور رابعہ کے ملن کی از حد خوشی ہو رہی ہے دل کر رہا ہے کہ ابھی سے ڈھولکی رکھ لوں جبکہ ایاز اب ناقابل برداشت ہو گیا ہے مصطفیٰ کو چاہیے ایاز کو ان کاؤنٹر میں مار دے۔ "دل ہار دیتے ہیں" کچھ خاص متاثر نہ کر سکی۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" آہستہ آہستہ اپنی پرتیں کھول رہی ہے دیگر کہانیوں میں "سال نو کا عزم' عشق ہے صاحب" خاص ٹکر دار تحریریں تھیں۔ بیاض دل میں ایم فاطمہ سیال' فریحہ شبیر' طیبہ سعدیہ جاوید' طیبہ نذیر' کے ایم نور المشال کی شاعری قابل ذکر رہی۔ دوست کا پیغام آئے میں سب کے مزے مزے کے پیغامات پڑھ کر دل گارڈن گارڈن ہو گیا۔ کرن ملک' پروین افضل شاہین' طیبہ نذیر' دعائے سحر آپ سب نے میری بیٹی کرن کی مبارک باد بھیجی بہت بہت شکریہ۔ سدرہ احسان یہ آپ کی نظر کی اچھائی ہے جو آپ مجھے اور پروین افضل شاہین کو ایک ساتھ دیکھتی ہیں ورنہ پروین افضل شاہین کی تو خود میں بڑی فین ہوں بہر حال آپ کی پیاری سی بات بہت پسند آئی۔ یادگار لمحے میں عائشہ پرویز' ثانیہ مسکان' شائستہ جٹ اور نیلی ظہیر کے مراسلے حاصل مطالعہ ٹھہرے۔ آئینہ میں ہم سمیت سب ہی لشکارے مار رہے تھے۔ ہم سے پوچھے اس دفعہ پھیکا پھیکا سا لگا' کیا شمائلہ جی کے گرم مصالحے ختم تو نہیں ہو گئے۔ عنبر مجید اور شبانہ امین راجپوت آپ نے میری تحریروں کو سراہا بے حد شکریہ' جزاک اللہ۔ سعدیہ عظیم آپ کو آپ کی فیملی کو عمرے کی بہت بہت مبارک ہو اللہ خیر و عافیت سے آپ کا سفر گزرائے آمین اچھا جی زندگی رہی تو پھر ملیں گے رب راکھا۔

شائستہ جٹ...... **چیچہ وطنی**۔ السلام علیکم شہلا آپی محبتوں بھرا اسلام قبول ہو امید ہے مزاج بخیر ہوں گے اللہ آپ کو صحت و تندرستی عطا فرمائے' آمین۔ کان لگا کر سرگوشیاں سنیں تو قیصر آرا جی کی بات دل کو لگی۔ اللہ پاک ہمارے ملک کو سلامت رکھے اور اس کو نظر بد سے بچائے' آمین۔ تمام آنچل اسٹاف رائٹر اور ریڈرز کو نئے سال کی مبارک ہو اللہ تعالیٰ

یہ سال ہم سب کے لیے باعث رحمت بنادے اور کسی کو بھی غم کی دھوپ نہ لگے' سب سکھ کی چھاؤں میں رہیں' آمین۔ پھر ادب واحترام سے حمد ونعت سے مستفید ہوئے پھر آئے ''ٹوٹا ہوا تارا'' کی طرف یہ ایاز میرے ہاتھ لگ جائے تو اس کا قیمہ بنادوں اور کاشفہ اس کا بھرتہ بنادوں بھئی حد ہوتی ہے ڈھٹائی اور کمینگی کی انا کے ساتھ ولید کا رویہ اتنا روڈ دیکھ کر بے چاری انا کے لیے دل میں ہمدردی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ عباس اور رابعہ کی بات پکی ہونے پر تو اور بھی مزہ آ گیا بھئی اب بات ہو جائے ''موم کی محبت'' کی تو مکمل طور پر دسمبر کی سردی کی لپیٹ میں جمود کا شکار ہے پلیز تھوڑا سا پگھلاؤ اس مومی محبت کو۔ نازی جی کے پاس پہنچے تو وہ بولی کیا ہے؟ ہم مسکرا کر بولے اس بار کیا ٹوئسٹ لائی ہیں؟ بولی خود پڑھ لو بس جی حکم ہوا اور ہم نہ مانے جھٹ سے چاٹ ڈالا اور پڑھ کر دل میں سوز کی کیفیت بھی آ گئی۔ ''دل ہار دیتے ہیں'' اچھی کاوش رہی' مشال کا کردار پسند آیا۔ ''عکس جاناں'' بھی اچھا رہا' شان اور مفرح بے وقوف بے حد لگے پر اچھے لگے۔ باقی افسانے تو ہمیشہ سپر ہوتے ہیں۔ ''آدھی روٹی'' عشق ہے صاحب' تو میرا شجر سایہ دار' زبردست لگے۔ ''ترے عشق نچایا'' بھی اچھا جا رہا ہے' اپنی غزل دیکھ کر اچھا لگا۔ جاذبہ عباسی کی غزل دل کو بھا گئی' شعر بھی اپنا گاد یکھ کر دل پر خوشی کی ہوا مست ہو کر چلی تو باقی سب کے اشعار بھی اچھے لگے۔ ہم سے پوچھئے میں شمائلہ جی کی ذہانت کے قائل ہو گئے باقی سارے سلسلے زبردست رہے' حجاب میں شرکت نہ کر سکی وجہ میں بیمار تھی اور اس ماہ کا حجاب ملا تو دیکھ کر دل خوش ہو گیا زبردست سلسلے۔ آنچل کی طرح معلومات کا ذخیرہ اور دلچسپی کا سب سامان موجود تھا' ناول زبردست لگے' افسانے طویل مگر اچھے لگے اللہ آنچل اور حجاب کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے' آمین۔

مونا شاہ قریشی..... کبیر والہ۔ آداب تسلیمات بجو جان! دست نازک میں آنچل جنوری اٹھائے مسکراتے ہوئے جونہی اوراق پلٹے تو در جواب آں میں اپنا نام دیکھ کر حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہو گئی بہر کیف بہت شکریہ میرے قلم کو قبولیت کی سند بخشنے کا۔ ٹائٹل آنچل دلکش تھا' سبک روی سے چلتے نگہت عبداللہ کے ناول ''تیرے عشق نچایا'' پر قیام کی ٹھانی اور نشاء کی بے بسی پر دل کو آنچ جا لگی۔ بعد ازاں ''ٹوٹا ہوا تارا'' میں مسٹر ولید کو کہیں اپنا تھپڑ سنبھال رکھیں جو وقتاً فوقتاً انا کے چہرے پر آزما رہے ہیں۔ سمیرا بجو نوازش ہو گی جو یہ گستاخی کنٹرول ہو جائے موصوف کی' نادیہ فاطمہ کی ''دل ہار دیتے ہیں'' آپ نے تو دل پر دھری بوجھ کی سل ہٹا دی۔ ''عشق ہے صاحب'' ہیروئن کی ہری آنکھوں میں میرے لفظ اٹک گئے۔ گرین آنکھیں میری کمزوری ہیں' ناول زبردست تھا۔ ''تو میرا شجر سایہ دار'' نائس اے ون۔ ''موسم گلاب'' اور ''نیا سال'' نے کنج قلب میں فصل بہار اگا دی۔ حرا قریشی کی ''آدھی روٹی'' مختصر پر اثر دل وحشی کی بے لگام خواہشات کی تشہیر کرتی تحریر آئینہ دکھا گئی۔ یادگار لمحے میں عائشہ پرویز یار آپ نے جو پاکستانی خصلت بیان کیں' یقین کریں تمام بدرجہ اتم موجود ہیں۔ ہائے ہم پاکستانی! بس یہ چیدہ چیدہ آنچل ابھی مطالعہ کے عتاب میں آیا ہے اور کلبلاتا ہوا تبصرہ از خود قلم کی نوک سے رواں دواں ہے۔ جواب اختتامی مراحل میں ہے آنچل اسٹاف وقارئین کو بعجز واحترام سلام' فی امان اللہ۔

فاطمہ سحر..... کبیر والہ۔ السلام علیکم کیسی ہیں شہلا آپی؟ سب سے پہلے آپ کو اور تمام آنچل اسٹاف کو میری طرف سے سلام۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ نیا سال ہم سب کے لیے ڈھیر ساری خوشیاں لائے' آمین۔ آئینہ میں پہلی بار شرکت کر رہی ہوں یوں تو آنچل سے تعلق بہت پرانا ہے لیکن اتنے سالوں سے خاموش قاری ہوں یوں تو آنچل کے تمام سلسلے زبردست ہیں' کس کس کی تعریف کروں' سمیرا شریف طور کے ناول نے قلم اٹھانے پر مجبور کیا۔ اتنا زبردست لکھنے پر بہت بہت مبارک باد' باقی رائٹرز بھی بہت اچھا لکھ رہی ہیں۔ نازیہ کنول نازی کی کیا بات ہے اللہ آپ سب کو بہت خوش رکھے' آنچل کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی دے' آمین۔ آنچل ہمارے لیے بہت اچھی ادبی تفریح ہے جس کا ہر سلسلہ زبردست ہے۔ چاہے وہ کہانی ہو یا ناول' گھریلو ٹوٹکوں کی بات ہو یا صحت کے متعلق' کھانے کی بات ہو یا امور خانہ داری

سے متعلق سب اپنی جگہ مزا دیتے ہیں۔ گھر میں رہنے والی خواتین کے لیے بہترین ہے اب اجازت چاہوں گی ان شاء اللہ پھر حاضر ہوں گی۔ اپنا اور دوسروں کا خیال رکھیں، خوش رہیں اور خوش رکھیں، تمام آنچل فرینڈز کو بھی سلام اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر فاطمہ! پہلی بار محفل میں شامل ہونے پر خوش آمدید۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر۔ پیاری باجی شہلا عامر صاحبہ! السلام علیکم! اس بار نئے سال کا پہلا شمارہ بہت ہی جاذب نظر تھا۔ حمد و نعت، دانش کدہ پڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔ بیتے لمحے کا سروے پڑھا اور اپنا نام نہ دیکھ کر سر پیٹ لیا مگر آخر میں معلوم ہوا کہ سروے کی باقی تحریریں حجاب کے جنوری کا شمارہ دیکھیں یعنی اب ہمیں اپنی تحریر کا دس دن اور انتظار کرنے پڑے گا۔ اقصیٰ زرگر، سنیاں زرگر، فریحہ شبیر، مدیحہ نورین مہک، لاریب انشال کے اشعار۔ نزہت جبیں ضیاء، طیبہ نذیر، نورین مسکان سرور کی غزلیں۔ ماہ رخ سیال، رشک حنا، دعائے سحر کے پیغامات۔ ارم کمال، شائستہ جٹ، جازبہ ضیافت، کرن شہزادی کے یادگار لمحے۔ شازیہ نورین، فخر فرخندہ، نورین کے سوالات پسند آئے۔ ہماری دعا ہے کہ ہماری لاڈلی آپی فریدہ جاوید فری کو اللہ تعالیٰ مکمل صحت دے آمین۔ میں نے اپنے میاں جانی پرنس افضل شاہین کو اپنے پاس بٹھایا اور کہا کہ ہم دونوں ہی جنتی ہیں۔ میرے میاں نے پوچھا ''ارے بھئی وہ کیسے؟'' میں نے کہا ''میں خوب صورت ہوں اور آپ خوب صورت نہیں ہو، میں آپ کو دیکھ کر صبر کرتی ہوں اور آپ مجھے دیکھ کر شکر کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ صبر کرنے والے اور شکر کرنے والے جنتی ہیں۔'' میرے میاں نے کہا ''ہیں جی۔'' میں نے کہا ''ہاں جی۔''

علوینہ چوہدری...... فیصل آباد۔ السلام علیکم شہلا آپی! اسدا خوش رہیں، جنوری کا سارا ڈائجسٹ ہی بڑا شاندار تھا، آنچل آتے ہی سب سے پہلے ''ٹوٹا ہوا تارا'' پڑھی اور یہ کیا ہو گیا شہوار کے ساتھ، میرا تو دل کرتا ہے کہ میں خود ہی جا کر ایاز کے منہ پر دو تین تھپڑ مار کر شہوار کو چھڑوا لوں اور رابعہ شہوار بہنیں لگتی ہیں جبکہ رابعہ کے فیضان ماموں ان کے فادر لگتے ہیں اور ہمایوں ایاز کا جاہل باپ لگتا ہے۔ لالہ رخ کی جس بیٹی کا نام عائشہ ہے وہ شاید شہوار ہو؟ یہ جاننے کے لیے ہائے اللہ اتنا انتظار اُف سمیرا آپی۔ پھر ''تیرے عشق نچایا'' پڑھی کافی اچھی تھی۔ نازیہ کنول نازی کے ناول میں بڑا ہی اچھا ہوا درمکنون کے ساتھ، وہ صیام کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتی ناں، اب پتا لگے گا۔ ''چراغ خانہ'' پڑھتی گئی پڑھتی گئی اتنی دلچسپ تھی کہ پتا ہی نہ لگا کہ کب (ان شاء اللہ آئندہ ماہ) آ گیا پھر سوچیں کیا حال ہوتا ہے۔ ''تو میرا شجر سایہ دار، دل ہار دیتے ہیں، عکس جاناں، موسم گلاب'' ساری کہانیاں بہت اچھی تھیں سیدھی جا کے دل پر لگ رہی تھیں۔ اس مرتبہ تو بیتے لمحے پڑھنے میں بڑا مزہ آیا، بیوٹی گائیڈ کی گائیڈنس ہمیشہ کی طرح پوزیٹو تھیں۔ دوست کا پیغام آئے تو مجھے بہت ہی زیادہ پسند آئے۔ ہم سے پوچھیے اُف کانوں سے دھواں اور کام کی باتیں واقعی کام کی باتیں ہوتی ہیں پھر جب بھی موقع ملا ضرور آؤں گی تب تک کے لیے اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر علوینہ! آپ کا تبصرہ پسند آیا۔

☆ اب اس دعا کے ساتھ ہی آئندہ ماہ تک کے لیے اجازت رب تعالیٰ آپ کا اور ہم سب کا حامی و ناصر ہو آمین۔

aayna@aanchal.com.pk

شمائلہ کاشف

ارم کمال ...... فیصل آباد

س: ظالم میاں، ماریں بھی اور رونے بھی نہ دیں یہ تو ظلم ہے نا؟

ج: آپ کیوں میاں جی سے پٹنے والے کام کرتی ہو۔

س: پیٹ کی آگ حد سے بڑھ جائے تو کیا ستم لاتی ہے؟

ج: یہی کہ آپ کے پیٹ میں چوہوں کی بھاگ دوڑ مچ جاتی ہے۔

س: جلدی سے بتا دیں دل کا چین کہاں سے ملتا ہے؟

ج: رب تعالیٰ کی سچی عبادت میں۔

س: وہ گرجتے رہتے ہیں اور میں برستی رہتی ہوں ایسے میں بچوں کو کیا کرنا چاہیے؟

ج: بچوں کو نو دو گیارہ ہو جانا چاہیے تاکہ آپ کی گرج برس کا تسلسل جاری رہے۔

سعدیہ رشید، شمائلہ رشید ...... فیصل آباد

س: آپی آپ نے یہ بتیسی کب لگوائی پچھلی بار تو آپ کا منہ بالکل خالی تھا؟

ج: ہماری تو لگی لگائی ہے البتہ آپ اپنی بتیسی ضرور بدلوالیں کافی پیلی ہو چکی ہے۔

س: سنا ہے کہ آپ روزانہ ہری مرچوں کا ناشتا کرتی ہیں کیا یہ سچ ہے؟

ج: تمہارے بارے میں بالکل سچ ہے ہاں ہمارے متعلق سفید جھوٹ ہے۔

س: آپی جلد ہی میری بہن کی شادی ہے کوئی اچھی سی دعا دیں میری بہن کو؟

ج: بہنا سدا سکھی رہو اور تم کام چور اب تو کام کرنا سیکھ جاؤ تمہیں بھی سسرال جانا ہے۔

لیلیٰ شاہ، ثمر عباس ...... گجرات

س: جب مانگ مانگ کر بھی دعا قبول نہ ہو تو کیا کرنا چاہیے؟

ج: کسی کو کچھ دے دلا کر دعا قبول کروانے کی کوشش کیا کرو کنجوسوں کی ملکہ۔

س: رونے سے غم کم ہوتا ہے یا ہنسنے سے؟

ج: تم کچھ بھی کرلو تمہارے غم کم ہونے والے نہیں کیونکہ تم نے مانگے کے غم پال رکھے ہیں۔

س: میری ثمر عباس کے لیے میرے لیے کوئی نصیحت کر دیں؟

ج: نصیحت ان کو کی جاتی ہے جو عمل بھی کریں، یہ ہی بات بہت ہے۔

شائستہ جٹ ...... چیچہ وطنی

س: میری مانو کہتی ہے کہ آپی شمائلہ (جن آپی) آپ کے سوالوں کے جواب الٹے کیوں دیتی ہیں؟

ج: اگر ہم نے سیدھا اور کورا جواب دے دیا تو آپ کی چھٹی ہو جائے گی ناں۔

س: آپ مجھ سے کتنا پیار کرتی ہیں ذرا بتائیں؟

ج: سچ بتاؤں...... تمہیں یہ کس نے بتایا کہ تم سے پیار کرتی ہوں۔

س: میری آواز کی چاشنی سے محفل میں ہے سماں، کیا خیال ہے؟

ج: آپ کی کائیں کائیں سے اب تو کان بھی پک گئے، کہاں کی چاشنی کیسی چاشنی مس ”چاشنی!“

س: اتنی دیر سے آئی ہوئی ہوں بریانی تو منگوالیتیں آپ؟

ج: پہلے یہ بتاؤ اتنی دیر کیوں کی اس لیے اب ایک ٹانگ پر کھڑی رہو تب ہی بریانی ملے گی۔

موناشاہ قریشی ...... کبیر والہ

س: با ادب با ملاحظہ بجو جان! آپ کی شہزادی تشریف فرما ہیں، دروازہ کھول دیں، برائے مہربانی؟

ج: دروازہ بعد میں کھلے گا پہلے ادھار واپس کریں۔
س: جب آپ کے ضبط کی انتہا ہوجائے تو کیا کرتی ہیں آپ؟
ج: وہی جو اب کررہی ہوں نہ چاہتے ہوئے بھی آپ جیسوں کو جواب دینا۔
س: مزاج خوشگوار بمع دعا کے ساتھ اجازت مطلوب ہے؟
ج: دعا ہے کہ آپ کے سسرال میں بھی آپ کا مزاج یونہی خوشگوار رہے۔

طیبہ نذیر......شادیوال گجرات

س: کیسی گزر رہی ہے زندگی آپ کی؟
ج: آپ کے آنے سے پہلے بہت خوب صورت اور آرام سے مگر اب مت پوچھو۔
س: جن سے سب امیدیں وابستہ ہوں وہ ہی امید پر پورا کیوں نہیں اترتا؟
ج: کیونکہ وہ وزیراعظم بن کر دوسرے ملکوں کا دورہ جو کرنا شروع کردیتا ہے‘ خیالی دنیا میں بھئی۔

جاذبہ عباسی......دیول‘ مری

س: آداب عرض ہے‘ موٹی تازی بالکل گلاب جامن جیسی شمائلہ جانو!
ج: اپنی بات کررہی ہو یا واقعی نظر خراب ہے‘ میں تو بالکل اسمارٹ اور فٹ ہوں‘ آپ کے لیے تو دو دروازے کھولنے پڑگئے۔
س: ہم اکثر سوچتے ہیں کہ شکل وصورت‘ جسامت اور حرکتوں سے تو آپ ہمیں افریقہ کے جنگلات کی باسی لگتی ہیں مگر حیرت اس بات پر بھی ہے کہ آپ کراچی کیسی پہنچی پھر......(ہی ہی)؟
ج: ہم تو کراچی کے ہی باسی ہیں البتہ آپ کو چڑیا گھر والے ضرور ڈھونڈتے ہیں ”تلاش گمشدہ بندریا!“
س: شعر کا جواب شعر سے دیں پلیز
بکری چڑی پہاڑ پر...... واہ واہ بکری چڑی پہاڑ دوسری طرف سے نیچے اتر آئی (ہی ہی)

ج: سنو ابھی اتنی فضول ہوئی ہو یا پیدائشی ہی اتنی فضول ہو......سچ بتانا۔
س: بھلا ماں جی نے ہمارے کان کیوں کھینچے؟ جبکہ ہم نے تو صرف رات میں دیکھا گیا اپنا خواب سنایا تھا کہ شیر کے لیے درخت پر چڑھ کر امرود کھا رہا ہوتا ہے؟
ج: تم اپنی فضول حرکتوں سے باز نہ آئیں تو کان کے ساتھ ساتھ تمہاری ناک بھی کھینچ کر طوطے جیسی کردیں گی۔

ایس چلبلی......نور پور ٹمن

س: السلام علیکم! آپی پہلی دفعہ شرکت کررہی ہوں کیا حال ہے حوصلہ افزائی ہوگی کہ نہیں؟
ج: ہمارے نہ کہنے سے بھی تم باز تو نہیں آؤ گی اس لیے خوش آمدید۔
س: نوٹ اور ووٹ میں کھوٹ کس میں ہوتا ہے؟
ج: تمہاری نیت میں کھوٹ اور دماغ پر چوٹ ہے تبھی ایسے غائب دماغی والے سوالات پوچھ رہی ہو۔
س: میرا اور آپ کا نام ایک جیسا ہے اور عادات؟
ج: تم تو خود اسم بامسمیٰ ہو ہمیں درمیان میں کیوں لاتی ہو۔
س: میں نے خواب میں آپ کو عینک لگا کے بیٹھے دیکھا تو کیا آپ......؟
ج: وہ خواب نہیں آئینہ تھا اور صورت تمہاری تھی۔
س: ادھورے سوال کا جواب کیسے دیتی ہیں؟
ج: ادھورا سوال‘ ادھورا جواب‘ ادھوری تم ایسے غائب دماغی والے سوال کیوں بوجھ رہی ہو۔

آصفہ قیصرانی......شادن لُنڈ

س: زندگی کب اچھی لگتی ہے؟ اچھا جب میرے سوال آتے ہیں‘ شکریہ شکریہ۔
ج: طوطی......بہت میاں مٹھو بننا آتا ہے جو اپنے منہ سے اپنی تعریف کررہی ہو۔
س: سب کہتے ہیں جہاں آصفہ ہوتی ہے وہاں بہار کی آمد یقینی سی بات ہے آپ کا کیا خیال ہے؟

ج: تمہاری ساس سے پوچھا تھا ان کا جواب یہ ہے وہاں کام چوروں کے ساتھ باتوں کی بہار ہوتی ہے اب اس عمر میں وہ جھوٹ تو نہیں بولیں گی۔

س: آپ کی محفل کو چار نہیں آٹھ نہیں بلکہ پورے سولہ چاند لگادیئے ہیں' اب تو اجازت دے دیں جانے کی؟

ج: اب یہ چاند کہیں اور جا کر مت چڑھانا یہاں تو تمہارا گزارہ ہوگیا کہیں اور نہیں ہوگا خاص کر سسرال میں۔

اقراء ماریہ...... نامعلوم

س: کیا حال چال ہیں جناب؟

ج: ہم بخیر ہیں البتہ آپ کی گھوڑے جیسی چال اچھی نہیں لگی۔

س: کیا کہا مجھے مس کر رہی تھیں؟ تو لو جناب ہم حاضر ہیں۔

ج: اپنا آلہ سماعت لگا تیں تو ٹھیک سنائی دیتا ہم نے تو ہرگز ایسا نہیں کہا۔

س: ویسے آپس کی بات ہے آپ کے ان کے سر سے بال کدھر غائب ہوگئے؟

ج: ان کی چھوڑو اپنی فکر کرو اپنی وگ کہاں چھوڑ کر آئی ہو۔

روشی وفا...... ماچھیوال

س: ہائے آپی میں پھر آ گئی' میری خوشی کو خوشی خوشی قبول کرو۔

ج: قبول کرنے سے پہلے خوشی کی وجہ بھی تو بتاؤ کہیں تمہارے گنجے منگیتر کے سر پر بال تو نہیں آ گئے؟

س: الفت کے سودے کون کرے اور نفرت کی جھولی کون بھرے؟

ج: الفت کے سودوں کے لیے ساس کی خدمت کرو اور نفرت کی جھولی بھرنے کے لیے نند کی چیزوں میں کیڑے نکالو۔

س: چاہنے والوں کو کیوں نہیں ملتے چاہنے والے؟

ج: اب ہر ایک سے چاہت کے بدلے ادھار مانگو گی تو کون تم سے چاہت کرے گا ننھی خالہ!

عقیلہ رضی...... فیصل آباد

س: آپی ہم آپ کی محفل میں اتنی بار آئے ہیں لیکن آپ ہمیں شامل نہیں کرتیں' کیوں؟

ج: آپ ہماری محفل میں نہیں بلکہ محکمہ ڈاک کی محفل میں شامل رہتی ہیں اس لیے یہاں جگہ نہیں ملتی' سمجھی کم عقل۔

س: دو سے دو نکال دیں تو کچھ نہیں بچتا اور دو سے لگا دیں تو چار کیسے بن جاتے ہیں؟

ج: دو کان کے نیچے لگاؤں گی نا تو سب سمجھ میں آ جائے گا۔

س: آپی چشمہ تو آنکھوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے پھر آپ نے سر پر کیوں رکھا ہے؟

ج: اگر تم چشمہ آنکھوں پر لگا کر تو دیکھو تو تمہیں یہ پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے۔

س: پہلے ہی کنگھی کو چھپانا محال تھا
ایک سال اور عمر ہماری بڑی ہوئی؟

ج: بڑی بی کتنے برس کی ہو بتا ہی دو؟

س: آپی اب میں جا رہی ہوں آپ خوش ہو جائیں۔

ج: اپنی بتیسی بھی ساتھ لے جاؤ ہمارے پاس اپنے بہت خوب صورت دانت ہیں' نقلی بالوں والی گنجی آنٹی۔

شازیہ اختر شازی...... نور پور

س: آپی السلام علیکم! نیا سال مبارک ہو جی؟

ج: نئے سال کے ساتھ آپ کو بھی نئے بالوں کی مبارک ہو سچ بتاؤ کتنے میں لگوائے۔

س: ارے سن سجنا تیرے سنگ دنیا......

ج: ایسے جیسے گنجے کے سر پر ایک دو بال ہوں ویسے تمہارے میاں پر یہ گانا فٹ ہے۔

س: آپی ان چڑیلو سے کہہ دیں مجھے تنگ نہ کیا کریں' ارم' شمائلہ' نرگس۔

ج: اب چڑیلیں بھوتنی کو تنگ نہ کریں تو پھر کسے

کریں؟
س: اُف اللہ آپی یہ کیا......؟
ج: ہاں تمہارے سر پر سینگ دیکھ کر میں بھی حیران ہوں۔
س: آپی مجھے اپنے پیارے بھائی کے لیے بھابی چاہیے (پلیز ہیلپ می)؟
ج: کاہل کام چور تم نے گھر کے کاموں سے جان بچانے کا یہ اچھا طریقہ سوچا ہے۔
حرا قریشی...... بلال کالونی ملتان
س: اتنی محبت سے آپ جواب دیتی ہیں کہ خوش سے دل چاہتا ہے...... اپنے منہ میں ہی گلاب جامن رکھ لوں؟
ج: بہن میری صرف جامن رکھنا گلاب تو میں خود ہوں اور تمہارے منہ کی بدبو سے تو میں ویسے ہی بہت تنگ ہوں۔
س: میرا نام دیکھتے ہی کھل گئیں نا باچھیں مسرت سے (مسکرائیے، فیس ویلیو بڑھے گی آپ کی)؟
ج: میری فیس ویلیو ویسے ہی زیادہ ہے آپ اپنی فکر کریں۔
س: ڈیئر شمائل اتنے سوالات ہضم کرنے کے بعد بھوک تو نہیں لگتی ہوگی؟
ج: لگتی ہے ناں لیکن آپ کے فضول سوالات ہذف کرنے کے بعد سب غائب ہوجاتی ہے۔
س: میرے لیے کوئی حکم؟
ج: ڈھنگ کے سوالوں کے ساتھ حاضری دیا کرو۔
س: خفا آپ ہوتی نہیں، منانے کا قصد ہم کرتے نہیں، بس ڈھیروں دعاؤں کے سنگ رخصت کیجیے۔
ج: خفا ہم ہوتے نہیں برداشت آپ کرتی نہیں، ہمارے جواب بھئی اب آنکھیں مت دکھایئے، جائیں خوش رہیں۔
کرن شہزادی...... مانسہرہ
س: شمائل آپی کیسی ہیں آپ؟
ج: ہمیشہ کی طرح بہت زیادہ خوب صورت، اب جل کر اپنا رنگ مزید کالا مت کرو۔
س: آپی ہر دفعہ نو انٹری کا بورڈ لگانے کے باوجود میں پھر حاضر ہوں؟
ج: اس پر ہی تو کہتے ہیں دنیا میں ڈھیٹ کم نہیں، ایک ڈھونڈو ہزار ملتے ہیں اور تم تو سب سے نمبر لے گئیں۔
س: آپی ہر لڑکی اپنے آپ کو خوب صورت اور عقل مند کیوں سمجھتی ہے؟
ج: تم مت سمجھنا عقلوں کی کمی تھوڑی ہے، ایک اور تمہارا اضافہ ہوجائے گا۔
س: خواب میں میں نے آپ کو اور آپ کے ان کو دیکھا بالکل ویسے جیسے حور کے پہلو میں لنگور؟
ج: خواب دیکھنے والی کو لنگور کہہ رہی ہو اُف کبھی تو خود کو اچھے القاب سے نواز لیا کرو۔
عنبر مجید...... کوٹ قیصرانی
س: السلام علیکم! کافی عرصے بعد حاضر ہوئی ہوں جگہ تو ملے گی نا؟
ج: بارہ من کی دھوبن تمہارے حساب سے جگہ بنانے پڑے گی۔
س: آپی جی اتنی سردی ہے پاس کچھ بھی نہیں اوڑھنے کو اب کیا کروں؟
ج: اب اپنی سی بجتی بتیسی نکال کر باہر رکھ لو سردی بھی نہیں لگے گی۔
س: آپی آپ اتنے سارے سوالات کے جوابات دے دے کر تھکتی نہیں؟ میں تو سوال لکھ لکھ کے تھک گئی ہوں؟
ج: تھکن سے بے حال ہوکر لکھتی ہو تب ہی ایسے فضول سوالات لکھے ہیں۔

ہومیوڈاکٹر ہاشم مرزا

سدرہ جہلم سے لکھتی ہیں کہ میں آپ کے پاس بہت سے مسائل لے کر حاضر ہوئی ہوں پلیز میرے تمام مسائل آپ حل کردیں میں بہت پریشان ہوں، بڑی امید سے آپ کو خط لکھ رہی ہوں مجھے مایوس مت کرنا، میں سر سے پیر تک بیماریوں میں مبتلا ہوں بہت سی دوائیں کھائیں مگر افاقہ نہیں ہوا میرے چہرے پر چھوٹے چھوٹے براؤن تل ہیں ماتھے اور ناک پر زیادہ ہیں گالوں پر بھی ہیں دوسرا مسئلہ معدے کا ہے کھانے کے بعد پیٹ پھول جاتا ہے کھائی ہوئی غذا بار بار منہ میں آتی ہے اور بار بار مرچوں والی ڈکاریں بھی آتی ہیں اگر خالی پیٹ رکھوں تو گیس بھر جاتی ہیں پاخانے کے راستے خون بھی آتا ہے کبھی کبھی ناف کے اردگرد اندر سے پیٹ درد کرتا ہے تھوڑا سا بھی کچھ کھالوں تو پاخانہ کی حاجت ہوتی ہے دن میں پانچ سے چھ بار باتھ روم جانا پڑتا ہے۔ بہت بادی جسم ہے میرا وزن بھی بہت بڑھ گیا ہے لیکوریا بھی ہے چھ سال پرانا مرض ہے۔ کمر پٹھوں اور ٹانگوں میں درد رہتا ہے مجھے ان سب مسئلوں کی اچھی سی دوا بتادیں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔ اللہ پاک آپ کو اس خدمت کا اجر دنیا اور آخرت میں دے گا ان شاءاللہ۔

محترمہ آپ CARBO VEG-6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر صبح شام پیا کریں اور PHYTOLACCA BARRY-Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر دوپہر اور رات کو پیا کریں یہ دوائیں آپ کو کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے جرمنی کی بنی ہوئی حاصل کرنا ہوں گی۔

آمنہ کراچی سے لکھتی ہیں کہ بریسٹ کی خرابیوں کا علاج آپ کے کلینک میں آلات کے ذریعے کیا جاتا ہے اس کے کیا اوقات کار ہیں۔

محترمہ آپ صبح 10 تا 1 بجے کلینک تشریف لاسکتی ہیں ڈاکٹر سیدہ حسن بانو آپ کے علاج کے لیے موجود ہوں گی۔

الیاس احمد حیدرآباد سے لکھتے ہیں کہ مجھے پیشاب کی شکایت ہے کر چکنے کے بعد بھی کافی دیر تک قطرہ قطرہ آتا رہتا ہے میری عمر 55 سال ہے میں بہت پریشان ہوں۔ ڈاکٹر آپریشن کا مشورہ دیتے ہیں آپ کوئی مناسب علاج بتائیں۔

محترم آپ CONIUM-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت روزانہ کھانے سے پہلے پیا کریں۔

فتح محمد کوہاٹ سے لکھتے ہیں کہ مجھے حد سے زیادہ کمزوری ہوگئی ہے نہ کوئی خواہش ہوتی ہے نہ کوئی قوت عمل باقی ہے شادی شدہ ہوں حق زوجیت ادا کرنے سے قاصر ہوں۔

محترم آپ NUPHUR LUTA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

کلثوم فاطمہ وہاڑی سے لکھتی ہیں کہ میری بیٹی عمر 18 سال کسی کی زیادتی کا شکار ہوگئی ہے ہم بہت پریشان ہیں بڑی امید کے ساتھ آپ کو خط لکھ رہی ہوں کیا ہماری پریشانی کا بھی کوئی حل آپ کے پاس ہے۔

محترمہ آپ اتوار کے علاوہ روزانہ صبح 10 تا 1 بجے یا شام 6 تا 9 بجے ٹیلیفون نمبر 021-36997059 پر رابطہ فرمائیں۔

عدنان سمیع سیالکوٹ سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر کوئی مناسب علاج بتائیں۔

محترم آپ SELENIUM-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

شہریار خان ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتے ہیں کہ ہمارے خاندان میں گنج پن کا مرض ہے چالیس سال کی عمر کے بعد سر کے بال اڑ جاتے ہیں چندیا صاف ہوجاتی ہے، کیا اس مرض کا کوئی مستقل علاج آپ کے پاس ہے۔

محترم آپ HAIR GROWER استعمال کریں ان شاء اللہ لمبے گھنے اور مضبوط بال پیدا ہوں گے۔

حنا طاہر گوجرانوالہ سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر مردوں کی طرح داڑھی کے بال ہیں تھریڈنگ کرنے سے بال مزید موٹے اور سخت ہوجاتے ہیں۔

محترمہ آپ 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ APHRODITE کی ایک بوتل آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔ تین، چار بوتل کے استعمال سے آپ کے چہرے سے بالوں کا مکمل خاتمہ ہوجائے گا۔

نسیم عالم چیچہ وطنی سے لکھتے ہیں کہ مجھے بہت بری بیماری ہے تفصیل سے آپ کو حالات لکھ رہا ہوں میرا خط شائع کیے بغیر کوئی دوا تجویز کریں۔

محترم آپ AGNUS CAST-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پی لیا کریں۔

لبنیٰ ظفر لاہور سے لکھتی ہیں کہ خاص وقت میں مجھے بے حد تکلیف ہوتی ہے شوہر کو خوش نہیں رکھ سکتی۔

محترمہ آپ ARGENTUM-NIT-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

ن م راشد اسلام آباد سے لکھتے ہیں کہ میں شدید خواہش کے باوجود وظیفہ زوجیت ادا کرنے سے قاصر ہوں عین وقت پر قوت عمل ختم ہوجاتی ہے۔

محترم آپ SELENIUM-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

گلزار فاطمہ وہاڑی سے لکھتی ہیں کہ مجھے ایک ماہ سے بخار کا سلسلہ جاری ہے، اتر جاتا ہے پھر چڑھ جاتا ہے کمزوری بے حد ہوگئی ہے۔

محترمہ آپ ECHNACEA-3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

فضل احمد قریشی لیہ سے لکھتے ہیں میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترم آپ CALC CARB-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

ندا فاطمہ لیہ سے لکھتی ہیں کہ میں ایک بچے کی ماں ہوں بچہ میرا دودھ پیتا ہے لیکن اس کا پیٹ نہیں بھرتا دودھ کی بہت کمی ہے۔

محترمہ آپ ASAFOETIDA-6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

خالد محمود پشاور سے لکھتے ہیں کہ میری والدہ محترمہ ضعیف خاتون ہیں صحت خراب رہتی ہے مکمل کیفیت لکھ رہا ہوں کوئی مناسب دوا تجویز فرمادیں۔

محترم آپ والدہ محترمہ کو VANADIUM-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت روزانہ کھانے سے پہلے دیا کریں۔

سلیم قادر ملتان سے لکھتے ہیں کہ مجھے پیشاب میں پس آتا ہے بہت پریشان رہتا ہوں میرا بھی کوئی علاج بتائیں۔

محترم آپ STIGMATA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

سیف الاسلام کراچی سے لکھتے ہیں کہ خون میں

ہیموگلوبن کی کمی ہے۔
محترم آپ LECETHIN-3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت روزانہ کھانے سے پہلے پیا کریں۔
فیض احمد خان اسلام آباد سے لکھتے ہیں کہ مجھے نیند بہت کم آتی ہے میں بہت پریشان رہتا ہوں، مجھے کوئی اچھی سی دوا بتادیں۔
محترم آپ COFFEA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔
منیر احمد گمبٹ سے لکھتے ہیں کہ میری کلائی کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی چھ ماہ ہوچکے جڑ تو گئی ہے مگر تکلیف نہیں جا رہی کوئی وزنی چیز نہیں اٹھا سکتا۔
محترم آپ SYMPHYTUM-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال تینوں وقت پیا کریں۔
رضیہ سلطانہ لاہور سے لکھتی ہیں میری شادی کو چار سال ہوگئے ہیں ابھی تک اولاد سے محروم ہوں برائے مہربانی میرے لیے کوئی دوا تجویز کریں۔
محترمہ آپ اپنی الٹرا ساؤنڈ رپورٹ اور شوہر کی SEMEN رپورٹ ارسال کریں اس کو دیکھنے کے بعد ہی کوئی دوا تجویز کی جاسکتی ہے۔
نگہت فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میری عمر سولہ سال ہے حسن نسواں کی بے حد کمی ہے میں بہت پریشان ہوں۔
محترمہ آپ SABAL SERULATTA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں مبلغ 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں لگانے کی دوا BREAST BEAUTY آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ دونوں چیزوں کے استعمال سے قدرتی حسن بحال ہوگا۔

عبدالستار مری سے لکھتے ہیں کہ میرے خصیوں میں درد ہوتا ہے کبھی کبھی ورم سا ہو جاتا ہے۔
محترم آپ RHODENDRON-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت روزانہ کھانے سے پہلے پیا کریں۔
کنول ناز تلہ گنگ سے لکھتی ہیں کہ مجھے ورم الرحم کی شدید شکایت ہے۔
محترمہ آپ SEPIA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔
بیگم قمرالدین جہلم سے لکھتی ہیں کہ میرا سینہ بہت بھاری ہے جبکہ میری عمر ابھی بائیس سال ہے۔
محترمہ آپ CHIMA PHILA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔
ممتاز بیگ سکھر سے لکھتے ہیں کہ مجھے دائمی قبض کی شکایت ہے کئی کئی دن بعد حاجت ہوتی ہے۔
محترم آپ OPIUM-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔
توفیق بھکر سے لکھتے ہیں کہ میرے کمر کے مہروں میں گیپ آگیا ہے شدید درد رہتا ہے برائے مہربانی مجھے بھی کوئی علاج بتائیں۔
محترم آپ THRIDION-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔
ثمرین کراچی سے لکھتی ہیں کہ مجھے پائیریا کی شکایت ہے اس کا علاج بتادیں۔
محترمہ آپ MERCSOL-6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔
بشیر احمد حیدر آباد سے لکھتے ہیں کہ میرے سر کے

بال بہت تیزی سے گر رہے ہیں اور خشکی بھی ہوگئی ہے اور بال سفید بھی ہو رہے ہیں۔
محترم آپ میرے کلینک سے ہیئر گروور حاصل کرلیں۔اس کے استعمال سے آپ کے بالوں کے مسئلے حل ہوجائیں گے۔
فوزیہ جہانگیر اوکاڑہ سے لکھتی ہیں کہ میرے شوہر کو ہرنیا کا مرض ہے اس کے لیے کوئی اچھی سی دوا بتا ئیں۔
محترمہ ہرنیا کے مرض کو کسی دوا سے فائدہ نہیں ہوتا اس کا واحد علاج ایک معمولی آپریشن ہوتا ہے۔بے فکر ہوکر آپریشن کرالیں۔
جنید شاہ گوادر سے لکھتے ہیں کہ میرے دوست کو ایک بیماری تھی اس نے آپ کے مشورے پر دوا استعمال کی تھی اللہ کا کرم ہے کہ اس کی بیماری ختم ہوگئی اب میں اپنی مکمل کیفیت لکھ رہا ہوں شائع کیے بغیر کوئی مناسب دوا تجویز کردیں۔
محترم آپ LYCOPODIUM-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔
نسیم خان بنوں سے لکھتی ہیں کہ میرا بچہ جس کی عمر تین سال ہے عام طور پر موشن رہتے ہیں اور کانچ نکلتی ہے۔کئی جگہ علاج کرایا مگر فائدہ نہیں ہوتا اس کے لیے کوئی مناسب علاج بتائیں۔
محترمہ آپ بچے کو PODOPHYLUM-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت روزانہ کھانے سے پہلے پلایا کریں۔
فیضان اٹک سے لکھتے ہیں کہ میرا قد بہت چھوٹا ہے مجھے کوئی اچھی سی دوا بتادیں۔
محترم آپ CALC PHOS-6X کی چار چار گولی تینوں وقت کھانے سے پہلے کھائیں اور BARIUM CARB-200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک بار پیا کریں۔
نزہت منڈی بہاؤ الدین سے لکھتی ہیں کہ مجھے ماہانہ نظام کی خرابی ہے کئی کئی مہینے بعد آتا ہے۔
محترمہ آپ SENECIO-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت روزانہ کھانے سے پہلے پیا کریں ان شاء اللہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔
عبدالقدیر خان ڈیرہ غازی خان سے لکھتے ہیں کہ میں نے 900 روپے لفافے میں رکھ کر رجسٹرڈ پوسٹ کے ذریعے بھیجا تھا ایفروڈائٹ ابھی تک نہیں ملا۔
محترم ہزاروں بار لکھا گیا ہے کہ رقم کبھی بھی لفافے میں رکھ کر نہ بھیجی جائے اس رقم کا ذمہ دار ڈاکخانہ بھی نہیں ہوتا خالی لفافہ موصول ہوجاتا ہے۔ آئندہ خیال رکھیں کہ رقم ہمیشہ منی آرڈر کے ذریعے ارسال کریں اس کے علاوہ یہ بھی خیال رکھیں کہ رقم ہمیشہ کلینک کے نام پتے پر ارسال کریں آنچل کے نام پتے پر ارسال کی ہوئی رقم ہمیں ایک ماہ کی جمع شدہ ڈاک کے ہمراہ ملتی ہے اس کے بعد دوا بھیجی جاتی ہے۔

ملاقات اور منی آرڈر کرنے کا پتا۔
صبح 10 تا 1 بجے شام 6 تا 9 بجے فون نمبر 021-36997059 ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان نمبر C-5 کے ڈی اے فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن نمبر 2، سیکٹر B-14 نارتھ کراچی 75850
خط لکھنے کا پتا
آپ کی صحت ماہنامہ آنچل کراچی پوسٹ بکس 75 کراچی۔

کام کی باتیں

حنا احمد

سنگترے

اس پھل کا مزاج سرد و تر ہے' لہٰذا یہ بلغمی مزاج والے لوگوں کو استعمال کرنا صحیح نہیں ہے اسی طرح نزلہ' کھانسی' گلے کی خرابی اور پھیپھڑوں کے امراض والے لوگوں کو بھی اس کا کھانا مناسب نہیں ہے۔ موسم سرما میں سنگترے کا ترش پھل استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ ماہرین کی رائے ہے کہ یہ پھل معدے میں پہنچ کر دو گھنٹے کے اندر ہضم ہو جاتا ہے اس میں پانی کی مقدار اسّی فیصد ہوتی ہے اس کے علاوہ اس میں فاسفورس' پوٹاشیم' آئیوڈین' کیلشیم' معدنی نمکیات اور گلوکوز شامل ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ موسم سرما میں ہمارا جسم صحت مند رہتا ہے۔

ہمارے ملک میں سردیوں میں یہ پھل وافر مقدار میں پیدا ہوتا ہے۔

سنگترہ دل اور معدے کو قوت دیتا ہے' نہایت مفرح ہے' وحشت خفقان اور پیاس کو دور کرتا ہے۔ خون اور صفرا کی حدت کو مٹاتا ہے' معدے و جگر کی سوزش کو دور کرتا ہے' پیشاب لاتا ہے' اس کی قاشوں پر نمک چھڑک کر کھانے سے ذائقہ ملتا ہے دانتوں کو ترشی محسوس نہیں ہوتی اس کی ترشی میں مضرت نہیں ہے' صفراوی کھانسی کو بھی دور کرتا ہے۔ سنگترے کا چھلکا معدے کو قوت دیتا ہے اس کو چہرے پر ملنے سے چھائیں اور سیاہ داغ دور ہوتے ہیں۔

شیر خوار بچوں کے لیے

ایسے بچے جو پیدائشی طور پر چڑچڑے ہوتے ہیں اور ہر وقت روتے یا منہ بسورتے رہتے ہوں یا ایسے بچے جو اپنی خوراک صحیح طور پر ہضم نہ کرسکتے ہوں ان کے لیے بہترین نسخہ یہ ہے' سنگترے کا رس نکال کر اسے کپڑے یا چھلنی سے چھان لیں۔ بچے کی جسمانی حالت اور عمر کے لحاظ سے اسے دن میں چار مرتبہ ایک یا دو چمچہ پلا دیا کریں۔ ڈیڑھ ماہ تک اس نسخے کا استعمال جاری رکھیں اس نے نہ صرف بچہ تندرست ہو جائے گا بلکہ اس کی خراب عادتیں بھی دور ہو جائیں گی۔

چھرے کے داغ دھبوں کے لیے

سنگترے کے ساتھ اس کے چھلکے بھی بعض ادویہ میں استعمال کیے جاتے ہیں' کیل مہاسوں اور چہرے کے داغ دھبوں کے لیے یہ خاص طور پر مفید ثابت ہوتے ہیں جو نوجوان لڑکے' لڑکیاں اس مسئلے کا شکار ہوں وہ ذیل میں موجود نسخے کی افادیت سے استفادہ کریں۔ سنگترے کا چھلکا اتار کر کسی محفوظ مقام پر رکھ کر اچھی طرح خشک کرلیں پھر ان کا پیسٹ تیار کریں۔ اسے روزانہ چہرے پر دو تین مرتبہ لگائیں چند دن میں ہی داغ دھبے دور ہو جائیں گے۔

اس کی ایک اور ترکیب کچھ یوں ہے' سنگترے کا چھلکا کسی محفوظ مقام پر رکھ کر خشک کرلیں' ان چھلکوں کو باریک پیس لیں' رات کو وقت سونے سے قبل اس سفوف کی مناسب مقدار لے کر پانی میں ملائیں اور اسے اپنے چہرے پر لیپ کرلیں۔ خشک ہونے پر چہرہ تازہ پانی سے دھولیں' چند دن ایسا کرنے سے چہرہ نکھر جاتا ہے اور داغ دھبے ختم ہو جاتے ہیں۔

کھانسی کے لیے

اگر کسی کو کھانسی کی شکایت ہو تو اسے سنگترے کا تازہ رس نکال کر مصری کی ڈلی ڈال کر پلائیں' یہ ایک خوش ذائقہ شربت بھی بن جاتا ہے اور پینے میں بھی آسانی رہتی ہے اس سے کھانسی کی شکایت سے تقویت ملتی ہے۔

اسہال' دستوں کے لیے

اگر کسی کو اسہال یا دست کا مرض ہو جائے تو اس کے لیے یہ نسخہ مفید ہوتا ہے۔ ایک سنگترہ بغیر چھیلے کسی محفوظ جگہ پر رکھ دیں جہاں یہ گل سڑ کر سوکھ جائے' سوکھنے پر اسے پانی کے ہمراہ پیس لیں یہ گاڑھا سا مرکب بن

جائے گا۔ اس کی چنے کے برابر گولیاں بنالیں، قے، اسہال یا دست کی تکلیف میں مریض کو استعمال کروائیں اس سے فوری فائدہ ملے گا۔

دانتوں کے لیے

تندرست جسم کے لیے وٹامن سی اشد ضروری ہے لیکن لوگ اس کی کمی کی وجہ سے مختلف امراض کا شکار ہوجاتے ہیں ان میں دانتوں کے امراض بھی شامل ہوتے ہیں عام طور پر ان لوگوں کے مسوڑھے پھول جاتے ہیں، دانتوں سے پیپ یا خون نکلنا شروع ہوجاتا ہے۔ ان امراض میں سنگترہ بے حد مفید ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس میں وٹامن سی کثیر مقدار میں پایا جاتا ہے۔

مالٹا

ریڈ بلڈ مالٹا صالح خون پیدا کرتا ہے، اس سے جگر کی گرمی رفع ہوجاتی ہے۔ تاہم حکماء کی رائے ہے کہ کھانسی، نزلہ اور زکام کی صورت میں مالٹا یا فروٹ نہیں کھانا چاہیے۔ یہ فائدہ دینے کی بجائے نقصان کا متحمل ہوتا ہے، میٹھے مالٹے سے بخار میں تیزی کو تقویت ملتی ہے اور بخار جلد اتر جاتا ہے۔

جوڑوں کے درد کے لیے

جسم میں یورک ایسڈ کی زیادتی سے چھوٹے بڑے جوڑوں میں درد شروع ہوجاتا ہے، اس درد کے نتیجے میں سوجن کا آنا فطری عمل ہے۔ ایسی صورت میں یہ نسخہ کارگر ثابت ہوتا ہے۔ سرنجاں شیریں اور سفید زیرہ ہم وزن لیں، انہیں سل یا کونڈے میں ڈال کر باریک کوٹ لیں، اس سفوف کی تین ماشہ سے چھ ماشہ کی مقدار دودھ کے ہمراہ صبح وشام دو وقت کھایا کریں، اگر کسی کو دودھ پینے میں مشکل کا سامنا ہوتو وہ دودھ والی چائے استعمال کرسکتا ہے۔ دونوں وقت کے کھانے کے بعد تھوڑی سی سونف منہ میں ڈال کر ضرور چبایا کریں اس طرح کرنے سے کھانے میں ہاضمہ کی سہولت ہوتی ہے اور جسم میں یورک ایسڈ کی مقدار اعتدال میں رہتی ہے۔

تقویت قلب و دماغ کے لیے

دل و دماغ کی تھکاوٹ سے نجات پانے کے لیے زمانہ قدیم سے مالٹے کا اسکوائش موزوں قرار دیا گیا ہے یہ گھر پر بھی تیار کیا جاسکتا ہے اس کی ترکیب کچھ یوں ہے۔ عمدہ اور تازہ مالٹے کا چھلکا اتار کر ان کا رس نکالیے اسے ململ کے موٹے کپڑے میں ڈال کر چھان کر اس کا گودا اور چھلکا پھینک دیجیے۔ مالٹے کا رس ساڑھے چار کلو لے کر اس میں تین کلوگرام چینی گھول دیں، جب چینی اچھی طرح گھل جائے تو اس میں سٹرک ایسڈ 80 گرام شامل کردیں اور انہیں ایک بار پھر ململ کے موٹے کپڑے میں چھان لیں۔ اس چھنے ہوئے محلول میں پانچ رتی پوٹاشیم میٹا بائی سلفیٹ ملائیے۔ اس کے بعد اس میں حسب ضرورت نارنجی کھانے کا رنگ شامل کرکے اچھی طرح حل کرلیں۔ آپ کا اسکوائش تیار ہوچکا ہے اگر انہیں دیر تک رکھنا مقصود ہوتو ان پر کارک لگا کر اوپر سے موم پگھلادیں تاکہ ان کے اندر ہوا نہ جاسکے۔ بوتلیں بھرتے وقت ان کے منہ سے نیچے دو تین انچ خالی رکھنا چاہیے یہ بوتلیں ٹھنڈی اور خشک جگہ پر رکھی جائیں۔

مالٹے کے چھلکوں کا مربہ بھی بنایا جاتا ہے مگر اس میں ڈیڑھ ماہ کا عرصہ درکار ہوتا ہے اسی طرح اس کا مارملیڈ بھی تیار کیا جاتا ہے۔

انعم خان...... خانیوال